بزرگ

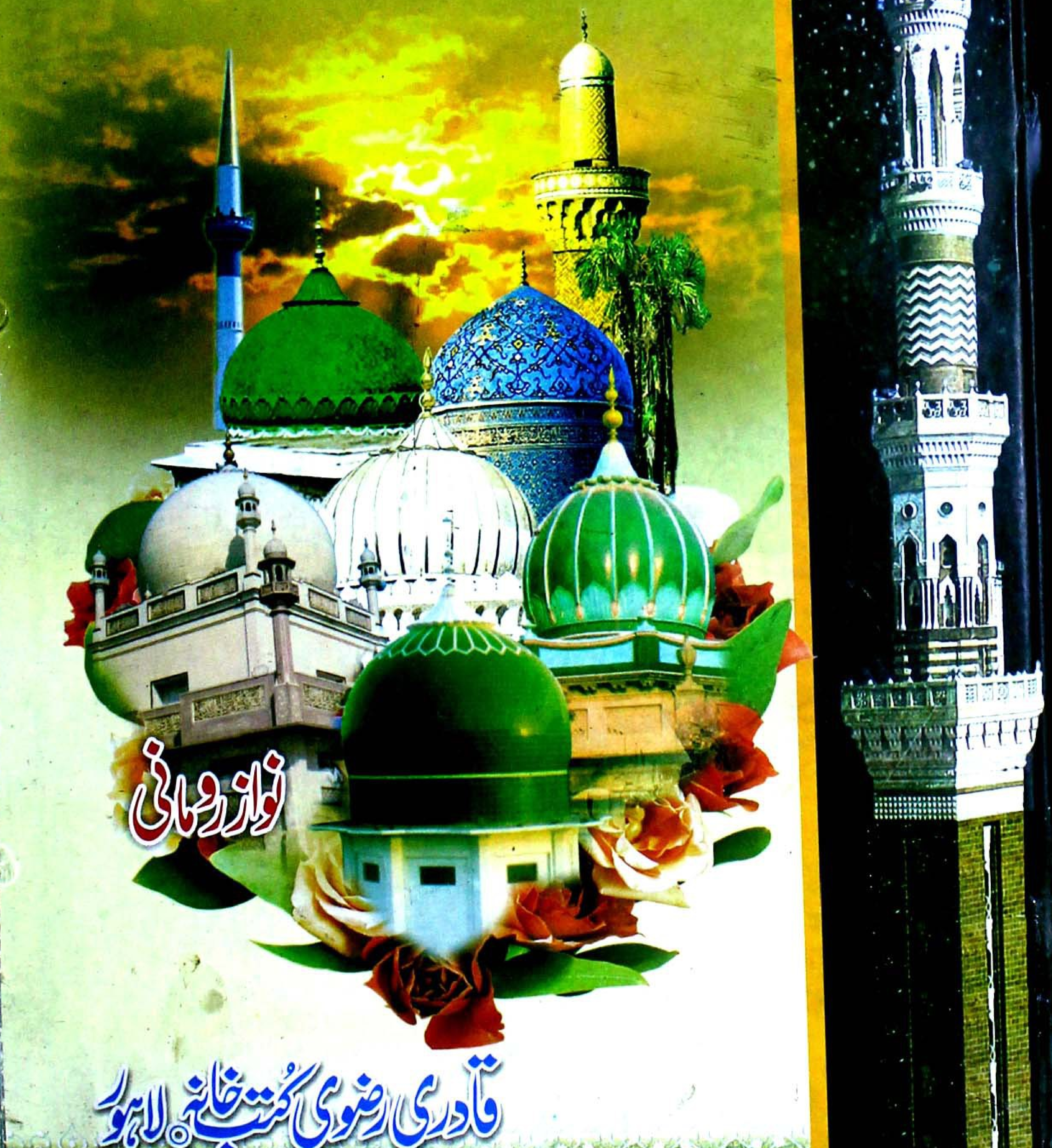

نواز رومانی

قادری رضوی کتب خانہ لاہور

Marfat.com

10.184

بزرگ

نواز رومانی

قادری رضوی کُتب خانہ۔ لاہور

Marfat.com

بزرگ

نواز رومانی

ملنے کا پتہ

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

☆☆☆

98085

نام کتاب ——— بزرگ

نام مؤلف ——— نواز رومانی

تاریخ اشاعت ——— فروری 2005ء

صفحات ——— 544

بار ——— سوم

سرورق ——— محمد رمضان فیضی

تحریک ——— چوہدری محمد ممتاز قادری

ناشر ——— چوہدری عبدالمجید قادری

قیمت ——— =/180 روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

☆ مکتبہ جمال کرم مرکز الاویس دربار مارکیٹ لاہور

☆ شبیر برادرز اُردو بازار لاہور

☆ اسلامی کتب خانہ اُردو بازار لاہور

☆ روحانی پبلشرز گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	اسم گرامی	تاریخ وصال	صفحہ
1	حضرت ابراہیم بن ادھمؒ	163 ہجری	21
2	عاشق الٰہی حضرت رابعہ بصریؒ	180 ہجری	31
3	سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ	15 شعبان المعظم 211 ہجری	41
4	حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ	19 شعبان المعظم 413 ہجری	49
5	حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ	10 محرم الحرام 435 ہجری	56
6	حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ	4 شعبان المعظم 440 ہجری	63
7	حضرت قطب الدین اولیاء ابواسحٰق ابراہیمؒ	8 ذیقعد 446 ہجری	72
8	حضرت علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویریؒ	9 محرم الحرام 465 ہجری	78
9	حضرت ابوالقاسم عبدالکریم قشیریؒ	16 ربیع الاول 465 ہجری	95
10	حضرت ابو حامد الغزالیؒ	14 جمادی الثانی 505 ہجری	103
11	حضرت احمد بن ابی الحسنؒ	536 ہجری	113
12	سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ	11 ربیع الثانی 561 ہجری	121
13	حضرت سید احمد سلطان سخی سرور شہیدؒ	22 رجب المرجب 577 ہجری	128
14	حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ	6 رجب المرجب 627 ہجری	137
15	حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ	یکم محرم الحرام 632 ہجری	146
16	حضرت محی الدین ابن عربیؒ	22 ربیع الاول 638 ہجری	152
17	حضرت علی احمد صابر کلیریؒ	13 ربیع الاول 690 ہجری	159
18	حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندرؒ	9 رمضان المبارک 724 ہجری	166
19	محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ	18 ربیع الاول 725 ہجری	175

Marfat.com

نمبر شمار	اسم گرامی	تاریخ وصال	صفحہ
20	حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ	3 ربیع الاول 791 ہجری	185
21	حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ	28 محرم الحرام 832 ہجری	193
22	حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ	29 ربیع الاول 895 ہجری	205
23	حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ	18 محرم الحرام 898 ہجری	213
24	حضرت سید علی ترمذی پیر باباؒ	991 ہجری	221
25	حضرت خواجہ باقی باللہؒ	جمادی الاخر 1012 ہجری	231
26	حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانیؒ	28 صفر المظفر 1034 ہجری	239
27	حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ	20 محرم الحرام 1040 ہجری	250
28	حضرت میاں میر قادری فاروقیؒ	7 ربیع الاول 1045 ہجری	256
29	حضرت خواجہ خاوند محمودؒ	12 شعبان المعظم 1052 ہجری	263
30	حضرت محمد اسمٰعیل میاں وڈاؒ	25 شوال المکرم 1085 ہجری	271
31	حضرت سلطان باہوؒ	یکم جمادی الثانی 1102 ہجری	280
32	حضرت شاہ عبدالرحمٰن پاکؒ	محرم الحرام 1115 ہجری	290
33	حضرت عبداللہ غازی مستانہ باباؒ	7 محرم الحرام 1117 ہجری	299
34	حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادیؒ	24 ربیع الاول 1142 ہجری	306
35	حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ	12 ذیقعد 1142 ہجری	314
36	حضرت شیخ عبدالنبی شامیؒ	22 ربیع الاول 1146 ہجری	321
37	حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ	10 محرم الحرام 1195 ہجری	328
38	حضرت شاہ فخرالدین دہلویؒ	27 جمادی الثانی 1199 ہجری	335
39	حضرت نور محمد مہارویؒ	3 ذوالحجہ 1205 ہجری	345

Marfat.com

صفحہ	تاریخ وصال	اسم گرامی	نمبر شمار
352	8 رجب المرجب 1229 ہجری	حضرت خواجہ محمد عاقلؒ	40
360	22 صفر المظفر 1240 ہجری	حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ	41
370	26 رمضان المبارک 1259 ہجری	حضرت محمد ہاشم شاہؒ	42
378	ذیقعدہ 1266 ہجری	حضرت حافظ محمد علی خیرآبادیؒ	43
386	نامعلوم	حضرت خواجہ قادر بخش جہاں خیلیؒ	44
394	4 ربیع الاول 1315 ہجری	حضرت خواجہ توکل شاہ انبالویؒ	45
405	7 ذوالحجہ 1324 ہجری	حضرت میاں محمد بخشؒ	46
417	3 ربیع الاول 1347 ہجری	حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ	47
425	18 جولائی 1929ء 1350 ہجری	حضرت کرم الٰہی کانواں والی سرکارؒ	48
434	1354 ہجری	حضرت محمد فضل علی قریشی عباسیؒ	49
444	29 صفر المظفر 1356 ہجری	حضرت سید مہر علی شاہؒ	50
456	16 شعبان المعظم 1358 ہجری	حضرت سید جماعت علی شاہؒ	51
464	14 ذیقعد 1364 ہجری	حضرت محمد نبی بخش حلوائی ؒ	52
472	رمضان المبارک 1369 ہجری	حضرت میاں خدا بخشؒ	53
481	3 ربیع الاول 1372 ہجری	حضرت سید نور الحسنؒ	54
487	1956ء (1374 ہجری)	حضرت سید غوث بخشؒ	55
494	31 دسمبر 1956ء (1374 ہجری)	حضرت ابوالریاض حافظ محمد شفیق احمدؒ	56
502	23 شعبان المعظم 1396 ہجری	حضرت فضل شاہ نور والے ؒ	57
520	24 ستمبر 1978ء (1396 ہجری)	حضرت سید احمد ابوالبرکاتؒ	58
529	25 ذیقعد 1410 ہجری	حضرت ابوضیاء محمد علی قادری شطاریؒ	59
534	23 محرم الحرام 1412 ہجری	حضرت رضا حسین بلالی جمالی فاضلیؒ	60

Marfat.com

بسم اللہ

اے لوگو!

سورۂ یونس آیت ۶۲ جس کا ترجمہ ہے۔ "سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم" کی تفسیر میں حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی رقمطراز ہیں۔

"ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب و نصرت کے معنی میں ہے۔ ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الٰہی حاصل کر لے اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نورِ جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو۔ جب دیکھے دلائل قدرت الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثنا ہی کے ساتھ بولے۔ اور جب حرکت کرے طاعت الٰہی میں حرکت کرے۔ اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے۔ جو ذریعہ قرب الٰہی ہو۔ اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشم دل سے اللہ کے سوا غیر کو نہ دیکھے۔ یہ صفت اولیاء اللہ کی ہے۔ بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی و ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے۔

متکلمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ شریعت کے مطابق بجا لاتا ہو۔ بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شے کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آئے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جو خالص اللہ کے لئے محبت کرے۔ بعض اکابر نے فرمایا ولی وہ ہے جو طاعت سے قرب الٰہی کی طلب کرتا

Marfat.com

ہے اور اللہ تعالیٰ کرامت سے اس کی کارسازی فرماتا ہے۔ یا وہ جن کی ہدایت کا برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لئے وقف ہو گیا۔ ان فرمودات میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے جسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ تمام صفات اس میں ہوتی ہیں۔ ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل و شرف رکھتا ہے۔"

اے لوگو سن لو!

* ولی اللہ اولی الامر منکم ہے۔
* ولی اللہ کے بال ذکر اللہ سے کھڑے ہوتے، جسم لرزتا اور دل چین پاتا ہے۔
* ولی اللہ ہر لحظہ مشاہدہ حق میں مستغرق ہوتا ہے۔
* ولی اللہ دونوں عالم کی موجودات سے بے نیاز ہوتا ہے۔
* ولی اللہ چشم ظاہر بیں کی طرح چشم باطن سے بھی ہر چیز کا مشاہدہ کرتا ہے۔
* ولی اللہ کا وجود ہر قرن اور دور میں ہوتا ہے۔
* ولی اللہ مرتا نہیں۔ عالم فنا سے عالم بقا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔
* ولی اللہ ظلمت سے نور کی طرف لاتا ہے۔
* ولی اللہ رشد و ہدایت کی روشنی کا مینار ہوتا ہے۔
* ولی اللہ رب کریم تک رسائی کا ذریعہ و وسیلہ ہے۔
* ولی اللہ مئے عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سدا مخمور ہوتا ہے۔
* ولی اللہ خالق کون و مکاں کے نور سے دیکھتا ہے۔

Marfat.com

* ولی اللہ کی معیت و قرب نعمت عظمیٰ ہے۔
* ولی اللہ کے ساتھ ایک ساعت گزارنا صد سالہ عبادت بے ریا سے بہتر ہے۔
* ولی اللہ کی معیت سے ادب حاصل ہوتا ہے۔ ادب کی ابتداء محبت ہے اور محبت کی انتہا ادب ہے۔
* ولی اللہ کے تصرّف سے قلوب آئینہ کی طرح مصفّیٰ اور مزکّیٰ ہوتے ہیں۔
* ولی اللہ کی معیت میں جو وقت گزرتا ہے وہ سرمایہ بن جاتا ہے۔
* ولی اللہ کی دشمنی موجب ہلاکت ہے۔
* ولی اللہ کے وجود پر دنیا کے وجود اور اس کی بقا کا دارومدار ہوتا ہے۔
* ولی اللہ کی ذات سرچشمہ محبت ہے۔

اے لوگو سمجھ لو!

ولی اللہ ہی حقیقی بزرگ، اہل حق، عباد مخلصین، صاحب حال، عارف باللہ، منبع رشد و ہدایت، انعام یافتہ اور شاہد ہیں۔

اے درماندہ و پریشان حال لوگو!

- اگر تمہاری درماندگی و پریشانی کا کہیں مداوا ہے تو انہیں بزرگ و محترم ہستیوں کی معیت و قرب میں ہے۔
- اگر صراط مستقیم کی روشنی کی طلب و تلاش ہے تو وہ انہیں اللہ کے ولیوں کے دامن سے وابستگی سے حاصل ہو سکتی ہے۔
- اگر مصائب و آلام کے گرفتار بلا ہو تو ان کا حل بھی انہیں برگزیدہ لوگوں کے نقش پا میں ہے۔
- اگر دولت، اطمینان قلب اور سکینہ و طمانیت کے لئے سرگرداں ہو تو

Marfat.com

وہ بھی ان بزرگوں کے در سے عطا ہو گی۔

- اگر معرفت الٰہیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور' رنگ اور خوشبو سے قلوب و اذہان کے محل سراؤں کو آباد کرنے کا جذبہ و تڑپ ہے تو اس کے لئے بھی اللہ کے ولیوں کے راستے پر گامزن ہونا پڑے گا۔

اے لوگو غور کرو!

بقول مرشدنا حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فضیلت رخ کو ہے۔ جس طرف رخ ہو گا آثار و احوال و انجام اسی کے مطابق مرتب ہونگے۔ جو اس وقت حال ہے مستقبل بھی اسی کی کھوکھ سے جنم لے گا۔ وقت باواز بلند پکار رہا ہے کہ زندگی کے ان لمحات کو غنیمت جانو اور اپنا رخ غیر سے خیر کی طرف' ناحق سے حق کی طرف اور شیطان سے رحمٰن کی طرف کر لو۔

اے لوگو دوڑو!

اللہ کے ان ولیوں' بزرگ ہستیوں اور عباد **مخلصین** کے مقدس دروازوں کی طرف جو سدا کھلے رہتے ہیں۔ آخرکار ان نفوس قدسیہ کے قدموں میں حاضر ہونے میں کیا امر مانع ہے۔ خواہش نفسانی' نفس امّارہ یا راندۂ درگارہ رب العزت شیطان۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

نواز رومانی

Marfat.com

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی سید نا و رسولنا وحبیبنا محمد الکریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ و ذریاتہ ومن تبعھم من اولیاء امتہ باحسان الی یوم الدین ○

" بزرگان دین " اولیاء کرام' اہل اللہ' اور سلف صالحین کے الفاظ بظاہر تو مختلف ہیں لیکن معانی کے اعتبار سے متحد المعنی ہیں۔ یہی وہ حضرات ہیں جنہیں سرمایہ ملت' محافظین اسلام اور پابند شریعت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان حضرات کا ذکر محافل میں ہو یا مجالس میں' انفرادی ہو یا اجتماعی' عوام الناس میں ہو یا خواص الناس میں' اشعار میں ہو یا نثر میں' تقریر میں ہو یا تحریر میں باعث عز و شرف و صد افتخار ہے۔

بزرگان دین سے ملنا' ان کی مجالس میں بیٹھنا اور ان کے وعظ و ارشاد کا سننا سبب حلاوت ایمان ہے۔ یہی تو وہ حضرات ہیں جو **فاتقواللہ ما استطعتم** کی عملی تفسیر ہیں اور یہی وہ نفوس قدسیہ ہیں جنہیں عارف باللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت شیخ سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "جب انسان علم کی منزل طے کرتا ہے تو پھر عمل کی باری آجاتی ہے۔ جب عمل کی منزل طے کرتا ہے تو پھر امربالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینا پڑتا ہے۔ اس فریضہ کی سرانجام دہی کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب وفا' صاحب حیاء' صاحب تقویٰ' صاحب زہد' صاحب صدق' صاحب اخلاق اور صاحب کردار ہو۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط نہ ہو اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اس کا تعلق خلفاء اربعہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق' حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ ہو اور ان سے

Marfat.com

تعلق اس وقت تک ممکن نہیں جب تک بزرگان دین سے مضبوط ایمانی رشتہ قائم نہ ہو۔" حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ ہی کا ارشاد ہے کہ جب انسان عارف باﷲ ہو جاتا ہے تو اس کی زبان سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ وہ اثر رکھتے ہیں جو رب کریم کے لفظ "کن" میں ہیں۔ تو پھر ایسے حضرات کا ذکر کیوں نہ کیا جائے' انہیں اپنی تحریروں میں کیوں نہ لایا جائے۔

جہاں یہ ضروری ہے کہ کسی مؤلف کی تحریر آسان' سادہ' پرمغز اور خلوص پر مبنی ہو وہاں قارئین کے بھی کچھ فرائض ہیں۔

اولا" کوئی بھی ایسی کتاب جس کا تعلق ہمارے ایمان' عقیدہ' اخلاق یا ہمارے اکابر اسلاف اور بزرگان دین سے ہو تو اسے پڑھنا ضرور چاہیے' ہوسکتا ہے کہ کوئی ایک کلمہ یا جملہ ہماری تقدیر بدل دے۔ جیسا کہ حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ کی پھوپھی محترمہ حضرت عائشہؒ کے پاس لوگ بارش کی دعا کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے کوئی بہت لمبی چوڑی دعا نہیں کی صرف یہی کہا :

"اے اللہ ! صحن میں جھاڑو میں نے پھیر دیا ہے چھڑکاؤ تو کردے"

لہٰذا لوگ ابھی صحن سے نکلنے نہیں پائے تھے کہ بارش اس قدر ہوئی کہ جل تھل ہو گیا' حالانکہ اس سے قبل لوگ بڑی دعائیں مانگ چکے تھے حتیٰ کہ نماز استسقاء بھی پڑھ چکے تھے۔ یہی فرق ہے کہ ہم جیسے گنہگار عمر بھر مانگیں' مرضی اس کی چاہے دے یا نہ دے۔ لیکن عارف یا عارفہ ایک ہی کلمہ کہہ دے تو مخلوق اللہ کے کام سنور جاتے ہیں۔

زندگی مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ جدوجہد کرنا اس وقت آسان ہو جاتا ہے جب منزل سامنے ہو اور منزل اس وقت تک نہیں ملتی جب تک کوئی قائد' رہنما' ہادی' انسان کامل' بزرگ یا رہبرانسانیت نہ ملے۔ اگر ہم بزرگان دین کے احوال و آثار و اقوال کو بغور پڑھیں تو بفضل تعالیٰ منزل مقصود تک ضرور پہنچ سکتے ہیں بشرطیکہ پڑھنے میں بھی اخلاص ہو۔

ثانیا" کسی بھی کتاب کی ورق گردانی مقصود نہیں بلکہ اس سے استفادہ حاصل کرنا

Marfat.com

مقصود ہوتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قاری کی نیت درست ہو۔ حدیث پاک میں آیا ہے **انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی** "اعمال کا دارمدار نیتوں پر ہے۔" ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی۔ مثلاً اگر کوئی انسان کسی کتاب کو صرف وقت گزارنے کے لئے پڑھتا ہے، وقت تو گزر جائے گا لیکن کتاب سے اسے فائدہ نہیں ہو گا۔ دوسرا آدمی صرف اس لئے مطالعہ کرتا ہے کہ کتاب میں نقائص تلاش کئے جائیں تاکہ انہیں اچھالا جائے۔ تیسرا آدمی اس نیت سے پڑھتا ہے کہ اس میں کیا خوبیاں ہیں تاکہ انہیں اپنایا جائے۔ کتاب ایک ہی ہے لیکن نیتیں مختلف ہیں لہٰذا نتائج بھی مختلف ہونگے۔ لہٰذا خلوص نیت کا ہونا بے حد ضروری ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تو کتاب حق کی مانند ہیں بلکہ مرآۃ الحق یعنی آئینہ حق ہیں۔ ابوجہل نے دیکھا تو اسے وہی کچھ نظر آیا جو اس کی نیت میں تھا۔ لیکن **یار غار ثانی اثنین اذ ھما فی الغار** نے دیکھا تو انہیں اس چہرہ میں کائنات کا حسن و جمال اور رب کریم کی وحدانیت کا منظر نظر آیا۔ چہرۂ انور تو ایک ہی تھا لیکن نیتیں مختلف تھیں لہٰذا نتائج بھی مختلف نکلے۔ یہ کتاب "بزرگ" جو آپ کے ہاتھوں میں ہے آئینہ صداقت ہے۔ بزرگان دین کی زندگیوں کا نچوڑ ہے۔ اسے آپ جتنا خلوص نیت سے پڑھیں گے اتنا ہی فائدہ ہو گا اور عملی زندگی میں حسن و نکھار پیدا ہو گا۔

تقریر کی طرح تحریر بھی موثر ہوتی ہے۔ اگر ہم قلب کی سرزمین کو خلوص کے پانی سے سیراب کریں اور پھر بزرگان دین کی محنتوں اور مشقتوں والا بیج بوئیں تو میرا یقین کامل ہے کہ ہماری زندگی میں صداقت، عدالت، شرافت، کرامت، عزّت، وقار، عرفان، اتفاق، احسان، کرم، وفا، حیاء، زہد، تقویٰ، یقین، توکل، علم اور عمل کے وہ پھول کھلیں گے جن کی بہار دور و نزدیک جلوہ گری کرے گی اور ان کی خوشبو نہ صرف ہم بذات خود بلکہ ہماری آنے والی نسل، عزیز، احباب اور پڑوس بھی اپنے اندر پائیں گے۔ کتاب ایک ایسا پھول ہے جس کی مہک کبھی ختم نہیں ہوتی۔ پھر

Marfat.com

"بزرگ" تو ایسی کتاب ہے کہ کہیں آپ کو قیام اللیل کی خوشبو آئے گی اور کہیں آپ کو صیام النہار سے معطر کیا جائے گا۔

ثالثاً" برزگان دین کی حیات' سیرت اور ان کی عملی زندگی سے صرف آگاہ ہونا ہی مقصود نہیں بلکہ ان کی سیرت و صورت کو عملی زندگی میں اپنانا بھی ضروری ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ اگر حضور غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر ساری رات عبادت میں گزار سکتے ہیں تو ہم دونوں ٹانگوں پر کھڑے ہو کر صرف فرائض کیوں نہیں ادا کرسکتے۔ اگر ہمارے بزرگان دین زندگی بھر سچ پر قائم رہ سکتے ہیں تو ہم سچ کیوں نہیں بول سکتے۔ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے " **الصدق ینجی والکذب یھلک** " سچ نجات دہندہ ہے جبکہ جھوٹ سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ آنکھوں میں جو نور ہے وہ چند گز کے فاصلے تک دیکھ سکتا ہے لیکن نور صداقت میں اتنی وسعت ہے کہ ہزاروں میل کے فاصلے سے بھی دیکھ لیتا ہے۔ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے انار کا ایک دانہ کہتوال میں کھایا تو دل میں انشراح اور روشنی پیدا ہوئی۔ دل میں خیال پیدا ہوا کہ زیادہ کھاتے تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ جب آپ دہلی آئے تو آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

" مسعود جو انار کا دانہ تیری قسمت کا تھا وہ تجھے مل گیا خاطر جمع رکھو۔"

ہمیں صرف اس کتاب کو پڑھنا ہی نہیں بلکہ اپنی عملی زندگی میں اپنانا بھی ہے کیونکہ عمل ایسا نور ہے جس کی روشنی میں انسان چل سکتا ہے۔ منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ امام الانبیاء' حبیب کبریا' محمد مصطفیٰ' احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں صفت بشریت سے متصف ہیں وہاں صفت نور سے بھی متصف ہیں۔ **قد جاءکم من اللہ نور** میں آپ ہی کی ذات اقدس کے نور پاک کا ذکر ہے۔ اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مشہور حدیث میں **خلق اللہ قبل الاشیاء نور نبیک** میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کو نور سے تعبیر فرمایا ہے۔ لیکن اپنی نورانیت پر یقین ہونے کے باوجود جب نماز فرض کے لئے اپنے دولت کدہ سے

Marfat.com

مسجد کے لئے تشریف لے جاتے تو یہ دعا فرماتے :

اللھم اجعل فی قلبی نورا" وفی بصری نورا" وفی سمعی نورا" وعن یمینی نورا" وعن شمالی نورا" وعن خلفی نورا" واجعلنی نورا" وفی عصبی نورا" وفی لحمی نورا" وفی د می نورا" وفی شعری نورا" وفی بشری نورا" وفی لسانی نورا" واجعل فی نفسی نورا" و اعظم لی نورا" واجعلنی نورا"

اس دعا میں میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۶ مرتبہ اپنے حقیقی مولا سے نورانیت کے لئے دعا فرمائی اور اگر دن میں ۵ مرتبہ یہ دعا کی جائے تو ۸۰ مرتبہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی دعا رد نہیں کی جاتی لہٰذا ہمیں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایسے علم و عمل، تقویٰ اور حسن اخلاق کی دعا کرنی چاہیے جس میں نورانیت ہو۔

کئی سال پرانی بات ہے میرے دوست نواز رومانی نے خلوص نیت سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قلم کو جنبش دی تو "**اخص الخواص**" منصۂ شہود پر آئی۔ اس میں آپ کے مرشد حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے آثار و احوال و بیانات ہیں۔ جب اس کتاب کو شرف قبولیت حاصل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو "**جرنیل صحابہ**" کی دو جلدیں لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جن میں ان عظیم ہستیوں کا ذکر خیر ہے جنھوں نے انسانی تاریخ میں ایسے نقوش مرتب کئے ہیں جن کے اثرات تاقیام قیامت ستاروں کی مانند چمکتے رہیں گے۔ ان تصانیف میں ادب، محبت، عقیدت اور واقعات صحیحہ کے گلہائے رنگین بکھرے پڑے ہیں۔ وثوق ہے جب دارالبقا میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو دیکھیں گے تو فرمائیں گے یہ تو وہی رومانی ہے جس نے "جرنیل صحابہ" کا دنیا میں تعارف کرایا تھا۔ ہمارے کارنامے محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تک پہنچائے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ میرے مداح ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں یہ میرا ثناخواں ہے۔ حضرت بلال

Marfat.com

حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمائیں گے یہی ہے جس نے صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دلوں میں اجاگر کرنے کے لئے قلم اٹھایا تھا۔ کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالیہ ہے کہ یوم نشور ہر انسان کا حساب انہی لوگوں کے ساتھ ہو گا جن سے وہ دنیا میں محبت کرتا ہے۔

جب آپ اس عظیم خدمت سے سرخرو ہوئے تو **"خطابات الٰہیہ"** کی طرف متوجہ ہوئے جس میں قرآنی مخصوص خطابات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس سے فارغ ہوئے تو امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے مبارک قدموں میں اپنی عقیدت و محبت کے پھول نچھاور کرنے کے لئے سیارہ ڈائجسٹ کا خاص نمبر **"ازواج مطہرات"** ضبط تحریر میں لائے۔ جب اس خدمت کے اعزاز سے فراغت ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے بزرگان دین کی خدمت کے اعزاز سے نوازا۔ اللہ کرے زیر مطالعہ کتاب **"بزرگ"** بزرگوں کو اتنی پسند آئے کہ ہر بزرگ کہے کہ رومانی تو میرا ہے۔ میرا چاہنے والا ہے۔ مجھ سے محبت کرنے والا ہے۔ اس تصنیف میں اللہ کے ولیوں کی باتیں ہیں۔ ان کی سیرت' ان کے شب و روز کے معمولات' ان کی محنت شاقہ' دین متین کی خاطر ان کی قربانیاں اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کی والہانہ محبت و عقیدت و ادب کے رنگارنگ پھول ملیں گئے ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

متذکرہ کتب سرمایہ حیات ہی نہیں بلکہ زاد راہ اور ذخیرہ آخرت بھی ہیں۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم جسے چاہے' جتنا چاہے' جب چاہے' جہاں چاہے' عطا فرما دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے **واللہ یختص برحمتہ من یشاء** اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے نواز دیتے ہیں۔

مئولف کی ہر کتاب جذبہ ایمانی' محبت' خلوص اور ان کی شبانہ روز محنت کا ثمر

Marfat.com

ہے۔ انہوں نے کتنی کتب کا مطالعہ کیا' کتنے کتب خانوں کی طرف رجوع کیا' کہاں کہاں سے یہ پھول اور خوشبوئیں اکٹھی کیں اس کے بارے میں وہ جانتے ہیں۔ لیکن آپ کی یہ تمام کتب گلدستہ کی شکل میں موجود ہیں جن میں خوشبو ہی خوشبو' خیر ہی خیر اور برکت ہی برکت ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ میرے محترم فاضل دوست کی زندگی کا مقصد ہی تحریری گلہائے عقیدت کھلانا ہے۔

نواز رومانی میرے ساتھ کئی بار ملاقات کے دوران میں اپنی ایک زیر تالیف کتاب کا ذکر کر چکے ہیں جس کا نام لیتے ہوئے زبان پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہ اس ذات بابرکات کے بارے میں ہے جس کے بارے میں حضرت ہمام الدین علاء تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا تھا ۔

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبسیت

اس محبوب و مقدس و معظم اعظم ہستی کا نام مبارک لیتے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں اور وہ کتاب ہے **"عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم"**۔ معلوم نہیں نواز رومانی اپنی محبت و عقیدت بھری تحریر اور ایمان افروز کلمات کے ذریعے کتنے قلوب و اذہان کو تڑپاتے ہیں۔ اگر یہ عشق کے بحر بیکراں میں ایمان کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے کاسہ صداقت لے کر بارگاہ صدیقی میں پہنچ گئے اور انہوں نے نظر صدیقی فرما دی تو وہ صدیق ہیں۔ عشق تو کیا اللہ کے نام پر اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سب کچھ دینا جانتے ہیں اور عشق و محبت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے جواہر' لعل' موتی اور ہیرے ان کے خزانے میں ہیں۔ رومانی صاحب تو کجا حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ بھی دنگ رہ گئے تھے اور یہ کہنے پر مجبور ہو گئے تھے ۔

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

Marfat.com

میں محمد نواز رومانی صاحب کا شکرگزار ہوں کہ مجھ جیسے کم علم و عمل شخص کو یہ شرف بخشا کہ میں بھی ان کے اس کارخیر میں شریک ہو جاؤں۔ میرے ان الفاظ کی مثال ایک دروازہ کی سی ہے جو ایک گزرگاہ تو ہوتا ہے لیکن مقصد نہیں۔ مقصد تو انسان داخل ہونے کے بعد ہی حاصل کر سکتا ہے۔ یا میری مثال اس مٹی کی سی ہے جو بادشاہ کے دربار میں گلدان میں پھول کی نشو و نما کی خاطر اس کی تہہ میں موجود تھی۔ کسی نے کہا کہ تو تو مٹی ہے اور اتنے بڑے عالیشان محل میں کیسے پہنچ گئی۔ مٹی نے کیا اچھا جواب دیا۔ کہنے لگی "ہوں تو مٹی لیکن پھولوں کے قدموں میں پہنچی تو جہاں پھول پہنچے میں بھی ان کے ساتھ پہنچ گئی۔" اگر ہم اپنے بزرگان دین کے قدموں کی دھول بن جائیں تو انشاء اللہ جہاں وہ ہونگے اللہ تعالٰی ہمیں بھی اپنی رحمت سے ان کے قرب سے نوازے گا۔

آخر میں میری دعا ہے کہ یہ فاضل مصنف لکھتے رہیں اور ہم ان کی تصانیف پڑھ کر اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے رہیں۔ اللہ تعالٰی ان کی تحریر میں وہ خیر و برکت عطا فرمائے کہ تاقیامت ان کی تصانیف کو پڑھا جائے' سمجھا جائے اور بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنا آسان ہو جائے۔ آمین ثم آمین۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۹۴ء

قاری الٰہی بخش نوری

ناظم اعلٰی

کلیتہ القرآن الکریم

زیرنگرانی تنظیم دعوت القرآن والسنتہ لاهور

Marfat.com

تقریظ

اولیاء اللہ کو نہ تو خوف دنیا ہے اور نہ ہی غم آخرت ۔ ان کی پہچان ان کا مضبوط ایمان اور اعلیٰ درجے کا تقویٰ ہے۔ یہی وہ خوش نصیب ہستیاں ہیں جن کے لئے دنیا میں بشارتیں اور حیات اخروی میں کامرانیاں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دل بینا' ضمیر روشن اور قلوب انوار الٰہیہ سے منور ہیں۔ یہ اپنی ذات میں طہارت و پاکیزگی اور نفاست و پرہیزگاری کی روشن امثال اور اپنے افکار و کردار اور مکارم اخلاق و عمل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محکم دلیلیں ہیں۔

ان نفوس قدسیہ کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی یاد سینوں میں کروٹیں لینے لگتی ہے اور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی مئے محبت کا کیف و سرور رگ و پے میں پھیل جاتا ہے۔ ان کی زندگی کے لیل و نہار دیکھ کر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات نگاہوں کے سامنے گھوم جاتے ہیں اور ان خرقہ پوشوں کے کارناموں کی روشنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایثار و قربانی کے لازوال لمحات نگاہوں میں دوڑنے لگتے ہیں۔ یہ اپنے ظاہر و باطن میں اللہ جل جلالہ کے اطاعت گذار اور خاتم الانبیاء رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل وفاشعار

Marfat.com

اور جانثار ہیں۔ ان کی رگ رگ' انگ انگ' نس نس اور خون کے ایک ایک قطرے میں ذکرالٰہی ۔ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و محبت کی خوشبو رچی بسی ہے۔ ان کی زندگی **ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لللہ رب العلمین** کی روشن مثال اور ان کی موت انالللہ وانا الیہ راجعون کی سچی تصویر ہے۔

یہ مبارک ہستیاں لا الٰہ الا اللہ کے نور میں اس قدر مستغرق ہوتی ہیں کہ ان کے لئے متاع دنیا اور دنیاوی تعلقات و رشتہ و پیوند واقعتاً بتانِ وہم و گمان ہیں کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر جیتے اور اسی کی خاطر موت کے تختے کو گلے لگاتے ہیں۔ رب کریم کے لئے محبت کرتے اور اسی کے لئے دشمنی کرتے ہیں ۔ لاالہ الااللہ کہہ کر انہوں نے معبودان باطل کے علاوہ اپنی ذات کی بھی نفی کر لی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہی اثبات و اقرار کیا ہے اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی نبوت و رسالت اور قیادت و امامت کو خالق حقیقی تک رسائی کا اکمل و آخری وسیلہ اور دارین کی فوز فلاح اور نجات و سرخروی کا واحد ذریعہ تسلیم کیا ہے۔

یہ برگزیدہ ہستیاں زندگی کی تلاش میں سرگرداں نہیں بلکہ زندگی دست بستہ باندی کی طرح ان کے عقب میں چلی آتی ہے۔ اور موت ان سے لرزاں و ترساں ان کے آگے آگے قدم بڑھا رہی ہوتی ہے۔ اور یہ عزّ و شرف ان اللہ کے دوستوں کو صرف اس لئے حاصل ہوا ہے کہ یہ اللہ عزّوجل اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و اتباع کا مکمل نمونہ اور اس آیت الٰہی کا مظہر اتم ہیں جس میں رب العالمین نے ان مکرم ہستیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے :

" اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع ہو تو اسے ان کی معیت نصیب ہو گی جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور اللہ کافی ہے جاننے

Marfat.com

والا" (سورۃ النساء آیت ۶۹ - ۷۰)

" بزرگ " جناب نواز رومانی ایم - اے کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ اس سے قبل بھی آپ مختلف موضوعات پر خاصی ضخیم کتب تصنیف کر چکے ہیں جو منظر عام پر آکر شہرت دوام اور فیضان و عرفان کا ذریعہ ثابت ہوئی ہیں۔

" بزرگ " لکھ کر فاضل مصنفؒ نے اپنے روحانی ذوق اور صوفیانہ رجحان کا اعلیٰ ثبوت دیا ہے۔ علاوہ ازیں رومانی صاحب اس لئے بھی خراج تحسین کے مستحق ہیں کہ اہل اللہ پر لکھنے کے لئے جس نرم رو اور مؤدب قلم اور محبت و عقیدت کی جس چاشنی کی ضرورت ہے وہ ان کی تحریر کا وصف خاص ہے۔ ان کی تحریر میں سلاست و سادگی' نرمی و ملائمت اور لطافت و نفاست بکمال موجود ہے۔

نواز رومانی اپنی ذاتی زندگی میں بھی نرم گفتار' نرم رو اور نرم مزاج ہیں اور متذکرہ کتاب ان کے اسی مزاج کی عکاسی ہے۔

دعا گو ہوں کہ ان کی یہ کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں خصوصیت و قبولیت حاصل کرے اور فیض عام کا سبب بنے۔ آمین

۱۴ جمادی الاوّل ۱۴۱۵ ہجری

آغا غیاث الرحمٰن انجم
بانی و امیر
بین الاقوامی مجلس روحانی لاہور' پاکستان

Marfat.com

حضرت ابراھیم بن ادھمؒ

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ بلخ کے شاہزادے تھے۔ عالم شباب تھا' ایک دن محافظوں اور خدام کے ہمراہ جنگل میں شکار کھیلنے گئے۔ چہرے پر بشاشت کی بجائے سوچوں کے گہرے سائے تھے۔ ان کا ذہن عجیب و غریب خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ معاً" نظر ایک خوبصورت ہرن پر پڑی' گھوڑا اس کے پیچھے دوڑایا۔ اچانک غیب سے آواز سنائی دی۔

"اے ابراہیم! موت سے قبل بیدار ہو جاؤ"

اس آواز نے آپ کے دل و دماغ میں ہلچل مچا دی۔ لیکن شکار کی دھن سر پر سوار رہی۔ بہت دور جا کر جب ہرن کو تیر مارنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اسے قوت گویائی بخشی کہنے لگا

"کیا آپ کی تخلیق کا یہی مقصد ہے کہ سیر و شکار کرتے پھریں۔"

یہ سنا تو قلبی کیفیت دگرگوں ہو گئی۔ گھوڑا روک کر کھڑے ہو گئے۔ گذشتہ چند ایک یوم میں رونما ہونے والے واقعات کا ذہن میں ہجوم ہونے لگا۔

ایک روز آپ مخملیں بستر پر محو استراحت تھے کہ چھت پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ باآواز بلند پکار کر پوچھا

Marfat.com

"کون ہے ؟"

جواب ملا

"آپ کا شناسا ہوں اور چھت پر اپنا اونٹ تلاش کر رہا ہوں"

یہ سنا تو آپ ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ استفسار کیا کہ چھت پر اونٹ کیسے چڑھ سکتا ہے۔ جواب ملا

"شہزادگی و بادشاہت میں اللہ کس طرح مل سکتا ہے ؟"

یہ سننے کی دیر تھی کہ ہیبت و خوف سے سر تا پا لرز اٹھے۔ کافی دیر تک اس آواز پر غور فرماتے رہے۔ دوسرے دن بیدار ہوئے تو ایک شخص آیا جس کے چہرے بشرے سے بڑا رعب و دبدبہ نمایاں تھا۔ آنے کی وجہ دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ یہاں قیام کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شاہی محل ہے سرائے نہیں۔ اجنبی نے پوچھنا شروع کیا کہ یہاں نسل در نسل کون کون رہا ہے۔ آپ نے بتایا تو اس شخص نے کہا کہ پھر یہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے اور غائب ہو گیا۔ آپ سمجھ گئے کہ مشیت ایزدی یہی ہے کہ میں علائق دنیا سے خود کو علیحدہ کر لوں اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہو کر زندگی بسر کروں۔ اسی اثناء میں آپ کی نظر اپنے باپ کے ایک چرواہے پر پڑی۔ اس کے پاس گئے' گھوڑے سے اترے' اس کا چوغہ پہن لیا اور اپنا لباس' گھوڑا اور سازوسامان اسے مرحمت فرما کر جنگل کی وسیع و عریض فضا میں کھو گئے۔

آپ کی کوئی منزل تھی نہ ٹھکانہ' چلے جا رہے تھے کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کہاں لے جاتا ہے۔ کئی دنوں کی صحرانوردی کے بعد آپ کو راستے میں ایک شخص ملا اس کے چہرے سے نور ہویدا تھا' اس نے آپ کو اسم اعظم تلقین کیا' آپ اسے مسلسل پڑھتے رہے۔ اس سے بہت سے انوار و تجلّیات کا ظہور ہوا اور پھر اسی اسم کی برکت سے ایک دن آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ جنہوں نے آپ کو اسم اعظم سکھایا تھا وہ ان کے بھائی حضرت الیاس

98085

Marfat.com

علیہ السلام تھے۔ اس کے بعد آپ نے باقاعدہ طور پر حضرت خضر علیہ السلام کی بیعت کی اور فیض رسانی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ایک دن آپ صحرا میں سے گزر رہے تھے کہ کسی بوڑھے سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مخاطب کرتے ہوئے کہا

"تجھے معلوم ہے یہ کونسی جگہ ہے اور تم بغیر زادراہ سفر کر رہے ہو"

آپ نے فوراً" محسوس کر لیا کہ وہ بوڑھا ابلیس ہے۔ اس وقت آپ کی جیب میں چار درہم تھے جو اپنی زنبیل فروخت کر کے حاصل کئے تھے۔ آپ نے درہموں کو فوراً زمین پر پھینک دیا اور عہد کیا کہ ہر میل کی مسافت کے بعد چار نوافل ادا کروں گا۔ چنانچہ آپ کو ہر روز وقت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی مل جاتی تھی۔

آپ اپنے رب کی تلاش میں گھوم رہے تھے کہ نیشاپور کے قرب و جوار میں ایک بھیانک غار میں جا کر مصروف عبادت ہو گئے۔ ہر جمعتہ المبارک کو لکڑیاں جمع کر کے فروخت کر دیتے اس سے جو ملتا اس سے آدھا راہ مولیٰ میں خیرات کر دیتے اور باقی ماندہ رقم سے روٹی خرید کر نماز جمعہ ادا کرتے اور پھر ہفتہ بھر کے لئے غار کے اندر چلے جاتے۔

موسم سرما کو ایک دن آپ یخ بستہ پانی سے جس نے برف کی شکل اختیار کر لی تھی نہائے اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ اچانک ہلاکت خیز سردی کا احساس ہوا تو آگ کا خیال آیا۔ معاً" پشت پر گرمی سی محسوس ہوئی۔ یوں لگا جیسے کسی نے پشت پر پوستین ڈال دی ہو۔ اس سے آپ پر نیند کا غلبہ طاری ہو گیا۔ جب بیدار ہوئے تو دیکھا ایک بہت بڑا اژدہا تھا جس کی گرمی نے آپ کو سکون بخشا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کرنے لگے

"اے اللہ! تم نے اسے میرے لئے وجہ سکون بنایا اور اب قہر کے روپ میں میرے سامنے ہے"

Marfat.com

یہ الفاظ زبان مبارک سے نکلے ہی تھے کہ اژدھا غائب ہو گیا۔

اہل نیشاپور کو جب آپ کے مقام و مرتبہ کا علم ہوا تو وہ آرزوؤں اور حاجتوں کے کشکول پھیلائے حاضر خدمت ہونے لگے تو آپ وہاں سے تشریف لے گئے۔ ایک عرصہ گزرنے کے بعد جب حضرت ابو سعید رحمتہ اللہ علیہ نے اس غار کی زیارت کی تو فرمایا

" اگر اسے عنبر و گلاب سے لبریز کر دیا جاتا تو بھی اتنی خوشبو نہ ہوتی جتنی ایک بزرگ اور ولی اللہ کے قیام سے یہاں موجود ہے"۔

جماعت حق میں شمولیت اور قرب الی اللہ کے لئے رزق حلال اشد ضروری ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ اس کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے' کیونکہ تمام عبادت و ریاضت کی قبولیت کا تعلق رزق حلال پر موقوف ہے۔ فصلوں کی کٹائی اور باغوں کی رکھوالی و نگہبانی سے آپ اہتمام روزی کیا کرتے تھے۔ ایک دن باغ کے مالک نے آپ سے شیریں انار توڑ کر لانے کو کہا۔ آپ جتنے بھی انار لائے سب ترش تھے۔ اس نے قدرے تلخ لہجے میں کہا

"تمہیں آج تک ترش و شیریں انار کی شناخت نہ ہو سکی۔"

آپ نے جب جواب دیا کہ مجھے نگرانی پر مقرر کیا گیا ہے نہ کہ انار کھانے پر تو مالک باغ نے کہا معلوم ہوتا ہے تم ابراہیم بن ادھم ہو۔ یہ سنتے ہی آپ کسی نامعلوم سمت کی جانب چل پڑے۔

ایک مرتبہ آپ انگوروں کے باغ میں مالی کا کام کرتے تھے۔ ایک دن ایک فوجی کا وہاں سے گزر ہوا اس نے انگور مانگے تو فرمایا

"مجھے مالک نے اجازت نہیں دی ہے۔"

یہ سنا تو سپاہی نے کوڑے سے مارنا شروع کر دیا۔ آپ نے اپنا سر جھکا دیا اور کہا

"اس سر کو خوب مارو اس نے کافی مدت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔"

حضرت محمد مبارک صوفی رحمتہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت

Marfat.com

ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ بیت المقدس کی طرف سفر کر رہا تھا۔ راستے میں بوقت دوپہر ایک انار کے درخت کے نیچے نماز ادا کی۔ درخت سے ندا آئی کہ میرا پھل کھا کر عزت افزائی کی جائے۔ آپ نے دو انار توڑے ایک مجھے دیا اور دوسرا خود کھایا۔ اس وقت وہ درخت چھوٹا اور پھل ترش تھا مگر جب بیت المقدس سے لوٹے تو وہ درخت قدآور ہو چکا تھا۔ پھل بھی بہت شیریں تھا اور سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا۔ اسی کرامت کی بنا پر اس درخت کو رسان العابدین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

چالیس سال تک عبادت و ریاضت' گریہ و زاری اور مہمان نوازی کے بعد اہل حرم کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی' استقبال کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ نے خود کو قافلہ سے جدا کر لیا تاکہ کوئی پہچان نہ لے۔ جب خدام اہل حرم سے ملاقات ہوئی جو آگے آگے آ رہے تھے تو انہوں نے پوچھا

"ابرہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ کتنی دور ہیں۔ اہل حرم ان سے نیاز حاصل کرنے آرہے ہیں"

آپ نے فرمایا۔

"وہ لوگ ایک ملحد دہریہ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں"

یہ سنتے ہی خدام نے آپ کے منہ پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا کہ ملحد و دہریہ تو خود ہے اور جب وہ آگے نکل گئے تو آپ نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا

"اپنے کرتوت کی سزا بھگت لی۔"

لیکن بعد میں جب لوگوں کو معلوم ہوا تو بے حد عقیدت مند ہو گئے اور بہت سے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ملے تھے اور ان سے علم بھی حاصل کیا تھا۔ ان کے علاوہ حضرت فضیل بن عیاض' حضرت سفیان ثوری' حضرت شیخ ابویوسف غولی' حضرت شیخ محمد بن

Marfat.com

ثوبان، حضرت شیخ عباد مغربی، حضرت شیخ علی، حضرت شیخ حذیفہ مرعشی، حضرت مسلم خواص اور حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہم میں سے بعض سے استفادہ کیا اور بعض سے مصاحبت رہی۔ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ابراہیم تمام علوم کی کنجی ہیں۔

آپ نے جب بلخ کو خیرباد کہا تھا تو اس وقت آپ کا ایک کم سن لڑکا بھی تھا۔ جب بالغ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ میرے والد کہاں ہیں۔ والدہ نے بتایا تو بیٹا باپ کی زیارت کے لئے تیار ہو گیا۔ شہر میں منادی کرادی کہ جو میرے ساتھ چلے گا اس کے تمام اخراجات میں برداشت کروں گا۔ تقریباً چار ہزار لوگ تیار ہو گئے۔ کئی دنوں کی مسافت کے بعد مکہ مکرمہ پہنچا اور مشائخ اکرام سے اپنے والد کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے پیر و مرشد ہیں اور اس وقت جنگل میں لکڑیاں لینے گئے ہیں تاکہ ہمارے کھانے کا انتظام کریں۔ شہزادہ بیٹا جنگل کی طرف چل پڑا اس نے ایک بوڑھے بزرگ شخص کو دیکھا کہ سر پر لکڑیاں اٹھائے چلا آرہا ہے۔ خون نے جوش مارا اور محبت کا سمندر وجود کے اندر ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ عدم شناخت کی وجہ سے کچھ پوچھا نہیں کیونکہ یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں اور نہ چلے جائیں۔ لہٰذا آپ کے پیچھے ہو لیا۔ حضرت ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ نے بازار میں جا کر آواز لگائی۔

"کون ہے جو پاکیزہ مال کے عوض پاکیزہ مال خریدے؟"

یہ سن کر ایک شخص نے روٹیوں کے عوض لکڑیاں خرید لیں۔ آپ نے روٹیاں لے جا کر اپنے مریدین اور ضرورت مندوں کے سامنے رکھ دیں اور خود عبادت میں مصروف ہو گئے۔ اگلے دن بلخ کا ایک شخص جو آپ کا مرید تھا، بلخ کے قافلہ کی تلاش میں ادھر آنکلا اس وقت آپ کا بیٹا تلاوت قرآن پاک میں مصروف تھا۔ اس نے لڑکے سے دریافت کیا آپ کس کے صاحبزادے ہیں۔ اس نے حال سنایا تو اس شخص نے کہا

Marfat.com

"آیئے میں آپ کے والد سے ملادوں۔"

بیٹا اپنی والدہ کے ہمراہ اس شخص کی معیت میں اپنے باپ کے سامنے گیا۔ جب آپ کی نظر پڑی تو سالوں پرانی فطری محبت بیدار ہو گئی۔ باپ بیٹا جذبات سے باہم ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے بیٹے سے پوچھا "تمہارا دین کیا ہے ؟" لڑکے نے اسلام کہا تو دریافت کیا اور بھی تعلیم حاصل کی ہے۔ بیٹے نے اثبات میں سر ہلایا تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اٹھ کر جانے لگے۔ بیوی اور بیٹے نے اصرار کیا کہ رک جائیں اسی اثناء میں بیٹا زمین پر گرا اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی۔ تمام حاضرین سکتے کے عالم میں آگئے لیکن کسی کو جرات نہ تھی کہ دریافت حال کرتا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا۔

" جب میں بیٹے سے باہم ہوا تو غیب سے آواز آئی کہ ہم سے دوستی کے دعوے کے بعد دوسرے کو دوست رکھتا ہے ۔"

یہ سن کر میں نے عرض کیا تھا کہ باری تعالیٰ یا مجھے موت دے دے یا لڑکے کی جان لے لے۔ دعا لڑکے کے حق میں قبول کی گئی۔ اور پھر آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک بیان کی کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ غیرت مند ہے وہ اپنی محبت میں کسی دوسرے کی محبت برداشت نہیں کرتا۔

ایک محفل میں بڑے بڑے بزرگ' مشائخ اور مریدین موجود تھے۔ حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت کیا کہ آپ نے دنیا سے فرار کیوں اختیار کیا۔ تو فرمایا

"دین کو آغوش میں لئے صحرا بہ صحرا گھومتا رہا تا کہ دیکھنے والے مجھے مزدور سمجھیں یا مجنوں تا کہ دین کو سلامت لیکر موت کے دروازے سے نکل جاؤں"۔

اسی اثناء میں کسی نے آپ کو ایک ہزار درہم پیش کئے اور قبول کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا

Marfat.com

"میں فقیروں سے کچھ نہیں لیتا۔"

اس نے عرض کیا کہ میں امیر کبیر ہوں۔ تو آپ نے کہا

"کیا تمہیں مزید دولت کی تمنا ہے؟"

اس نے عرض کیا کہ میں امیر کبیر ہوں۔ تو آپ نے فرمایا

"اپنی رقم واپس لے جاؤ کیونکہ تم فقیروں کے سردار ہوں۔"

ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ تین حالتوں میں مراد حاصل نہ ہو تو سمجھ لو کہ رحمت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اول تلاوت قرآن کے وقت' دوئم حالت نماز میں اور سوئم ذکر و شغل کے وقت۔ ایک شخص نے نصیحت کے لئے عرض کیا تو فرمایا ایک مرتبہ راستے میں مجھے ایک ایسا پتھر ملا جس پر لکھا تھا اس کو الٹا پڑھو جب پڑھا تو تحریر تھا

"علم کے مطابق عمل کیوں نہیں کرتے۔"

اور پھر فرمایا

"حشر میں وہی عمل وزنی ہو گا جو دین میں گراں محسوس ہوتا ہے۔"

ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضور! دلوں پر پردے کیوں پڑ جاتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو اپنا دوست سمجھنے اور آخرت کی نعمتوں کو فراموش کر دینے کی وجہ سے۔ ایک شخص نے دعاؤں کی عدم قبولیت کی شکایت کی تو آپ نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اللہ کو پہچانتے ہوئے بھی اگر کوئی اطاعت سے گریزاں ہو۔ قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف ہوتے ہوئے احکام پر عمل پیرا نہ ہو' زرق کھا کر شکر نہ کرے' جنت میں جانے اور دوزخ سے نجات پانے کا انتظام نہ کرے' ماں باپ کو دفن کر کے بھی عبرت نہ پکڑے' شیطان کو دشمن جانتے ہوئے اس کی مخالفت نہ کرے۔ موت کا یقین رکھتے ہوئے بے خبر رہے اور اپنے عیوب سے واقف ہوتے ہوئے دوسروں کی عیب جوئی کرے تو دعا کیسے قبول ہو گی۔"

Marfat.com

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمتہ اللہ علیہ یگانہ روزگار' ولی کامل اور معرفت کے گہرے پانیوں کے شناور تھے۔ آپ کا مقام یہ تھا کہ اگر دریائے دجلہ میں سوئی گر جاتی تو بے شمار مچھلیاں منہ میں سونے کی سوئیاں لئے پیش خدمت کرتیں۔ لیکن آپ ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اور صرف اپنی لوہے کی سوئی ہی ان سے لیتے۔ اگر کنویں میں ڈول ڈال کر نکالتے تو سونا' چاندی اور موتیوں سے بھرا نکلتا تو آپ بارگاہ خداوندی میں عرض گذار ہوتے کہ پاکیزگی کے لئے صرف پانی کا خواستگار ہوں۔ سیم و زر کی میری نظر میں کوئی وقعت نہیں۔ زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ مکّہ مکرمہ سے کوئی پھل نہیں خریدا کہ وہاں بیشتر زمینیں فوجیوں نے خرید رکھی تھیں اور کبھی آپ نے زمزم نہیں پیا تھا کیونکہ اس میں حکومت کا ڈول رہتا تھا۔ آپ اکثر دعا مانگا کرتے تھے۔

" اے اللہ ! تو علیم و خبیر ہے تیری عنایت و کرم اور محبت کے مقابلہ میں آٹھوں جنتیں ہیچ ہیں۔ رسوائی اور مصیبت سے بچاتے ہوئے مجھے اطاعت کا شرف عطا فرمادے اور اپنی نافرمانی کی ذلت سے نکال کر تابعداری کی عزت کی طرف منتقل کر دے۔"

بقول امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ آپ کا وصال ۱۶۳ ہجری میں ہوا۔ لیکن وصال سے قبل آپ کسی نامعلوم منزل کی طرف تشریف لے گئے۔ جب وصال ہوا تو ایک جہان نے یہ آواز سنی کہ آج دنیا کا امن فوت ہو گیا ہے۔ لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا مزار کہاں ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شام میں حضرت لوط علیہ السلام کی قبر پاک کے نزدیک ہے۔ اللہ بہتر جاننے والا ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ بادشاہت دے کر اگر فقیری و درویشی مل جائے تو سودا بہت سستا ہے۔ علم کے مطابق انسان کو اس پر عمل پیرا بھی ہونا

Marfat.com

چاہیے۔ اگر چاہتے ہیں کہ عقلوں پر پردے اور دلوں پر قفل نہ پڑیں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو دوست نہیں بنانا چاہیے۔

Marfat.com

عاشق الٰہی حضرت رابعہ بصریؒ

چھوٹے سے کمرے میں مٹی کے دیئے کی روشنی میں ایک خوبصورت بالغ لڑکی بارگاہ ایزدی میں نہایت خشوع و خضوع سے محو ذکر و فکر تھی۔ معاً اس کے آقا کی آنکھ کھل گئی' اس نے کمرے میں روشنی دیکھی تو اٹھ کر ایک چھوٹے سے سوراخ سے اندر جھانکنے لگا' اس وقت وہ لڑکی جس کا نام رابعہ تھا دست بدعا تھی اور نہایت عجزوانکساری سے کہہ رہی تھی۔

"اے حاکم الحاکمین ! میں یتیم و مبتلائے ابتلا و مصیبت ہوں' غلامی کی زنجیروں نے مجھے جکڑ رکھا ہے' دکھ درد اور جور و ستم برداشت کر رہی ہوں' لیکن اس کے باوجود میرا منشاء و مقصود تیری رضا جوئی ہے۔ اے رب العزت میں قلب و روح سے تیری اطاعت کی تمنائی ہوں' مجھے راحت و سکون تیری عبادت سے میسر آتا ہے' مگر میں بے بس و لاچار ہوں' میں ایک لمحہ بھی تیرے ذکر سے نہ ہٹتی مگر تم نے مجھے ایک پتھردل انسان کے ہاتھوں میں سونپ رکھا ہے۔"

آقا نے جب یہ الفاظ سنے تو لرزہ براندام ہو کر تڑپ اٹھا۔ اس نے دوبارہ روزن سے اندر کی جانب جھانکا تو یوں محسوس ہوا جیسے رابعہ کے سر کے اوپر کوئی

Marfat.com

نورانی چراغ روشن ہو، جس سے سارا کمرہ بقعہ نور بنا ہوا ہے۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو رابعہ اٹھ کھڑی ہوئی آقا نے دلگیر آواز میں کہا۔

" رابعہ میں اپنی خطاؤں کی معافی مانگتا ہوں، اب سے تو آزاد ہے، دل چاہے تو میرے پاس رہ سکتی ہو اور اگر کہیں اور جانا چاہتی ہو تو مالک و مختار ہو۔"

رابعہ کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا، اللہ تبارک و تعالٰی نے اس کی فریاد کو سن لیا تھا اور اسے موقعہ فراہم کر دیا تھا کہ وہ کس حد تک صادق القول ہے۔

اگلے دن سورج طلوع ہوا تو رابعہ گھر سے باہر نکلی اس کی حالت ایسی تھی جیسے سالوں کے بعد کسی بے نوا معصوم پرندے کو پنجرے سے رہائی نصیب ہوتی ہے۔ اس کی کوئی منزل تھی نہ ٹھکانا، اس نے خود کو اپنے رب کریم کے حوالے کر دیا تھا کہ جہاں چاہے لے جائے۔ کبھی کبھی وہ اپنے ہاتھوں کی طرف بھی دیکھ لیتی تھی جس کی ہتھیلیاں اور ناخن شب و روز کی محنت شاقہ کے باعث پھٹ گئے تھے۔ معاً" اس کا طائر خیال ماضی کی طرف پرواز کرنے لگا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ اپنے باپ اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ رات کے پچھلے پہر میں اٹھی ہو اور تلاوت قرآن پاک اور عبادت میں مصروف ہو۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے باپ کی شکل گھوم گئی جو زاہد گمنام تھا۔ ہوشربا تنگ دستی و افلاس کے باوجود ایمان و صبر کا دامن تھامے ہوئے تھا اور فقر و فاقہ میں بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا تھا۔ اس کے جسم پر ایک پھٹی پرانی گدڑی ہوتی تھی جس پر وہ سفید چادر پہنتا تھا۔ اس کی ماں کا بھی یہی حال تھا اور اس کی تینوں بڑی بہنوں نے بھی اسی ماحول میں آنکھیں کھولی تھیں۔ لیکن کبھی کسی کی زبان پر حرف شکایت نہیں آیا تھا۔ وہ راضی برضا تھے۔ گھر میں ہر وقت اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہوتا رہتا تھا اور قناعت، صبر، شکر، شرم و حیاء، عفت و عصمت، حرام سے اجتناب، زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت نے ان کے قلوب

Marfat.com

و ارواح کو منور کر رکھا تھا۔

ابھی چاروں بہنیں چھوٹی تھیں کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لیکن جس پاکیزہ ماحول میں ان کی تربیت ہوئی تھی وہ ان کا سرمایا حیات تھا جس کی موجودگی میں ان کے قدموں میں کبھی لرزش پیدا نہ ہوئی اور ناسامعد حالات کے باوجو راہ ہدایت پر گامزن رہیں۔ وہ محنت مشقت کر کے زندگی کے دن گزارتی رہیں۔ چلتے چلتے رابعہ نے گرد و پیش میں نگاہ دوڑائی۔ وہ بصرے کی ٹیڑھی ترچھی ٹوٹی پھوٹی گلیوں میں سے گزر رہی تھی۔ وہ پھر ماضی کے دھندلکوں میں کھو گئی۔ وہ بصرے کے قحط کا تصور کر کے کانپ اٹھی جس نے ہر سو بھوک کی فصلیں اگا دی تھیں۔ لوگ سوکھے ٹکڑوں کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگے تھے۔ ایسے وقت میں جب اللہ کی مخلوق مصائب و آلام کا شکار ہوتی ہے تو بدباطن غنڈے اور بدمعاش میدان میں اتر آتے ہیں اور عوام الناس پر مزید عرصہ حیات تنگ کر دیتے ہیں۔ وہ لڑکیوں اور بچوں کو پکڑ کر لے جاتے اور امراء و صاحب ثروت افراد کے ہاتھوں فروحت کر دیتے تھے۔ رابعہ کی بہنیں بھی پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے روٹی کی تلاش میں نکلی تھیں اور پھر لوٹ کر نہیں آئی تھیں۔ بہنوں کی جدائی میں رو رو کر اس کا برا حال ہو گیا تھا۔ کئی دنوں کی بھوک سے بیتاب ہو کر ایک دن وہ بھی گھر سے نکلی تو ایک بدمعاش کی نظر پڑ گئی۔ وہ بھاگی لیکن ظالم نے اسے پکڑ لیا اور ایک تاجر کے پاس لے جا کر فروخت کر دیا۔ اس تاجر نے رابعہ کو معمولی سی قیمت پر اس کے موجودہ آقا کے ہاتھ بیچ دیا جس نے آج آزاد کیا تھا۔

اچانک وہ ایک جگہ رک گئی۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو وہ ایک دینی مدرسہ تھا۔ اندر داخل ہوئی اور مدرس سے علم دین کی تحصیل کے لئے درخواست کی۔ اس نے لاغر و ناتواں رابعہ کی طرف دیکھا اور لڑکیوں کے پاس بٹھا دیا۔ اللہ تعالٰی نے اسے ذہانت و فطانت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ دنوں میں علوم دینیہ میں کمال حاصل کر لیا اور محافل ذکر و فکر میں شرکت کرنے لگی۔ اس نے مردوں کی طرح

Marfat.com

تعلیم حاصل کی اور ان میں سے کئی ایک پر فوقیت حاصل کر لی۔ اس نے اسرار فقہ و حدیث و تفسیر کو خوب سمجھا۔ مسائل سے آگہی حاصل کی اور بہت سی احادیث مبارکہ ازبر کیں' کیونکہ ان دنوں حفظ و حدیث بنیاد تعلیم و تعلم تھی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد وہ دل و جان سے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئیں۔ جب وہ سوتیں تو تھوڑی ہی دیر بعد ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتی تھیں۔ آنسو آنکھوں سے بہنے لگتے' نفس کو ملامت کرنے لگتیں کہ وہ اتنی دیر اپنے رب ودود سے کیوں غافل رہی۔

بعد از نماز عشاء چھت پر جا کر ہاتھ پھیلا کر کہتیں:

" اے پروردگار ! مہ و نجوم روشن ہو گئے' تیری مخلوق بستروں پر دراز ہے۔ امراء اور بادشاہوں نے اپنے دروازے مقفل کر لئے ہیں۔ ہر دوست اپنے دوست سے محو خلوت ہے اور میں یہاں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔"

پھر تمام رات عبادت میں مصروف رہتیں' بوقت فجر قرآن پاک کی تلاوت کرتیں اور دن چڑھے تک مناجات کرتی رہتی۔ پھر کہتیں ۔

"اے میرے اللہ ! رات بیت گئی' کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے میری صلوٰۃ قبول فرمائی ہے' تیری عزت کی قسم میرا یہی طریقہ رہے گا جب تک تو مجھے جواب نہ دے گا۔ اگر تو مجھے اپنے در سے دھتکار بھی دے گا تو میں نہ ہٹوں گی کیونکہ میرا دل تیری محبت میں گھر گیا ہے۔"

اللہ کے عشق و محبت نے اسے دنیا کی ہر چیز سے بے رغبت کر دیا تھا۔ وہ تھوڑی سی غذا اور تن ڈھانپنے کے کپڑوں پر قناعت کرتی تھیں اور اپنی جوانی کو اللہ تعالٰی کے عشق سے جلا لیا تھا۔

حضرت امام ابوالقاسم نیشاپوری نے ہوشیار دیوانوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں بہت سی زاہد و عابد خواتین کا ذکر ہے جو کثرت عبادت و خلوت سے مخبوط الحواس ہو گئی تھیں' ان میں سے ایک حیونہ بھی تھی' یہ حضرت

Marfat.com

رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کی سہیلی تھی۔ ایک رات ان کے پاس تھیں کہ کافی رات گئے حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نیند سے اونگھنے لگی۔ حیونہ نے اس کو جھڑکتے ہوئے جگایا اور بولی

"رابعہ اٹھ ہدایت پانے والوں کی شب عروسی کا وقت آگیا ہے، اری کیسی مقدس ہے وہ ذات جس نے رات کی دلہنوں کو تہجد کے نور سے زینت دی۔"

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ دن رات میں ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

" میرا منشاء ثواب حاصل کرنا نہیں، میں ہادی برحق محبوب الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ایسا کرتی ہوں تاکہ دوسرے انبیاء سے فرما سکیں کہ میری امت کی اس عورت کی طرف دیکھو اس کا عمل کیا ہے۔"

رضائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کا مقصود تھا، اس لئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی تھی اور روز جزاء ملاقات کی متمنّی تھیں۔ اکثر کہا کرتی تھیں کہ میں جنت کے لئے عبادت نہیں کرتی بلکہ محبت کی وجہ سے کرتی ہوں۔

آپ صوف کا جبّہ پہنتیں اور بوریئے پر آرام فرماتی تھیں۔ جو ان کا مصلیٰ تھا اپنی خادمہ جس کا نام جہدہ تھا کہا کرتی تھیں کہ بعد از وصال مجھے اس جبّے میں لپیٹ دینا۔ ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے دیکھا کہ ٹوٹے پیالے سے پانی پی رہی ہیں۔ پھٹا پرانا بوریا بچھا ہے اور تکئے کی جگہ اینٹیں رکھی ہیں تو بڑے کبیدہ خاطر ہوئے کہنے لگے :

" رابعہ ! میرے چند دوست امیر ہیں اگر اجازت دو تو تمہارے لئے ان سے کچھ مانگ لاؤں۔"

یہ سن کر حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے جواب دیا۔

Marfat.com

"مالک ! بڑی بری بات ہے مجھے اور انہیں اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے کیا جو امیروں کو رزق دے سکتا ہے غریبوں کو نہیں دے سکتا۔ مگر اس کی یہی مشیت ہے تو میں راضی بر رضا ہوں۔"

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے جب زاہدانہ زندگی کی ابتداء کی تھی تو اس وقت اور بعد میں بھی شادی کے پیغامات آتے رہے لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالواحد بن زید نے جو علم و تصوّف میں حضرت رابعہ کا ہم پلہ تھے شادی کا پیغام دیا تو آپ نے اسے عرصے تک اپنے گھر آنے نہیں دیا۔ کسی نے شادی نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ جو مجھے تین باتوں کے غم سے چھڑا دے تو میں اس سے شادی کر لوں گی۔ استفسار پر فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ کیا میں اپنا ایمان سلامت لے جاؤں گی' دوسری بات یہ ہے کہ کیا قیامت کے دن مجھے میرا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا اور تیسری بات یہ ہے کہ جب روز حشر داہنے ہاتھ والے بطرف جنت اور بائیں ہاتھ والے بجانب جہنم جائیں گے تو میں کن لوگوں میں شامل ہوں گی۔ پوچھنے والے نے کہا کہ اس کا علم تو صرف باری تعالیٰ کو ہے تو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

"بس یہی بات ہے اور مجھے ان باتوں کی فکر ہے' لہٰذا میں اپنے شوہر کے لئے کیونکر وقت نکال سکتی ہوں۔"

آپ ایک مرد کامل کی سی عقل رکھتی تھیں۔ دقیق مسئلہ بھی آسانی سے حل کر دیا کرتی تھیں۔ آپ کی محفلوں میں بڑے بڑے بزرگ تشریف لایا کرتے تھے' جن میں حضرت امام سفیان ثوری' حضرت مالک بن دینار' حضرت صالح بن عبدالجلیل' حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔

ایک بار بصرے کا ایک عالم حاضر خدمت ہوا اور دنیا کی باتیں کرنے لگا۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

"تجھے دنیا سے محبت ہے کیونکہ جس شخص کو جس چیز سے محبت ہو وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے، اگر تم اس دنیا سے لاتعلق ہو چکے ہوتے تو تجھے برائی کی پرواہ ہوتی نہ بھلائی کی۔"

ایک مرتبہ جب رغبت دنیا پر گفتگو ہو رہی تھی تو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا:

"تم بہترین صوفی ہوتے اگر دنیا کی محبت نہ ہوتی۔"

"کس چیز میں رغبت دیکھی آپ نے"

سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا تو کہا۔

"تم بہت باتیں کرتے ہو۔"

اس سے حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کی مراد یہ تھی کہ دنیا کی باتیں کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا جو عام لوگ کرتے رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ہم نشینوں میں صدق کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک زاہد نے کہا:

"وہ شخص سچا نہیں جو اپنے آقا کی بات پر صبر نہ کرے۔"

دوسرا بولا

"وہ آدمی سچا نہیں جو اپنے آقا کی مار پر شکر نہ بجالائے"

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا:

"وہ دعویٰ میں سچا نہیں جو دیدار یار میں اس کی مار کو بھول نہ جائے۔"

تمام حاضرین نے صدق کی اس تعریف پر اپنے سر خم کر دیئے یہ صدق کی سب سے اعلیٰ و ارفع تعریف تھی۔

بصرے کا ایک مشہور صالح شخص حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کی محفلوں میں اکثر آیا کرتا تھا۔ ایک دن بار بار کہے جارہا تھا

"جو شخص برابر دروازہ کھٹکھٹاتا رہے گا یقیناً اس کے لئے کھولا جائے گا۔"

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو فرمایا۔

Marfat.com

"تو کب تک یہی کہتا رہے گا یہ دروازہ کب بند کیا گیا تھا جو کھولا جائے گا۔"
صالح نے سنا تو بے اختیا بول اٹھا
"بوڑھا جاہل نکلا اور عورت واقف نکلی۔"

ایک دن حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ نے جو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کے مقرب ترین دوست تھے پوچھنے لگے
"رابعہ تیرا جی کسی چیز کو چاہتا ہے؟"
آپ نے جواب دیا۔

"اللہ جانتا ہے کہ بارہ سال سے میرا دل کھجور کھانے کو چاہتا ہے بصرے میں کھجوریں بہت ہیں مگر آج تک نہیں کھائیں۔ میں تو اللہ کی بندی ہوں اس لئے مجھے اپنی مرضی پر چلنے کا کوئی اختیار نہیں کیونکہ اگر میں ارادہ کروں اور اللہ کا ارادہ نہ ہو تو یہ نافرمانی ہو گی"

اللہ تعالیٰ سے عشق کی یہ انتہا ہے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کے گھر میں ایک چور داخل ہوا' وہاں لوٹے کے سوا کچھ نہ تھا جب واپس جانے لگا تو آپ نے کہا:
"اگر تم واقعی چور ہو تو کچھ لئے بغیر نہ نکلنا"
"یہاں رکھا ہی کیا ہے"
اس نے کہا تو آپ نے فرمایا۔

"اے مسکین! لوٹے کے پانی سے وضو کر کے اس حجرے میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھ کچھ نہ کچھ تو نکلے گا"
چور حجرے میں گیا تو حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے کہا۔
"اے اللہ! یہ شخص میرے دروازے پر آیا مگر کچھ نہ ملا میں نے اسے تیرے دروازے پر لا کھڑا کیا ہے اپنے فضل و کرم سے اسے محروم نہ کر۔"

Marfat.com

چور کو نماز میں لطف آنے لگا رات بھر نماز پڑھتا رہا آپ حجرے میں گئیں تو وہ اپنے نفس کو خطاب کر کے کہہ رہا تھا۔

" جب اللہ مجھ پر عتاب کرتے ہوئے کہے گا کہ میری نافرمانی میں شرماتا نہیں تھا لیکن خود کو مخلوق سے چھپاتا تھا تو کیا جواب دے گا۔"

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو کہا

" رات کیسی گزری "

اس نے جواب دیا ۔

" میں رب کریم کے سامنے ذلیل بن کر کھڑا ہوا تو اس نے میرا عذر قبول کر لیا میرے گناہ بخش دیئے اور مجھے میرا مطلوب دے دیا"

اور پھر اٹھ کر باہر نکل گیا۔

حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سے زائد حج کئے' لیکن ان کا زمانہ متعین کرنا دشوار ہے کیونکہ اس ضمن میں تاریخ خاموش ہے۔ آپ نے بڑی طویل عمر پائی' آپ کی ولادت پہلی صدی ہجری کے آخر میں اور وفات ۱۸۰ ہجری میں ہوئی۔ وصال سے قبل آپ پر نقاہت و ناتوانی غالب آگئی ہر وقت گریہ کا عالم طاری رہتا تھا اور دعا کرتیں تھیں کہ جو مرض مجھے لاحق ہے اس کا علاج کسی طبیب کے پاس نہیں ہے اس لئے اللہ مجھے موت دے دے۔ ہفتہ بھر میں تھوڑا سا کھاتی تھیں' شدت بھوک سے اعضا ٹوٹنے لگتے' لیکن معمولات میں سرمُو فرق نہیں آیا۔ گوشہ تنہائی سے شاذ ہی باہر نکلتی تھیں۔ ایک چھوٹے سے بانس پر اپنا کفن لٹکا رکھا تھا۔ آخری ایام میں کھانا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جب موت قریب آگئی تو خادمہ سے کہا کہ میری وفات کا علم عام نہ ہو۔ بالوں کا جبہ جو میں پہنتی تھی اور سامنے لٹکا ہوا ہے اسی کا کفن دیا جائے اور سر کو سیاہ چادر سے ڈھانپ دیا جائے' دم نزع کچھ دوست پاس موجود تھے ان سے کہنے لگی ۔

"راستہ کشادہ کر دو موت قریب آگئی ہے۔"

Marfat.com

اور جب آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے جدا ہوئی تو وہ کلمہ شہادت پڑھ رہی تھیں چنانچہ تجہیز و تکفین کے بعد اس عاشق صادقہ کو بصرے میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ معرفت الٰہیہ کے دروازے مرد و عورت سب کے لئے کھلے ہیں۔ اس کی راہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں چلنا ہمارا کام ہے۔ باقی فضل و کرم کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے کہ وہ ہمارے سجدوں کو شرف قبولیت بخشے اور اپنی معرفت کے شیریں جام پلاوے۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ آج بھی زندہ ہیں۔ اسی لئے ہر پاک طینت و زاہدہ و عابدہ عورت کو وقت کی رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ

محلہ موبدان کی ایک مسجد میں بچے قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ ان کی معصوم آوازوں کے ذریعے فضا میں نور کی بارش ہو رہی تھی۔ استاد نے سات سالہ بایزید کو پاس بلایا اور سبق سنانے کو کہا' اس نے سورۃ لقمان پڑھنا شروع کی۔ تلاوت کرتے کرتے اچانک وہ رک گیا اور استاد سے ایک آیت کا ترجمہ و معنی دریافت کئے۔ استاد نے نہایت شفقت سے بتایا کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنا اور والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ جب معصوم بچے نے سنا تو عجیب حالت ہو گئی چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور استاد سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ استاد نے کہا کہ سبق پڑھ کر چلے جانا تو عرض کیا کہ یہ آیت جس کے آپ نے معنی بتائے ہیں اس سے آگے ابھی نہیں پڑھوں گا۔ استاد نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور اجازت دے دی۔

گھر پہنچنے پر والدہ ماجدہ نے جلد آنے کے متعلق استفسار کیا تو بولا۔

''اماں جان قرآن پاک پڑھ رہا تھا جب اس آیت مبارکہ پر پہنچا جس میں اللہ تعالیٰ اپنا اور والدین کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں تو میں نے اپنی حالت کا جائزہ لیا'

Marfat.com

احساس ہوا کہ میں دو آقاؤں کی خدمت بجالانے سے قاصر ہوں' گزارش ہے کہ یا تو مجھے رب کریم سے مانگ لیں تا کہ کلی طور پر آپ کا ہو جاؤں یا پھر مجھے اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیں تا کہ کماحقہ اس کی بندگی کر سکوں۔"

خدا رسیدہ ماں نے سنا تو اس کی آنکھیں فرط انبساط سے چمک اٹھیں' سینے سے لگا کر کہا

"بیٹا طیفور! میں نے اپنا حق چھوڑا۔ تمہیں اللہ کے لئے وقف کرتی ہوں' جاؤ اس کے بن جاؤ۔"

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ ایران کے صوبہ قومس کے شہر بسطام میں ۱۸۸ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ چند ماہ کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ ماں کا جواب سن کر ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی' چنانچہ اپنے ملک اور شہر کو خیرباد کہا اور سوئے ملک شام اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کی طرف نکل گئے اور متبحر علماء و مشائخ سے ظاہری و باطنی علوم سیکھنے لگے۔ جس کسی کی شہرت سنتے وہاں پہنچ جاتے اور اکتساب علم کرنے لگ جاتے۔ اس طرح آپ نے ایک سو سترہ مشائخ' علماء' محدثین' فقہاء اور بزرگان دین سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ پھر آپ قرب الٰہی کے لئے مجاہدات و ریاضت کی طرف متوجہ ہوئے۔ شروع میں جب آپ اپنے نفس کو اللہ کی بارگاہ کی طرف لے جاتے تو وہ بغاوت کرتا تھا۔ آپ اس کو راستے پر لانے اور تزکیہ کے لئے بڑی سختی کرتے۔ ایک مرتبہ دل میں خیال آیا کہ نصف شب یاد الٰہی میں بیدار رہوں گا' تو نفس نے حسب عادت مخالفت کی۔ آپ نے اسے کچلنے کے لئے قسم کھائی کہ یہ میرا عبادت میں دوست نہیں بنتا لہٰذا میں اسے ایک سال تک پانی نہیں دوں گا۔ لہٰذا آپ نے ایسا ہی کیا اور سال بھر پانی نہیں پیا۔

آپ نے بزرگان دین کے اقوال پڑھے تھے اور جانتے تھے کہ شکم سیری اور فاخرہ لباس کبر و رعونت پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا آپ اکثر بھوکے پیٹ رہتے اور پیوند

Marfat.com

لگے کپڑے زیب تن کرتے تھے۔ لقمہ حرام کو معرفت الٰہیہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے' لہٰذا اس کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن معاذ راضی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کی خدمت میں جو کی چند روٹیاں بھیجیں اور کہلا بھیجا کہ آٹے کو آب زمزم میں گوندھا تھا۔ حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے روٹیاں واپس کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آٹا کس ذریعے سے آیا تھا۔

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے بارہ سال تک اپنا نفس ریاضت و مجاہدات کی آگ کی بھٹی سے تپایا۔ ملامت کے ہتھوڑے سے اسے خوب ضربیں لگائیں۔ جب قلب مثل آئینہ ہو گیا تو مسلسل پانچ سال تک مختلف عبادات سے اس پر قلعی چڑھائی۔ بعدازاں ایک سال تک بہ نظر خود اعتمادی اس کا مشاہدہ کیا تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ ہنوز اس میں تکبر و خودپسندی کا مادہ موجود ہے چنانچہ پھر پانچ سال تک آئینہ قلب کی صفائی کے لئے سخت مجاہدے کئے اور اس میں خلائق کا نظارہ کیا تو سب کو مغرور دیکھا۔ اب اس کے علاوہ چارہ نہ تھا کہ نماز جنازہ پڑھ کر سب سے اس طرح کنارہ کش ہو جائیں جس طرح لوگ روز جزا تک کے لئے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں۔

دوران سیاحت جب آپ خراسان میں تھے تو حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا۔ قدم قدم پر سجدہ کرتے ہوئے بارہ سالوں میں بیت اللہ شریف پہنچے۔ کسی نے پوچھا تو بتایا کہ یہ دنیا کے کسی بادشاہ کی چوکھٹ نہیں کہ دوڑتے ہوئے پہنچ جائیں بلکہ دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں جانے کے لئے قدم قدم پر احترام بجالانا چاہیے۔ حج سے فارغ ہوئے تو خیال آیا کہ یہ ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے کہ زیارت مدینہ منورہ کو مکہ مکرمہ کی زیارت کے ساتھ رکھ دیا جائے۔ چنانچہ اگلے سال روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی کہ آنکھیں اشکبار تھیں اور زبان پر درود و سلام تھا۔ اسی عالم عشق و محبت میں اونگھ سی آئی تو سامنے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے حکم فرمایا۔

Marfat.com

"بایزید ! اٹھو اور اپنی ماں کی خدمت بجالاؤ۔"

حکم سنتے ہی آپ فوراً اٹھے اور کشاں کشاں سوئے بسطام چل پڑے۔ جب شہر میں پہنچے تو نصف شب ڈھل چکی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ وضو فرما کر یاد الٰہی میں مصروف ہوا چاہتی تھیں۔ آپ دروازے پر دستک دینے ہی لگے کہ آواز سنائی دی۔

"یا اللہ ! میرے بیٹے کو نیک بنا اور خیریت سے رکھ۔ بزرگوں کے دل اس سے خوش کر دے۔"

ماں کے دعائیہ کلمات سنے تو حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔ ماں سے جدا ہوئے تیس سال بیت چکے تھے۔ دروازے پر دستک دی تو اندر سے آواز آئی۔

"کون ہے ؟"

"آپ کا پردیسی بیٹا ہوں ماں۔"

ماں نے سنا تو ضبط کے بندھ ٹوٹ گئے۔ فوراً دروازہ کھولا اور بیٹے کو گلے سے لگایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ ماں کی خدمت میں لگ گئے۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ رات کو ماں نے پانی مانگا۔ گھڑا خالی تھا جلدی سے ندی پر جا کر پانی لائے تو ماں سو چکی تھی' آپ پانی کا گلاس پکڑے ساری رات کھڑے رہے جو کہ بڑی سرد اور ٹھٹھری ہوئی تھی۔ ماں کی جب آنکھ کھلی تو بیٹے کو سامنے کھڑے پایا۔ بے حد دعائیں دیں۔ کسی نے جب دریافت کیا کہ بایزید یہ مرتبہ و مقام کیسے حاصل ہوا تو ارشاد فرمایا۔

"جس کام کو میں سب کاموں سے موخر سمجھتا تھا دراصل اسے سب پر اوّلیت و فوقیت حاصل تھی اور وہ ماں کی خدمت اور رضاجوئی ہے۔ جو کچھ میں ریاضتوں' مجاہدوں اور پردیس میں تلاش کرتا رہا وہ سب کچھ مجھے ماں کی خدمت میں مل

Marfat.com

گیا۔"

آپ کے گھر اور مسجد کے درمیان تقریباً چالیس گز کا فاصلہ تھا لیکن اس کی تعظیم و احترام کی وجہ سے اس راستے میں تھوکتے نہیں تھے۔ شریعت کا بے حد ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ نماز پڑھتے تو بارگاہ کبریا میں التجا کرتے کہ اے اللہ بڑی سعی کی ہے کہ تیری شان کے مطابق نماز ادا کروں لیکن حیف نہ ہو سکی۔ یہ نماز بایزید کی اپنی حیثیت کے مطابق ہے۔ اے رب العالمین! تیرے بے نمازی بھی تو بہت ہیں مجھے بھی ان میں سے ایک سمجھ لینا۔

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کا ایک یہودی ہمسایہ تھا وہ سفر پر گیا تو اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ اس کی بیوی کے پاس پیسے نہیں تھے کہ چراغ روشن کر سکے۔ کسمپرسی کا عالم تھا۔ آپ ہر روز اس کے ہاں تیل پہنچا دیا کرتے تھے۔ یہودی کی واپسی پر جب اسے آپ کے حسن سلوک کا پتہ چلا تو شکریہ ادا کرنے آیا تو آپ نے فرمایا۔

"ہمسائے کا حق تو بہت بڑا ہے۔"

تبلیغ حق میں آپ کا انداز اس قدر پر کشش اور موثر تھا کہ لوگ فوراً راہ حق پر آجاتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک نوجوان شراب کے نشے میں دھت بربط بجاتا اور گاتا آرہا تھا۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ اگر اس کے بجائے تمہاری جوانی عبادت و خدمت خلق میں بسر ہو تو کتنا اچھا ہو۔ نوجوان کو غصہ آگیا اس نے بربط آپ کے سر پر مارا تو وہ ٹوٹ گیا اور آپ کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔

دوسرے دن آپ اس نوجوان کے ہاں تشریف لے گئے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی معذرت کے بعد کہا۔

"میرے بھائی مجھے افسوس ہے کہ کل میرے منہ سے شاید کوئی سخت بات نکل گئی

Marfat.com

تھی کہ تمہیں غصہ آگیا یہ لو اس بربط کی قیمت جو ٹوٹ گیا تھا۔"

آپ نے پیسے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ اس حسن سلوک و اخلاق کا اس نوجوان پر اتنا اثر ہوا کہ پاؤں پڑ کر معافی مانگی اور لہو و لعب سے تائب ہو گیا۔

ایک دن آپ خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا مرشد کون ہے؟ جواب میں ارشاد فرمایا۔

" ایک بوڑھی عورت "

سوال پوچھنے والا متحیّر ہوا تو آپ نے کہا۔

" ایک روز جنگل میں تھا کہ ایک بوڑھی عورت سر پر آٹا لئے آرہی تھی۔ وہ کہنے لگی کہ یہ آٹا میرے مکان تک لے چلو۔ اسی اثنا میں ایک شیر نظر آیا میں نے آٹا اس کی کمر پر رکھا اور بڑھیا سے فرمایا کہ یہ تمہارے گھر پہنچا دے گا۔ لیکن یہ بتاؤ لوگوں سے کیا کہو گی بڑھیا نے جواب دیا۔"

" میں کہوں گی کہ لوگو! آج جنگل میں ایک ظالم سے ملاقات ہوئی تھی۔"

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے استفسار فرمایا تو بڑھیا بولی کہ شریعت نے شیر کو مکلّف نہیں بنایا۔ اپنا بوجھ ایک غیر مکلّف کی پشت پر لاد رہے ہو یہ ظلم نہیں تو کیا ہے۔ اور دوسرا عیب تم میں یہ ہے کہ خود کو صاحب کرامت کہتے ہو یہ خود نمائی ہے۔

لہٰذا بڑھیا کی بات سن کر میں نے عبرت حاصل کی۔

ایک اور شخص نے آپ سے عمر دریافت کی تو فرمایا میں صرف چار سال سے اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر رہا ہوں اس سے قبل کے ستر سال محض قیل و قال میں گزر گئے جن کو عمر میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

جب دار فنا سے دار بقا کی طرف سفر کا وقت قریب آیا تو آخری توبہ ایسی کی جس پر سالہاسال کی عبادت و ریاضت نثار کی جا سکتی ہے۔ آپ بارگاہ رب العزت

Marfat.com

میں اس طرح مناجات کرنے لگے

"اے اللہ! عمر بھر کی ریاضتیں بیچنے نہیں آیا۔ رات رات بھر کی نمازیں پیش نہیں کرتا۔ روزوں کا تذکرہ نہیں۔ ختم قرآن نہیں گنواتا۔ عبادت کا جو حق تھا ادا نہیں کر سکا' شرمسار ہوں۔ خرقہ طریقت پر بھی مجھے ناز نہیں۔ یوں سمجھ لو کہ ستر سال آتش پرستی میں بال سفید کئے ہیں اور ابھی ابھی دائرہ اسلام میں قدم رکھ رہا ہوں' یہ لو زنار کو توڑے دیتا ہوں' گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پالنے والے تیری مہربانیاں' اسباب پر منحصر نہیں' تیرے ہاں قبولیت محض طاعت پر نہیں' اسی طرح تیرا کسی کو دھتکار دینا صرف معصیت پر نہیں۔ الٰہی جو نیکی کی ہے بھلائے دیتا ہوں' تو بھی میرے ان اعمال پر خط عفو پھیر دے جو تمہیں پسند نہیں۔ مولائے کریم میں نے اپنے پندار اطاعت کی گرد کو دھو ڈالا ہے' تو بھی اپنی رحمت سے مجھ سے معصیت کی گرد دھو ڈال"۔

بوقت وصال لبوں پر اللہ کا نام تھا۔ لقائے الٰہی کا شوق فراواں تھا اور اس طرح آپ نے ذکر و درود میں ۱۵ شعبان المعظم ۲۶۱ ہجری کو جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور بسطام کی سرزمین میں ہی آسودہ خواب ہو گئے۔

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اپنے گرد و پیش میں نگاہ دوڑائیں تو یہ سوچ کر دکھ ہوتا ہے کہ لوگ مساجد کے سامنے کھڑے ہو کر گالی گلوچ دیتے' دنگا فساد کرتے' باجے گاجے بجاتے ہیں اور اللہ کے گھر کا قطعاً ادب نہیں کرتے۔ دوسرا سبق جو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ رزق حلال کا اہتمام کرنا چاہیے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جس کا رزق حلال و پاک نہیں اس کی کوئی عبادت اور خیرات و صدقہ قبول نہیں ہوتا۔ امیر بننے کے لالچ نے انسان کو اتنا اندھا کر دیا ہے کہ وہ گوارا ہی نہیں کرتا کہ سوچے اس کا رزق کس ذریعے سے آتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس نے ہماری زندگیوں کو اجیرن بنا

Marfat.com

دیا ہے۔ تیسرا سبق جو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ والدین خصوصاً ماں کی خدمت کریں اور ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہر وقت آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہیے کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔

Marfat.com

حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

حضرت سید علی محمود رحمتہ اللہ علیہ ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان کے بہت بڑے جاگیردار تھے۔ لیکن آپ کا شمار علماء میں ہوتا تھا۔ گھر کی فضا ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے معمور رہتی تھی۔ دنیا کی نعمتیں میسر ہونے کے باوجود شاہانہ زندگی سے قطعاً لگاؤ نہ تھا۔ اکثر مال و زر غرباء و مساکین کی حاجت روائی اور مہمان نوازی پر صرف ہوتا تھا۔ ایک رات آپ آرام فرما رہے تھے کہ خواب میں اپنے والد اور مرشد حضرت سید ابوجعفر برقعی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اے علی! رحمت خداوندی سے بیٹا پیدا ہوگا وہ دنیاوی مال و اسباب اور جاہ و حشمت سے بے نیاز رہ کر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر دین اسلام کی خدمت بجالائے گا۔"

آپ نے جب اس کا ذکر اپنی پاکباز و زاہدہ زوجہ محترمہ حضرت سید مریم صغریٰ سے کیا تو سجدہ شکر بجالائیں کہ ان کا بیٹا دین اسلام کی خدمت میں زندگی بسر کرے گا اور اعلائے کلمتہ الحق کے لئے خود کو وقف کر دے گا۔ وہ خود بھی تبلیغ

Marfat.com

دین سے بڑا شغف رکھتی تھیں۔ جس کی وجہ سے خواتین کی ایک جماعت تیار ہو گئی تھی جو مستورات میں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتی تھی۔

۲۶ شعبان المعظم ۳۵۷ ہجری رات کے دس بجے تھے۔ حضرت سید علی محمود رحمتہ اللہ علیہ مصلیٰ پر بیٹھے اللہ کی بارگاہ میں ذکر و مناجات میں مصروف تھے۔ اس ہنگام گھر میں بڑی چہل پہل تھی۔ خادمائیں مستعدی سے مصروف کار تھیں کہ اتنے میں آپ کو بیٹے کی ولادت کا مژدہ جانفزا سنایا گیا۔ آپ فوراً رب کریم کے آگے جھک گئے اور پھر بیٹے کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جو اپنے وقت کا بہت بڑا ولی اللہ تھا۔ آپ نے اس کا اسم گرامی حسین رکھا۔ آپ کا شجرہ نسب گیارھویں پشت میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل جاتا ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ گھر کے مذہبی ماحول کی وجہ سے بچپن سے ہی نماز' روزوں اور نوافل کی پابندی کرتے تھے۔ گھر کے قریب ہی مسجد کے امام سے دینی اور روحانی اسرار و رموز سے آشنائی حاصل کی۔ وقت کے ہم آہنگ آپ کے اندر عشقِ الٰہی پروان چڑھنے لگا۔ ابھی بلوغت کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ آبادی سے باہر نکل جایا کرتے اور آیات قرآن باآواز بلند پڑھنے میں مصروف رہا کرتے تھے۔

جب بڑے ہوئے تو اپنی زمینوں پر کام کاج کرنے لگے' لیکن زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی۔ گھر میں سب کچھ ہونے کے باوجود دنیا کی رنگینیوں سے متنفر تھے۔ لہٰذا منازل سلوک طے کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کی تلاش و جستجو شروع کر دی۔

حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ جنیدیہ کے بہت بڑے روحانی پیشوا تھے۔ وہ اپنے وقت کے مشہور و معروف محدث و مفسّر اور جیّد عالم تھے۔ وہ شام میں رہتے تھے لیکن تبلیغ اسلام کے لئے گازرون تشریف لے گئے تھے۔ حضرت

Marfat.com

سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ نے جب آپ کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت اقدس میں حاضری کا اشتیاق پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا تو ایک دن دونوں باپ بیٹا عازم گازرون ہوئے۔ کئی دنوں سفر کی مشکلات برداشت کرنے کے بعد جب منزل مقصود پر پہنچے تو انہیں دیکھ کر حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کو روحانی طمانیت و سکون میسر آیا اور حلقہ ارادت میں شمولیت کی درخواست کی۔ آپ نے انہیں حلقہ مریدین میں شامل فرما لیا اور ان کے والد سے کہا اللہ کے فضل و کرم سے آپ کا بیٹا بزرگان دین کی صف میں اعلیٰ مقام حاصل کرے گا۔ حضرت سید علی محمود رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو گونا اطمینان نصیب ہوا کہ حسین بیٹا ٹھیک مقام پر پہنچ گیا ہے۔

مرشد کے حکم کے مطابق آپ گوشہ تنہائی میں تزکیہ نفس کے لئے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح طریقت و معرفت و تصوف کی عملی تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگے۔ جب کبھی مرشد سیر و سیاحت پر جاتے تو آپ کو ہمراہ لے لیتے تھے جسے حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ اس طرح جلوت و خلوت کے اسرار آپ پر پوری طرح منکشف ہو گئے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دست گاہ حاصل ہو گئی اور اس حقیقت کو جان گئے کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی میں ولایت کا راز پنہاں ہے اور جب آپ کے مرشد کو اطمینان ہو گیا کہ آپ ولایت کے بوجھ کے متحمل ہو سکتے ہیں تو خرقہ عطا فرما کر اجازت بیعت دی اور مسند ارشاد کی عظمت و بزرگی کو برقرار رکھنے کے لئے عمامہ بھی عنایت فرمایا۔ اور میراں کا خطاب بھی دیا۔ اس کے بعد مرشد نے آپ کو ہندوستان جانے کا فرمایا کہ وہاں تبلیغ اسلام کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کس دور کے بزرگ تھے ؟ کیا آپ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے پیش رو اور پیر بھائی تھے یا نہیں۔ کافی

Marfat.com

عرصہ اس پر تحریراً اور تقریراً بحث و تمحیص ہوتی رہی ہے۔ ایک طبقہ اس کے حق میں ہے کہ حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے پیش رو اور پیر بھائی تھے اور دوسرا اس خیال کا مخالف ہے۔ میں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا کہ آپ کس دور کے بزرگ، کس کے پیش رو، کس کے مرید اور کس کے پیر بھائی تھے۔ میرا مقصد صرف بزرگان دین کے حالات زندگی پیش کرنا ہے کہ انہوں نے کس طرح مشقتیں اٹھا کر اپنے رب کو راضی کیا اور ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میں بذات خود اس گروہ کا ہمنوا ہوں جو یہ کہتا ہے کہ آپ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے پیشرو اور پیر بھائی تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرنے والے حضرت خواجہ حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ مصنف "فوائد الفوائد" ہیں جو بزرگوں کی خدمت میں رہنے والے اور ان کے مزاج آشنا تھے۔ ان سے توقع عبث ہے کہ وہ کوئی غلط بات بزرگان دین سے منسوب کریں گے۔ علاوہ ازیں دونوں بزرگوں کے مرشد حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

ملک شام سے آپ سیدھے زنجان اپنے گھر پہنچے تو بھائی موسیٰ زنجانی نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ نے جب والدین کو مرشد کے حکم سے مطلع کیا تو انہوں نے بصد خوشی کہا کہ نیکی کے کام میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ کے دو چھوٹے بھائی حضرت موسیٰ زنجانی و حضرت یعقوب زنجانی مع اہل و عیال ساتھ چلنے پر تیار ہو گئے۔ قریب شام یہ چھوٹا سا قافلہ سوئے ہندوستان چل پڑا۔ بائیس میل کی مسافت پر ایک قصبہ آیا جس کا نام تونہ تھا۔ یہاں اکثریت زرتشت لوگوں کی تھی۔ آپ نے انہیں اکٹھا کیا اور دعوت اسلام دی ایک ماہ قیام کے دوران صرف تین لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کئی شہروں، قصبوں اور بستیوں سے ہوتے ہوئے اور طویل دشوارگزار راستے طے کرنے کے بعد آپ جلال آباد پہنچے۔ خان یار اس علاقے کا حاکم تھا۔ اس کی

Marfat.com

لڑکی کو مرض کوڑھ تھا۔ جب علم ہوا کہ شہر زنجان کا بہت بڑا ولی اللہ آیا ہے تو وہ حاضر خدمت ہوا بڑی محبت سے اہل قافلہ کی تواضع کی اور بیٹی کی بیماری کا ذکر کیا۔ آپ نے پانی پر دم کر کے دیا اور فرمایا اس میں اور پانی ملا کر نہائے اللہ فضل کرے گا چنانچہ لڑکی دنوں میں صحت یاب ہو گئی۔ سارے شہر میں دھوم مچ گئی۔ بے شمار لوگ فیض و برکت کے لئے دراقدس پر حاضر ہونے لگے۔

جب آپ لاہور دریائے راوی کے کنارے پہنچے تو شام کا وقت تھا۔ دریا میں طغیانی تھی۔ دوسرے دن بذریعہ کشتی لاہور میں وارد ہوئے بذریعہ کشف مرشد نے حکم دیا "بیٹا یہی تیری منزل ہے۔" آپ نے موسیٰ زنجانی کو شمالی جانب' یعقوب زنجانی کو شہر کے جنوبی حصے میں قیام کرنے کو کہا اور خود مشرقی حصے میں ٹھہرے جسے آج کل چاہ میراں کہتے ہیں۔ ان دنوں لاہور کفر کا گڑھ تھا۔ مندروں کے پروہت دھرم کے نام پر گلچھرے اڑا رہے تھے اور ہر طرح کی بے حیائی میں ملوث تھے۔ اخلاقی برائیوں نے ڈیرے جما رکھے تھے' غرضیکہ مذہب اور دھرم کے نام پر عوام پر عرصہ حیات تنگ اور تاریک ہوتا جارہا تھا۔ کفر و الحاد و شرک کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے جہاں حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے بھائیوں نے اللہ کی وحدانیت کے چراغ روشن کرنے تھے اور لوگوں کو ظلمت سے روشنی کی طرف لانا تھا۔

حق تبلیغ ادا کرنے کے لئے اولاً" آپ نے یہاں کی زبان سیکھی۔ پھر گلی گلی محلے محلے لوگوں کو دعوت حق دینے لگے۔ بسا اوقات چند ایک لوگوں کو یکجا اکٹھا کر کے اسلام کی حقانیت کو قبول کرنے کی تلقین فرماتے۔ نتیجتاً" پروہت اور دوسرے اکابرین اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگے تھے۔ لہذا انہوں نے حضرت سیدنا زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیچھے بچے لگا دیئے جو آپ کو پاگل کہتے۔ مذاق اڑاتے اور روڑے مارتے۔ لیکن آپ کے پائے استقلال میں کوئی کمی نہ آئی۔ اس طرح تین سال کا عرصہ گزر گیا تو مرشد کے کہنے کے مطابق آپ نے ہر جمعتہ المبارک کو تبلیغ

Marfat.com

کرنا شروع کر دی۔ دائم المرض افراد اور دیگر بیمار لوگ بغرض شفا آنے لگے۔ آپ پانی پر دم کر کے دیتے تو شفایاب ہو جاتے۔ اس طرح آپ کی روحانیت کے چرچے ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ لوگ اسلام قبول کرنے لگے جن میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔

کرامات دلیل بزرگی نہیں لیکن بعض بزرگان دین سے خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے جنہیں دیکھ کر عقیدت مندوں کے ایمان باللہ میں ترقی ہوتی ہے اور غیروں کو انہیں ماننے کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ دو ہندوؤں کو کئی دن تک دعوت اسلام دیتے رہے۔ ایک دن انہوں سوچا کہ یہ بوڑھا خواہ مخواہ ہمارا دماغ کھاتا ہے اس کا کام تمام کر دینا چاہیے۔ چنانچہ ایک شب وہ چھپ کر بیٹھ رہے۔ نماز عشاء کے بعد جب آپ ذکر و اذکار میں مصروف ہوئے تو وہ چھروں سے آپ پر حملہ آور ہوئے تو امر ربی سے اندھے ہو گئے۔ واپس جانے لگے تو بینا ہو گئے۔ دوبارہ ارادہ قتل کیا تو پھر کور چشم ہو گئے' اسی طرح دو چار بار ہوا تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے لہٰذا کلمہ پڑھ کر فوراً مسلمان ہو گئے اور تاحیات خدمت بجالاتے رہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کا قد مبارک دراز اور جسم فربہ تھا۔ کثرت عبادت کے نور سے چہرہ قدرے مائل بہ زردی تھا۔ آنکھیں بادہ عشق الٰہی سے مخمور رہتی تھیں۔ جو لباس مل جاتا زیب تن فرمالیتے تھے۔ زیادہ تر کھدر کے کپڑے پہنتے تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی' ساری عمر عبادت و تبلیغ میں بسر کر دی۔ اس شہنشاہ ولایت کا کل اثاثہ ایک چٹائی' لحاف' کھانے پکانے کے چند برتن' مٹی کے ایک دو گھڑے اور لوٹے اور چند کپڑے پہننے کے لئے تھے۔ لیکن دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ اپنے پرائے ان کے اخلاق حسنہ اور روحانی زندگی کا دم بھرتے تھے۔ جو بھی دروازے پر آیا فیضیاب ہو کر لوٹا لیکن خود فقر و فاقے میں بسر کی۔

Marfat.com

آپ نے چوالیس سال لاہور میں قیام فرمایا اور کافرستان میں اسلام کے چراغ روشن کئے۔ اللہ کے فضل و کرم سے آپ کے روشن کئے ہوئے چراغوں کا یہ نتیجہ ہے کہ آج نہ صرف لاہور بلکہ پاک و ہند میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں جس میں ان سب نفوس قدسیہ کا ہاتھ ہے جو مختلف مقامات پر آسودہ خواب ہیں اور لوگ آج بھی ان کے مزارات پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے متمتع ہوتے ہیں۔

جب آپ کی عمر مبارک چوراسی سال کی ہوئی تو وصال کا وقت آ گیا۔ سخت علیل ہو گئے اور بالآخر ۱۹ شعبان المعظم ۴۳۱ ہجری کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

کئی سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی لوگ اکتساب فیض کے لئے مزار اقدس پر حاضری دیتے ہیں۔ ایسے احساس ہوتا ہے جیسے اب بھی آپ کی آواز فضا میں گونج رہی ہو اور فرما رہے ہوں۔

" بیکار باتوں کے لئے زبان اس وقت آزاد ہوتی ہے جب قوت عمل اور اطاعت کا جذبہ مفقود ہو جائے۔ عشق الٰہی بیکار باتیں کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ عشق کی فطرت تسلیم و رضا ہے۔"

اس ارشاد عالیہ کی روشنی میں اگر ہم اپنی زندگیوں اور لیل و نہار کا جائزہ لیں تو حقیقت حال بھیانک شکل میں ہمارے سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کتنا وقت ہم جھوٹ، مکروفریب، لہوولعب، یاوہ گوئی اور خرافات میں بسر کرتے ہیں۔ قوت عمل مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔

آپ کی پاک زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں بیکار باتوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور عملی قوتوں کو اجاگر کرنا چاہیے۔ مصائب و آلام سے بچاؤ اور اغیار کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رہنے کی صرف یہی صورت ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ

لیلیٰ شب دبے گام گزر رہی تھی ہر سو پراسرار خاموشی محیط تھی۔ وہ راستہ جو بسطام سے خرقان کی طرف جاتا تھا اس پر ایک باریش نوجوان الٹے پاؤں چلا جارہا تھا' صبح دم وہ خرقان کے قریب پہنچا تو اللہ اکبر کی صدائے خوشنوا و روح پرور فضا میں رس گھول رہی تھی۔ وہ سیدھا مسجد کی جانب گیا اور نماز باجماعت کے انتظار میں مراقب ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نوجوان کا نام علی بن جعفر اور کنیت ابوالحسن تھی۔ اس کا پیشہ کاشتکاری تھا۔ ہر روز وہ بعد از نماز عشاء بسطام میں منبع فیوض و برکات حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر جاتا تھا اور بارگار رب العزت میں عرض کرتا تھا کہ اے رب العالمین! جو مرتبہ تو نے بایزید رحمتہ اللہ علیہ کو عطا کیا تھا مجھ کو بھی مرحمت فرما اور پھر پاس ادب سے الٹے پاؤں لوٹ جاتا تھا تاکہ صاحب مزار کے حضور بے ادبی نہ ہو جائے۔ چشم فلک بارہ سال سے یہ نظارہ کر رہی تھی۔ طوفان آئیں' آندھیاں چلیں' موسلادھار بارش ہو' کڑاکے کی سردی پڑے' جھلسا دینے والی گرمی ہو مگر کیا مجال کہ ناغہ ہو۔ ایک دن دست بدعا تھے کہ قبر کے اندر سے آواز آئی۔

Marfat.com

"اے ابوالحسن! اب تیرا دور آگیا ہے"۔

عرض کیا کہ میں تو امی ہوں علوم شریعت سے نابلد و ناواقف۔ میری ہمت بڑھائیں۔ آواز پھر سنائی دی کہ مجھے جو مرتبہ و مقام حاصل ہوا ہے وہ سب تمہاری بدولت تھا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو متعجب ہوئے' بولے

"یا حضرت! آپ تو مجھ سے انتالیس سال قبل دارالبقا تشریف لے گئے تھے"۔

ندا پھر فضا میں بلند ہوئی۔

"یہ درست ہے لیکن جب میں خرقان سے گزرتا تھا تو زمین تا آسمان نور ہی نور نظر آتا تھا۔ ایک ضرورت کے تحت تیس سال تک دعا کی لیکن شرف قبولیت سے محروم رہی' بالاخر القا ہوا کہ اس نور کو ہماری بارگاہ میں شفیع بنا۔ جب ایسا کیا تو دعا قبول ہو گئی۔"

اس واقعہ کے بعد جب آپ واپس آئے تو صرف چوبیس یوم میں مکمل قرآن پاک ختم کر لیا۔ اس کے بعد بھی آپ مرشد کے مزار پر حاضری دیتے رہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا دستور تھا کہ سال میں ایک مرتبہ مزارات شہداء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ خرقان پہنچتے تو زور زور سے سانس لینے لگتے جیسے کچھ سونگھ رہے ہوں۔ ایک مرتبہ ہمرکاب مریدین نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ اس سرزمین سے ایک مرد حق کی خوشبو آتی ہے وہ مجھ سے مرتبہ میں تین گنا ہو گا۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کی نسبت تصوف میں سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ سے ہے۔ سلوک و روحانیت کے اطوار انہی کی روحانیت سے ہیں۔ ان دنوں حضرت شیخ ابوالعباس قصاب آملی رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ اور وقت کے غوث تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہماری معرفت و طریقت آخرکار شیخ خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کو ملے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

Marfat.com

آپ زاہد شب زندہ دار تھے۔ چالیس سال تک کبھی لمحہ بھر آرام نہیں کیا تھا۔ عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کرتے تھے۔ ہر آن اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع میں بسر کرتے تھے۔ فقر و فاقہ میں لبوں پر حرف شکر کے سوا کوئی اور لفظ نہ آتا اور راضی برضا رہتے تھے۔ ایک مرتبہ سات دنوں سے بھوکے تھے' مریدین کا بھی یہی حال تھا' اس اثنا میں ایک شخص آٹے کی بوری اور بکری لے کر دروازے پر آیا اور صدا دی کہ یہ اشیاء صوفیاء کے لئے حاضر ہیں۔ آپ نے سنا تو مریدین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھ میں صوفی ہونے کی صلاحیت نہیں ہے' تم میں سے جو صوفی ہو وہ جا کر لے لے۔ مریدین میں سے کسی کی کیا مجال تھی کہ صوفی ہونے کا دعویدار ہو۔ نتیجتاً" سب بھوکے رہے۔ اس مقام پر ثابت قدم رہنا سوائے اولیاء اللہ کے کسی میں ہمت نہیں۔ کسر نفسی کی انتہا تھی۔

نفس کو ماتحت و غلام بنانے کے لئے آپ نے بے انتہا مجاہدات کئے۔ ایک بار نفس نے سرد پانی مانگا تو آپ نے اسے چالیس سال تک محروم رکھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ستر سال اللہ تعالیٰ کی معیت میں اس طرح گزارے ہیں کہ اس دوران میں ایک لمحہ کے لئے بھی کبھی اتباع نفس نہیں کی۔

قطب عالم حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ رات بھر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے تو آپ کا بھائی ماں کی خدمت کرتا اور جب بھائی عبادت میں مصروف ہوتا تو آپ ماں کی خدمت بجالاتے۔ دونوں بھائیوں نے باری مقرر کر رکھی تھی۔ ایک دن آپ کے بھائی کی باری تھی کہ ماں کی خدمت کرے۔ اس نے آپ سے کہا کہ میری جگہ آپ ماں کی خدمت کریں اور میں عبادت کرتا ہوں۔ آپ ماں کی خدمت میں مشغول ہو گئے اور بھائی عبادت میں۔ جب بھائی عبادت کرنے لگا تو غیب سے آواز آئی کہ ہم نے تمہارے بھائی کی مغفرت کرنے کے ساتھ تمہیں بھی ان کے طفیل بخش دیا ہے۔ یہ سن کر عرض کی کہ بار الٰہ !

Marfat.com

میں تو تیری عبادت کر رہا ہوں اور وہ ماں کی خدمت گزاری میں ہے۔ پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ میری مغفرت اس کے طفیل کی گئی ہے۔ ندا آئی کہ ہمیں تیری عبادت کی حاجت نہیں بلکہ محتاج ماں کی خدمت کرنے والے کی اطاعت ہمارے لئے باعث خوشنودی ہے۔

چالیس سال تک آپ کو بینگن کھانے کی خواہش رہی لیکن نہیں کھائے۔ ایک دن والدہ نے باصرار کھانے کو کہا تو آپ نے کھا لئے۔ اسی رات کسی نے آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا اور اس کا سر کاٹ کر آپ کے دروازے کی چوکھٹ پر ڈال دیا۔ آپ کو جب علم ہوا تو والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میرا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے لہٰذا اصرار کا نتیجہ دیکھ لیا۔

ایک دن آپ جنگل سے لکڑیاں لینے گئے ہوئے تھے کہ شیخ بو علی سینا جنہوں نے آپ کی بڑی تعریف سنی تھی شرف زیارت و ملاقات کے لئے آئے اور درخانہ پر دستک دی۔ آپ کی بیوی نے پوچھا کون ہے' تو شیخ بو علی سینا نے دریافت کیا کہ حضرت شیخ کہاں ہیں ؟ بیوی نے جواباً" کہا تم ایک جھوٹے کو شیخ کہتے ہو۔ البتہ میرا شوہر جنگل سے لکڑیاں لینے گیا ہے۔ یہ سن کر ان کے دل میں خیال گزرا کہ اگر بیوی کا یہ کہنا ہے تو نہ جانے حضرت خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کا کیا مرتبہ ہو گا۔ بہرکیف سوئے جنگل چل پڑے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوالحسن رحمتہ اللہ علیہ شیر کی کمر پر لکڑیاں لادے تشریف لا رہے ہیں۔ یہ مقام و مرتبہ دیکھ کر قدم بوسی کے بعد عرض کیا کہ آپ کی بیوی کی آپ کے بارے میں اچھی رائے نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ایسی بکری کا بوجھ برداشت نہ کر سکوں تو پھر یہ شیر میرا بوجھ کیسے اٹھا سکتا ہے۔

شیخ المشائخ حضرت ابوالعمر ابو عباس رحمتہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ کو ایسی طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ تین میل کا راستہ لمحہ بھر میں طے کر لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مرید نے آپ سے کوہ

Marfat.com

لبنان پر جا کر قطب عالم سے ملاقات کرنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت مل گئی تو وہ کوہ لبنان پر پہنچا اور لوگوں سے دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں پانچ وقت نماز پڑھانے کے لئے قطب عالم تشریف لاتے ہیں۔ جب قطب عالم تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ بذات خود تھے۔

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی آپ کی ملاقات کے لئے خرقان پہنچے اور قاصد کو بھیجا کہ آپ کو اطلاع دے کہ زحمت فرما کر میرے خیمہ تک تشریف لائیں اور یہ بھی کہا کہ اگر شیخ آنے سے انکار کریں تو قرآن پاک کی یہ آیت سنا دینا جس کا ترجمہ ہے کہ اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامرمنکم (حاکم وقت) کی اطاعت کرو۔ قاصد نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ سلطان ملاقات کے لئے آئے ہیں۔ حضرت شیخ خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے معذرت طلب کی تو قاصد نے حسب الحکم قرآن پاک کی آیت تلاوت کی۔ آیت سن کر آپ نے فرمایا کہ سلطان سے کہنا کہ میں فی الحال اللہ کی اطاعت میں ہوں ایسی حالت میں حاکم وقت کی اطاعت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ قاصد نے واپس آکر بتایا تو آپ کی عظمت کا قائل ہو گیا۔ خود حاضری کا پروگرام بنایا اور مزید آزمائش کے لئے اپنے غلام ایاز کو شاہانہ لباس پہنایا اور خود اس کا غلامانہ لباس زیب تن کیا اور دس کنیزوں کو مردانہ لباس میں ہمراہ لے کر دراقدس پر حاضر ہو گیا۔ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے سلام کا جواب تو دیا مگر تعظیم کے لئے کھڑے نہیں ہوئے اور ایاز کی طرف جو شاہی لباس میں تھا بالکل متوجہ نہ ہوئے۔ محمود غزنوی نے کہا کہ آپ نے بادشاہ کی تعظیم نہیں کی تو آپ نے فرمایا۔ "یہ سب فریب ہے۔" پھر آپ نے محمود کا ہاتھ تھام لیا اور کہا "ان نامحرموں کو باہر نکال دو۔" محمود نے مردانہ لباس میں ملبوس کنیزوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور باتیں کرنے لگے تبرک مانگنے پر آپ نے محمود غزنوی کو اپنا پیراہن عطا فرمایا۔

سومنات پر حملہ کرتے وقت جب سلطان محمود غزنوی نے محسوس کیا کہ کہیں

Marfat.com

دشمن سے شکست نہ کھا جائے تو بارگاہ رب العزت میں دعا مانگنے لگا کہ اے اللہ اس پیراہن والے کے صدقے ہمیں فتح نصیب فرما۔ دعا قبول ہوئی۔ رات خواب میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور کہا۔

"اے محمود! میرے خرقہ کے صدقہ میں بڑی معمولی چیز مانگی ہے۔ اگر کہتا کہ تمام کفار کا سینہ اسلام سے منور کر دے تو یقیناً تیری دعا قبول ہوتی۔"

آپ لوگوں کو رشد و ہدایت فرماتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ ارشاد فرمایا کہ لوگو سن لو کہ مردہ ہیں وہ قلوب جن میں اللہ تعالٰی کے سوا کسی اور کی محبت جاگزیں ہو' خواہ وہ کتنے ہی عبادت گزار کیوں نہ ہوں۔ یاد رکھو راہ مولا میں ایک ایسا بازار بھی ہے جس کو شجاعان طریقت کا بازار کہا جاتا ہے اور اس میں ایسی حسین صورتیں ہیں کہ سالکین وہاں پہنچ کر قیام کرتے ہیں۔ وہ حسین صورتیں کرامت' اطاعت' ریاضت' عبادت' زہد کی ہیں۔

ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ کسی نے عبادت کے بارے میں دریافت کیا۔ قدرے توقف فرمانے کے بعد زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا کہ چالیس سال تک عبادت کرنا ضروری ہے۔ دس سال تو اس لئے کہ زبان میں صداقت و راستبازی پیدا ہو جائے اور دس سال اس لئے کہ جسم کا بڑھا ہوا گوشت کم ہو جائے اور دس سال اس لئے کہ اللہ کریم سے قلبی لگاؤ پیدا ہو جائے اور دس سال اس لئے کہ تمام احوال درست ہو جائیں اور جو شخص اس طرح چالیس سال عبادت کرے گا وہ مراتب میں سب سے بڑھ جائے گا۔

ہر دور اور عہد میں ایسے حکام' امراء' رؤساء' حکمران اور لوگ ہوتے ہیں جن کی ذات سے دوسروں پر اذیت کے دروازے وا ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں دوسروں کو اذیت و دکھ دے کر خوشی ہوتی ہے اور بھول جاتے ہیں کہ ایک دن وہ بھی حالات کی چکی میں پس سکتے ہیں۔ چنانچہ اس حال پر آپ کا فرمان ہے کہ بندہ ایک شب و روز اس حال میں گزارے کہ اس کی ذات سے کسی

Marfat.com

مسلمان کو اذیت نہ پہنچے تو وہ شخص گویا ایک شب و روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اور جو شخص مومن کو کسی دن اذیت پہنچاتا ہے اللہ عزوجل اس کی اس دن کی عبادت قبول نہیں کرتا۔

قطب عالم' غوث زمانہ' یگانہ روزگار حضرت ابوالحسن خرقانی رحمتہ اللہ علیہ یوم عاشورہ سہ شنبہ کی رات ۴۳۵ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔ بوقت وصال نصیحت فرمائی کہ کاش میرا قلب چیر کر مخلوق کو دکھایا جاتا تاکہ اسے معلوم ہو جاتا کہ اللہ کے ساتھ بت پرستی درست نہیں اور پھر کہا کہ مجھے زمین سے تین گز نیچے دفن کرنا کیونکہ یہ سرزمین بسطام کی زمین سے زیادہ بلند ہے اور یہ بات ادب کے منافی ہے کہ میرا مزار حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار سے اونچا ہو۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا دوسرے دن ایک بجلی سی چمکی لوگوں نے دیکھا کہ آپ کے مزار پر ایک سفید پتھر رکھا ہوا ہے۔ اور قریب ہی پاؤں کے نشانات تھے۔ یہ زبان زد عام ہے کہ آپ کے مزار پاک کو تھام کر جو بھی دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسے ضرور قبول فرماتا ہے۔

آپ کی زندگی کے واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں کسی کو اذیت نہیں پہنچانی چاہئے۔ بزرگوں کے ادب و احترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھنے سے بے حد سعادتیں نصیب ہوتی ہیں۔ ماں کی خدمت سے ان گنت انعام و اکرام میسر آتے ہیں اور بخشش کی راہیں کشادہ ہو جاتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ

رات کی پراسرار خاموشیوں میں شہر منہیہ کی فضاؤں میں قوالوں کی پرسوز و پرکیف آواز نے جادو جگا رکھا تھا۔ حاضرین محفل عالم سرمستی میں رقص کرنے لگے۔ اس محفل میں حضرت ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ جنہیں بابا ابوالخیر بھی کہتے تھے کے فرزند ارجمند حضرت ابوسعید بھی موجود تھے جو ابھی بچے تھے۔ آپ کے لئے یہ رنگ باعث کشش و جاذبیت تھا۔ بوقت صبح جب محفل اختتام پذیر ہوئی تو سب لوگ بارگاہ صمدیت میں سربسجود ہو گئے۔ انوار ربانی کا نزول ہونے لگا۔ صبحدم جب والد گرامی کے ہمراہ گھر لوٹے تو راستے میں آپ نے والد محترم سے ان اشعار کا مطلب دریافت کیا جو قوالوں کے بار بار تکرار پر آپ کو یاد ہو گئے تھے۔

" جان پدر یہ باتیں ابھی تمہاری سمجھ و فہم سے بالا ہیں"

باپ نے جواب دیا تو آپ خاموش ہو گئے۔

حضرت بابا ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ سلطان محمود غزنوی کے بڑے دوست تھے۔ انہوں نے اپنے دوست کے لئے ایک محل تعمیر کرا رکھا تھا جو آجکل سرائے شیخ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دن حضرت شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ والد کے ساتھ

Marfat.com

محل میں تشریف لے گئے تو ایک جگہ سلطان محمود اس کے لشکریوں اور خدام کے نام کندہ دیکھے' والد کی خدمت میں عرض کیا کہ محل میں ایک الگ تھلگ مکان ان کے لئے بھی بنوا دیں۔ بیٹے کی خواہش کے احترام میں جب مکان بن گیا تو باپ سے کہا کہ اس کی ہر دیوار اور چھت پر اللہ تبارک تعالیٰ کے اسماء پاک لکھوا دیں۔ باپ نے حیران کن نظروں سے بیٹے کی طرف دیکھا اور اس کا مطلب پوچھا تو عرض کیا۔

" ہر شخص اپنے گھر کی دیوار پر اپنے امیر کا نام لکھواتا ہے "

باپ کو بیٹے کی بات بے حد پسند آئی' حکم دیا کہ محل کی دیواروں پر جو کچھ لکھا ہے مٹا دیا جائے لیکن اس واقعہ کے بعد باپ کو یقین ہو گیا کہ ابوسعید مقربین بارگاہ الٰہی میں سے ہوگا چنانچہ بیٹے کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام کر دیا گیا کیونکہ علم کے بغیر درویشی میں خدشات موجود رہتے ہیں۔

ایک دن آپ نماز جمعہ کے لئے والد کے ساتھ تشریف لے جارہے تھے کہ راستے میں حضرت ابوالقاسم بشر یٰسین رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی جو بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ جب آپ کو بتایا کہ ابوسعید بابا ابوالخیر کا بیٹا ہے تو فرمایا۔

" میں ایسی حالت میں دنیا سے کیسے رخصت ہو سکتا تھا کہ مقام ولایت خالی رہ جاتا۔ تیرے بچے کو ولایت میں سے کافی حصہ ملے گا۔ اسے نماز کے بعد میرے پاس لانا۔"

نماز سے فراغت کے بعد حضرت ابوالخیر حضرت ابوالقاسم بشر یٰسین رحمتہ اللہ علیہ کے دولت خانے پر تشریف لے گئے' حجرے میں ایک بلند طلاقچہ تھا۔ حضرت ابوالخیر سے فرمایا کہ بیٹے کو کندھوں پر اٹھا کر اونچا کرو تاکہ وہاں رکھی ہوئی جو کی روٹی کی ایک ٹکیہ کو اتارے۔ حضرت ابوسعید نے جب اس ٹکیہ کو پکڑا تو وہ گرم تھی فرمایا۔

" ابوالخیر اس ٹکیہ کو طاقچے میں رکھے تیس سال ہو گئے ہیں مجھ سے یہ وعدہ کیا گیا

Marfat.com

تھا کہ یہ ٹکیہ جس کے ہاتھ میں پہنچ کر گرم ہو جائے گی اس کی برکت سے ایک جہاں زندہ ہو جائے گا اور وہ اپنے وقت کا بہت بڑا ولی کامل ہو گا۔"

یہ کہہ کر آپ نے ٹکیہ کے دو حصے کیئے ایک حضرت ابوسعید کو کھانے کو دیا اور دوسرا خود کھا لیا۔ اس کے بعد چند کلمات پڑھنے کی تلقین فرمائی جس کے ورد سے ان گنت فوائد حاصل ہوئے اور نصیحت بھی کی کہ لین دین سے طمع کو نکال دو کیونکہ دولت اخلاص طمع و لالچ کی موجودگی میں ہاتھ نہیں آتی اس لئے کہ عمل طمع کے ساتھ مزدوری اور اخلاص کے ساتھ بندگی کہلاتا ہے۔

یگانہ روزگار علماء و مفسرین و محدثین و فقہا سے علوم دینیہ حاصل کیا۔ حصول علم قرآن کے بعد آپ مرو تشریف لے گئے جہاں حدیث و فقہ کی تعلیم حضرت امام ابوعبداللہ الحضری اور حضرت امام ابوبکر قفال مروزی رحمہم اللہ سے حاصل کی۔ سرخس میں زانوئے ادب حضرت امام ابوعلی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے طے کیا۔ آپ صبح کے وقت تفسیر قرآن بعد از ظہر علم اصول اور بوقت عصر اخبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل کرتے تھے۔ قیام سرخس کے دوران حضرت ابوسعید ابوالخیر کی ملاقات شیخ طریقت حضرت پیر ابوالفضل سرخسی رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی اور ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اس کے ہم آہنگ حصول علم بھی کرتے رہے۔ ایک دن مرشد آپ کو خانقاہ میں لے گئے اور فرمایا۔

" اباسعید جتنے انبیاء و مرسلین علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے ہیں سب نے ایک ہی لفظ "اللہ" کو مقصود ٹھہرایا ہے۔ تم بھی اس کے ہو جاؤ۔ جو لوگ اللہ تعالٰی کے ہو گئے وہ پاک ہو گئے۔"

یہ سننے کی دیر تھی کہ آپ کو یوں محسوس ہوا جیسے سینہ شق ہو گیا ہو اور آپ کی ذات کو آپ سے چھین لیا گیا ہو۔ مست ہو گئے' پس و پیش کا ہوش نہ رہا۔ ایک مدت تک مرشد کی خدمت میں گفتار حق کے ساتھ کلمہ کا حق ادا کرتے رہے۔ ایک روز مرشد نے فرمایا۔

Marfat.com

"اے اباسعید اس پاک کلمہ کے حروف کے دروازے تم پر کھول دیئے گئے ہیں۔ اب صرف اللہ کے لشکر تیرے سینے پر اتریں گے اور عجیب و غریب مشاہدات و مکاشفات ہوں گے۔ اس لئے خلوت اختیار کرو تاکہ تکمیل ہو سکے"

آپ کو تصنیف و تالیف کا ابتداء سے ہی شوق تھا۔ جب آپ پر یہ مقام آیا تو علم و فنون کو ایک طرف رکھنا پڑا آپ نے تمام قلمی مسودات کو زمین میں دفن کر دیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

" وصول الی اللہ کے بعد تم میں مشغول رہنا امر محال ہے"

چنانچہ آپ مرشد کے فرمان کے مطابق منیہہ تشریف لے گئے اور گھر کے ایک کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے لگے۔ جب کبھی اونگھ غالب آنے لگتی تو محراب میں سے ایک شخص آتشیں ہتھیار لئے نمودار ہوتا اور نہایت ہیبت ناک آواز میں کہتا ۔

"ابوسعید اللہ اللہ کہو۔"

اکثر آپ کی نشست رباط کہن میں ہوتی تھی جو شہر کے کنارے پر ایک سرائے تھی۔ لیکن ہر رات کو آپ باہر نکل جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کے والد کے دل میں آیا کہ پتہ چلاؤں کہ ابوسعید رات کو کہاں جاتا ہے۔ تعاقب میں چل پڑے۔ دیکھا تو اس نے خود کو ایک کنوئیں میں الٹا لٹکایا ہوا تھا اور قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے بیٹے نے قرآن پاک ختم کر لیا اور واپس آگیا۔ الغرض آپ نے مجاہدہ و ریاضت میں دن رات ایک کر چھوڑا اور وہ مقام پالیا جو بے حد خوش نصیبوں کو میسر آتا ہے۔

جب آپ کے مرشد بیعت حضرت ابوالفضل سرخسی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ۴۰۴ ہجری میں ہوا تو آپ نے شیخ طریقت حضرت شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے حضرت

Marfat.com

ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کو خرقہ عطاء فرمایا۔ ۴۱۲ ہجری میں پیر خرقہ کے وصال کے بعد حضرت ابوعباس قصاب رحمتہ اللہ علیہ سے سلسلہ فیض جاری ہو گیا۔ اس وقت وہی بقیہ اسلف تھے آپ نے حضرت ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کو "نازنین عالم" کا خطاب عطا فرمایا۔

چالیس سال کے مجاہدہ و ریاضت کے بعد یہ مقام نصیب ہوا کہ گم کردہ راہ مستقیم کے لئے آپ منارۂ نور تھے۔ آپ نے رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا تو آپ کے وعظ میں اس قدر تاثیر ہوتی تھی کہ سامعین وجد و نشاط سے جھوم جاتے تھے۔

حضرت ابوسعیدابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔ ہر وہ کام جس کے متعلق پڑھا یا سنا تھا محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا یا اس کا حکم فرمایا تھا تو اس پر عمل کرتے تھے۔ آپ نے سنا تھا کہ غزوہ احد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک پر زخم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے نماز انگلیوں کے بل پر کھڑے ہو کر ادا فرمائی تھی لہٰذا اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت نازنین عالم رحمتہ اللہ علیہ نے چار سو رکعت نفل نماز پاؤں کی انگلیوں کے بل پر کھڑے ہو کر پڑھی۔ ایک مرتبہ آپ خانقاہ میں تشریف فرما تھے مریدین خاموش و مؤدب بیٹھے تھے' فرمایا جس شخص نے مجھے ابتدائے حال میں دیکھا ہے وہ صدیق ٹھہرا اور جس نے آخر میں دیکھا وہ زندیق ہے۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ دوران گفتگو پند و نصائح اور حکایات بھی بیان فرمایا کرتے تھے جو سامعین کے سینوں پر اتر جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ وضو فرما رہے تھے کہ اپنے خادم حسن کو آواز دی اور فرمایا کہ میرے سر سے کپڑے ہٹا لو اور درویشوں کے لئے کوئی میٹھی چیز تیار کرو حسن نے عرض کیا۔

"حضور آپ فارغ ہو لیں تو حکم بجالاتا ہوں۔"

Marfat.com

آپ نے فرمایا

" نیکی کی تکمیل تک شیطان حملہ کرتا رہتا ہے' یاد رکھو نیکی کا جب بھی خیال آئے اس میں جلدی کرنا چاہیے اور پھر زندگی پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔"

حضرت شیخ کی یہ عادت مبارک تھی کہ جب آپ کے کسی مرید کی شادی ہوتی تو اس کی بیوی کو تین چیزوں کی تلقین فرماتے۔

" تمہارا خاوند جو چیز کھانے کے لئے لائے اس کی حفاظت کرنا۔ کچھ بچ جائے تو خاوند کی مرضی کے بغیر خرچ نہ کرنا جس طرح عورتیں سوت کی چند تاریں علیحدہ رکھ کر اس کے عوض کچھ نہ کچھ خریدتی رہتی ہیں۔ گھر میں جالا کبھی نہ لگنے دینا کیونکہ اس میں شیطان ڈیرہ لگاتا ہے اور ہمارے مرید شیطان سے دور رہتے ہیں۔ جو کچھ پکانا ہو پہلے دھولیا کرو خواہ گوشت ہو یا سبزی یا دال"۔

ایک روز بازار میں سے گزر رہے تھے کہ ایک مغنّیہ دکھائی دی جو شراب میں مست تھی اور چہرہ پر غازہ مل رکھا تھا۔ وہ حضرت صاحب کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ لوگوں نے اسے جھڑکا کہ شرم کرو اور دفع ہو جاؤ۔ آپ نے فرمایا۔

" اسے چھوڑ دو "

وہ نزدیک آئی تو آپ نے شعر پڑھا جس کا مطلب تھا۔

" تم بن سنور کر مست خرام بازار میں آرہے ہو اور دوست تمہیں علم نہیں کہ گرفتار آرہے ہو۔"

یہ شعر سن کر عورت وجد میں آگئی اور بلک بلک کر رونے لگی نزدیک ہی مسجد میں چلی گئی۔ قیمتی لباس اور زیورات اتار کر سادہ لباس پہنا اور عرض کی کہ اب میں نے توبہ کر لی ہے میرے لئے دعا فرمائیں آپ کی دعا برکت سے وہ زمانے کی نیک عورتوں میں شامل ہو گئی۔

بزرگان دین کے اقوال و ملفوظات ان کے تجربات و مشاہدات کا نچوڑ ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ اگر کوئی شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی پلے باندھ لے اور اس پر عمل کرنا شروع کر دے تو اس کی زندگی میں بہاریں رقص کرنے لگیں اور عاقبت بھی سنور جائے۔ حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے اقوال و ملفوظات میں حکایت کا رنگ بھی ہے اور حقائق کا رس بھی۔ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ نے وزیر سے دریافت کیا کہ انسان کب شریف ہوتا ہے؟ وزیر نے جواب دیا جب اس میں سات عادات جمع ہو جاتی ہیں۔ پوچھا کون سی تو اس نے کہا۔

اوّل ہمت آزادگان' دوم کنواریوں سا شرم' سوم غرباء سے تواضع' چہارم عشاق کی سی سخاوت' پنجم بادشاہوں کی سی سیاست' ششم بوڑھوں جیسا علم و تجربہ اور ہفتم عقل جو دل و دماغ کی رہنما ہو۔

فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دوسرے کا گھوڑا مار دیا اس نے کہا آپ مجھ سے گھوڑے کا ہرجانہ اور تاوان لے لیں۔ اس نے کہا مجھے صرف اپنا گھوڑا ہی لینا ہے چنانچہ لڑائی جھگڑا شروع ہوا۔ یہ جھگڑا دونوں کے قبیلوں میں لڑائی کی شکل اختیار کر گیا' کئی آدمی قتل ہو گئے' عورتیں بیوہ ہوئیں' بچے یتیم ہو گئے' گھر ویران ہو گئے' یہ سارا معاملہ ایک شخص کی ضد سے ہوا۔

فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ کشتی میں جا رہے تھے۔ زاد راہ ختم ہو گیا' ایک خشک روٹی رہ گئی تھی' منہ میں ڈالی تو چبائی نہ گئی۔ توڑ کر دریا میں پھینک دی۔ ایک موج آئی بہا کر لے گئی۔ موجوں نے اس سے پوچھا۔

"تم کیا ہو۔"

اس نے جواب دیا کہ میں خشک روٹی ہوں۔ اگر تر نوالہ ہوتی تو مجھے اس طرح نہ پھینکتا۔

ایک دن آپ صوفیاء کو ہمراہ لے کر پن چکی پر گئے اور فرمایا۔

"سنو چکی کیا کہہ رہی ہے"

سب متوجہ ہو گئے تو بولے کہتی ہے کہ تصوف تو یہ ہے جو میں رکھتی ہوں۔ سخت

Marfat.com

پستی ہوں۔نرم کردیتی ہوں۔ اپنے ہی گرداگرد طواف کرتی ہوں۔اپنا سفر اپنے طور ہی کرتی ہوں۔ جو میرے لئے نامناسب ہے اسے دور کرتی ہوں۔ حاضرین نے سنا تو ان پر رقت طاری ہو گئی۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے دور مسعود میں بڑے بڑے جلیل القدر بزرگان دین' صوفیاء' علماء اور فلاسفر موجود تھے جن میں حضرت ابوالحسن خرقانی' حضرت امام ابوالقاسم قشیری' حضرت امام غزالی اور بوعلی رحمتہ اللہ علیہم جیسے لوگ موجود تھے جو علم و عرفان کے چراغ روشن کئے ہوئے تھے۔ آپ کا متذکرہ بزرگوں کی نگاہ میں بڑا مرتبہ و مقام تھا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے بھی آپ کے بارے میں بڑی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں فرمائی۔ جب آپ سلوک کی منازل طے فرما رہے تھے تو جو مسودات آپ نے تحریر فرمائے تھے انہیں وصول الی اللہ کی خاطر زمین میں دفن کر دیا تھا اور وہاں ایک شاخ لگا دی تھی جو وقت کے ہم آہنگ تناور درخت بن گئی تھی۔ لوگ اس درخت کو بڑا بابرکت تصور کرتے اور بچوں کی ولادت اور تجہیز و تکفین کے وقت وہاں سے شاخ توڑ کر لے جاتے تھے۔

آپ کی ولادت ۳۵۷ ہجری میں منہیہ میں ہوئی جو حوابیورو اور سرخس کے درمیان خاور آن کے دیہاتوں میں سے ایک تھا۔ آپ کے والد ماجد کا پیشہ عطاری تھا۔ آپ اپنے وقت کے بڑے ولی اللہ' محدث' عالم' مفسر' فقیہ اور ادبیات وعظ میں شہرہ آفاق تھے۔

جب آپ کی عمر مبارک ایک ہزار ماہ ہو گئی تو فرمایا یہ گنتی اوپر نہیں جائے گی۔ جب زندگی آپ کو وصال کے دروازے پر لے آئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ آکر زیارت کریں گے اور مجھے درمیان سے اٹھا کر لے جائیں گے۔ اس وقت تم کہنا گریاشیم یا بناشیم یعنی ہمارے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

Marfat.com

یہ ۴ شعبان المعظم ۴۴۰ ہجری اور جمعرات کا دن تھا۔ آپ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے کہ آپ کے بیٹے حضرت ابوطاہر رحمتہ اللہ علیہ نے بتایا کہ خواجہ علیک آپ کے مطلوبہ کپڑے لے آیا ہے تو آنکھیں کھولیں۔ الحمدللہ کہا اور پھر روح پرواز کر گئی۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ چند روزہ حیات مستعار میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے جس قدر سعی بلیغ کی جائے کم ہے اور معرفت الٰہیہ کے حصول کے لئے جہاں بھی جانا پڑے جانا چاہئے۔

Marfat.com

حضرت قطب الدین اولیاء ابو اسحٰق ابراھیمؒ

ایک نہایت ہی نحیف و نزار بزرگ جس کے چہرے سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں' بستر مرگ پر دراز تھا۔ عمر بہتر یا تہتر برس کے لگ بھگ تھی۔ یہ واقعہ ۸ ذیقعد بروز اتوار ۴۴۶ ہجری کا ہے۔ مریدین کی اکثریت خاموش بلب اپنے ہادی و مرشد کے قریب موجود تھی' جس سے انہوں نے انگنت فیوض و برکات سے جھولیاں بھر رکھی تھیں۔ وہ اداس و ملول تھے لیکن راضی برضا تھے کیونکہ یہی مرشد کی تعلیم تھی۔ معاً" حضرت قطب الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے آنکھیں وا کیں جن میں وصال یار کی چاہت کے چراغ روشن تھے۔ مریدین کے چہروں پر انبساط کی لہریں دوڑ گئیں۔ پیر طریقت نے اپنے لبوں کو جنبش دی اور فرمایا۔

"میں بہت جلد اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں چند ایک نصیحتیں کرتا ہوں ان پر عمل کرنا"۔

مریدین ہمہ تن گوش ہو گئے چندے توقف کے بعد ان بزرگ نے زبان درافشاں سے ارشاد فرمایا۔

" اولاً" میرے بعد میرے جانشین کی اطاعت کرنا۔ ثانیاً" ہر روز صبح تلاوت کلام اللہ کرنا' ثالثاً" مسافر کی اچھی طرح مدارات کرنا اور رابعاً" باہم پیار و محبت سے

Marfat.com

رہنا"۔

یہ فرما کر آپ خاموش ہو گئے اور جب تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

حضرت ابو اسحاق ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ پیدائشی ولی تھے۔ ۳۷۴ ہجری میں جب آپ تولد ہوئے تو اس رات زمین تا آسمان نور کا ایک ستون نظر آتا تھا' جس سے کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ آپ کا دادا آتش پرست تھا اور والدین مسلمان۔ ان کے ہاں غربت و افلاس نے ڈیرے ڈال رکھے تھے لیکن ہونٹوں پر حرف شکایت نہ تھا۔ آپ جب ذرا بڑے ہوئے تو والدین نے قرآن پاک کی تعلیم دلوانے کے لئے کسی عالم باعمل کی تلاش شروع کر دی۔ آپ کے دادا نے اس کی مخالفت کی اور مشورہ دیا کہ ابراہیم کو کوئی ہنر سکھانا چاہیے تاکہ گھریلو حالات کو سدھارنے میں مددگار ثابت ہو۔ لیکن پوتا بضد ہوا کہ میں تو قرآن مجید کی ہی تعلیم حاصل کروں گا۔ والدین بھی یہی چاہتے تھے کہ بیٹے کو علم دین سکھایا جائے۔ چنانچہ ایک عالم کے سپرد کر دیا۔

آپ نہایت ذہین و فطین اور حصول علم دین کے شائق اور دلدادہ تھے۔ سب سے پہلے مدرسہ میں پہنچ جاتے تھے۔ دوسرے ہم مکتبوں کے ساتھ باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنا سبق یاد کرتے رہتے اس طرح آپ نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا اور علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔ دوران حصول علم آپ کے اندر طریقت اختیار کرنے کا جذبہ پیدا ہوا لیکن اس راہ پر گامزن ہونے کے لئے کسی مرد حق آشنا کے حلقہ ارادت میں شامل ہونا ازبس ضروری تھا۔ لہٰذا اس کی تلاش شروع کر دی۔ ان دنوں تین اللہ والوں کا بڑا شہرہ تھا۔ دور و نزدیک سے مخلوق اللہ ان کے دروازوں پر کھنچی چلی آتی تھی لیکن انتخاب میں انتہائی مشکل درپیش تھی کہ کس کے دامن سے وابستہ ہوں۔ بہت غور و خوض کے بعد یہ بات ذہن میں آئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے استعداد طلب کرنی چاہیے۔ چنانچہ

Marfat.com

ایک شب نماز استخارہ پڑھ کر بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے

" اے بار الٰہ ! مجھے مطلع فرمادے کہ تیرے ان تین ولیوں میں سے کس کے دامن سے وابستگی اختیار کروں "

اور پھر سر سجدے میں ڈال دیا۔ حالت سجدہ میں آپ پر نیند طاری ہو گئی' عالم رویاء میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ اونٹ پر بیشمار کتابیں لادے تشریف لا رہے ہیں۔ قریب آکر حضرت ابواسحاق ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر کہا :

" یہ کتب حضرت عبداللہ خفیف رحمتہ اللہ علیہ کی ہیں جو انہوں نے آپ کے لئے بھیجی ہیں۔"

خواب سے بیدار ہوئے تو دل بے چین تھا۔ رات کے خواب کے بارے میں سوچ ہی رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک صاحب تشریف لائے اور حضرت عبداللہ خفیف رحمتہ اللہ علیہ کی بہت سی کتابیں پیش کیں۔ خواب کی تعبیر بھی نکل آئی تھی۔ یقین ہو گیا کہ انہیں کے دامن سے وابستگی راہ حقیقت پر گامزن ہونے کے لئے ضروری ہے۔

حضرت عبداللہ خفیف رحمتہ اللہ علیہ فارس میں یکتائے روزگار تھے۔ وقت کے سلطان المشائخ تھے۔ ان کا تعلق شاہی خاندان سے تھا' لیکن بیس سال تک ٹاٹ کا لباس استعمال کرتے رہے۔ ایک رکعت میں دس ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے اور روزہ کی افطاری صرف سات منقوں سے کرتے تھے۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم نے حاضر خدمت ہو کر اپنا ہاتھ مرشد کے ہاتھ میں دے دیا اور پھر مرشد کے طریقہ پر عبادت شروع کر دی۔ قرآن و حدیث پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ رزق حلال کے لئے بڑا اہتمام کرتے تھے کیونکہ جانتے تھے کہ رزق حلال طلب نہ کرنے والے کا کوئی عمل نہیں اور دعا قبول نہیں ہوتی۔ آپ نے ساری عمر نہ کبھی حرام رزق کھایا نہ کبھی کسب حلال کے سوا لباس استعمال کیا۔ ابتدائی دور میں غربت کا یہ حال تھا کہ بھوک مٹانے کے لئے گھاس کھایا کرتے تھے۔ اس

Marfat.com

کا نتیجہ یہ نکلا کہ جسم سے سبزی جھلکنے لگی تھی۔ لباس نہایت معمولی بوسیدہ اور پیوند لگا ہوتا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اندر جو ہستی ہے وہ اللہ کی کتنی مقرب ہے۔

ایک دن آپ بیٹھے تھے کہ والدین نے گھر کے افلاس کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ مہمان نوازی درویشوں کا طرہ امتیاز ہے۔ سنا تو آپ خاموش رہے۔ اسی سال ماہ رمضان میں مسافروں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی گھر میں روٹی کا خشک ٹکڑا تک نہ تھا' اسی اثناء میں ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور خورد و نوش کا کافی سے زیادہ سامان لے کر آیا جس سے آپ نے مہمانوں کی تواضع کی۔ دوران گفتگو آپ نے فرمایا کہ جو مخلوق کی خدمت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ارادہ کیا کہ خانہ خدا تعمیر کیا جائے' سوئے تو نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ آپ نے تعمیر مسجد کا کام شروع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح مدد کی کہ پتہ بھی نہ چلا کہ کب شاندار مسجد تعمیر ہو گئی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے حج بیت اللہ پر جانے کا قصد فرمایا۔ بصرے کے مشائخ نے آپ کو دعوت پر مدعو کیا' انواع و اقسام کے کھانے موجود تھے' لیکن آپ نے گوشت کو چھوا تک نہیں۔ میزبانوں نے خیال کیا کہ شاید آپ گوشت نہیں کھاتے۔ آپ پر ان کا خیال منکشف ہو گیا اور کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے' لیکن آپ حضرات کے خیال کو قائم رکھنے کے لئے آئندہ نہیں کھاؤں گا۔"

بزرگان دین کا عمل اس قدر اولیٰ ہوتا ہے کہ مخلوق خدا از خود در دولت پر حاضری کے شرف کے لئے آنے لگتی ہے۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ کی بزرگی و ولایت کے چرچے بھی چار دانگ عالم میں ہونے لگے۔ طالبان دین و دنیا

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوتے اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتے۔ ایک مرتبہ بصرے کے وزیر کا مصاحب حیرابوالفضل آپ کے پاس آیا۔ وہ شراب پیتا تھا' آپ نے اسے توبہ کرنے کو کہا' جواباً" عرض گزار ہوا کہ جب وزیر کی مجلس برپا ہوتی ہے اور شراب کا دور چلتا ہے تو مجبوراً مجھے بھی پینا پڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تجھے شراب نوشی پر مجبور کیا جائے تو میرا تصور کر لیا کرنا۔ چنانچہ وہ تائب ہو گیا اور واپس گھر گیا تو دیکھا کہ اس کے ہاں جتنے جام و سبو موجود تھے ٹوٹے پڑے ہیں اور بوتلوں میں بھری شراب زمین پر بہہ گئی ہے۔ حیرابوالفضل یہ دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اگلی دفعہ جب وزیر کے ہاں محفل ناؤ و نوش منعقد ہوئی تو حیرابوالفضل نے شراب پینے سے انکار کر دیا وجہ دریافت کرنے پر اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا تو پھر وزیر نے اسے مجبور نہیں کیا کہ وہ شراب پئے۔

آپ کی وعظ و نصیحت قرآن و حدیث پر محیط ہوتی تھی۔ لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ جب وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی زندگیوں کا موازنہ کرتے تو بلکنے لگتے۔ ایک مرتبہ خراسان کا ایک عالم آپ کی محفل میں موجود تھا۔ وعظ سن کر دل میں خیال کیا کہ میرا علم اس سے کہیں زیادہ ہے' لیکن جو مقبولیت و شہرت اس کو حاصل ہے وہ مجھے نصیب نہیں ہے۔ اس کا باطنی خیال آپ پر ظاہر ہو گیا تو آپ نے سامعین کی توجہ قندیل کی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمایا کہ قندیل کا تیل اور پانی آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ پانی تیل سے کہتا ہے کہ اللہ نے مجھے ہر شے پر فوقیت دی ہے۔ زندگی کا انحصار مجھ پر ہے' لیکن اس کے باوجود تو میرے اوپر آجاتا ہے۔ تیل نے جواب دیا کہ میں منکسرالمزاج ہوں اور تو مغرور و متکبر' میرا تخم زمین میں ڈالا گیا' پودا بنا تو کوٹ کر کولہو میں پیلا گیا پھر خود کو جلا کر دنیا کو روشنی دی' مجھے جتنی اذیتیں دی گئیں میں نے ان سب کو نظرانداز کر دیا' یہ مثال سن کر وہ خراسانی عالم بڑا شرمندہ و نادم ہوا۔ جب وعظ ختم ہوا تو آپ کے قدموں پر گر پڑا اور ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو گیا۔

Marfat.com

خدمت میں حاضر ہوتے اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتے۔ ایک مرتبہ بصرے کے وزیر کا مصاحب حیرابوالفضل آپ کے پاس آیا۔ وہ شراب پیتا تھا' آپ نے اسے توبہ کرنے کو کہا' جواباً" عرض گزار ہوا کہ جب وزیر کی مجلس برپا ہوتی ہے اور شراب کا دور چلتا ہے تو مجبوراً مجھے بھی پینا پڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تجھے شراب نوشی پر مجبور کیا جائے تو میرا تصور کر لیا کرنا۔ چنانچہ وہ تائب ہو گیا اور واپس گھر گیا تو دیکھا کہ اس کے ہاں جتنے جام و سبو موجود تھے ٹوٹے پڑے ہیں اور بوتلوں میں بھری شراب زمین پر بہہ گئی ہے۔ حیرابوالفضل یہ دیکھ کر بے حد متاثر ہوا اگلی دفعہ جب وزیر کے ہاں محفل ناؤ و نوش منعقد ہوئی تو حیرابوالفضل نے شراب پینے سے انکار کر دیا وجہ دریافت کرنے پر اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا تو پھر وزیر نے اسے مجبور نہیں کیا کہ وہ شراب پیئے۔

آپ کی وعظ و نصیحت قرآن و حدیث پر محیط ہوتی تھی۔ لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے تھے۔ جب وہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنی زندگیوں کا موازنہ کرتے تو بلکنے لگتے۔ ایک مرتبہ خراسان کا ایک عالم آپ کی محفل میں موجود تھا۔ وعظ سن کر دل میں خیال کیا کہ میرا علم اس سے کہیں زیادہ ہے' لیکن جو مقبولیت و شہرت اس کو حاصل ہے وہ مجھے نصیب نہیں ہے۔ اس کا باطنی خیال آپ پر ظاہر ہو گیا تو آپ نے سامعین کی توجہ قندیل کی طرف مبذول کراتے ہوئے فرمایا کہ قندیل کا تیل اور پانی آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ پانی تیل سے کہتا ہے کہ اللہ نے مجھے ہر شے پر فوقیت دی ہے۔ زندگی کا انحصار مجھ پر ہے' لیکن اس کے باوجود تو میرے اوپر آجاتا ہے۔ تیل نے جواب دیا کہ میں منکسرالمزاج ہوں اور تو مغرور و متکبر' میرا تخم زمین میں ڈالا گیا' پودا بنا تو کوٹ کر کولہو میں پیلا گیا پھر خود کو جلا کر دنیا کو روشنی دی' مجھے جتنی اذیتیں دی گئیں میں نے ان سب کو نظرانداز کر دیا' یہ مثال سن کر وہ خراسانی عالم بڑا شرمندہ و نادم ہوا۔ جب وعظ ختم ہوا تو آپ کے قدموں پر گر پڑا اور ہمیشہ کے لئے آپ کا ہو گیا۔

Marfat.com

اکثر لوگ حصول طریقت کے لئے آپ کے پاس آتے تو ارشاد فرماتے "یہ راستہ بڑا کٹھن ہے۔ اگر بھوک پیاس اور ذلت برداشت کر سکتے ہو تو شوق سے اس پر قدم رکھو ورنہ ہر ممکن طریقے سے ذکر الٰہی میں مشغول رہو" اور نصیحتاً" فرماتے کہ کسی کے ساتھ برائی کرنے والے پر اللہ تعالیٰ ایسا شخص مسلط کر دیتا ہے کہ وہ اس سے برائی کا بدلہ لیتا رہتا ہے۔ یاد رکھو اللہ کا محبوب کبھی دنیا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔

حضرت قطب الدین اولیاء ابواسحاق ابراہیم بن شہریار گازرونی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اقطاب میں سے ہوتا ہے۔ مقتدایان شریعت و طریقت میں سے تھے' آپ کے مزار کو "تریاق اکبر" کہا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ جو شخص آپ کے وسیلہ سے بارگاہ خداوندی میں اپنی حاجات پیش کرتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی مراد پوری کرتا ہے۔

آپ کے ارشادات زر و جواہر سے تولنے کے لائق ہیں اور ان پر عمل کرنا دین و دنیا کی سعادتیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اہل دنیا تو انسان کے ظاہری اعتقاد کو دیکھ کر اس کو معیوب قرار دیتے ہیں لیکن خدائے لم یزل باطنی عیوب سے معیوب قرار دیتا ہے کیونکہ دین و دنیا میں اس کی اطاعت کے بغیر چارہ نہیں۔ جب آپ تولد ہوئے تو گازرون میں سوائے چند مسلمانوں کے سب آتش پرست تھے لیکن آپ کے ہاتھوں پر چوبیس ہزار آتش پرستوں نے توبہ کی اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اپنا شعار خدمت خلق بنانا چاہیے۔ دوسروں کے ساتھ برائی کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور زندگی کو ایسے سانچے میں ڈھالنا چاہیے کہ وہ دوسروں کے لئے مشعل راہ ہو اور باطل پرست اپنی باطل پرستی کو چھوڑنے پر مجبور ہو جائیں۔

Marfat.com

حضرت علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویریؒ

سرزمین غزنی میں بیشمار نامور شخصیات ہوئی ہیں۔ لیکن ان سب میں سے دو ہستیاں ایسی ہیں جن کے اسمائے گرامی تاقیام قیامت زندہ و جاوید رہیں گے۔ ان میں سے ایک سلطان محمود غزنویؒ ہیں جنہوں نے کفر کے ظاہر پر پے در پے سترہ یلغاریں کیں اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور سومنات کو اس طرح پامال کیا کہ آج تک اسے وہ مقام و مرتبہ نصیب نہیں ہوا۔ اور دوسری ہستی حضرت علی بن عثمان بن علی الجلابی الغزنوی ثم الہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی ہے جنہوں نے کفر کے باطن پر حملہ کیا اور شرک و کفر سے معمور ہندوستان کی تاریک و سیاہ فضاؤں میں توحید و الوہیت کی انگنت شمعیں روشن کیں، جن کی روشنی و تابندگی روز افزوں پھیلتی گئی اور آج برّاعظم ایشیاء میں کروڑوں مسلمان موجود ہیں۔

Marfat.com

۴۰۰ ہجری کے آخر کی بات ہے کہ غزنی میں عثمان بن علیؒ نامی ایک شخص رہتا تھا جس کا شجرۂ نسب حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا۔ بڑا زاہد و عابد تھا۔ لوگ اسے بڑی عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس کی زوجہ محترمہ بھی بڑی نیک و پارسا تھی۔ ان کا شجرۂ نسب حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا۔ اپنے اسلاف کی شرافت و نجابت' عالی ظرفی اور مکارم اخلاق ان دونوں میاں بیوی میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کا گھرانہ عوام و خواص کے لئے مرکز عقیدت و محبت تھا اور مصائب و آلام اور رنج و محن میں گرفتار انسان ان کے دراقدس پر حاضر ہو کر طالب دعا ہوتے تھے اور طالبان حق ان سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔

اس نیک و پارسا جوڑے کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و عشق میں بسر ہو رہا تھا کہ قادرمطلق نے انہیں صرف ایک ہی بیٹا عطا فرمایا جس کے دلفریب و پرکشش اور معصوم چہرے سے حسنی جمال اور حسینی جلال ہویدا تھا۔ والدین نے اس کا نام علی رکھا۔

علی بن عثمانؒ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ بڑا پاکیزہ تھا۔ ہر وقت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اس کے کانوں میں پڑتی رہتی تھی۔ آثار و قرائن سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ یہ بچہ اپنے وقت کی عظیم شخصیت ہوگا جس کے در سے ایک عالم مستفید و فیضیاب ہو گا۔ والدین کی عارفانہ نظروں نے بھی بھانپ لیا تھا کہ علی اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتا ہوا جس کا شجرہ نسب نویں پشت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا تھا معرفت الٰہیہ کے بہت بلند مقام پر فائز ہو گا لہٰذا وہ اس کی بڑے اچھے انداز میں پرورش کرنے لگے۔

وقت محو پرواز رہا' علی بن عثمانؒ ماں کی گود سے نکل کر پاؤں سے آہستہ آہستہ چلنے اور پھر بھاگنے لگا۔ والدین نے عمر کے لحاظ سے اس کی تربیت کا بھی

Marfat.com

نام خشیت الٰہی،

منافقت کا نام ز

فقر، انکار حق کا

آفت پھیلانے ک

نام حجت اور ہو

الغرض ج

لیکن جو کچھ حاص

دور دراز علاقوں

کوہستان، آذربا

علاقوں میں تشریف

ادب طے کیا۔ آ

Marfat.com

کہ صرف خراسان میں ہی تین صد مشائخ و علماء کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور علم و حکمت کے انمول موتیوں سے دامن بھرا۔

ان علاقوں میں آپ کو بڑے بڑے تجربات و مشاہدات ہوئے۔ خراسان کے قیام کے دوران میں ایک دن آپ ایک گاؤں میں پہنچے جس کا نام کمند تھا۔ وہاں ایک بزرگ شخص ادیب کمندی رہتا تھا' آپ اس سے ملے۔ پتہ چلا کہ وہ چوبیس سال سے کھڑا ہے اور صرف نماز کے دوران تشہد میں بیٹھتا تھا۔

"یا حضرت اس میں کیا حکمت ہے کہ آپ عرصہ دراز سے کھڑے ہیں۔"

آپ نے پوچھا۔

"ابھی وہ مقام نصیب نہیں ہوا کہ مشاہدہ حق میں بیٹھ سکوں ۔"

اس کا جواب سن کر آپ پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔

"مشاہدۂ حق اور معرفت الہیہ کے لئے عظیم مجاہدہ ریاضت کی ضرورت ہے"

ایک فقرہ آپ کے ذہن کے پاتال پر ابھرا اور پھر آپ سوچوں کے گہرے پانیوں میں اتر گئے اور سینے کے اندر قرب خداوندی کے حصول کے لئے ایک تڑپ پیدا ہوئی۔

جن دنوں آپ بخارا میں علم کی تلاش میں سرگرداں تھے تو کسی نے حضرت شیخ احمد سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ کے زہد و تقویٰ کی تعریف کی۔ زیارت کا شوق پیدا ہوا' لہٰذا ایک دن ان کی خدمت میں پہنچ گئے۔ وہ بزرگ چالیس سال سے رات کے وقت کبھی سوئے نہیں تھے۔ ذکر و عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ البتہ دن کے وقت مختصر سے عرصے کے لئے آرام فرما لیتے تھے۔ انہیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا وجود کہہ رہا ہو۔

"محبوب کو راضی کرنے کے لئے عاشق پر نیند حرام ہے۔"

آپ گہری سوچوں کے جزیروں میں کھو گئے اور پھر آپ کے اندر سے ایک آواز

Marfat.com

ان سب میں سے آپ حضرت ابوالعباس احمد بن محمد الاشقانی اور حضرت ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ الگرگانی رحمہم اللہ سے بے حد متاثر ہوئے۔ اول الذکر سے آپ کو بے حد انس تھا۔ حضرت ابوالعباس احمد الاشقانی رحمتہ اللہ علیہ بھی اپنے ہونہار اور پاکباز شاگرد پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ یہ بزرگ اجل اہل طریقت میں سے تھے۔ شریعت کی بے حد پاسداری فرماتے تھے۔ ان کی طبیعت ہمیشہ دنیا و عقبیٰ سے بے نیاز رہتی تھی۔ وہ اکثر پکار اٹھا کرتے تھے۔

"مجھے ایسی ہستی کی ضرورت ہے جس کا وجود نہیں۔"

بعض اوقات فرمایا کرتے تھے :

"دیدار میں فنا ہو جانا حجاب میں اٹک رہنے سے بہتر ہے۔"

حضرت ابوالقاسم الگرگانی بھی اپنے وقت کے بہت بڑے مشائخ میں سے تھے۔ علمی فنون کے ماہر تھے۔ مریدین کی دلی کیفیات کے بیان کرنے میں کمال حاصل تھا۔ ایک دن حضرت علی بن عثمان رحمتہ اللہ علیہ آپ کے سامنے اپنے احوال و مشاہدات بیان کر رہے تھے' پندار طفلی اور جوش جوانی کے عالم میں گفتگو کو طویل کر دیا۔ لیکن وہ آپ کی باتیں بڑے انہماک و غور سے سنتے رہے۔ معاً آپ کے دل میں ایک خیال گزرا۔

"شاید حضرت ابوالقاسم الگرگانی ان مقامات سے نہیں گزرے ورنہ اس انہماک سے نہ سنتے۔"

ادھر آپ کے دل میں یہ خیال گزرا' ادھر ان بزرگ نے فرمایا۔

"بیٹا علی بن عثمان ! میرا انہماک تیرے احوال کے لئے نہیں بلکہ اس ذات پاک کے لئے ہے جو خالق احوال ہے۔ یہ چیزیں ہر طالب کو پیش آتی ہیں۔ تیرے لئے کوئی خصوصیت نہیں۔"

یہ سنا تو آپ کے ہوش اڑ گئے۔ جب حضرت ابوالقاسم الگرگانی رحمتہ اللہ علیہ نے

Marfat.com

آپ کی حالت کا جائزہ لیا تو فرمایا۔

" طریقت سے آدمی کو صرف اس قدر نسبت ہے کہ جب وہ اس پر گامزن ہوتا ہے تو سمجھتا ہے اس نے منزل کو پالیا اور جب بھٹک جاتا ہے تو اپنے تصور کو عبادت میں ڈھالنا شروع کر دیتا ہے۔ نفی و اثبات اور عدم و وجود سب خیالی ہیں اور انسان کبھی خیالات کے دھندلکوں سے نجات نہیں پاتا۔ لازم یہی ہے کہ وہ بارگاہ صمدیّت میں سرنگوں رہے اور بجز مردانگی و فرمانبرداری ہر نسبت یا تعلق سے دستبردار ہو جائے۔"

وقت گزرتا رہا ایک دن آپ نے عرض کیا۔

" حضور ! شرط ہم نشینی کیا ہے ؟ "

سماعت فرمایا تو حضرت ابوالقاسم الگرگانی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

" شرط ہم نشینی یہ ہے کہ تو اپنے حصے کا طالب نہ ہو۔ ہم نشینی میں جملہ خرابیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں کہ ہر شخص اپنا حصہ طلب کرتا ہے۔ حصہ طلب کرنے والے کے لئے ہم نشینی سے تنہائی بہتر ہے۔ حقیقی ہم نشینی یہ ہے کہ اپنے حصے سے دستبردار ہو کر ہم نشینوں کے حصے کی پاسداری کرے۔"

غزنی کے دو حصے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام جلاب اور دوسرے کا نام ہجویر تھا۔ ان میں سے ایک میں حضرت علی بن عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے ددھیال اور دوسرے میں ننھیال رہتے تھے۔ آپ کے ابتدائی ایام زندگی انہیں دو علاقوں میں گزرے تھے۔ لہٰذا تحصیل علم کے بعد اپنی اس سکونتی نسبت کے حوالے سے آپ نے اپنے نام کے ساتھ الجلابی الغزنوی ثم الہجویری لکھنا شروع کر دیا اور پھر وقت کے ہم آہنگ الجلابی کا لفظ تو صرف کتابوں تک محدود ہو گیا اور ہجویری نام کا حصہ بن گیا۔

تحصیل علم کے بعد ابھی تک آپ سلوک کی راہوں پر گامزن نہیں ہوئے

Marfat.com

تھے۔ لیکن اس دوران ایسے ایسے تجربات و مشاہدات ہوئے تھے جنہوں نے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں کر دی تھی کہ معرفت الٰہیہ کے حصول کے لئے کسی ولی اللہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونا لازمی ہے۔ وگرنہ انسان کسی وقت بھی گمراہ ہو سکتا ہے اور نفس و شیطان اس پر غلبہ پاسکتے ہیں۔ لہٰذا ان سوچوں نے کسی مرشد کی تلاش کے جذبے کو فراواں کر دیا۔ اب آپ کے ذہن کے پاتال پر کئی بزرگ چہرے نمودار ہوئے۔ لیکن سینے کے اندر ان کے لئے کوئی کشش محسوس نہ ہوئی اور یہ قدرتی امر تھا۔ کیونکہ جس ہستی سے فیض عطا ہونا تھا کشش و جاذبیت تو اس کے لئے پیدا ہونی تھی۔ چنانچہ دور و نزدیک جس کسی ولی اللہ کا نام سنتے ان کی خدمت میں پہنچ جاتے لیکن گوہر مقصود میسر نہ آیا۔

جستجو صادق ہو تو مراد ضرور بر آتی ہے۔ چنانچہ ایک دن آپ حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی رحمتہ اللہ علیہ کے دراقدس پر پہنچے۔ یہ تفسیر و حدیث کے بہت بڑے معلم اور تصوف میں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک پر تھے۔ سلسلہ طریقت میں حضرت ابوالحسن علی الحصری کے مرید تھے۔ چنانچہ جب حضرت علی بن عثمان الہجویری رحمتہ اللہ علیہ ان بزرگ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو مضطرب جذبوں کو سکون میسر آگیا۔ ایک عجیب سی کشش ان کے لئے اپنے اندر محسوس کی' دل کہہ رہا تھا کہ جس منزل کی تلاش میں سرگرداں تھا وہ یہی ہے۔ حضرت ختلی رحمتہ اللہ علیہ سمجھ گئے کہ نووارد نوجوان کن خیالات و جذبات میں گھرا ہوا ہے۔ محبت سے قریب بلایا۔ شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔

"ہم بڑے دنوں سے منتظر تھے۔"

تو آپ کے سامنے منزل روشن ہو گئی۔ قدموں میں گر پڑے اور پھر حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ وقت کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

Marfat.com

انہوں نے ساٹھ سال عزلت نشینی میں گزارے تھے اور دنیا سے کوئی تعلق نہ رکھا تھا۔ دنیا بھی ان کو بھول گئی تھی۔ اکثر پہاڑوں پر رہتے تھے۔ زیادہ تر وقت کوہ لکام پر گزرا تھا۔ عمر دراز پائی تھی۔ بڑے رعب و دبدبہ کے مالک تھے۔ اہل رسوم کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے۔ دنیا کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔

" دنیا ایک روزہ ہے اور ہم روزہ سے ہیں ۔"

مقصد یہ تھا کہ دنیا بہت مختصر ہے اور ہمارا اس میں کوئی حصّہ نہیں ہے۔

حضرت علی بن عثمان الجلابی الغزنوی ثم الہجویری رحمتہ اللہ علیہ مرشد کے فرمان کے مطابق عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں مشغول ہو گئے' ایک دن آپ اپنے مرشد کو وضو کرا رہے تھے کہ آپ کے دل میں ایک وسوسہ پیدا ہوا۔

" جب ہر کام تقدیر کا تابع ہے تو یہ آزاد لوگ کیوں پیروں کے غلام بنے رہیں۔"

مرشد نے نظریں اٹھا کر مرید کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

" علی ! معلوم ہونا چاہیے کہ ہر چیز کے لئے کوئی سبب درکار ہے' جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ کسی حاجب زادے کو تخت و تاج عطا فرمائیں تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں اور اپنے کسی دوست کی خدمت اس کے سپرد کر دیتے ہیں تا کہ یہ خدمت حصول تاج و تخت کا سبب بن جائے۔"

جب آپ نے یہ سنا تو دل میں گزرنے والا وسوسہ کہیں غائب ہو گیا اور ذہن صاف ہو گیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ نووارد راہ طریقت تھے اور پھر آپ تیزی سے سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔

جب والدین نے دیکھا کہ علی بن عثمان حصول علم کے بعد اللہ کے راستے پر چل نکلا ہے تو شادی کرنے کے لئے کہا۔ حتی الامکان آپ نے گریز کا پہلو اختیار کیا لیکن بالآخر والدین کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور آپ کی شادی ہو گئی۔

Marfat.com

لیکن قضا و قدر کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ متاہلانہ زندگی زیادہ عرصہ تک برقرار نہ رہ سکی اور زوجہ محترمہ واصل بحق ہو گئیں۔ ان میں سے کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن آپ کی صفاتی کنیت ابوالحسن مشہور ہو گئی۔ والدین نے دوسری شادی کرنے پر اصرار کیا لیکن آپ نے معذرت کر لی تا کہ یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت و ریاضت کر سکیں۔

اب شب و روز مرشد کی خدمت میں رہ کر قرب الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منازل تیزی سے طے کرنے لگے۔ اس طرح کئی سال بیت گئے اور آپ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں سے دوسروں کے لئے فیض رسانی کا دروازہ کھلتا ہے۔ اسی دوران میں آپ کے والدین بھی آپ سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکے تھے۔ طائر وقت تیزی سے محو پرواز تھا کہ مرشد سے بھی جدائی کا وقت قریب آگیا۔ ان دنوں حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ دریائے بانیا اور دمشق کے درمیان ایک وادی کے کنارے پر واقع ایک چھوٹے سے گاؤں میں قیام پذیر تھے جس کا نام بیت الجن تھا۔ جب ان پر موت کی آثار ظاہر ہونے لگے تو اس وقت مرشد کا سراقدس حضرت علی بن عثمان الجلابی الغزنوی ثم الہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی گود میں تھا۔ اس ہنگام کسی دوست کے ناپسندیدہ رؤیہ کی وجہ سے آپ کی طبیعت کبیدہ خاطر تھی۔ مرشد پر آپ کی دلی کیفیت روشن ہو گئی تو زندگی اور موت کے درمیان جب بہت تھوڑا وقت تھا۔ آنکھیں کھولیں اور آخری نصیحت کی۔

"بیٹا علی! میں تجھے ایک اعتقادی مسئلہ بتاتا ہوں جس پر کاربند ہو کر تم ہر رنج و تکلیف سے محفوظ رہ سکتے ہو۔"

مرشد کی آواز سن کر آپ ہمہ تن گوش ہو گئے۔ آواز پھر کانوں سے ٹکرائی۔

"یاد رکھو ہر حال اور ہر مقام پر نیک و بد رب العزت کی طرف سے ہے اور اس کے کسی کام سے ازراہ مخاصمت کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔"

Marfat.com

یہ سنا تو دل پر سے بوجھ اتر گیا اور جب اپنے مرشد کامل حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو اطمینان و سکون نے اس پر چادر تان رکھی تھی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

یہ سانحہ عظیم تھا۔ اس سے بڑا واقعہ مرید کے لئے اور کوئی نہیں ہوتا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ چراغ بجھ جائے جس سے اس نے روشنی حاصل کی ہوتی ہے۔ حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ جن کی ذات ستودہ صفات سے سلوک و معرفت الہیہ کی راہیں روشن تھیں داغ مفارقت دے گئے تھے لیکن اپنے پیچھے حضرت علی بن عثمان الجلابی الغزنوی ثم الہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا چراغ روشن کر گئے تھے جنہوں نے اب دوسروں کے سینے میں معرفت الہیہ کے دیئے جلانے تھے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعیں فروزاں کرنی تھیں۔ رشدوہدایت کے راستے سجانے تھے اور فیض و عطا کے در باز کرنے تھے۔

والدین کی تربیت' نامور اساتذہ و مشائخ کی تعلیمات اور مرشد کی معیت و قربت سے حاصل شدہ فیوض و انعامات کا تقاضا تھا کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو واصل باللہ کریں اور کفر و الحاد و شرک کے اندھیروں میں گھرے ہوئے افراد کو روشنی میں لائیں۔ مرشد نے ایک مرتبہ سوئے ہندوستان جانے کے لئے فرمایا تھا اس کے جواب میں آپ نے عرض کیا تھا کہ وہاں ان کا پیر بھائی حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ جو موجود ہیں لیکن مرشد خاموش رہا۔ للہذا آپ نے کفرستان ہند کی طرف رخ کیا۔ جب آپ کے ارادے کا علم آپ کے احباب حضرت شیخ احمد سرخسی اور حضرت شیخ ابوسعید ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کو ہوا تو وہ بھی ہمرکابی کے لئے تیار ہو گئے۔

ہندوستان روانہ ہونے سے قبل آپ باپ کی قبر پر تشریف لے گئے۔ بعدازاں وہاں سے قدرے دور ماں کی قبر پر حاضر ہوئے جو اپنے بھائی تاج الاولیاء کے مزار کے متصل مدفون تھیں اور پھر سوئے ہندوستان چل پڑے۔

Marfat.com

میلوں کا سفر درپیش تھا' راستے کٹھن' دشوار گزار اور خطرناک تھے۔ زادراہ پاس نہ تھا لیکن ان چیزوں کو خاطر میں لائے بغیر تینوں دوست پاپیادہ چلے جا رہے تھے۔ بفضل ایزدی راستے کی مشکلات' نامساعد حالات' مخالفین کی ریشہ دوانیاں اور متشددانہ رویئے باعث رکاوٹ نہ بن سکے۔ دوران سفر جہاں قیام فرماتے تبلیغ حق فرماتے۔ گمراہوں کو جادۂ مستقیم دکھاتے۔ تاریک سینوں کے اندر نور و ہدایت کی قندیلیں روشن کرتے ہوئے ۴۳۱ ہجری میں وارد لاہور ہوئے۔

جب آپ لاہور میں داخل ہوئے تو ایک بڑھیا کو دیکھا جس نے سر پر دودھ کا برتن اٹھا رکھا تھا۔ آپ نے اسے رکنے کو کہا تو وہ رک گئی۔

"کیا تم ہمیں تھوڑا سا دودھ دوگی۔"

"ضرور پیش خدمت کرتی مگر یہ دودھ اس ظالم کے لئے لے جا رہی ہوں جسے اگر پتہ چل گیا کہ میں نے اس میں سے کسی کو دودھ دیا ہے تو اپنے کالے علم سے ہمارے جانوروں کا دودھ خشک کر دے گا۔"

بڑھیا نے جواب دیا۔ آپ نے سنا تو متبسم ارشاد فرمایا۔

"اماں! تم اس کا فکر نہ کرو۔ تم ہمیں دودھ دو۔ تمہارے جانوروں کے دودھ میں اللہ برکت دے گا۔"

بڑھیا آپ کی شخصیت و بزرگی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس نے امید اور خوف کے ملے جلے جذبات سے آپ کو دودھ دے دیا۔ لیکن رات کو جب اس نے جانوروں کا دودھ دوہا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جانوروں نے خلاف معمول اتنا دودھ دیا کہ گھر کے سارے برتن بھر گئے۔ لیکن جب اس کالے علم والے کو اس واقعہ کا علم ہوا تو بہت سیخ پا ہوا۔ چنانچہ اپنے کالے علم کے زور اور استدراجی قوت کے بل بوتے پر اس نے حضرت علی بن عثمان الجلابی الغزنوی ثم الہجویری رحمتہ اللہ علیہ کو زیر کرنے کی مقدور بھر کوشش کی لیکن اس کا کوئی حربہ اور تدبیر

Marfat.com

کارگر ثابت نہ ہوئی۔ جو بھی عمل کرتا الٹ جاتا اور پھراس پر حق روشن ہو گیا کہ باطل حق کا مقابلہ نہیں کر سکتا لہٰذا حاضر خدمت ہوا۔ اپنی حرکات پر اظہار ندامت کیا۔ معذرت خواہ ہوا اور دامن اسلام سے وابستہ ہو گیا۔ آپ نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا اور شیخ ہندی کا لقب عطا فرمایا۔

شیخ ہندی کا اصل نام رائے راجو تھا جس کا سورج بنسی کھشتری راجپوت رائے خاندان سے تعلق تھا۔ فنون حرب و ضرب کا ماہر تھا۔ علم نجوم و ریاضی میں خاصی دستگاہ تھی اور اپنے مذہب کے بارے میں خاصا واقف تھا۔ ان اوصاف کے بنا پر وہ اپنی قوم میں بڑے اثر و رسوخ کا مالک تھا۔

قبول اسلام کے بعد عبداللہ آپ کی خدمت اقدس میں رہنے لگا۔ اس نے خدمت میں کسر نہ اٹھا رکھی اور آپ نے عطا کے خزانے کھول دیئے۔ اس کی ظاہری و باطنی تربیت فرمائی۔ سلوک کے کٹھن راستوں سے گزرا جس سے اسے روحانیت میں بلند مقام حاصل ہوا۔

شیخ ہندی رحمتہ اللہ علیہ وہ پہلا چراغ تھے جو حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ نے لاہور میں اپنی آمد کے بعد کفروشرک کی فضاؤں میں روشن کیا تھا۔ اس کے بعد آپ کے مکارم اخلاق' کرامات' حلم و بردباری' علم و فراست' زہد و ورع اور استقلال و عزیمت سے کفر و الحاد و شرک کی تاریکیاں رفتہ رفتہ چھٹنے لگیں اور لوگ دامن اسلام سے وابستہ ہونے لگے۔

آج کل جہاں آپ کا مزار پاک ہے یہاں گھاس پھوس کی ایک جھونپڑی تھی جس میں آپ رہتے تھے۔ دن تبلیغ اسلام' مخلوق اللہ کی خدمت اور رشدوہدایت میں اور رات عبادت الٰہی میں بسر ہوتی تھی۔ وقت گزرتا رہا۔

رات بڑی تیرہ و تاریک تھی' آپ محو عبادت تھے۔ جھونپڑی میں دیئے کی ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف خاموشی نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔

Marfat.com

جھونپڑی سے باہر دور بہت سے قدموں کی چاپ سنائی دی جو لحظہ بہ لحظہ قریب آتی جارہی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد بہت سے لوگ جھونپڑی کے باہر آکر رک گئے۔

" اندر کوئی ہے ؟ "

فضا میں ایک آواز ابھری ۔ جواب میں حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمتہ اللہ علیہ باہر تشریف لائے۔ دیکھا تو وہ ایک بارات تھی ۔ باراتیوں میں سے ایک نے کہا۔

" ہم راستہ بھول گئے ہیں ۔"

" کونسا راستہ دکھاؤں ۔" آپ نے پوچھا

" سیدھا راستہ " وہی شخص پھر بولا ۔

" سیدھا راستہ تو پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"

آپ نے فرمایا اور باراتیوں پر ایسی نگاہ ڈالی کہ سب کے دلوں میں انقلاب عظیم برپا ہوگیا اور وہ سب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

جب آپ کی خدمت میں صرف مریدین حاضر ہوتے تو ان کے احوال کی اصلاح کے لئے اکثر اپنے سفروں کے واقعات بیان فرما کر ان سے جو نتائج حاصل ہوتے ان پر عمل کرنے کے لئے کہتے۔ لیکن جب غیر مسلم آتے تو ان کے سامنے اسلام کی حقانیت واضح کرتے تاکہ وہ لوگ ظلمت سے نور کی طرف آجائیں۔ ایک دن مریدین ہالہ کئے بیٹھے تھے تو آپ نے فرمایا۔

" اپنے سفر کے دوران میں کسی چیز سے اتنا رنجیدہ و کبیدہ خاطر نہیں ہوا جتنا جاہل خدمت گزاروں سے جو مجھے بلا تامل ساتھ لے لیتے اور بڑے آدمیوں اور دہقانوں کے گھروں پر پھرتے تھے۔ میں دلی کراہت سے ساتھ ہو لیتا اور بظاہر درگزر سے کام لیتا۔ مگر دل میں عہد کر لیتا کہ اقامت کے بعد مسافروں سے کبھی یہ سلوک نہیں کروں گا۔ یاد رکھو بے ادبوں کی مصاحبت سے یہی فائدہ ہوتا ہے کہ جو وہ کریں تم اس سے پرہیز کرو۔"

Marfat.com

مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنے دکھوں کا مداوا چاہتے تھے۔ آپ کی محفل میں ایک ہندو عورت بھی اکثر آکر بیٹھا کرتی تھی اور بڑے ادب و محبت سے آپ کی باتیں سنتی۔ آپ کی طرف دیکھتی رہتی اور جب آپ کی نگاہ اس پر پڑتی تو خوش ہو جاتی اور اٹھ کر چلی جایا کرتی تھی۔ ایک دن اس کے لواحقین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔

"وہ عورت جو اکثر آپ کے پاس آکر بیٹھا کرتی تھی عالم نزع میں ہے اور دم نہیں نکل رہا۔ آپ تشریف لے چلیں۔"

سنا تو آپ ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ آپ کے وہاں پہنچنے کی دیر تھی کہ اس عورت نے آنکھیں کھولیں۔ قرآن پاک کی چند آیات مبارکہ کی تلاوت کی اور آخرت کے طویل سفر پر چل پڑی۔ یہ آپ کی نظر کی تاثیر تھی کہ وہ عورت درپردہ مسلمان ہو گئی تھی اور بوقت وصال آپ کی شہادت ہو گئی تھی کہ وہ دنیا سے مسلمان ہو کر رخصت ہو رہی ہے۔ اس عورت کے گھر والے یہ ماجرہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے اور پھر اس عورت کو مسلمانوں کی طرح دفن کر دیا گیا۔

حضرت علی بن عثمان الجلابی الغزنوی ثم الہجویری رحمتہ اللہ علیہ کا قد میانہ۔ جسم سڈول' سینہ فراخ' چہرہ زیادہ گول نہ لانبا' سرخ و سپید رنگت' کشادہ پیشانی' گھنے ابرو' رخسار بھرے بھرے' چوڑے اور مضبوط شانے' ریش مبارک گھنی اور آنکھیں کشادہ تھیں۔ جو بھی لباس میسر آتا زیب تن فرما لیتے تھے اور ہمیشہ راضی برضا اور شاکر رہتے تھے۔

ہندوستان کی کفر و شرک سے مسموم فضا میں انگنت رشد و ہدایت کے چراغ روشن ہو گئے تھے اور روز افزوں لوگ اندھیروں سے نور کی طرف سفر کر رہے تھے کہ قادر مطلق کی طرف سے بلاوا آگیا۔ وصال سے قبل چند دن علیل رہے اور پھر اپنے حجرے میں ہی ۹ محرم الحرام ۴۶۵ ہجری کو اپنے اللہ کے پاس

Marfat.com

تشریف لے گئے۔

آپ کے بعد حضرت شیخ عبداللہ المعروف شیخ ہندی رحمتہ اللہ علیہ مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے جن کا مزار داتا دربار میں اس جگہ ہے جس طرف سے خواتین نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتی ہیں۔ ان کے وصال کے بعد ان کی اولاد مزار پاک کی مجاور و متولی ہوئی۔

ہر سال آپ کے مزار پاک کو ۹ محرم الحرم کو غسل دیا جاتا ہے اور پھر اس سے چالیس روز بعد ۱۹ صفر المظفر کو سالانہ عرس ہوتا ہے جس میں دور و نزدیک سے لوگ حاضر ہوتے ہیں اور نذرانہ عقیدت و محبت پیش کرتے ہیں۔

آپ کا در فیض صدیوں سے کھلا ہے۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ نے آپ کے در پر حاضری دی ہے اور فیض بھی حاصل کیا ہے۔ زمانے نے کئی کروٹیں لیں اور پھر ایک دن ایک اللہ والا حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور آپ کے مزار کے سامنے ایک حجرہ میں چالیس روز عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ اس دوران میں بے حد فیوض و برکات اور روحانی انعام و اکرام سے بہرہ ور ہوئے۔ بوقت رخصتی ان کے لبوں سے بے ساختہ نکلا ؎

گنج بخش فیض عالم مظہر نورخدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

گنج بخش کا لفظ ایک ولی کامل کی زبان سے نکلا تھا جو لوگوں کے دلوں اور روحوں میں نقش ہو گیا۔ یہ لقب اس قدر زبان زد عام و خاص ہوا کہ اکثریت کو آپ کا نام بھی یاد نہیں رہا اور آج آپ ہر طرف حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے ہی مشہور ہیں۔ آپ کے مزار اقدس پر صبح و شام لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ ان میں عام و خاص اور خاص الخاص سب ہوتے ہیں اور اپنے اپنے ظرف و استعداد کے مطابق فیوض و برکات سے جھولیاں بھر کر

Marfat.com

لے جاتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں کسی لمحے اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے سب اس کے ہو جاتے ہیں اور اس کے نام کو دوام مل جاتا ہے' فیض کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ جس سے لوگ آسانیوں کے سائے میں واصل باللہ ہو جاتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوالقاسم عبدالکریم قشیریؒ

فضائے بسیط میں جب اللہ اکبر کی روح پرور صدا بلند ہوئی تو نیشاپور کے ایک محلے کے چھوٹے سے مکان کے اندر۔ محو ذکر و عبادت حضرت امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمتہ اللہ علیہ کے مبارک لبوں سے بیساختہ نکلا۔

"کاش اس رات کی کوئی صبح نہ ہوتی۔"

اس کے بعد انہوں نے دو رکعت سنت ادا کیں، مٹی کے چراغ کو پھونک مار کر بجھایا اور سوئے مسجد صلوٰۃ باجماعت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ دائم الصیام اور شب بیدار بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد واپس آکر پھر اوراد و وظائف میں مشغول ہو گئے کہ اسی ہنگام گھر سے باہر شور و غوغا سنائی دیا۔ لیکن آپ اپنے معمولات میں مصروف رہے کہ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ اٹھ کر کھولا تو سامنے شہر کے اوباش و آوارہ نوجوان جن کا کام ہی شرفاء کی پگڑیاں اچھالنا اور تضحیک و تحقیر کرنا تھا کھڑے تھے۔

"کیا بات ہے ؟"

آپ نے نہایت حلم و بردباری سے پوچھا۔

Marfat.com

"سلطان ظفر نے تمہیں شہر بدر کر دیا ہے۔"

بیک وقت بہت سے گستاخوں اور بے ادبوں کی آواز فضا میں ابھری۔

"بہت اچھا"

آپ نے ارشاد فرمایا اور اندر سے لوٹا اور مصلیٰ اٹھا کر لانے کے لئے پلٹے تو ایک بدبخت نے بڑھ کر آپ کا بازو پکڑ لیا اور گھسیٹنا شروع کر دیا۔ آپ نے منہ سے اف تک نہیں نکالا۔ اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ان بے ادبوں کے لئے دعا فرمانے لگے' اسی اثناء میں کچھ بدمعاش لوگ رئیس شہر فراقی کو بھی گھسیٹتے ہوئے لے آئے اور پھر ان دونوں کو قید کر دیا گیا۔

سلطان طغرل حنفی المذہب تھا لیکن اس کا وزیر ابونصر منصور بن محمد الکندری معتزلی و بدعقیدہ اور گستاخ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھا۔ اس زمانے میں ابو سہل بن الموفق رؤساء شہر میں بڑا سخی خدا ترس اور غریب پرور تھا۔ اس کے ہاں اکثر و بیشتر حنفی و شافعی مذہب کے علماء مشائخ و آئمہ جمع ہو کر اللہ تعالیٰ' اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ ان خوبیوں کی وجہ سے سلطان طغرل اسے بے حد پسند کرتا تھا۔ کندری کو خدشہ لاحق تھا کہ سلطان اسے معزول کر کے ابوسہل کو وزیر نہ بنا لے چنانچہ اس نے سلطان سے کہا کہ معتزلہ اور بدعقیدہ لوگوں کے خلاف مہم چلانی چاہیے۔ سلطان اس کی چال میں آگیا اور اسے اجازت و مرحمت فرمادی لہٰذا اس حکم کی آڑ میں کندری نے راسخ العقیدہ افراد کو وعظ و نصیحت سے روک دیا۔ علماء حق کو خطابت سے معزول کر دیا۔ جو لوگ اس کی آنکھ میں خار بن کر چبھتے تھے انہیں شہر بدر کر دیا گیا۔ لیکن ان دنوں ابوسہل بن الموفق شہر میں موجود نہیں تھا لیکن اس کا اپنا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ اس نے بہت سے فنون حرب کے ماہر افراد کو اپنا ہمنوا بنا لیا اور دل میں ٹھان لی کہ وہ حضرت ابوالقاسم قشیری کو بہرصورت قید سے آزاد کرائے گا۔

Marfat.com

رات کی تاریکی جب گہری ہو گئی تو ابوسہل شہر میں داخل ہوا۔ شہر کے دراوزے کے قریب اس کا اپنا گاؤں تھا' وہاں اس نے اپنے ہم نواؤں کو اکٹھا کیا اور نعرہ تکبیر اتنے زور سے بلند کیا کہ شہر گونج اٹھا۔ وہ لوگ جو فتنہ و فساد اور جنگ و جدل کو نقصان دہ سمجھتے تھے انہوں نے حاکم شہر کو مشورہ دیا کہ وہ حضرت امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ کو رہا کر دے کیونکہ انہیں پس دیوار زندان رکھنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں تھا۔ لیکن قوت کا نشہ اور حاکم وقت کی ناجائز خوشنودی حاصل کرنے کی تمنا انسان کا اندھا کر دیتی ہے۔ لہٰذا حاکم شہر فوج لے کر مقابلے پر آیا اور بازار میں دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہو گیا۔ حاکم شہر خود بھی زخمی ہو گیا۔ ابوسہل فوج کے ہمراہ قید خانے میں پہنچا تو حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ یاد الٰہی میں مصروف تھے۔ چہرہ انور سے نور برس رہا تھا۔

"یا حضرت! تشریف لے چلیے۔"

ابوسہل نے بڑے ادب سے کہا تو آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا اور پھر ایک ماہ سے زائد عرصہ جیل میں گزارنے کے بعد ابوسہل کے ساتھ قید سے باہر آ گئے۔

ابوسہل بن الموفق جانتا تھا کہ کندری کو جب علم ہو گا تو بڑا سیخ پا ہو گا' اس نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے جو آگ روشن کی تھی کہ بدعقیدوں کی آڑ میں اہلسنّت اور ان کے اکابرین پر عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے۔ وہ پھیل کر خراسان' شام' حجاز اور عراق وغیرہ میں بھی پہنچ چکی تھی۔ اسے یقین تھا کہ سلطان طغرل بیگ کو اس بات کا پتہ چلنے نہیں دیا جا رہا۔ وہ استوا چلا گیا تاکہ سلطان کو صورتحال سے آگاہ کرے۔ رکنی کے مقام پر جہاں لشکر کا پڑاؤ تھا کندری بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس نے سلطان کو سارے واقعات مرچ مصالحہ لگا کر سنائے۔ چنانچہ ابوسہل کو قلعہ میں بند کر دیا گیا اور بغاوت کے الزام میں ساری دولت و جائیداد ضبط کر لی۔ فتنہ کندری دس سال تک جاری رہا۔ ۴۴۸ ہجری میں جب امام ابوالقاسم

Marfat.com

قشیری رحمتہ اللہ علیہ نقل مکانی فرما کر سوئے بخارا روانہ ہوئے تو انہی دنوں ابو سہل الموفق کو بھی جیل سے رہا کر دیا گیا تو وہ حج پر چلا گیا۔

حضرت امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ ان عربوں کی اولاد میں سے تھے جو خراسان کے نواح میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ آپ ماہ ربیع الاول ۳۷۶ ہجری میں استوا کے مقام پر پیدا ہوئے۔ ابھی بچے تھے کہ والد مکرم ہوازن کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو اہل دیہہ کو دیکھا کہ بھاری لگان کے بوجھ تلے دبے ہوئے تھے۔ اکثریت زمیندار طبقے کے خلاف تھی۔ آپ بچپن سے بڑے حساس تھے۔ لوگوں کو دکھ میں مبتلا دیکھ کر خود بھی دکھیا ہو جایا کرتے تھے۔ فیصلہ کیا کہ نیشاپور جا کر علم حساب میں مہارت حاصل کریں گے اور پھر متعلقہ محکمہ میں ملازمت حاصل کر کے لوگوں کو قوت برداشت سے زیادہ لگان کے بوجھ سے چھٹکارا دلایا جائے گا۔

ان دنوں نیشاپور خراسان کا دارالسلطنت تھا۔ وہاں بڑے بڑے جید علماء اور بزرگان وقت موجود تھے۔ حضرت امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ جس نیت سے آئے تھے بڑا واضح تھا۔ لیکن اللہ تبارک تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ نیشاپور میں آپ کے لئے ملازمت نہیں درویشی رکھی تھی۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جنہیں زنجیروں میں جکڑ کر جنت کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ حضرت امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ ان دنوں نیشاپور میں حضرت ابوعلی الحسن بن علی الدقاق رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے ولی کامل اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ حضرت امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا ذکر سنا تو زیارت کا شوق دل میں فراواں ہوا۔ دراقدس پر حاضر ہوئے تو بڑے علماء' آئمہ و بزرگان دین کو مؤدب بیٹھے پایا۔ اس وقت آپ دنیا کی قباحتوں اور آخرت کی راحتوں کے بارے میں بیان فرما رہے تھے۔

Marfat.com

"صاجو! سن لو جس شخص نے دنیا کی خاطر کسی کے سامنے تواضع کی تو اس کا دو تہائی دین جاتا رہا' کیونکہ اس نے زبان اور امکان سے اس کے سامنے اپنے آپ کو جھکایا ہے اور اگر دل سے تعظیم کرنے کا اعتقاد رکھے یا دل سے اس کے سامنے جھکے تو اس کا سارا دین جاتا رہا۔"

یہ کہہ کر آپ نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں اور نہایت رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"میں نے تجھے دیکھ لیا ہے اسی لئے تو میں تجھے چاہتا ہوں' میں نے اپنے آپ کو بیچ کر تجھے خریدا ہے۔"

یہ فرمانے کی دیر تھی کہ ماحول میں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ حاضرین ہچکیاں بھر رہے تھے۔ حضرت امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا سماں اور ماحول اس سے قبل کب دیکھا تھا۔ حضرت ابوعلی الدقاق رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ایک لفظ دل میں اتر گیا تھا۔ سرکاری ملازمت کا خیال دل سے جاتا رہا اور راہ طریقت کو اختیار کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت ابوعلی دقاق رحمتہ اللہ علیہ نے کشف سے حضرت امام قشیری رحمتہ اللہ علیہ کی علامات نجابت کو بھانپ لیا تھا۔ جب توجہ فرمائی تو آپ کا دل بے قابو ہو گیا۔ اٹھ کر شرف قدم بوسی سے بہرور ہوئے اور سلسلہ ارادت میں شامل ہو گئے۔

ادب اور محبت دو ایسی عظیم قوتیں ہیں جن کی وجہ سے دین و دنیا کی دولت انسان کے قدموں میں ڈھیر ہو جاتی ہے۔ ان میں سے اگر ایک بھی غائب ہو تو انسان نامراد رہتا ہے۔ حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ میں یہ دونوں صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ جب آپ نے مرشد کی محفل میں جانا ہوتا اس دن روزہ رکھتے اور غسل فرماتے۔ متعدد بار ایسا ہوا کہ شرم و حیا کی وجہ سے دراقدس سے ہی واپس لوٹ آئے۔ اگر اندر تشریف لے جاتے تو بدن میں سنسناہٹ پھیل

Marfat.com

جاتی۔ پاس ادب سے محفل میں نظریں جھکائے بیٹھے رہتے۔ لیکن مرشد کامل تمام سوالات کا جو آپ کے دل میں ہوتے از خود جوابات دے دیتے تھے۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک مرشد نے دنیا سے پردہ نہیں فرما لیا۔ آپ کے مرشد اپنے اس مرید باوصف کے بارے میں کلی طور جانتے تھے اور علم تھا کہ یہ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ و امام ہوں گے لہٰذا اپنی صاجزادی حضرت فاطمہ رحمتہ اللہ علیہ آپ کے عقد میں دے دی' جن کے بطن سے پانچ صاجزادے اور ایک لڑکی نے جنم لیا۔ جو سب کے سب بڑے عالم فاضل اور زاہد و عابد تھے۔

حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ شہسواری و سپاہ گری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ درس حدیث پاک بھی دیا کرتے تھے۔ آپ امام الخطاب تھے۔ وعظ میں اس قدر تاثیر تھی کہ پتھردل انسان بھی موم کی طرح پگھل جاتا تھا۔ حضرت ابوالحسن علی بن حسن یاخزدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"اگر امام قشیری کا وعظ پتھر سے ٹکرا جائے تو وہ موم بن جائے اور اگر شیطان کو ان کی مجلس میں باندھ دیا جائے تو تائب ہو جائے۔"

آپ کلام اللہ سے استنباط کرنے' مشائخ عظام کے بیانات و فرمودات سے ارشادات بیان کرنے میں لاثانی تھے۔ آپ بہترین خوش نویس' مایہ ناز ادیب و شاعر بھی تھے۔ آپ کی شاعری اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پند و نصائح پر محیط تھی۔ آپ تیرہ کتب کے مصنف ہیں۔ اگرچہ تمام بڑی معروف ہیں لیکن رسالہ قشیریہ کو دنیائے تصوّف میں بڑا بلند مقام حاصل ہے۔ جس کے اب تک کئی زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔

حضرت سید علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے قشیری سے پوچھا کہ فقر میں آپ کی ابتداء کیسے ہوئی تو فرمایا۔"مجھے گھر کی کھڑکی کے لئے پتھر کی ضرورت تھی' تلاش میں نکلا' جس پتھر کو اٹھاتا گوہر بن جاتا تھا لہٰذا اسے پھینک دیتا۔" آپ کے نزدیک پتھر گوہر سے بہترین تھا کیونکہ انہیں پتھر کی ضرورت تھی گوہر

Marfat.com

کی نہیں۔

کندری کے پھیلائے ہوئے فتنے کی وجہ سے جب آپ بغداد پہنچے تو وہاں القائم باللہ سے ملاقات ہوئی۔ خلیفہ کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو بڑی عزت و احترام سے پیش آیا۔ محل کے اندر لے گیا جہاں خصوصی محفل کے انعقاد کا بندوبست تھا اور درخواست کی کہ تبرکا" کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ کی زبان درافشاں سے عشق و معرفت کے گراں قدر لعل و گہر جھڑنے لگے۔ ایسے ایسے نکات و اسرار منکشف ہو رہے تھے جن سے حاضرین محفل کے کان آج تک ناآشنا تھے۔ خلیفہ بے حد متاثر ہوا' بڑے ادب کے ساتھ رخصت کیا اور آپ کے اعزاز و اکرام کے احکام صادر فرما دیئے۔

آپ جہاں تشریف لے جاتے لوگ سر آنکھوں پر بٹھاتے۔ کچھ عرصہ بغداد میں قیام فرمانے کے بعد پھر نیشاپور تشریف لے گئے لیکن وہاں کی صورتحال میں سرمو فرق نہ آیا تھا۔ خراسان اور اس کے اطراف و جوانب میں بھی لوگ انتہائی پریشانی کے عالم میں تھے۔ کندری کی بدعقیدگی اور ظلم و جور سے لوگ نالاں و پریشان تھے' ان حالات میں جو کچھ بن پڑتا تھا۔ علماء حق اور بزرگان دین لوگوں کو استقامت اور راہ حق پر گامزن رہنے کی تلقین فرماتے اور ٹوٹے دلوں کی یہ کہہ کر ڈھارس بندھاتے کہ اللہ تعالٰی عنقریب بہتری کی صورت پیدا کر دے گا۔ جب حج کا موسم آیا تو تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد بزرگان دین و اولیاء اللہ نے آپ سے کہا کہ وہ کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ منبر پر بیٹھ گئے پھر آسمان کی طرف نظریں جمائیں کچھ دیکھتے رہے پھر تھوڑی دیر تک سر کو خم کر کے بیٹھے رہے پھر ارشاد فرمایا۔

" اے اہل خراسان ! اپنے اپنے ملک کو جاؤ تمہارے دشمن کندری کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ہیں۔"

حاضرین نے وہ دن تاریخ اور وقت ذہن نشین کر لیا جب وہ واپس گئے تو

Marfat.com

وہی دن تاریخ اور وقت تھا جب سلطان طغرل بیگ نے کندری کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے انہیں دوسرے شہروں میں منتشر کرنے کا حکم دیا تھا۔

حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے مفسر' محدث' ولی اللہ اور عالم تھے۔ دور و نزدیک سے لوگ آپ سے فیضیاب ہونے کے لئے آتے تھے۔ آخر وہ وقت آگیا جب ہر انسان نے دار لبقا کی طرف رحلت کرنا ہوتی ہے۔ جب آپ بستر مرگ پر سخت بیماری کی حالت میں تھے تو روزمرہ کے معمولات میں فرق نہیں آنے دیا۔ آپ کا ایمان تھا کہ اللہ تعالٰی کسی نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ لہٰذا آپ دم واپسیں تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے۔ آخر اپنے رب کے پاس جانے کا لمحہ آگیا ماہ ربیع الاول کی سولہ تاریخ اتوار کا دن تھا اور سن چار سو پینسٹھ ہجری تھا کہ آفتاب کے نمودار ہونے سے قبل جان جان آفرین کے سپرد کردی۔ اس وقت آپ کی عمر بانوے سال تھی اور پھر آپ کو اپنے شیخ طریقت اور خسر حضرت ابوعلی دقاق رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کر دیا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر حال میں راہ حق پر گامزن رہنا چاہیئے بدعقیدہ و بدمذہب لوگ اپنے افکار و خیالات پھیلانے کے لئے حاکم وقت کو بھی گمراہ کرنے میں کسر نہیں اٹھا رکھتے اور ہر سو فتنہ و فساد کی آگ روشن کر دیتے ہیں۔ لیکن ان فتنہ پردازوں کی بھڑکائی ہوئی آگ زیادہ دیر قائم نہیں رہتی اور وہ خود ہی اس میں جل کر بھسم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے حالات میں لوگوں کی ڈھارس بندھانا چاہیئے تاکہ وہ گمراہ نہ ہوں۔

Marfat.com

حضرت ابو حامد الغزالیؒ

آج سے ساڑھے نو صدیاں قبل خراساں کے ضلع طوس کے شہر طاہران میں جب سورج دامان مشرق سے طلوع ہوا تو اس کی آب و تاب قابل دید تھی۔ فضا میں ایسا کیف و نور تھا جو مردہ دلوں کو روشنی اور راحت بخش رہا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے رحمت باری تعالیٰ کا بحربیکراں ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ اس دن محمد نامی ایک سوت فروش کے ہاں ایک بچہ تولد ہوا جس کی برکت سے نہ صرف اہل خانہ بلکہ طاہران کے عام لوگ بھی غیرمحسوس طور پر طمانیت و سکون محسوس کرنے لگے۔ آبائی پیشے کی نسبت سے سب اس بچے کو غزالی کے نام سے پکارنے لگے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ ایک دن یہی بچہ حجتہ السلام حضرت ابوحامد بن محمد الغزالی رحمتہ اللہ علیہ بن کر آسمان فلسفہ و منطق و تحقیق و علم الکلام وغیرہ پر آفتاب و ماہتاب کی مانند چمکے گا۔ جس کے سامنے بڑے بڑے منطقی و فلاسفر محقق و نقاد اور مفکر و عارف سرتسلیم خم کئے نظر آئیں گے۔

آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے والد گرامی کا وقت آخر قریب آگیا۔ انہوں نے اپنے ایک دوست کو بلا کر اپنے دونوں بیٹوں محمد غزالی اور احمد غزالی کو

Marfat.com

اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"دوست میں بہت جلد اپنے خالق حقیقی کے پاس پہنچنے والا ہوں خود زیور تعلیم سے محروم رہ گیا تھا لیکن میری دلی تمنا ہے کہ ان دونوں بھائیوں کو تعلیم سے بہرہ ور کیا جائے تا کہ میری جہالت کا کفارہ ہو سکے۔"

اور پھر اسے تھوڑا سا نقد روپیہ دیا جو کہ انہوں نے اس غرض کے لئے محفوظ کر رکھا تھا۔ دوست نے وعدہ کیا تو آپ کے والد محترم نے سکھ کا سانس لیا اور سکون کے ساتھ داعی اجل کو لبیک کہا۔

باپ کے وصال کے بعد دوست نے بڑے بھائی محمد غزالی کو تعلیم دلانا شروع کر دی کیونکہ احمد غزالی ابھی کمسن تھا بصد مشکل ابھی ابتدائی تعلیم کے مراحل ہی طے کئے تھے کہ ایک دن آپ کے والد کے دوست نے بلا کر کہا۔
"بیٹا ! تمہارے والد نے جو روپیہ دیا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔ تمہاری تعلیم کے مزید مصارف برداشت کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں لہٰذا تم دونوں بھائی کسی مدرسے میں داخل ہو جاؤ"۔

ان دنوں مدرسے بہت کم تھے زیادہ تر اہل علم اپنے گھروں ہی میں تشنگان علم کی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے طاہران میں ہی وہاں کے ایک بزرگ حضرت احمد بن محمد رافکائی رحمتہ اللہ علیہ سے فقہ کی کتب پڑھیں۔ پھر جرجان میں تشریف لے جا کر مشہور عالم امام ابونصر اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔ دوران تحصیل علم استاد مکرم جو بھی درس دیتے آپ اسے بڑی حزم و احتیاط سے لکھ لیا کرتے تھے۔ ایسی یادداشتوں کو عام اصطلاح میں تعلیقات کہتے ہیں۔ علم کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد ایک قافلے کے ساتھ طاہران روانہ ہوئے۔ دوران سفر جنگل کے ڈاکوؤں نے قافلے والوں کا سارا مال و اسباب لوٹ لیا۔ جس میں تعلیقات بھی تھیں۔ آپ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور

Marfat.com

تعلیقات کی واپسی کی تمنا ظاہر فرمائی۔ ڈاکوؤں کا سردار مسکرایا اور تعلیقات واپس کرتے ہوئے کہا۔

”لڑکے یہ کیسا علم سیکھ کر آئے ہو کہ کاغذات کے کھو جانے سے تم بے علم ہو جاتے ہو؟“

ڈاکو کی یہ بات حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے دل میں گھر کر گئی اور آئندہ علم کو سینے میں محفوظ رکھنے کا عزم بالجزم کر لیا اور اپنی اولین فرصت میں تعلیقات میں مندرج تمام مسائل کو ازبر کر لیا۔

آپ کی علمی قابلیت و تبحر فضل ایزدی سے ان بلندیوں تک پہنچ چکا تھا جہاں معمولی علماء آپ کی تسلی و تشفی کرنے سے قاصر تھے۔ اس لئے علم کی جستجو میں وطن مالوف کو خیرباد کہہ کی نیشاپور تشریف لے گئے۔ جہاں حضرت عبدالمالک ملقب ضیاء الدین المعروف امام الحرمین مدرس تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے ”غزالی دریائے زخار ہے“۔ آپ قلیل مدت میں دور و نزدیک مشہور ہو گئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے باوجود استاد کی محبت سے فیضیاب ہونے کو سب پر ترجیح دیتے تھے۔ لہٰذا جب امام الحرمین کا انتقال ہوا تو آپ نے نیشاپور کو خیرباد کہا۔ اس وقت آپ کی عمر صرف اٹھائیس برس تھی اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ آپ قرآن حکیم کی حکمتوں سے آشنا' حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گہرائیوں سے واقف' فقہ کے اجتماعی مسائل سے کماحقہ آگاہ' اخلاق کی رفعتوں سے روشناس' تصوّف کے بحربیکراں کے مایہ ناز غوّاص' فلسفہ کی پیچیدگیوں اور موشگافیوں سے بہرور اور عمل و فکر کے گہرے پانیوں کے فیوض سے آشنا تھے۔ عمیق مشاہدات و تجربات نے آپ کی زندگی میں ایسا نکھار پیدا کر دیا تھا جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ آپ اہلسنّت و الجماعت کے عقائد کے پرجوش حامی تھے۔ ان دنوں بلاد اسلامیہ میں آپ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا۔

اس وقت بغداد میں نظام الملک کی حکومت تھی۔ اس کے دربار میں اہل

Marfat.com

علم کا ہجوم رہتا تھا۔ ہر اس مباحثے میں جس میں آپ نے شرکت فرمائی ہمیشہ آپ ہی کا پلہ بھاری رہا۔ نظام الملک آپ کی عملی صلاحیتوں کا معترف تھا۔ اس نے آپ کو درس گاہ نظامیہ میں مدرس اعظم کی حیثیت سے منتخب کر لیا اور یہ وہ عہدہ تھا جس کے حصول کے لئے جید علماء اور باکمال ہستیاں عمریں صرف کر دیا کرتی تھیں۔ اس وقت آپ کی عمر چونتیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ بقول امام صاحب ان کے شاگردوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ تین سو جید علماء بحیثیت شاگرد ہر وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔

بچپن سے ہی حجتہ السلام حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کو قدرت نے حقائق اشیا کی دریافت و تحقیقات و احتیاط کا مادہ بدرجہ اتم ودیعت کر رکھا تھا۔ اوئل عمری میں ہی فلسفہ کی گتھیاں سلجھانے میں مصروف رہے اور یونانی اسلامی فلسفے کا گہرا مطالعہ کیا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کورانہ تقلید کی بندشوں سے قطعی آزاد ہو گئے اور ان عقائد سے بھی خود کو آزاد کر لیا جو سنتے سنتے آپ کے ذہن میں جم گئے تھے۔ آپ سوچا کرتے تھے کہ یقینی و حقیقی علم کی شان یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ و ابہام کا گزر تک نہ ہو سکے۔ لہٰذا آپ ہر فرقہ کے عقیدے کی چھان بین کرتے اور اس کی اصل تک پہنچتے۔ اس طرح آپ نے ہر گروہ کے مذہبی اسرار و رموز کر پرکھا تاکہ اہل حق اور اہل باطل، اہلسنّت اور اہل بدعت میں خط امتیاز کھینچ سکیں۔ علم یقینی و حقیقی کی تلاش میں جب آپ سرگرداں تھے تو اپنے خیالات وافکار کا بھی جائزہ لیا۔ آپ فرماتے ہیں میں نے ذاتی محاسبہ کیا تو محسوس ہوا کہ میرا یقینی علم صرف حسیات و بدیہات تک ہے اور جب میں نے اس کے بارے میں مزید کاوش کی تو حسیات میں بھی شک ہونے لگا۔

آپ کے دور مسعود میں چار فرقے تھے۔ پہلا فرقہ متکلمین کا تھا جس کا دعویٰ تھا کہ وہ اہل رائے اور اہل نظر ہے۔ دوسرا فرقہ باطنیہ کا تھا اس کا گمان تھا کہ وہ اصحاب تعلیم ہے اور امام معصوم سے اقتباس کرتا ہے۔ تیسرا فرقہ فلاسفہ کا

Marfat.com

تھا اسے زعم تھا کہ وہ اہل منطق و برہان ہے اور چوتھا فرقہ صوفیہ کا تھا جس کا دعویٰ تھا کہ صوفیاء کرام خاصان بارگاہ الٰہی اور صاحبان مشاہدہ و مکاشفہ ہیں۔ آپ نے ان چاروں فرقوں کے بارے میں خوب غور و خوض کیا اور نتیجہ اخذ کیا کہ ان چاروں فرقوں میں سے کوئی ایک فرقہ یقیناً حق پر ہے اور اگر ان میں سے حق باہر ہے تو پھر حق ملنے کی امید عبث ہے۔ اول الذکر تینوں فرقوں کے بارے میں تو تحقیق و تدقیق نے ثابت کر دیا کہ ان میں بہت بڑا خلا موجود ہے جو علم کو یقینی بنانے سے قاصر ہے۔ فرقہ صوفیہ کے مطالعہ سے یہ عرفان حاصل ہوا کہ یہ ارباب حال لوگ ہیں' اصحاب قال نہیں۔ ان کی راہوں پر چلنے سے نفس کی دشواریاں قطع ہو جاتی ہیں۔ انسان اخلاق ذمیہ اور صفات خبیثہ سے پاک ہو جاتا ہے اور قلب غیراللہ سے خالی ہو کر ذکر اللہ سے روشنی پا کر عرفان الٰہی حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن اس مقام پر پہنچنے کے لئے سلوک کی منازل طے کرنا ضروری ہے۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد خود پر نظر ڈالی تو خود کو علائق دنیوی میں گرفتار پایا۔ آپ کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس ہنگام ایسے لگا جیسے غیب سے کسی نے آواز دی ہو۔

"غزالی اگر حال کی اصلاح نہ کی تو نار جہنم میں گرو گے۔"

یہ آواز سن کر عجب حال ہو گیا' قلب و ذہن میں جنگ چھڑ گئی۔ دنیا کا سب سے بڑا منصب حاصل تھا اسے چھوڑنا آسان نہ تھا' اگر صبح کو بغداد چھوڑ دینے کی نیت ہوتی تو شام کو خواہشات نفسانی کا لشکر اس طرح حملہ آور ہوتا کہ بغداد سے چلے جانے کی نیت کا نام و نشان تک مٹا دیتا۔ یہ کشمکش چھ ماہ تک جاری رہی' لیکن فیصلہ نہ کر پائے آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو راست رخ پر راہنمائی کرنے کے لئے اس کی زبان بند کر دی اور پھر حالت یہ ہو گئی کہ ذہنی الجھاؤ کی وجہ سے نظام ہضم بری طرح متاثر ہوا اور ثرید تک بھی معدہ قبول نہ کرتا تھا۔ انتہائی کمزوری لاحق ہو گئی۔ اطبا آپ کی زندگی سے مایوس ہو گئے' جب آپ عاجز و درماندہ ہو گئے

Marfat.com

تو بارگاہ ایزدی میں گڑگڑائے، مجیب الدعوات نے ان کی التجا سن لی اور آپ نے کچھ مال اہل و عیال کی کفالت کے لئے اور کچھ مال عراق کے مصالح قومی کے لئے مختص کرنے کے بعد بقیہ سارا مال غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا اور جب ماہ ذوالقعدہ ۴۸۸ ہجری میں بغداد سے روانہ ہوئے تو بدن پر صرف ایک کمبل تھا اس وقت آپ کی عمر اڑتیس سال تھی۔

آپ نے علم یقینی کی جستجو میں اپنے سفر کا آغاز نقطہ شک سے کیا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ نورالٰہی نے آپ کے تمام شکوک کو رفع فرما کر آپ کے دل کو منور کیا اور ایسا عرفان بخشا کہ آپ کے بعد آنے والوں کے لئے قرب الی اللہ کے راستے پر چلنا آسان ہو گیا۔ شروع سے ہی آپ پر یہ حقیقت عیاں تھی کہ تصوّف کی منازل کو بغیر پیر و مرشد کی رہنمائی کے طے نہیں کیا جاسکتا۔ لہٰذا طوس میں ہی آپ نے حضرت شیخ ابوعلی فارمدی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کر لی تھی۔

بغداد سے آپ دمشق پہنچے جہاں سوائے گوشہ نشینی و خلوت گزینی، ریاضت و مجاہدہ، ذکر الٰہی، تزکیہ نفس اور تہذیب و اخلاق کے کوئی اور مشغلہ نہ تھا۔ اکثر جامع مسجد اموی کے مینار پر چڑھ کر اندر سے دروازہ بند کر لیا کرتے تھے اور شب و روز عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ مسجد کی مغربی جانب جو زاویہ ہے وہاں کبھی کبھار متلاشیان حق کو درس دیا کرتے تھے۔ دو سال قیام کے بعد آپ بیت المقدس تشریف لے گئے، وہاں الصخرہ میں جا کر اندر سے دروازہ مقفل کر لیتے اور اللہ تعالیٰ سے لو لگا لیتے۔

۴۹۹ ہجری میں مقام خلیل پر جہاں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا روضہ اطہر ہے حاضری دی اور تین باتوں کا عہد کیا، اول کسی بادشاہ کے دربار میں نہ جاؤں گا۔ دوم کسی بادشاہ کا عطیہ نہ لوں گا اور سوم کسی سے مناظرہ اور بحث نہ کروں گا۔ یہاں سے حج پر تشریف لے گئے اور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے آستانہ پر حاضری دی جہاں ان گنت جلوؤں اور رحمتوں کا نزول ہوا اور بیشمار مشکل کٹھن مقامات سے گزرنے میں آسانیاں نصیب ہوئیں۔

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ مسلسل گیارہ سال تک مختلف شہروں' قصبوں' جنگلوں اور ویرانوں میں تلاش حق میں گھومتے رہے۔ اس اثناء میں کئی صوفیاء کرام کی خدمت میں رہ کر عرفان کی منزلیں طے کیں۔ بزرگان دین کی کتب زیر مطالعہ رہیں۔ سب سے زیادہ حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہم سے متاثر ہوئے۔ راہ سلوک میں جن مقامات سے گزرے کیفیات و مشاہدات و مکاشفات سے دوچار ان سب کو ضبط تحریر میں بھی لاتے رہے۔ احیاء العلوم جیسی بلند پایہ کتاب اسی دور کی تصنیف ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے اس دور میں فلاسفہ' متکلمین اور بدمذہبوں کے عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ کا پرواز زوروں پر تھا۔ انہوں نے دین کے نام پر عجیب و غریب فتنے جگا رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے عامتہ المسلمین عجیب الجھن و مخمصے میں گرفتار تھے۔ چنانچہ آپ نے ان کا سدباب کرنے اور ان کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا اثر زائل کرنے کے لئے رہوار قلم کو جنبش دی اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے تشنہ نہیں چھوڑا۔ بدمذہبوں کے مذموم افکار و خیالات پر زبردست تنقید کی اور یونانی فلسفے کی نہ صرف دھجیاں ہی اڑائیں بلکہ ان کے پراپیگنڈے کا اس طرح جامع مدلل اور مستند انداز سے جواب دیا کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنا مشکل ہو گیا۔

آپ کی ہستی بالکل منفرد ویگانہ تھی۔ سلطنت کے مقاصد کا عملی تجربہ تھا کیونکہ آپ بغداد میں دربار خلافت میں باریاب تھے اور ملکی معاملات میں اکثر آپ سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ وزارئے سلجوقیہ آپ کے ارادت مند تھے۔ گیارہ سالہ درویشی و سفر کے دوران ہر ملک کے حالات سے آگہی حاصل تھی۔ مشاہدہ و تجربہ شاہد تھا کہ سلطنت کے نظم و نسق میں جمہوریت نام کی کوئی چیز نہیں اور ان تمام خرابیوں کی بنیادی وجہ یہی تھی کہ حکومت و سلطنت کے متعلق عوام الناس کو کسی

Marfat.com

قسم کے اظہار رائے کی آزادی اور حق حاصل نہ تھا چنانچہ امربالمعروف کے تحت آپ نے سلاطین کو خطوط لکھے جن میں اسلام کے عقائد بیان کرنے کے بعد تحریر فرمایا۔

" صاحبو سن لو ! اللہ تعالیٰ کے حقوق آسانی سے معاف ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے لیکن حق العباد کے معاف ہونے کی کوئی تدبیر نہیں۔ حکومت بہت عظیم الشان اور پرخطر منصب ہے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالیہ ہے کہ روز جزا سب سے زیادہ عذاب ظالم بادشاہ کو دیا جائے گا۔ لہٰذا حاکم وقت کو اس پر قناعت نہیں کر لینی چاہیے کہ وہ خود ظلم و جور کا ارتکاب نہیں کرتا بلکہ وہ اس بات کا بھی ذمہ دار ہے کہ اس کے غلام و عہدے دار اور عامل کسی پر ظلم اور تعدی نہ کریں۔ حاکم وقت کو ہر معاملے میں یہ فرض کر لینا چاہیے کہ وہ عام شخص ہے اور فرمانروا کوئی اور ہے۔ اس صورت میں وہ اندازہ کر سکتا ہے کہ جو معاملہ وہ دوسروں کے ساتھ کرنا چاہتا ہے اگر اس کے ساتھ بھی کیا جاتا تو وہ اسے پسند کرتا یا نہیں۔ اگر وہ اس کو اپنے حق میں جائز تصور نہیں کرتا اور وہی معاملہ اپنے زیر دستوں کے ساتھ روا رکھنا چاہتا ہے تو وہ دغاباز اور خائن ہے۔"

حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کی عمر جب پچپن سال سے کم تھی کہ معبود حقیقی کی طرف سے بلاوا آگیا۔ ۱۴ جمادی الثانی ۵۰۵ ہجری بروز سوموار جب صبح کے وقت بیدار ہوئے تو وضو کیا نماز ادا فرمائی پھر کفن منگوایا اسے آنکھوں سے لگایا اور فرمایا "آقا کا حکم سر آنکھوں پر۔" یہ کہہ کر اپنے پاؤں مبارک پھیلا دیئے۔ شاگردوں نے جب تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو وہ مبارک ہستی واصل بحق ہو چکی تھی جو نہ صرف دنیائے اسلام میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکی بلکہ یورپی دنیا میں بھی بے حد مشہور و مقبول تھی کیونکہ اس نے ایسے علوم و فنون کے دروازے وا کر دیئے تھے جن سے لوگ پہلے ناآشنا تھے۔ آن واحد میں آپ کے وصال کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی، کوئی آنکھ اور دل ایسا نہ تھا جس میں آنسو اور غم کے

Marfat.com

آثار نہ تھے۔ آج کئی صدیاں بیتنے کو آئی ہیں لیکن دنیا نے آپ جیسا مفکر، فقیہ، مفسر، فلاسفر، منطقی، مدرس، محقق، نقاد اور ماہر علم الکلام پیدا نہیں کیا۔

انگلستان کا مشہور فلسفی ڈی بور کہتا ہے اگر سارا علم صرف کر کے امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے علم کی تشریح کی جائے تو بھی ممکن نہ ہو۔ اکثر مغربیوں نے حجتہ السلام کے علم میں سے شمہ برابر علم لے کر اس کے بارے میں تحقیق توقیق کی تو وہ دنیا کے مشہور و معروف فلسفی بن گئے۔

امام صاحب کا مزار پاک طاہران میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔ دور و نزدیک سے لوگ حاضری دینے کے لئے آتے ہیں اور دین و دنیا کی نعمتوں سے مالامال ہو کر واپس جاتے ہیں۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوی اور چند لڑکیاں چھوڑیں جن میں ایک بچی کا نام ست المنیٰ تھا۔ کتاب المصباح کے مطابق ۷۱۰ ہجری میں جو بزرگ شیخ مجد الدین رحمتہ اللہ علیہ ہوئے تھے وہ چھٹی پشت میں ست المنیٰ کی اولاد میں سے تھے۔

آپ نے تحریر و تصنیف کا کام بیس برس کی عمر سے ہی شروع کر دیا تھا جو ساری عمر تک جاری رہا۔ عمر کے لحاظ سے آپ کی تصانیف کی تعداد کم و بیش ڈیڑھ گنا ہے۔ اگر تمام کتب کے صفحات کو مدنظر رکھا جائے تو سولہ صفحے روزانہ بنتے ہیں جو آپ لکھا کرتے تھے۔ یہ کام آپ کے دیگر مشاغل کے علاوہ تھا۔ اپنے علم الکلام کے آپ خود ہی موجد اور خود ہی خاتم تھے۔ جو شہرت اور خراج تحسین "احیاء العلوم" نے حاصل کی وہ حیرت انگیز ہے۔ اس کے بارے میں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ الہامی تصنیف ہے۔ حضرت شیخ ابو محمد کارزانی رحمتہ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر دنیا کے تمام علوم مٹا دیئے جائیں تو "احیاء العلوم" میں سے سب کو دو بارہ زندہ کر دوں۔

Marfat.com

آپ کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ مسلسل تگ و دو سے انسان شہرت دوام حاصل کر سکتا ہے۔ تحقیق و تدقیق کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھنے چاہیں اس سے حق میں باطل کی آمیزش کو روکا جاسکتا ہے۔ علمائے حق کو اپنے علم کا ہتھیار گمراہوں کے سدّباب کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ مصالح قومی کے لئے مال مختص کرنا چاہیے اور راہ حق میں بڑے بڑے منصب کو بھی چھوڑنا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت احمد بن ابی الحسنؒ

دور مسجد میں کوئی اللہ کا بندہ لحن داؤدی میں قرآن عزیز کی وہ آیت مبارک پڑھ رہا تھا جس کا ترجمہ ہے "بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ حزن میں مبتلا ہوں گے۔" روح جھوم اٹھی۔ اولیاء اللہ کے اسمائے پاک ذہن میں گردش کرنے لگے اور پھر یہ خیال دل و دماغ پر محیط ہو گیا کہ خالق کون و مکاں جب کسی پر اپنا کرم کرنا چاہتا ہے تو اس کا رخ دنیا سے موڑ کر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیتا ہے۔ طائر خیال پرواز کرتا ہوا نو سو اسی سال قبل کی ولایت خراسان میں جا پہنچا جسے بعد میں ہرات کا نام دیا گیا۔ اس کے علاقہ خسر جہرد جام کے قصبے نامق کے رئیس ابی الحسن کے گھر میں خوب چہل پہل تھی۔ اس کے ہاں احمد نامی بچے نے جنم لیا تھا جس کی خوشی میں جشن کا اہتمام کیا گیا تھا۔ حویلی کے اندر باہر مہمان ہی مہمان تھے۔ انواع و اقسام کے پکوان و مشروبات سے مدعوعین کی تواضع کی جا رہی تھی۔ غرباء' فقراء و مساکین میں خیرات و صدقہ تقسیم

Marfat.com

کیا جا رہا تھا۔

احمد کی پرورش بڑے لاڈ پیار اور ناز و نعم سے ہونے لگی۔ ابی الحسن کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا۔ اسے نہ صرف جائیداد کا وارث ہی ملا تھا بلکہ بعد از وصال اس نے بیٹے کے روپ میں زندہ بھی رہنا تھا۔ دولت کی فراوانی اور لاڈ پیار کی ارزانی اس امر کی متقضی تھی کہ احمد کو علوم ظاہری کے حصول کی مشقت سے آزاد رکھا جائے۔ چنانچہ تمام تر آسائشوں' راحتوں اور محبتوں کے ساتھ وہ طفولیت سے بچپن' بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی کے محلسراؤں میں داخل ہوا۔ جہاں ہر سو حسن و رعنائی اور رنگ و خوشبو پھیلی ہوئی نظر آتی ہے۔ دولت کا اپنا ہی مزاج ہوتا ہے۔ یہ فوراً اپنے گرد جی حضوری' حاشیہ برداروں' غلاموں اور عیش و عشرت کے متوالوں کو جمع کر لیتی ہے اور جب جوانی دولت کے رتھ پر سوار ہو تو پھر بہت بلند پرواز کرنے لگتی ہے۔ لہٰذا احمد بن ابی الحسن والدادگان سیر و تفریح اور مےخوار دوستوں میں گھر گیا۔ جو مئے ناب کے چھلکتے جاموں میں ہی ڈوب جانے کو زندگی تصور کرتے تھے۔ ناؤ نوش کی محفلیں سجنے لگیں۔ اس طرح بائیس سال کی عمر ہو گئی۔

ایک دن آسمان پر گھنگھور گھٹائیں لہرا رہی تھیں جنہوں نے بادہ خواروں کا صبر و قرار لوٹ لیا۔ احمد کے رند مشرب احباب کا گھر میں ہجوم ہونے لگا۔ انہوں نے بزم مئے نوشی برپا کرنا چاہی لیکن احمد نے اپنے دوست نامق شحنہ (نامق کا سردار) کے آنے تک انتظار کرنے کو کہا۔ لیکن دوست سیاہ بادل دیکھ کر بے قرار ہو رہے تھے' بیک زبان بولے۔

"ممکن ہے وہ دیر سے آئے۔ جب آئے گا تو ایک اور جشن منالیں گے"۔

نامق شحنہ دیر سے آیا تو اس کے اصرار پر پر تکلف اور لذیذ کھانے پکائے گئے اور ایک خادم کو میکدے سے شراب لانے کے لئے بھیجا گیا۔ اس نے واپس آکر بتایا کہ مٹکے خالی پڑے ہیں۔ احمد سخت متعجب ہوا کیونکہ اس نے چالیس مٹکے

Marfat.com

شراب رکھی ہوئی تھی۔ اس نے کسی سے ذکر نہیں کیا اور دوسری جگہ سے شراب لے آیا۔ شراب ختم ہونے پر دوستوں نے مزید شراب مانگی تو خچر پر سوار ہو کر اپنے انگوروں کے باغ کی طرف چل پڑا جہاں اس نے کافی شراب چھپا رکھی تھی۔ اس نے خچر کو تیزی سے دوڑانا شروع کیا وہ جلد سے جلد باغ میں پہنچنا چاہتا تھا کیونکہ اس کا دل دوستوں میں اٹکا ہوا تھا۔ اچانک خچر نے چلنے سے انکار کر دیا۔

یہ خلاف معمول واقعہ تھا' وہ حیرانی کے بحر بیکراں میں ڈوب گیا۔ جب کوئی حربہ کارگر ثابت نہ ہوا تو خچر کو بے تحاشا مارنا شروع کر دیا' مگر خچر تھا کہ قدم ہی نہیں اٹھاتا تھا۔ معاً" سخت و تند آواز سنائی دی ۔

" اے احمد ! اس حیوان کو ناحق مارتے ہو ہمارا حکم ہے کہ یہ نہ چلے۔ تو شحنہ سے کہتا ہے تو وہ عذر قبول نہیں کرتا۔ ہم سے عذر خواہی کرو تا کہ قبول کریں۔"

آواز سنتے ہی احمد نے سرزمین پر رکھ دیا گلوگیر آواز سے بولا۔

" بارالٰہ میں شراب نوشی سے آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہوں۔ اب خچر کو حکم دے کہ وہ چلے تا کہ شرمندگی سے بچوں۔"

وعدہ کرنے کی دیر تھی کہ خچر تیزی سے دوڑنے لگا۔ جب احمد زرستان سے شراب لے کر دوستوں کے پاس پہنچا تو ان میں سے ایک نے جام بھر کر اسے بھی پیش کیا۔

" میں شراب نوشی سے تائب ہو چکا ہوں " اس نے کہا۔

" کیوں مذاق کرتے ہو ؟ "

دوست نے کہا اور بضد ہوا کہ وہ سب کے ساتھ پئے اسی اثناء میں ہاتف غیبی نے اس کے کان میں کہا۔

" اے احمد ! یہ پیالہ تم پی جاؤ ۔"

جب اس نے پیالہ پکڑا تو شراب شہد بن گئی اس نے خود بھی پیا اور دوستوں کو بھی چکھایا تو انہوں نے بھی توبہ کر لی اور سب اچھے کاموں میں مصروف ہو گئے۔

Marfat.com

احمد بن ابی الحسن رحمتہ اللہ علیہ پہاڑ پر چلے گئے جہاں وہ ہادی و غالب رب کی عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ وہ اپنی گذشتہ زندگی پر بے حد متاسّف اور شرمندہ تھے۔ ایک دن عبادت میں مصروف تھے کہ ہوا کے جھونکے کی طرح دماغ میں یہ خیال آیا کہ اے احمد تم پر اہل و عیال کے حقوق بھی ہیں جن کو تم نے ترک کر دیا ہے۔ لہٰذا ان سے کہہ دیا کہ دیگر اثاثے کے علاوہ گھر میں موجود چالیس شراب کے مٹکے بھی اپنے اوپر خرچ کر لیں۔ لیکن فوراً ہی دوسرا خیال آیا کہ قادر مطلق پر بھروسہ اور توکل کیوں نہیں کرتے۔ وہ اپنے فضل سے انہیں بھی روزی بہم پہنچائے گا۔ اس خیال کے آتے ہی دیوانہ وار پہاڑ سے نیچے اترے اور خم خانے میں جا کر تمام مٹکوں کو توڑنے لگے اہل خانہ نے انہیں مجنونانہ حرکات کرتے دیکھا تو شحنہ کو اطلاع دی جس کے آدمی انہیں پکڑ کر لے گئے اور گھوڑوں کے اصطبل میں بند کر دیا۔ وہاں بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ عالم بے خودی میں ان کے ہونٹوں پر یہ شعر جاری ہو گیا۔

اشتر بخراس می گردد صد گرد
تو نیز بہر دوست گردی و در گرد

جب گھوڑوں نے شعر سنا تو انہوں نے دانہ و گھاس کھانا چھوڑا دیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دیواروں سے سر ٹکرانے لگے۔ اصطبل کے نگران خادم نے دیکھا تو فوراً شحنہ کو اطلاع دی ۔ وہ فوراً" احمد کے پاس پہنچا بہت معذرت کی اور آزاد کر دیا اور وہ پھر پہاڑ پر چلے گئے اور حسب معمول عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کے لواحقین کے لئے غیب سے اناج بھیجنا شروع کر دیا جو صبح ان کے سرہانے موجود ہوتا تھا اور جس دن کوئی مہمان آجاتا تو اناج میں اسی نسبت سے اضافہ ہو جاتا تھا۔ ابھی احمد بن ابی الحسن رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

معرفت الٰہیہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منازل طے ہی کر رہے تھے کہ آپ کی کرامات اور بزرگی کا دور و نزدیک شہرہ پھیل گیا۔

ایک دن خواجہ ابوالقاسم کرد جن کا کنبہ خاصا بڑا اور سارا سرمایہ ضائع ہو گیا تھا اور زندگی بڑی تنگی سے بسر ہو رہی تھی۔لیکن مخلوق سے اپنی حالت و حاجت بیان کرنے کا یارا نہ رکھتے تھے۔حاضر خدمت ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت احمد النامقی الجامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

" میں نے تمہاری بات مان لی ہے۔ رات کو رب ودود کی بارگاہ میں عرض کروں گا۔"

دوسرے دن جب خواجہ صاحب آئے تو آپ نے دریافت فرمایا۔

" تم کو ہر روز کتنے پیسے درکار ہیں۔ "

" ایک مثقال "

خواجہ نے عرض کیا تو آپ نے پتھر کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا ۔

" تمہارا ایک مثقال دینا اس پتھر کے حوالے کر دیا ہے۔ وہاں آکر لے جایا کرو"۔

خواجہ صاحب پتھر کے پاس گئے تو وہاں مثقال کے برابر سونا پڑا تھا۔ اٹھا کر حضرت احمد النامقی الجامی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے گئے اور عرض کیا

" یا حضرت میں مرد ضعیف و ناتواں ہوں مر جاؤں گا تو میرے بیوی بچوں کا کیا ہو گا؟"

" تمہارے فرزندوں میں سے جو بھی لینے آئے گا اسے بھی ملتا رہے گا۔ تاوقتیکہ وہ خیانت نہ کریں گے۔"

کتب میں مذکورہ ہے کہ یہ سلسلہ مدتوں تک چلتا رہا اور جب خواجہ کے بیٹوں میں سے کسی نے خیانت کی تو سونا ملنا بند ہو گیا۔

آپ اٹھارہ سال پہاڑ پر رہے جب عشق اور معرفت کی منازل طے ہو گئیں

Marfat.com

تو چالیس سال کی عمر میں بحکم ایزدی مخلوق خدا کے رشد و ہدایت کے لئے پہاڑ سے نیچے تشریف لے جانے کا حکم ملا ۔ ان دنوں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ ابوطاہر کردی رحمتہ اللہ علیہ باپ کی گدی پر تشریف فرما تھے۔ جن کو ان کے باپ نے دم وصال ۴ شعبان المعظم ۴۴۰ ہجری سے قبل ایک خرقہ دیتے ہوئے وصیت کی تھی کہ تمہارے پاس ایک نوجوان احمد نامی جو بلند قامت اور نیلگوں آنکھوں والا ہو گا۔ آئے گا اسے یہ دے دینا۔ یہ خرقہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔ اس کے بعد آپ وصال فرما گئے تو حضرت ابوطاہر رحمتہ اللہ علیہ کے دل میں خیال گزرا کہ جو ولایت والد بزرگوار کو میسر تھی میرے سپرد کر دیتے تو حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ نے آنکھیں واکیں اور فرمایا۔

" بیٹا جس نوع کی ولایت تم چاہتے ہو وہ تو دوسرے کو سپرد کر دی گئی ہے۔"

اور پھر خالق کے پاس چلے گئے۔

جب حضرت احمد النامقی الجامی عوام الناس میں خیر و برکت تقسیم فرماتے اور گمشدگان راہ ہدایت کو اندھیروں سے اجالوں کی طرف لانے کے لئے پہاڑ پر سے آرہے تھے تو حضرت طاہر کردی رحمتہ اللہ علیہ نے عالم خواب میں دیکھا کہ ان کے والد بزرگوار کہیں تشریف لے جارہے ہیں۔ آپ نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔

"تم بھی ساتھ چلو قلب اولیاء تشریف لارہے ہیں"۔ اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی۔

دوسرے دن حضرت ابوطاہر کردی رحمتہ اللہ علیہ خانقاہ کے دروازے پر تشریف فرما تھے کہ قلب اولیاء حضرت احمد النامقی الجامی تشریف لے آئے۔ بڑے گرم جوشی و ادب سے استقبال کیا۔ لیکن دل میں لحظہ بھر کے لئے خیال گزرا کہ والد محترم کا خرقہ انہیں کس طرح دے دوں۔ حضرت قلب اولیاء پر ان کی دلی کیفیت منکشف ہو گئی۔ فرمایا۔

Marfat.com

" اے خواجہ ! امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہیے ۔"

حضرت ابوطاہر رحمتہ اللہ علیہ آپ کی بزرگی سے بے حد متاثر ہوئے۔ فوراً خرقہ پیش خدمت کر دیا۔ اس کے بعد ان دونوں میں بڑی دوستی ہو گئی۔ آپ بحکم ربی لوگوں کو اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دکھانے لگے۔ جو بھی آتا بامراد لوٹتا ایک مرتبہ ہرات تشریف لے گئے اور حضرت شیخ جابر بن عبداللہ انصاری رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ علماء و مشائخ کا ہجوم ہونے لگا آپ امی تھے لیکن بڑے سے بڑا عالم آپ کے سامنے طفل مکتب تھا۔

ایک دن کسی دعوت پر جانے لگے کہ اتنے میں ایک ترکھان اپنی بیوی اور بارہ سالہ نابینا بیٹے کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور نہایت عجز و انکساری سے گویا ہوا۔

" اے شیخ ! اللہ تعالیٰ نے مال و دولت خوب عطا کی ہے لیکن اولاد صرف یہی نابینا بچہ ہے۔ دنیا بھر کی خاک چھان ماری لیکن اس کا اندھا پن دور نہیں ہوا۔ آپ اللہ عزوجل سے جو طلب کرتے ہیں ملتا ہے۔ میرے فرزند کی طرف توجہ فرمائیں اگر ہمارا مقصود حاصل نہ ہوا تو خانقاہ کی اینٹوں سے سر ٹکرا کر مر جائیں گے۔"

" مردوں کو زندہ کرنا، اندھوں کو بینا کرنا اور کوڑھیوں کو تندرست کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کام اور معجزہ تھا۔ "

آپ نے فرمایا اور اٹھ کر چل پڑے۔ میاں بیوی نے دیکھا کہ شیخ نے التفات نہیں فرمایا تو سرزمین پر مارنے لگے۔ اسی اثناء میں حضرت احمد النامقی الجامی رحمتہ اللہ علیہ خانقاہ کے صحن میں پہنچے تو ان پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ بے اختیار زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہوئے "ہم کیا کرتے ہیں " اور واپس آکر چبوترے پر بیٹھ گئے۔ نابینا لڑکے کی دونوں آنکھوں پر انگوٹھے رکھ دیئے اور فرمایا "اللہ کے حکم سے دیکھ۔" لڑکے کی بنیائی اسی وقت لوٹ آئی۔

حاضرین نے عرض کیا حضور آپ نے پہلے فرمایا تھا کہ نابینا کو بینا کرنا حضرت

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام کا کام تھا اور پھر فرمایا ہم کیا کرتے ہیں اور دونوں فرمودات کے بارے میں حکمت عطا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ پہلی بات میری تھی اور دوسری بات رب کریم کی۔ جب میں دالان میں پہنچا تو بتانے والے نے بتایا کہ احمد ٹھہرو کیا مردے کو زندہ' اندھے کو بینا اور جذامی کو تندرست حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ ہم کیا کرتے تھے اور پھر حکم دیا کہ واپس جاؤ اس بچے کی بصارت ہم نے تمہاری ذات میں رکھی ہے۔ چنانچہ بے ساختہ اللہ تعالیٰ کا قول میری زبان پر جاری ہو گیا یہ قول اور فعل اللہ تعالیٰ کا تھا لیکن احمد کے ہاتھ اور نفس سے ظاہر ہوا۔

حضرت احمد النامقی الجامی رحمتہ اللہ علیہ پچانویں سال کی عمر پا کر ۵۳۶ ہجری میں واصل بحق ہوئے۔ قلب اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی آخری زیارت کے لئے جوق در جوق لوگ آنے لگے آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ ظہیرالدین عیسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کے بقول آپ کی ذات بابرکات سے ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے اور چھ لاکھ مرد گناہوں سے تائب ہوئے۔ آج بھی لوگ آپ کے مزار پاک پر حاضر ہوتے اور جھولیاں بھر کے لوٹتے ہیں۔ بوقت وصال آپ کے چودہ فرزند اور تین لڑکیاں حیات تھیں۔ بفضل تعالیٰ تمام فرزند عالم فاضل اور صاحبان تصانیف و کرامات و ولایت تھے۔

آپ کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا چاہیے۔ اسے شرط ایمان قرار دیا ہے۔ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر تم حق تعالیٰ پر توکل کرو جیسا کہ توکل کرنے کا حق ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح روزی پہنچاتا رہے گا جس طرح پرندوں کو جو صبح بھوکے اپنے آشیانوں سے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہے وہ اس کے تمام امور کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیتا ہے۔

Marfat.com

سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

مدرسہ نظامیہ کا صحن کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ شگفتہ لب' بلند پیشانی' کشادہ سینے' نورانی رخساروں' روشن چہرے اور بڑی پرنور ریش مبارک والا ایک واعظ منبر رسول پر بیٹھا وعظ فرما رہا تھا۔ متعدد لوگ بیان حسنہ ضبط تحریر میں لا رہے تھے۔ بے شمار لوگ سر بگریباں وعظ کا ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں میں نقش کرنے میں مصروف تھے اور کئی ایک زار و قطار رو رہے تھے۔ واعظ نے جب کہا صاحبو! احکام الٰہی پر کاربند ہو جاؤ۔ کاہل اور ست بن کر بیکار نہ پڑے رہا کرو۔ مبادہ تمہیں تمہارا رب مبتلائے عذاب کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالیہ ہے کہ جب بندہ عمل میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تبارک تعالیٰ اسے فکر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ان چیزوں کی فکر میں جو اس کے مقسوم میں نہیں۔ اہل علم کی فکر میں' بیوی بچوں کی تکلیف میں' روزگار کے اندر منافع کی کمی' اولاد کے نافرمان بن جانے اور بیوی کے ساتھ باہم نفرت ہو جانے میں۔ وہ جدھر بھی جاتا ہے ٹھوکر

Marfat.com

کھاتا ہے۔ یہ سب سزا حق تعالیٰ کی اطاعت میں کوتاہی کرنے کی ہے۔ تو حاضرین مجلس میں کہرام مچ گیا وہ اپنے حال و احوال کا جائزہ لینے لگے۔ ان کی نگاہوں میں وہ زمانہ گھوم گیا جب ملت اسلامیہ فرقہ بندیوں کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی۔ عالم اسلام ذہنی خانشار میں مبتلا تھا۔ علمائے اسلام بے معنی و لاحاصل مباحث کا شکار تھے۔ قول و فعل میں تضادات کی جلوہ گری تھی۔ اور خشیت الٰہی دلوں سے عنقا تھی۔ یہ سب عذاب اصغر کی مختلف شکلیں تھیں' جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اعراض کا نتیجہ تھیں۔ واعظ نے حاضرین پر نگاہ لطف و محبت ڈالی اور فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ کے سوا سب کچھ بھول جاؤ۔ رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عشق کی آگ سینوں میں روشن کرو اور شریعت کے چراغ کو ہمیشہ جلتا رکھو تاکہ راستے کی رہزنی اور اندھیرے میں کسی گڑھے میں گرنے سے محفوظ رہو۔ بیان کے بعد واعظ اپنے حجرے میں جانے کے لئے منبر رسول سے نیچے اترا تو تمام لوگ عزت و احترام و محبت کے جذبہ سے سرشار با ادب کھڑے ہو گئے۔ یہ واعظ پیران پیر محبوب سبحانی سیدنا حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تھے جو تمام روحانی سلاسل کے رہنما و پیشوا ہیں۔ آپ کے وعظ میں یہ تاثیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن مبارک کی مرہون منت تھی۔

۱۴ شوال ۵۲۱ ہجری وقت دوپہر آپ آرام فرما رہے تھے کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں ہوئی۔ ارشاد فرمایا "عبدالقادر تم لوگوں کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟"

عرض کیا۔

" میرے آقا مولا صلی اللہ علیہ وسلم! فصحائے عرب کے سامنے میرے جیسے عجمی کی زبان کیسے کھل سکتی ہے ؟ "

اس پر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک آپ کی زبان مبارک پر لگایا اور فرمایا کہ جا کر وعظ کرو۔ فوراً" خواب سے بیدار ہوئے۔ صلوٰۃ

Marfat.com

ظہر کا وقت تھا۔ ادائیگی صلوٰۃ کے بعد تکمیل حکم کے لیے منبر پر تشریف لے گئے اور وعظ فرمانا شروع کیا۔ بس پھر کیا تھا قلزم فصاحت و بلاغت موج در موج ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ حکمت و عرفان کے موتی بکھرنے لگے۔

حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی بزرگی و عظمت اور ولادت باسعادت کے متعلق بعض بزرگان دین نے بہت قبل پیش گوئیاں فرما دی تھیں۔ ایک دن حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ اپنی خانقاہ میں بحالت مراقبہ بیٹھے تھے کہ سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ مجھے عالم غیب سے اطلاع ملی ہے کہ آج سے دو سو سال بعد جیلان کے اندر غوث اعظم پیدا ہوں گے' جن کا اسم پاک عبدالقادر اور لقب محی الدین ہوگا اور ان کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہو گا۔ چنانچہ ٹھیک دو صدیوں کے بعد آپ یکم رمضان المبارک ۴۷۱ ہجری کو ایران کے اندر بحیرہ خزد کے جنوبی ساحل پر واقع قصبہ جیلان میں تولد ہوئے۔ آپ عنایت الٰہیہ سے سحری و افطاری کے علاوہ دودھ نہیں پیتے تھے۔ گویا روزے سے رہتے تھے۔

آپ کے والد حضرت ابی صالح موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کی والدہ ماجدہ ام خیر حضرت فاطمہ رحمتہ اللہ علیہ ' حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے۔ دونوں حضرات اقدس زہد و تقویٰ کا زندہ جاوید شاہکار تھے۔ والدین سے قرآن پاک حفظ کرنے اور ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مکتب میں داخل ہو گئے۔ بچپن سے کھیل کود سے گریزاں رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم کھیل کود میں وقت ضائع کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ جب زندگی کی دس بہاریں دیکھ چکے تو والد گرامی کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ چنانچہ سترہ سال تک اپنی عظیم المرتبت والدہ کی زیرنگرانی دینی تعلیم حاصل کی اور پھر بغرض اعلیٰ تعلیم بغداد تشریف لے جانے کا قصد فرمایا۔ اٹھتر سالہ ضعیف عمر کے باوجود حضرت ام خیر فاطمہ رحمتہ اللہ علیہ بیٹے کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنیں اور اجازت مرحمت فرماتے ہوئے کہا۔

Marfat.com

"بیٹا اب روز قیامت ہی ملاقات ہو گی"
اور پھر نصیحت فرمائی کہ کبھی جھوٹ نہ بولنا۔

جیلان سے چار سو میل کا طویل و دشوار راستہ طے کرنے کے بعد ۴۸۸ ہجری میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو گئے۔ چالیس دینار جو عارفہ صادقہ ماں نے بوقت رخصتی عطا فرمائے تھے جنہیں ڈاکوؤں کے سردار احمد بدوی نے اثنائے سفر لوٹ کر واپس کر دیئے تھے اور بمع ساتھیوں کے آپ کے ہاتھ پر تائب ہو گیا تھا چند مہینوں میں خرچ ہو گئے اور پھر نوبت فاقہ کشی تک پہنچ گئی۔ لیکن کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کیا کیونکہ یہ طالبان حق کی شان نہیں۔ بغداد میں آٹھ سالہ تعلیمی دور ہولناک شدائد و مصائب میں گزرا۔ فرمایا کرتے تھے اگر وہ سختیاں کسی پہاڑ پر پڑتیں تو وہ بھی پھٹ جاتا۔ متعدد بار ایسا بھی ہوا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے آپ زمین پر نڈھال ہو کر لیٹ جاتے اور زبان ترجمان حق بیان سے کہنے لگتے بے شک تنگی کے بعد آسانی ہے۔ رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ چنانچہ حصول علم کی فرضیت کی ادائیگی میں آپ نے انتہائی سختیوں کے باوجود کمی نہیں آنے دی اور مثال قائم کر دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کی کس طرح تکمیل کرنی چاہیے۔

تحصیل علم کے بعد بیس سال تک آپ علوم دینیہ کی روشنی ہر سو پھیلاتے رہے لیکن سینہ مبارک کے اندر ہنوز خلش محسوس کرتے تھے اور اس امر کا شدومد سے احساس تھا کہ لاریب معرفت الہیہ اور عشق رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی منازل کسی مرشد کامل کی رہنمائی کے بغیر طے کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ لہٰذا آپ کی آنکھیں ہر وقت کسی عارف باللہ کی متلاشی رہتی تھیں۔ ان دنوں بغداد فتنہ و فساد اور لہو و لعب کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے ترک سکونت کی نیت سے صحرا کا رخ کیا۔ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ہاتف غیبی کی

Marfat.com

آواز سنائی دی۔

"عبدالقادر یہاں سے مت جاؤ"۔

حضرت شیخ حماد بن مسلم رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ ایک دن آپ ان کے دراقدس پر پہنچ گئے جہاں لوگوں کا جمگھٹا لگا تھا۔ وہ آپ سے بے انتہا شفقت و محبت سے پیش آئے لیکن چند ایام بعد اظہار بے رخی فرمانے لگے اور کہا۔

"ہم جیسے درویشوں کے پاس تم جیسے مولوی کا کیا کام ہے' بہتر ہے کہیں اور چلے جاؤ"۔

لیکن آپ اس در سے چمٹے رہے اور حضرت شیخ کی باتوں کو دل میں جگہ نہ دی۔ دوسرے لوگ بھی حضرت کی تقلید میں آپ سے ناپسندیدہ برتاؤ کرنے لگے تو آپ نے فرمایا۔

"نادانو! تم کیا جانو کہ عنقریب عبدالقادر آفتاب ہدایت بن کر تمام عالم میں چمکنے والا ہے۔ میں تو تربیت نفس کے لئے اس سے ایسا برتاؤ کرتا ہوں"۔

تزکیہ نفس کے ہم آہنگ معرفت الہیہ اور آتش عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم روز افزوں سینے میں فروزاں ہوتی چلی گئی۔ اب کسی کروٹ چین نہ تھا۔ عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں شب و روز مصروف رہنے لگے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ حالت محویت و مشاہدہ حق میں لوگ آپ کو مردہ سمجھ بیٹھتے۔ کفن دفن کا انتظام کرنے لگتے۔ تو آپ کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اکثر بادۂ عشق الٰہی میں سرشار عراق کے جنگلات کی طرف نکل جاتے اور کئی کئی روز تک گھومتے پھرتے رہتے۔ اس طرح کئی سال بیت گئے۔ عشق و محبت کی آگ جوالا مکھی بن چکی تھی۔ آخری چلے میں آپ نے عہد کیا کہ اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گا جب تک کوئی خود آکر اپنے ہاتھ سے نہ کھلائے گا۔ مسلسل چالیس روز بغیر کھائے پیئے گزر گئے بلاخر بغداد کے مشہور صاحب طریقت بزرگ قاضی القضاء حضرت شیخ

Marfat.com

ابوسعید مخزومی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور آپ کو اپنے دست مبارک سے کھانا کھلایا۔ فرماتے ہیں کہ جو لقمہ میرے منہ میں پہنچتا تھا اس سے میرے دل میں نور معرفت پیدا ہوتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابوسعید مخزومی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ تزکیہ نفس کی منازل پہلے ہی طے ہو چکی تھی۔ خرقہ ولایت زیب تن فرمانے کی دیر تھی کہ انوار و تجلیات کے سمندر امڈ پڑے۔ سیدنا غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ شریعت محمدی کے علمبردار اور قلزم طریقت و معرفت کے مایہ ناز غواص تھے۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ صلوٰۃ باجماعت کبھی قضا نہ ہوئی تھی۔

چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ کسی غریب پر امیر کو ترجیح نہ دیتے تھے۔ ناتوانوں، ناداروں، غرباء اور مساکین کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے اور ان کی دل جوئی فرماتے رہتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ اگر ساری دنیا کی دولت میسر آئے تو بھوکوں کو کھانا کھلانے پر صرف کروں۔ حضرت سید احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ اس پائے کے بزرگ ہیں کہ ان کے ایک جانب شریعت کا اور دوسری طرف حقیقت کا دریا موجزن ہے۔

آپ کا فیضان روحانی کا یہ عالم تھا کہ چور ابدال بن جاتے تھے۔ بڑے بڑے عارفین باللہ آپ کے در پر پڑے رہنے میں عزت محسوس کرتے تھے۔ آپ کے سامنے کسی بدعقیدہ، عالم و فقیہ اور خلیفہ و بادشاہ کا سکہ نہیں چلتا تھا۔ جو بھی آتا سائل بن کر آتا تھا۔ آپ چاروں سلاسل طریقت کے رہنما و پیشوا ہیں۔ الغرض رشد و ہدایت کی ضوفشانی کرتے ہوئے سلطنت ولایت کا یہ درخشندہ و تابندہ آفتاب سفر آخرت پر روانگی سے قبل سخت علیل ہو گیا۔ لیکن روزانہ کے معمولات میں سرمو فرق نہیں آیا۔ یوم وصال بارگاہ صمدیت میں طویل سجدہ کیا۔ تمام مسلمانوں کے لئے دعا مانگی اور پھر ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ ہجری کو وصال حق سے سرفراز ہوا۔

Marfat.com

آپ نے رشد و ہدایت اور معرفت و طریقت کے جو چراغ روشن کئے تھے ہزاروں سال گزرنے کے باوجود ہنوز روشن و تابندہ ہیں اور متلاشیان حق کے لئے نشان منزل ہیں۔ آپ کے دور اور آج کے زمانے کا اگر تقابلی جائزہ لیا جائے تو ان میں بڑی مماثلت پائی جاتی ہے۔ ملت اسلامیہ میں فرقہ بندیوں' خلفشار و انتشار و افتراق' لاحاصل مباحث' مذاکرات اور قول و فعل میں تضاد کا عام دور دورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک تسلیم کرنے کے باوجود ماسوا سے ناطہ و رشتہ استوار کرنے کا ہر لحظہ فکر دامن گیر رہتا ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویدار ہیں لیکن آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کی سعی نہیں کرتے اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ نفاذ شریعت محمدیہ کے سلسلہ میں جو کچھ ہو رہا ہے الم نشرح ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی حیات طیبہ سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ علم دین کے حصول کی مخلصانہ کوششیں کریں اور اگر اس راہ میں دشواری پیش آئے تو خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔

بے ادب معرفت الٰہیہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم و نامراد رہتا ہے۔ آج اساتذہ' علماء اور بزرگان دین کا جتنا ادب و احترام کیا جاتا ہے اس کا تصور کر کے سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں اپنی سوچوں میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔

مفلوک الحالوں' محتاجوں اور حاجت مندوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے کی بجائے ان کے مسائل حل کرنے پر توجہ مرکوز کریں۔ اس طرح حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ سے محبت کا ثبوت ملتا ہے۔

Marfat.com

حضرت سید احمد سلطان سخی سرور شہیدؒ

ملتان سے چھیاسٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر غازی گھاٹ ہے' جس سے آگے تقریباً بیس بائیس کلومیٹر کے علاقے میں دریائے سندھ کی گزر گاہ ہے۔ اس کے دوسرے کنارے پر دواہمہ کا قصبہ ہے جہاں سے بذریعہ ویگن ڈیرہ غازی خان تیس پینتیس منٹوں کی مسافت پر رہ جاتا ہے۔ ڈیرہ غازی خان کو اگرچہ ڈویژن کا درجہ حاصل ہے لیکن بلحاظ ترقی بے حد پسماندہ ہے۔ قریب شام برلب سڑک قہوہ خانوں اور ریستورانوں کے سامنے جو لوگ بیٹھے چائے پیتے نظر آتے ہیں تو قبائلی علاقے کا گمان ہوتا ہے۔ یہاں کی زبان سرائیکی ہے۔ جس میں بے حد مٹھاس اور شرینی ہے۔ لوگ سادہ' ملنسار' مودب اور محبت کرنے والے ہیں۔ شاید یہ نمایاں خصوصیات ان بزرگان دین کی تعلیمات کا ثمرہ ہیں جو اس علاقے میں بطرف جنوب پچاسی میل کے فاصلے پر کوٹ مٹھن میں حضرت خواجہ غلام فرید رحمتہ اللہ علیہ بجانب مشرق اڑتالیس میل دور تونسہ شریف میں حضرت سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ اور مغرب کی سمت پچّیس میل دور حضرت سید احمد سلطان سخی سرور رحمتہ اللہ علیہ آسودہ خواب ہیں۔

جب فورٹ منرو کے بلند و بالا اور خشک پہاڑوں کے اوپر آسمان کی پہنائیوں میں بادل لہراتے اور بجلی چمکتی ہے تو بستی سخی سرور رحمتہ اللہ علیہ کے لوگ پکار اٹھتے ہیں کہ اب مٹھاون ضرور آئے گی اور پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ مشہور مٹھاون پہاڑی ندی جس کا اصل نام "نے کی" ہے جب آتی ہے تو اس کا بہاؤ اتنا تیز ہوتا ہے کہ وزنی سے وزنی ٹرک کو بھی بہا کر لے جاتی ہے۔ یہ پہاڑی ندی کوہ سلیمان کے سینے کو چیرتی، پتھروں سے سر پٹکتی، شور مچاتی، جھومتی گاتی اور بل کھاتی جب جنوب سے شمال کی طرف بہتی ہوئی سخی سرور رحمتہ اللہ علیہ کی حد میں داخل ہوتی ہے تو سامنے ہی حضرت سلطان سخی سرور شہید رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس کی تقریباً" پچاس فٹ اونچی دیوار ہے، جس کے ساتھ تین چار فٹ اونچی پندرہ سولہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جب ندی کا پانی جوش محبت سے جھاگ اڑاتا ہوا مزار اقدس کی دیوار سے ٹکراتا ہے تو چند لمحے رک کر صاحب مزار کی منقبت بیان کرتا ہے اور پھر بسوئے مشرق چند فرلانگ تک بہتا ہوا شمال کی طرف گھوم جاتا ہے۔ اس موڑ کے دامن میں جو بستی آباد ہے اس کا نام سخی سرور رحمتہ اللہ علیہ ہے۔

سخی سرور میں صرف ایک ہی چھوٹا سا ٹیڑھا میڑھا بازار ہے جس کے شمالی کنارے پر بسوں کا اڈہ اور جنوبی سرے پر حضرت سلطان سخی سرور شہید رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس کی عمارت کا صدر دروازہ کھلتا ہے۔ اس کے اوپر دو منزلہ کمرے بنے ہوئے ہیں۔ اندر داخل ہوں تو سامنے کشادہ صحن اور تین کمرے ہیں جن میں سے ایک میں مزار مبارک پر چڑھائے گئے پرانے غلاف رکھے ہیں۔ اس کے ساتھ چھوٹے سے تاریک کمرے میں ہر وقت شمع روشن رہتی ہے۔ دیوار کے ساتھ اونچا سا تھڑا ہے جس پر مصلیٰ بچھا ہوا ہے۔ اس پر حضرت سخی سرور شہید رحمتہ اللہ علیہ عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔ اس سے ملحق کشادہ کمرے میں دائیں

Marfat.com

کونے میں آپ کا مزار اقدس ہے۔ اس کے قریب چھوٹے سے چبوترے پر ہر وقت چراغ روشن رہتا ہے۔ مزار اقدس کے قدموں کی طرف نیچے زمین کے اندر ڈیڑھ دو بالشت چوڑا سوراخ ہے جو قبر مبارک کے اندر جاتا ہے۔ زائرین اس میں ہاتھ ڈال کر کچھ تلاش کرتے ہیں۔ بعض اوقات کسی کو کوئی چیز مل بھی جاتی ہے تو وہ خود کو بڑا خوش نصیب سمجھتا ہے۔ مقامی لوگوں کے بقول آج سے سوا آٹھ صدیاں قبل جب حضرت سلطان سخی سرور رحمتہ اللہ علیہ شہادت کے بعد یہاں دفن کئے گئے تو اس ویرانے میں آپ کی زوجہ محترمہ بی بی بائی اور دو بچے بھی ساتھ تھے۔ آپ کی بیوی نے بارگاہ رب العزت میں فریاد کی کہ اب مجھے کس کا سہارا ہے تو حکم ایزدی سے اس جگہ سے زمین شق ہو گئی جس میں آپ کے بیوی بچے سما گئے۔ اس واقعہ کی کسی مستند کتاب سے تصدیق نہیں ہو سکی لیکن اتنا ضرور مندرج ہے کہ آپ کی محترمہ بیگم کی قبر یہیں ہے۔

مقبرے کے کمرے اور صحن کے بائیں جانب مسجد ہے جس کے تین محراب ہیں۔ درمیان میں چھت کے قریب چاروں طرف حضرت سلطان سخی سرور شہید رحمتہ اللہ علیہ کا شجرہ نسب حضرت سید احمد سخی سرور لعلاں والا بن سید زین العابدین بن سید عمر بن سید عبداللطیف بن سید شیخادین بن سید اسماعیل بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن زین العابدین بن حضرت حسین بن حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ہر کونے میں آپ کے چار یاروں سخی بادشاہ سید علی شہید' سید نور شہید' سید عمر شہید اور سید اسحاق شہید رحمتہ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی رقم ہیں۔

مسجد کے بالمقابل مشرقی سمت اونچی جگہ پر دو بہت بڑی دیگیں پڑی ہیں جن میں منوں اناج پک سکتا ہے۔ کہتے ہیں جب حضرت سخی سرور رحمتہ اللہ علیہ حیات تھے تو بغیر آگ جلائے ان دیگوں میں جو چاہتے پکا لیا کرتے تھے۔

بجانب مغرب جدھر آپ کا چہرہ انور مبارک ہے آپ کے چار یاروں کی قبور

Marfat.com

ہیں۔ حضرت سید علی شہید اور حضرت نور شہید کی پختہ قبریں ایک پہاڑی کی چوٹی پر ہیں جبکہ سید عمر شہید اور حضرت اسحاق شہید کی کچی قبور اس کے بالمقابل دوسری پہاڑی کی چوٹی پر ہیں۔ چشم باطن سے دیکھنے والوں کو یوں احساس ہوتا ہے جیسے آپ اپنے یاروں کی طرف دیکھ رہے ہوں۔

حضرت سید احمد سلطان سخی سرور شہید رحمتہ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت زین العابدین رحمتہ اللہ علیہ سرزمین پاک و ہند میں تشریف لانے سے قبل بائیس سال سے روضہ رسول اطہر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرتے چلے آرہے تھے۔ ایک روز سید الانبیاء ' ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم خواب میں ہندوستان جانے کا حکم دیا۔ آپ نے فوراً" رخت سفر باندھا اور ضلع شیخوپورہ میں شاہکوٹ کے مقام پر سکونت اختیار کی۔ یہ ۵۲۰ ہجری مطابق ۱۱۲۶ عیسوی کا واقعہ ہے۔ آپ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ گزر اوقات کے لئے آپ نے زراعت کے علاوہ بھیڑ بکریاں بھی پال رکھی تھی۔ دو سال کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ بی بی ایمنہ جنت الفردوس کو سدھاریں۔ ان کے بطن سے تین لڑکے حضرت سلطان قیصر' حضرت سید محمود اور حضرت سید سہرا تھے۔ شاہکوٹ کا نمبردار پیرادہان آپ کا مرید تھا۔ آپ نے اپنی کھوکھر برادری سے مشورہ کے بعد اپنی بڑی دختر بی بی عائشہ کو آپ کے عقد میں دے دیا۔ ان کے بطن سے ۵۲۴ ہجری (۱۱۳۰ عیسوی) میں حضرت سید احمد سلطان پیدا ہوئے اور پھر ان کے بھائی حضرت عبدالغنی المعروف خان جئی یا خان ڈھوڈا نے جنم لیا۔

آپ بچپن سے ہی بڑے ذہن و فہمیدہ تھے۔ اکثر اوقات اپنے والد مکرم سے شرعی مسائل سیکھتے رہتے تھے۔ ان دنوں لاہور میں مولانا سید محمد اسحاق مدظلہ العالی کے علم و فضل کا بڑا شہرہ تھا۔ آپ کو علوم ظاہری کے زیور سے آراستگی کے لئے لاہور بھیج دیا گیا۔ حضرت مولانا کی محبت و تربیت و تعلیم کی بدولت آپ ان تمام صلاحیتوں اور صفات سے متعارف ہو گئے جو کسی عالم دین کا خاصہ ہوتی ہیں۔

Marfat.com

تحصیل علم کے بعد واپس آکر باپ کا پیشہ اختیار کیا' لیکن زیادہ تر وقت یاد الٰہی میں ہی بسر ہوتا تھا۔ ظاہری علوم کے ہم آہنگ علوم باطنی حاصل کرنے کا جذبہ و اشتیاق سینے میں کروٹیں لینے لگا۔ جس میں روز افزوں طغیانی آتی گئی۔ آپ کے والد محترم نے جب اپنے اس ہونہار بیٹے کا رجحان دیکھا تو اس طرح تربیت فرمانے لگے جیسے مرشد مرید کی کرتا ہے۔ لیکن دل کی خلش برقرار رہی' چاہتے تھے کہ سلوک و معرفت کی راہوں پر گامزن ہوں' علم سے مالامال ہوں اور کسی صاحب حال بزرگ کے دست حق پر بیعت ہوں۔

جب ۵۳۵ ہجری (۱۱۴۱ عیسوی) میں آپ کے والد گرامی نے رحلت فرمائی اور شاہکوٹ میں ہی مدفون ہوئے تو آپ کے خالہ زاد بھائی ابی' جودھا' ساون' ککو اور مکو نے آپ کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور روز افزوں ان کی چیرہ دستیوں اور زیادتیوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ انہوں نے پیر ادہان کی وفات کے بعد زرخیز زمین اپنے پاس رکھ لی اور بنجر و ویران اراضی آپ کے حوالے کر دی۔ لیکن اللہ کے کرم سے وہ زرخیر و شاداب ہو گئی تو آپ کے خالہ زاد بھائی بڑے نالاں و افسردہ ہوئے اور حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ اس تاک میں رہتے تھے کہ حیلے بہانے آپ کو نقصان پہنچائیں۔

باپ کے وصال کے بعد آپ کی شادی گھنوخان حاکم ملتان کی بیٹی بی بی بائی سے ہو گئی۔ امراء و روساء نے نذرانے پیش کئے۔ جب آپ دلہن کو گھر میں لائے تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مائی عائشہ نے گھی کے چراغ جلائے اور خوب خوشیاں منائیں۔ اس پر آپ کے خالہ زاد بھائی سیخ پا ہو گئے اور دل ہی دل میں آپ کو بے عزت کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ انہوں نے لاگیوں اور بھانڈ میراثیوں کو بہلا پھسلا اور لالچ دے کر بھیجا کہ وہ حضرت سید احمد سلطان رحمتہ اللہ علیہ کو بدنام و شرمسار کریں اور ترکیب یہ بتائی کہ اگر وہ سیر دیں تو سوا سیر مانگیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی خود حفاظت فرماتا ہے۔ آپ نے

Marfat.com

صرف لاگیوں' بھانڈوں اور میراثیوں کو ہی نہیں بلکہ غرباء' مساکین اور محتاجوں کو بھی بے شمار دولت' جہیز کے سامان اور دیگر اشیاء سے خوب نوازا۔ اس دن سے آپ سخی سرور' لکھ داتا' لکھی خان' لالانوالہ پر خانو شیخ' راونکور وغیرہ مختلف القابات سے نوازے جانے لگے۔ لیکن سخی سرور کا لقب ان سب پر حاوی ہو گیا۔ آپ کے خالہ زاد بھائی بھلا یہ کب برداشت کر سکتے تھے لہٰذا ان کی آتش حسد و انتقام مزید بھڑک اٹھی' اسی اثناء میں آپ کی والدہ محترمہ اور سوتیلے بھائی سید محمود اور سید سہرا راہی ملک عدم ہوئے اور شاہکوٹ میں ہی میں دفن ہوئے تو آپ دل برداشتہ ہو گئے۔ کسی مرد حق کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کا جذبہ بڑی شد و مد سے بیدار ہو گیا۔ چنانچہ تلاش حق کے لئے آپ بغداد شریف پہنچے جو ان دنوں روحانی علوم کا سرچشمہ تھا۔

آپ نے سلسلہ چشتیہ میں حضرت خواجہ مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ' سلسلہ سہروردیہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ اور سلسلہ قادریہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

بغداد شریف سے واپسی پر آپ نے چند دن لاہور میں قیام فرمایا اور پھر وزیرآباد کے قریب سوہدرہ میں دریائے چناب کے کنارے یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ عشق مشک اور اللہ کے اولیاء کبھی چھپے نہیں رہتے' یہ الگ بات ہے کہ عام دنیادار انسان ان کے قریب ہو کر بھی فیض یاب نہ ہوں۔ آپ کی بزرگی و عقیدت کا چرچا چار دانگ عالم میں ہو گیا۔ ہر وقت لوگوں کا ہجوم ہونے لگا۔ جو بھی حاجت مند دراقدس میں پہنچ جاتا تہی دامن و بے مراد نہ لوٹتا تھا۔ آپ کو جو کچھ میسر آتا فوراً اللہ کی راہ میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ ہر جگہ لوگ آپ کو سخی سرور' سخی داتا کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کرنے لگے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے دنیا کے ساتھ دین کی دولت سے بھی مالامال ہونے لگے۔ دن بدن آپ کے معتقدین اور مریدین میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

Marfat.com

دھونکل میں بھی آپ نے چند سال قیام فرمایا' جہاں آپ نے ڈیرہ ڈالا وہ بڑی اجاڑ و ویران جگہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے وہاں پانی کا چشمہ جاری فرما دیا۔ مخلوق اللہ یہاں بھی جوق در جوق آنے لگے۔ میلوں کی مسافت طے کر کے لوگ آتے اور اپنے دکھوں اور غموں اور محرومیوں کے مداوا کے بعد ہنسی خوشی واپس جاتے۔ ایک دن دھونکل کے نمبردار کا لڑکا مفقود الخبر ہو گیا اس نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا تو ارشاد فرمایا۔

"مطمئن رہو شام تک لوٹ آئے گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

وطن سے نکلے کئی سال ہو گئے تھے لہٰذا واپس شاہکوٹ تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں آپ کی شہرت و بزرگی کی چرچے ہندوستان کے گوشے گوشے میں پہنچ چکے تھے۔ سینکڑوں میلوں کا سفر کر کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کے خالہ زاد بھائیوں کو آپ کی یہ شہرت و مرتبہ بھی ایک آنکھ نہ بھایا اور اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگے۔ لہٰذا ان کی دیرینہ دشمنی پھر عود کر آئی۔

جب خالہ زاد بھائیوں کی عداوت انتہا کو پہنچ گئی تو آپ نقل مکانی فرما کر ڈیرہ غازی خان تشریف لے گئے اور کوہ سلیمان کے دامن میں نگاہہ کے مقام پر قیام فرمایا اور عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں آج کل آپ کا مزار اقدس ہے۔ اور اب سخی سرور کے نام سے مشہور ہے۔ لوگوں کا یہاں بھی اژدہام ہونے لگا اور ہر مذہب و ملت کے لوگ آپ کے در دولت پر حاضر ہونے لگے۔ کئی ہندو' سکھ اور ان کی عورتیں بھی آپ کے عقیدت مندوں اور معتقدوں میں شامل تھے جو سلطانی معتقد کہلاتے تھے اور اب بھی پاک و ہند میں موجود ہیں۔ آپ کے عقیدت مند معتقد اور مریدین بے شمار تھے لیکن ان میں سے چار اصحاب خاص تھے۔ یہ چار یاروں کے نام سے مشہور تھے' انہیں آپ سے بے حد عشق

Marfat.com

تھا۔

آپ کے خالہ زاد بھائیوں نے آپ کو یہاں بھی سکھ کا سانس نہ لینے دیا' انہوں نے اپنی قوم کے انگنت لوگوں کو آپ سے بدظن کر دیا اور جم غفیر لے کر آپ کو شہید کرنے کے لئے چل پڑے۔ ان دنوں آپ کے سگے بھائی حضرت سید عبدالغنی المعروف خان ڈھوڈا نگاہہ سے بارہ کوس دور قصبہ وددو میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے خادم نے جب خالہ زاد بھائیوں کے عزائم کے بارے میں اطلاع دی تو تن تنہا ان کے مقابلے پر اتر آئے اور بہتر اشخاص کو حوالہ موت کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔ اس کے بعد وہ سب لوگ نگاہہ پہنچے۔ اس وقت حضرت سید احمد سلطان سخی سرور رحمتہ اللہ علیہ نماز پڑھنے میں مصروف تھے۔ چند ایک خادم اور چاروں یار موجود تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد جب آپ کو اطلاع دی گئی تو آپ گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ بھائیوں نے حملہ کیا تو آپ نے بھی جنگ شروع کر دی اور یاروں سمیت مقام شہادت سے سرفراز ہوئے۔ دم واپسیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میرے یاروں کو مجھ سے بلند مقام پر دفن کیا جائے۔ چنانچہ حسب الارشاد ایسا ہی کیا گیا۔

۲۲ رجب المرجب ۵۷۷ ہجری (۱۱۸۱ عیسوی) کو ترپین سال کی عمر میں جب آپ کی شہادت ہوئی تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ پہنچ گئے' لاکھوں افراد کے قلوب درد و غم اور ہجر و فراق سے فگار ہو گئے۔

مختلف معتقین و مریدین نے آپ کے مزار اقدس کی تعمیر میں وقتاً" فوقتاً" حصہ لیا لیکن بستی سخی سرور کے مکینوں کے بقول مزار کی عمارت کی تعمیر بادشاہ بابر نے اپنی نگرانی میں کرائی تھی۔ مغرب کی جانب ایک بہت بڑا حوض بنوایا تھا تاکہ اس میں پانی جمع رہے۔ مسجد کے محراب کے نیچے اور سطح زمین سے تقریباً پچاس فٹ اونچی بابا گوجر ماشکی سیالکوٹی کی قبر ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ پہاڑ پر سے پانی لا کر

Marfat.com

نمازیوں کو وضو کرایا کرتے تھے۔

حضرت سخی سرور شہید رحمتہ اللہ علیہ کی یاد میں ہر سال مختلف شہروں میں میلہ لگتا ہے جس میں بے شمار لوگ حصہ لیتے ہیں۔ پشاور میں اسے جھنڈیوں والا میلہ کہتے ہیں۔ دھونکل میں جون جولائی کے مہینے میں بہت بڑے میلے کا اہتمام ہوتا ہے۔ لاہور میں اسے قدموں اورپار کا میلہ کہا جاتا ہے اور ڈیرہ غازی خان میں آپ کا عرس گیارہ اپریل کو بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ اس میں لوگ دور و نزدیک سے شریک ہو کر اپنی محبتوں' عقیدتوں کا چراغ روشن کرتے اور فیض یاب ہوتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ برائی کا جواب برائی سے نہیں دینا چاہیے بلکہ اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی جان لینے کے لئے چڑھ دوڑے تو حفاظت کے لئے مقابلہ بھی کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ

ترائن کی پہلی لڑائی میں شہاب الدین غوری کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور خود زخمی ہو کر غزنی واپس لوٹ گیا۔ اسے اس کا شدید غم و قلق تھا۔ وہ انتقام کی آگ میں جلنے لگا اور تہیہ کر لیا کہ جب تک وہ غنیم کو شرمناک شکست نہ دے لے گا محل سرا میں بستر کی بجائے فرش خاکی پر سوئے گا۔ اس نے افواج جمع کرنا شروع کر دیں۔ بظاہر اسے اپنی فتح کے امکانات بہت کم نظر آتے تھے لیکن ہندوستان میں مختلف راجاؤں کے مابین پھوٹ و ناچاقی کی وجہ سے اسے کامیابی و کامرانی کی کرن نظر آتی تھی۔

شہاب الدین غوری زمین پر محو خواب تھا۔ کمرے میں ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اتنے میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اس کی خواب میں آئے اور فرمایا۔

"شہاب الدین! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہندوستان کی بادشاہت تمہیں عطا کر دی

Marfat.com

ہے۔ اس طرف فوراً توجہ دو اور پرتھوی راج کو گرفتار کر کے اسے سزا دو۔"

خواب دیکھنے کے فوراً بعد شہاب الدین غوری اٹھ بیٹھا اور غور کرنے لگا۔ اس مبارک خواب نے اس کے حوصلے بلند کر دیئے تھے۔ دوسرے دن صبح اس نے خراسان کے علماء و فضلاء سے خواب کی تعبیر دریافت کی تو سب نے یہی کہا کہ مژدہ فتح ہے۔ اس کے بعد شہاب الدین نے بڑی تندہی اور نئے ولولے کے ساتھ لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی المعروف غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کو پرتھوی راج پسند نہ کرتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے ملازمین و خدام اور اکثر لوگ آپ کے پاس جائیں۔ وہ اس میں اپنے راج پاٹ کے لئے خطرہ محسوس کرتا تھا۔ چنانچہ اس نے شہر میں اعلان کرادیا کہ جو شخص حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جائے گا اسے قتل کر دیا جائے گا اور اس کا گھر بار لٹوا دیا جائے گا۔ اس اعلان کے باوجود لوگ آپ کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ تو اس نے ایک دن کی مہلت پر آپ کو اجمیر سے چلے جانے کا حکم دیا۔ آپ نے پرتھوی راج کو کہلا بھیجا کہ ہم تو جاتے ہیں لیکن تم کو بھی نکالنے والا عنقریب آجائے گا۔

اجمیر سے رخصت ہونے کے بعد پشاور میں چند یوم قیام فرمانے کے بعد آپ غزنی میں جلوہ افروز ہوئے اور پھر شہاب الدین غوری کے لشکر کے ہمراہ پشاور تک تشریف لائے۔ وہاں سے آپ براستہ لاہور دہلی روانہ ہوئے اور پرتھوی راج کو شکست فاش دینے کے بعد شہاب الدین غوری آپ کی قدم بوسی کے لئے اجمیر کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت مغرب کا وقت تھا۔ دور سے اللہ اکبر کی صدائے دلنواز سنائی دی۔ جب وہ وہاں پہنچا تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ اختتام صلوٰۃ کے بعد شہاب الدین غوری نے دیکھا کہ جن بزرگ کی اقتداء میں نماز ادا کی ہے وہ وہی ہیں جنہوں نے خواب میں آکر ہندوستان کی بادشاہی کا مژدہ سنایا تھا تو قدموں سے لپٹ کر رونے لگا۔ پھر حلقہ ارادت میں شمولیت کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ

Marfat.com

آپ نے اسے اپنے مریدین کی صف میں شامل کر لیا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ ۵۳۰ ہجری میں اصفہان کے محلہ سنجر میں تولد ہوئے۔ اسی مناسبت سے آپ سنجری کہلانے لگے۔ آپ کے والد گرامی کا نام خواجہ غیاث الدین تھا۔ آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے اور آپ کا شمار مشہور مشائخ میں ہوتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی بی بی ام الودع تھا۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے۔ آپ کی والدہ فرماتی ہیں کہ جب معین الدین میرے شکم میں تھا تو بڑے اچھے خواب دیکھتی تھیں اور گھر میں بڑی خیر و برکت تھی۔ والدین نے آپ کا نام معین الدین رکھا۔ آپ کے والد پیار سے آپ کو حسن کہہ کر بلاتے تھے۔ لیکن اکثریت آپ کو غریب نواز کے نام نامی سے جانتی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیوں کے انداز بچپن سے ہی عام بچوں سے جداگانہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا کتب اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی رحمتہ اللہ علیہ بچپن میں اپنے ہمعصروں کے ساتھ کھیل کود میں شریک نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ عید کے موقع پر اچھا لباس زیب تن کئے عیدگاہ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک اندھے لڑکے پر نظر پڑی جس کا لباس بوسیدہ اور پھٹا ہوا تھا۔ آپ کو بڑا رنج ہوا اسے نئے کپڑے پہنائے اور نماز کے لئے ساتھ لے گئے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد گرامی سے حاصل کی جو خود مشہور عالم تھے۔ نو سال کی عمر میں حفظ قرآن کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعدازاں سنجر کے مکتب میں تفسیر و حدیث و فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ابھی آپ کی عمر پندرہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی کہ والد بزرگوار اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ترکہ میں آپ کو ایک باغ اور پن چکی ملی جس سے آپ گزر اوقات فرماتے تھے۔

اوائل عمری سے ہی آپ کا میلان فقراء و اصفیاء اور درویشوں کی طرف

Marfat.com

تھا۔ اولیاء اللہ کی محافل میں آپ کو بڑا سکون و طمانیت کی دولت میسر آتی تھی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا جہاں کسی درویش کے بارے میں پتہ چلتا اس کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ ایک دن باغ کو سیراب کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں ابراہیم قندوزی نامی مجذوب آیا۔ آپ خود اس کی جانب متوجہ ہوئے' خاطر مدارات اور خدمت گزاری میں کسر نہ اٹھا رکھی اور نہایت ادب و انکساری سے انگوروں کا ایک خوشہ پیش خدمت کیا۔ مجذوب نے آپ کی طرف غور سے دیکھا۔ کشف سے یہ چیز اس پر واضح ہو گئی تھی کہ جو لڑکا اس کے سامنے کھڑا ہے اپنے وقت کا ہندالولی' غریب نواز' سیدالعابدین' تاج العاشقین اور قدوۃ الاولیاء ہے جس سے ایک دنیا فیض یاب و مستفید ہو گی اور تقرب اللہ حاصل کرے گی۔ اس پر یہ بھی اجاگر ہو گیا کہ اللہ کے اس ولی کو پیر و مرشد کی تلاش ہے جو اسے سلوک کی منازل طے کرائے اور معرفت حق کا سبق دے۔ اس مجذوب نے اپنے دامن سے ایک روکھا سوکھا ٹکڑا نکالا اسے چبا کر حضرت معین الدین رحمتہ اللہ علیہ کو دیا۔ اس کے کھاتے ہی آپ کی زندگی میں انقلاب عظیم آ گیا۔ حجابات جو اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ ہیں اٹھنے لگے۔ دنیا کی محبت دل سے علیحدہ ہو گئی۔ آپ نے باغ اور پن چکی فروخت کر کے سارا روپیہ اللہ کی راہ میں غرباء و مساکین اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیا اور خود حق کی تلاش میں چل پڑے۔

آپ خراساں سے ہوتے ہوئے سمرقند و بخارا پہنچے' جہاں آپ نے مزید تحصیل علم کیا۔ وہاں سے عراق اور پھر بغداد تشریف لے گئے جہاں حضرت غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ مرد مقتدائے روزگار ہے۔ بے شمار لوگ اس کی وجہ سے منزل مقصود حاصل کریں گے۔ بغداد سے حرمین شریف اور پھر ہارون پہنچے۔ یہاں آپ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اڑھائی سال اپنے پیر طریقت کی

Marfat.com

خدمت میں رہ کر وہ منازل طے کیں جس سے انسان کو اللہ کا تقرب حاصل ہوتا ہے۔ اس دوران میں بے شمار مجاہدہ و ریاضت کی اور پھر خرقہ خلافت سے مستفید ہوئے۔ آپ کا سلسلہ بیعت پندرہ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

مرشد سے اجازت ملنے کے بعد آپ مختلف ممالک میں تشریف لے گئے جہاں مختلف اولیاء اللہ سے ملاقات کی اور مزارات پر حاضری دی۔ اثنائے سفر آپ ملک شام کے نزدیک ایک شہر میں پہنچے وہاں ایک بزرگ جن کا نام عبدالواحد غزنوی تھا ایک غار میں مقیم تھے۔ بہت لاغر و ضعیف تھے۔ ان کی زیارت کو گئے تو دو شیر ان کے سامنے سر جھکائے کھڑے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں ان کو دیکھ کر رک گیا جب بزرگ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا۔

"معین الدین! چلے آؤ اگر کسی کو ضرب پہنچانے کا قصد و ارادہ نہ ہو تو وہ بھی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جو اللہ سے ڈرتا ہے سب اس سے ڈرتے ہیں۔"

ایک مرتبہ آپ کرمان کی ولایت میں شیخ احد الدین کرمانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے کہ ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے ان سے ان کی لاغری و ضعف کی وجہ دریافت کی تو بولے۔

"ایک مرتبہ میرا چند اصحاب کے ہمراہ ایک قبرستان سے گزر ہوا۔ ہم ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ اتفاق سے کوئی ہنسی کی بات ہوئی تو ہم سب کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ معاً اس قبر سے آواز آئی "اے غافل! جسے یہ مقام قبر درپیش ہو' ملک الموت جیسا حریف ہو' زیر خاک جس کے مونس سانپ اور بچھو ہوں' اس کو ہنسی سے کیا کام۔" جب میں نے سنا تو فوراً اٹھ بیٹھا۔ دوستوں کو رخصت کیا اور اس جگہ آکر مقیم ہو گیا۔ آج تک اس واقعہ کی ہیبت سے پگھل رہا ہوں اور چالیس سال سے بوجہ شرمندگی سوئے آسمان نہیں دیکھا۔

Marfat.com

الغرض مختلف مشاہدات کرتے ہوئے آپ ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت سن ہجری ۵۵۷ تھا اور آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ لاہور میں آپ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر معتکف ہوئے اور بوقت رخصتی یہ شعر پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

اور پھر بغداد کی طرف چل پڑے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مرید باصفا سے بڑی محبت تھی چنانچہ اس سے ملنے کے لئے چل پڑے۔ بغداد میں ورود کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بیعت تقرب یا بیعت ثانی سے مشرف ہوئے اور پھر بیس سال تک اپنے پیر کے ہمراہ سفر و سیاحت میں مصروف رہے۔ خدمت گزاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مرشد کا بستر اور توشہ سر مبارک پر اٹھا کر ہمرکاب رہتے۔ اس حال پر حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس سب کچھ قبول کر لیتا ہے خدمت کو نہیں لیکن جب وہ اس پر آمادہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کو جو پھل پھول لگتے ہیں ان کا ثانی نہیں ہوتا لہٰذا مرید کے خلوص و عقیدت و خدمت و محبت کے پیش نظر مرشد نے وہ نعمت عطا فرمائی جس کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ جب آپ بغداد میں مرشد سے الگ ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر باون سال تھی اس موقعہ پر مرشد نے آپ کو خلافت جانشینی اور تبرکات مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم جو خواجگان چشت میں سلسلہ بہ سلسلہ چلے آرہے تھے عطا فرمائے۔

مرشد سے علیحدگی کے بعد آپ حتی الامکان آبادی سے دور اور کنج تنہائی میں رہنا پسند کرتے تھے۔ زیادہ تر گورستان میں قیام فرماتے لیکن جس جگہ آپ کی آمد کی شہرت ہو جاتی تو وہاں سے خاموشی کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ

Marfat.com

قطب الدین بختار کاکی رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ محمود اصفہانی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کرنا چاہتے تھے لیکن یہ بات قدرت کو منظور نہ تھی۔ اصفہان میں آمد کے بعد حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور پھر آپ مع حضرت قطب صاحب خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے چل پڑے۔

آپ ۵۸۳ ہجری میں مکہ مکرمہ پہنچے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ ہر طرف عشق و عرفان کی دولت لٹ رہی تھی جو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوا ہے جھولی بھر کر لوٹا ہے لہٰذا آپ پر بھی بے انتہا کرم ہوا اور پھر آپ واپس اجمیر تشریف لے گئے۔

آپ کا ارادہ شادی کرنے کا نہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آکر ارشاد فرمایا۔

" اے معین الدین ! تو ہمارے دین کا معین ہے تجھے ہماری سنت ترک نہیں کرنی چاہیے۔"

ایک دن آپ کو دربار رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مژدہ جانفزا سنایا گیا۔

" اے معین ! ولایت ہندوستان تمہیں عطا کی جاتی ہے۔ وہاں کفر و ضلالت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اجمیر جا تیری موجودگی سے اسلام رونق پذیر ہو گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنتے ہی رخت سفر باندھا اور اجمیر کی طرف چل پڑے۔

اجمیر شہر سے باہر ایک مقام پر درختوں کے جھنڈوں کے سایوں میں قیام فرمانا چاہا تو راجہ پرتھوی کے ملازمین نے یہ کہہ کر آپ کو وہاں قیام کرنے نہ دیا کہ یہ راجہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔

Marfat.com

"اچھا اونٹ بیٹھتے ہیں تو بیٹھیں۔"

آپ نے اپنی زبان درفشاں سے فرمایا اور اناساگر کے کنارے جا کر ڈیرے ڈالے۔ حسب معمول راجہ کے اونٹ آئے اور بیٹھے لیکن اس کے بعد اٹھائے بھی نہ اٹھتے تھے۔ ساربان سخت متعجب و حیران ہوا۔ سارا ماجرا راجہ کے گوش گزار کیا۔ اس نے ساربان سے کہا وہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ سے طالب معافی ہو۔ جب معافی مل گئی تو اونٹ کھڑے ہو گئے۔ یہ کرامت دیکھ کر سادھو رام اور اجے پال مسلمان ہو گئے اور ان کی درخواست پر آپ لب جھالرہ آکر مقیم ہوئے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں آج کل آپ کا مزار پاک ہے۔

شوق قدم بوسی حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کو کشاں کشاں ہندوستان لے آیا۔ دہلی سے مرشد کی خدمت میں عریضہ لکھا تو جواباً آپ نے فرمایا کہ دہلی کی ولایت تمہارے سپرد ہے تم وہیں رہو۔ ہم خود وہاں آئیں گے' چنانچہ آپ کی آمد کی خبر آن واحد میں دہلی پھیل گئی۔ سلطان التمش امراء و خواص کے ہمراہ زیارت کے لئے آیا۔ عوام کا بھی تانتا بندھ گیا۔ آپ نے بھی جی بھر کر فیوض و برکات لٹائے۔

ایک دفعہ راجہ کی لڑکی جنگ میں گرفتار ہو کر آئی۔ آپ نے اس کا نام امتہ اللہ رکھا اور اس سے نکاح فرمایا۔ جس سے خواجہ فخرالدین رحمتہ اللہ علیہ خواجہ حسام الدین اور بی بی حافظ جمال پیدا ہوئیں۔

سید وجیہہ الدین مشہدی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی بیٹی بی بی عصمت کی شادی کی فکر تھی ایک رات خواب میں حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا۔

"اے فرزند! رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اس لڑکی کا نکاح خواجہ معین الدین کے ساتھ کر دو۔"

Marfat.com

اگرچہ آپ سن رسیدہ تھے لیکن آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے پیش نظر حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ نے بی بی عصمت سے دوسری شادی کر لی۔ جس سے ۶۲۰ ہجری میں شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔

۶ رجب المرجب ۶۲۷ ہجری دو شنبہ کے دن بعد از نماز عشاء آپ حجرے میں تشریف لے گئے۔ دروازہ بند کر لیا' رات کے آخری حصے میں اندر سے صدائے وجد آنا بند ہو گئی۔ صبح کی نماز کے وقت جب حجرے کا دروازہ نہ کھلا تو تشویش ہوئی۔ دروازہ توڑ کر اندر گئے تو آپ سفر آخرت پر روانہ ہو چکے تھے اور آپ کی جبیں مقدس پر یہ الفاظ رقم تھے۔

" وہ خدا کا حبیب تھا اور اس کی محبت میں انتقال کیا۔"

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ غفلت کا لبادہ اتار دینا چاہیے۔ موت کو یاد رکھنا چاہیے۔ اس سے انسان کئی گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ ہمیں خدمت کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ میزان میں اس سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہ ہو گی۔ یاد رکھنا چاہیے کہ خدمت کی قضا نہیں ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ

حضرت قطب الاقطاب رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے درمیان اس طرح تشریف فرما تھے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں مہ کامل ہو۔ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ جن کی راہ سلوک میں نسبت حضرت شیخ احمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ سے تھی لیکن بارگاہ غوثیت میں بڑی محبت اور عقیدت سے آیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ آئے اور ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے۔ حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں قریب آنے کو فرمایا۔

"حضور! یہ میرا بھتیجا عمر علم الکلام میں بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔ منع کرنے کے باوجود باز نہیں آتا"۔

حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا تو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

"اے عمر! تم نے کون کون سی کتاب ازبر کی ہے؟"

Marfat.com

جب عرض کیا گیا تو حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا دوست مبارک شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے سینہ پر پھیرا تو جتنا علم پڑھا تھا وہ سب بھول گیا اور اس کی جگہ علم لدنی نے لے لی۔ ولی کامل کی محبت میں چند لمحے بیٹھنے سے رنگ ہی بدل گیا تھا۔ چنانچہ جب رخصت چاہی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اے عمر! تم عراق کے آخری مشاہیر میں سے ہو۔"

جب آپ خانقاہ سے باہر نکلے تو یہ فقرہ آپ کے دل و دماغ میں گونج رہا تھا۔ حضرت ابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف آگہی ہو گئی تھی کہ بھتیجے کے اندر کیسا انقلاب آگیا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر رحمتہ اللہ علیہ شروع ماہ شعبان المعظم ۵۳۹ ہجری میں زنجان کے مضافات میں واقع قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شجرہ نسب تیرہ واسطوں سے خلیفتہ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے تایا حضرت عبدالقاہر ابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ فخر صوفیاء یگانہ تھے۔ لہٰذا آپ نے جب بھتیجے کی پیشانی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مطابعت کا نور دیکھا تو اس سے بے حد شفقت و محبت فرمانے لگے تاکہ دینی و روحانی تعلیم سے بہرور ہو سکے۔ چنانچہ بغداد میں آپ نے اپنے تایا کی زیر ہدایت تحصیل علوم و فنون کا آغاز کیا۔ بہت مختصر سے عرصے میں آپ نے تفسیر و حدیث و فقہ اور دیگر علوم دینیہ میں عبور حاصل کر لیا۔ آپ اپنے دور کے عظیم المرتبت محدث و مفسر شمار کئے جاتے تھے۔ دور و نزدیک سے اہل طریقت اور دوسرے حضرات آکر فتاوی و مسائل کے حل دریافت کیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے لکھا کہ اگر میں عمل ترک کرتا ہوں تو میرے اندر بطالت و سفاہت پیدا ہوتی ہے اور اگر عمل کرتا ہوں تو غرور و تکبر کرنے لگتا

Marfat.com

ہوں بتائیے اس صورت میں کیا کروں ؟ آپ نے اسے جواباً" تحریر کیا کہ تم عمل جاری رکھو اور تکبر و غرور سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرو۔

معرفت الٰہیہ کے لئے آپ نے بے حد و حساب مشقتیں اٹھائیں اور ریاضتیں کیں۔ رزق حلال کے لئے لوگوں کا پانی بھرا کرتے تھے اور اس طرح لواحقین کی کفالت بھی فرماتے تھے۔ آپ کو خرقہ خلافت اپنے تایا کے علاوہ حضرت ابو محمد عبداللہ بصری اور حضرت ابومدین رحمہم اللہ مغربی سے بھی حاصل ہوا۔

سیدنا حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ۵۶۲ ہجری میں وصال فرمایا تو بغداد کی روحانی سیادت پر حضرت شیخ عبدالقاہرابوالنجیب سہروردی رحمتہ اللہ علیہ فائز ہوئے۔ ابھی ایک سال گزرا تھا کہ آپ بھی واصل بحق ہو گئے تو ۵۶۴ ہجری میں مسند ارشاد پر حضرت شیخ شہاب الدین عمر رحمتہ اللہ علیہ متمکن ہوئے اور سلسلہ سہروردیہ کے موسس ثانی آپ کی ذات گرامی قرار پائی۔ بے شمار بندگان خدا آپ سے اخذ فیض کے لئے حاضر خدمت ہو کر غلاموں کی صف میں شامل ہو گئے۔ حکومت وقت کی نظروں میں بھی آپ کا بڑا مقام و مرتبہ تھا۔ متعدد بار امیرالمسلمین ناصرالدین احمد عباسی کی طرف سے سفارت لے کر دوسرے بلاد اسلامیہ میں تشریف لے گئے۔

آپ شافعی المذہب تھے اور طریقہ کامل اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا شیخ نجم الدین رحمتہ اللہ علیہ جو آپ کے مریدین میں سے تھے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ الشیوخ مرشدنا حضرت شہاب الدین عمر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس خلوت میں بیٹھا تھا کہ چالیسویں روز عالم واقعہ میں مجھے نظر آیا کہ حضرت مرشدنا ایک بلند و بالا پہاڑ پر تشریف فرما ہیں آپ کے سامنے زر و جواہرات کے ڈھیر لگے ہیں اور پہاڑ کے دامن میں ان گنت مخلوق خدا جمع تھے۔ آپ لوگوں کی طرف زر و جواہرات پھینک رہے ہیں۔ جب جواہرات ایک دو رہ جاتے ہیں تو پھر ان میں مزید موتیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے اور ان کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔ ہر بار ایسا ہی ہوتا ہے۔

Marfat.com

ایسے لگتا ہے جیسے حضرت صاحب کے قدموں کے نیچے جواہرات کا چشمہ بہہ رہا ہے جس سے پکڑ پکڑ کر خلقت کی طرف پھینکتے جاتے ہیں اور یہ نظارہ دیکھنے کے بعد جب حضرت نجم الدین رحمتہ اللہ علیہ خلوت سے باہر تشریف لائے اور اپنے لبوں کو جنبش دینا ہی چاہی تھی کہ اس واقعہ کو آپ کی خدمت میں عرض کریں تو حضرت شیخ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

" تم نے جو کچھ بھی عالم واقعہ میں دیکھا ہے وہ سب سچ ہے یہ اور اس کے مثل اور بھی بہت کچھ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کا عطیہ ہے جو علم کلام کے عوض مجھے عطا فرمایا تھا"۔

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ خلائق پر سے اپنی آنکھ کو بند رکھا کرتے تھے، لیکن اس کی وجہ دریافت کرنے کا کسی میں حوصلہ نہ تھا۔ البتہ مریدین مرشد کی ایک ایک بات اور ایک ایک عمل میں حکمتوں کے خزانے تلاش کرتے ہیں، چنانچہ ایک دن ان سے اس طرز عمل کی وجہ دریافت کی گئی تو ارشاد فرمایا کہ خلق اللہ میں سے کسی کے عیب میری نظر میں نہ آئیں اس لئے آنکھ بند رکھتا ہوں۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ کبھی کوئی مشکل درپیش آتی تو حق تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے تو اللہ جل شانہ اپنے کرم سے اس مشکل کو حل فرما دیتا جو امر حق ہوتا وہ آپ پر منکشف کر دیا جاتا تھا۔

جن دونوں حضرت شیخ الشیوخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ بغداد میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے ان دنوں دمشق میں حضرت علی کردی رحمتہ اللہ علیہ کا بڑا چرچا تھا۔ آپ کا شمار ہوش مند دیوانوں میں ہوتا تھا۔ بے شمار لوگ آپ کے مرید تھے اور وہ لوگوں پر حکمرانی کرتے تھے جیسے آقا غلام ۔ انہیں دونوں حضرت سہروردی رحمتہ اللہ علیہ خلیفتہ المسلمین کی طرف سے سفیر بن کر دمشق تشریف لائے تو

Marfat.com

انہوں نے اپنے مریدین سے کہا کہ وہ حضرت شیخ علی کردی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کو جارہے ہیں۔ ان دنوں آپ جنگل میں رہتے تھے حالانکہ شروع میں آپ جامع مسجد میں قیام پذیر تھے۔ اتفاق سے ان دنوں یاقوت نامی ایک مجذوب دمشق میں آگیا تو آپ شہر سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔ مریدین نے جب سنا کہ ان کے مرشد حضرت علی کردی رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو عرض کی۔

"یا حضرت وہ تو ایک ایسا شخص ہے جو ہر وقت ننگا رہتا ہے اور نماز بھی نہیں پڑھتا آپ اس سے مل کر کیا کریں گے ؟"

"کسی کی ظاہری حالت دیکھ کر فیصلہ صادر نہیں کرنا چاہیے جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے کہ بارگاہ ایزدی میں اس کا کیا مقام و مرتبہ ہے ۔"

جب آپ حضرت شیخ علی کردی رحمتہ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر پہنچے تو سواری سے اترے' حضرت شیخ کردی رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ آپ قریب آگئے ہیں تو فوراً ستر ڈھانپ لیا۔

"تمہاری یہ حالت ہم کو ملاقات سے نہیں روک سکتی۔ آج تو ہم تمہارے مہمان ہیں۔"

حضرت شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا' قریب آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ اس وقت کچھ لوگ وہاں آئے اور ان کے پاس کھانا تھا حضرت شیخ علی کردی رحمتہ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ تم یہ کھانا حضرت شیخ کے سامنے رکھ دو آج یہ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ تھوڑی دیر بیٹھے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے اور پھر آپ واپس تشریف لے گئے۔

حضرت امام تقی الدین سبکی رحمتہ اللہ علیہ "طبقات الشافعیہ" میں رقم طراز ہیں کہ حضرت شیخ الشیوخ ظاہری تحمل اور عزت کے باوجود نہایت فقر و تنگ دستی

Marfat.com

کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ دنیاوی مال و متاع سے کوئی رغبت و دلچسپی نہیں تھی۔ جو فتوحات آتی تھیں سب اللہ کی راہ میں دے دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ وقت وصال تجہیز و تکفین کے لئے بھی رقم موجود نہ تھی۔

عمدۃ السالکین ' العالم ربانی حضرت شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد الکبری سہروردی قدس اللہ تعالیٰ کی محافل میں ارباب طریقت اور تشنگان معرفت الھیہ کا ہجوم لگا رہتا تھا۔ آپ بغداد میں ہوتے یا باہر لوگ آپ کے پاس پہنچ جاتے تھے۔ ایک دن تشریف فرما تھے۔ چہرہ مبارک سے نور معرفت الھیہ ہویدا تھا' بہت سے لوگ حلقہ بنائے دو زانو ادب سے سر جھکائے بیٹھے تھے۔ علم و عرفان اور عشق و مستی کی دولت تقسیم ہو رہی تھی' حاضرین محفل اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ جس چیز کے بارے میں تمہیں علم نہ ہو اس کے متعلق اہل ذکر سے دریافت کرو۔ بہت سی باتیں دریافت کر رہے تھے اور آپ ان کا جواب عطا فرما رہے تھے۔

حضرت شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ نے آخری مرتبہ حج ۶۲۸ ہجری میں کیا۔ اس سفر میں اہل عراق کی کثیر تعداد آپ کے ہمراہ تھی۔ واپسی پر آپ کے معمولات جاری و ساری رہے۔ لیکن دل خالق حقیقی کی ملاقات کے لئے مضطرب و بے چین رہنے لگا۔ بالاخر امیر المسلمین مستنصر باللہ کے عہد میں ترانوے سال کی عمر میں یکم محرم ۶۳۲ ہجری کو اپنے رفیق اعلیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کا مزار اقدس اندرون شہر بغداد میں واقعہ ہے جو مرجع خلائق عام و خاص ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں سلسلہ سہروریہ کے ترجمان حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ تھے جنہوں نے خانقاہیں قائم کیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ زندگی میں جب کوئی مشکل درپیش ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ کسی کا ظاہری حال دیکھ کر فیصلہ نہیں سنا دینا چاہیے بلکہ اپنے حال پر نظر رکھنی چاہیے تاکہ صراط مستقیم پر گامزن رہا جاسکے۔

Marfat.com

حضرت محی الدین ابن عربیؒ

شدید جاڑے کا موسم تھا انگیٹھی میں رکھے کوئلے دہک رہے تھے۔ شیخ اکبر حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ مریدین و عقیدت مند مودب بیٹھے تھے۔ اسی اثناء میں مسلک فلاسفہ کا ایک عالم جو گستاخ انبیاء اور ان کے معجزات کا منکر تھا حاضر ہوا۔ آگ کی طرف دیکھ کر بولا کہ یا شیخ آگ کا کام بالطبع جلانا ہے اور ان اشیاء کو جلا کر خاکستر کر دے گی جن میں جلنے کی صلاحیت موجود ہو گی۔ قرآن پاک میں جو مذکور ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور وہ محفوظ رہے اس سے یہ آگ نہیں بلکہ نمرود کی آتش غضب مراد ہے جس کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو انگیٹھی اٹھا کر اس کے دہکتے ہوئے کوئلے اس عالم کے دامن میں انڈیل دیئے اور ان کو ہاتھ سے الٹنے پلٹنے لگے۔ پھر اس منکر سے کہا کہ اپنا ہاتھ آگ میں ڈالے۔ جب وہ ہاتھ قریب لے گیا تو وہ جلنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تم پر واضح ہو گیا کہ آگ کا کام

Marfat.com

جلانا یا نہ جلانا اللہ تعالیٰ کے حکم میں ہے نہ یہ کہ اس کی طبیعت کا خاصا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ منکر فوراً ایمان لے آیا۔

ایسے لوگ ہر زمانے اور دور میں پائے جاتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جو اللہ تبارک تعالیٰ کے برگزیدہ ' منتخب اور معصوم بندے ہوتے ہیں' ہرزہ سرائی کرتے رہتے ہیں اور اپنی بے علمی و بدبختی کے تحت انہیں اپنے جیسا تصور کرتے ہیں۔ یا ان کے حضور گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس حال پر میرے شیخ حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو کچھ پیدا کیا گیا ہے وہ حضرت انسان کے لئے ہے۔ یہ طالب اور انسان مطلوب ہے۔ ایک انسان کی خاطر تمام اشیاء کو تلف کیا جاسکتا ہے اور ایک نبی کی خاطر تمام انسانوں کو ملیامیٹ کیا جاسکتا ہے۔ بعض "قصص الانبیاء" اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو گستاخ ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام کا ذکر پاک بڑے ادب و احترام سے کرنا چاہیے۔ بصورت دیگر ہمیں اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے۔

آپ کے والد گرامی حضرت علی بن محمد رحمتہ اللہ علیہ لاولد تھے۔ جب عمر پچاس برس کی ہوئی تو ایک روز اپنے پیرو مرشد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دعا کے واسطے عرض کیا۔ الہام ہوا کہ ان کے ہاں اولاد نہیں لیکن ایک صورت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی اولاد ان کے نام ہبہ کر دے تو ممکن ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صلب میں ایک لڑکا ہے وہ میں نے تم کو دیا۔ جب تولد ہو تو اس کا نام محمد رکھنا۔ چنانچہ اسی شب ان کی زوجہ امید سے ہو گئیں اور سترہ رمضان المبارک ۵۶۰ ہجری مطابق ۲۸ جولائی ۱۱۶۵ء بروز سوموار اندلس کے شہر مریسہ میں اس عالم رنگ و بو میں ایک بچے کو جنم دیا جو امام الموقدین اور سیدالمکاشفین میں سے تھا۔

آپ مشہور عرب سردار حاتم طائی جس کی سخاوت کا چار دانگ عالم میں شہرہ

Marfat.com

تھا کے بیٹے عبداللہ جو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سگے بھائی تھے کی نسل میں سے تھے۔ اس لئے الطائی اور الحاتمی نسبت سے بھی یاد کئے جاتے تھے۔ آپ کا لقب محی الدین اور کنیت ابن العربی تھی۔ لیکن شہرت شیخ اکبر کے نام سے ہوئی۔

حضرت محی الدین ابن العربی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے ابتدائی آٹھ سال مریسہ میں گزارے اور اپنے خاندان کے افراد اور اساتذہ سے کسب فیض کی ابتداء کی۔

۵۶۸ ہجری میں آپ کا خاندان اندلس کے مشہور شہر اشبیلیہ نقل مکانی کر گیا۔ ان دنوں یہ شہر معدن علوم و فنون تھا۔ ایک سے بڑھ کر ایک صاحب علم موجود تھا۔ لہٰذا یہاں کی علمی فضاؤں میں آپ نے اکتساب علم میں دن رات ایک کر دیا اور قرآن و حدیث و فقہ و درسیات میں خوب نام پیدا کیا۔ اس زمانے کی درسگاہوں میں عربی ادبیات کا رنگ غالب تھا لہٰذا آپ بھی اس کے رنگ میں رنگ گئے۔ اور نظم و نثر میں خوب دسترس حاصل کی۔ اسی اثناء میں اشبیلیہ کے حکمران طبقے کے قریب ہونے کا بھی موقعہ ملا لہٰذا کچھ عرصہ دربار کے کاتب کی حیثیت سے بھی کام کرنے کا موقع ملا اور شاہی اسرار و رموز سے آگہی حاصل کی۔ لیکن یہ منصب طبیعت سے میل نہیں کھاتا تھا۔ آپ کی منزل تو معرفت الہیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی لہٰذا مقصود کی تلاش میں اس عہدے کو خیرباد کہا اور جنگل کا رخ کیا۔ چلتے چلتے ایک قبر نظر آئی جس کی خستگی و بوسیدگی مدتوں پرانی تھی۔ آپ نے اس کو اپنا مسکن بنا لیا اور کافی عرصہ وہیں مقیم رہے۔

اب آپ کو ایسی نابغہ روزگار ہستی کی تلاش تھی جو عالم روحانیت کی سرخیل ہوتا کہ عشق و عرفان کی سرحدوں میں داخل ہو سکیں۔ یہی جذبہ اور لگن رہنمائی کرتا ہوا آپ کو مختلف اصحاب نظر و طریقت کی چوکھٹ پر لے گیا اور وقت کا یہ جید عالم بتدریج بحر تصوف کے رنگارنگ پانیوں میں اترنے لگا جس نے آپ

Marfat.com

کی زندگی میں گل و گلزار کھلا دیئے۔ لیکن گوہر مقصود تک ہنوز رسائی نہ ہوئی تھی۔ طبیعت میں اضطراب کی لہریں شدت اختیار کرنے لگیں۔ تنگی دامان سرزمین اندلس نے بالآخر مجبور کر دیا کہ ملک سے باہر مرشد کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ بعمر اڑتیس سال آپ روحانی سفر پر روانہ ہوئے تو پہلے بلاد مشرق تشریف لے گئے۔ جب وہاں بھی منزل کا نشان نہ ملا تو مصر میں ورود فرمایا اور علماء و بزرگان دین سے ملاقات کی اور علمی و ادبی اور روحانی علوم پر گفت و شنید کی۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ یہاں ہر لحظہ نزول ہونے والے انوار و تجلیات نے آپ کے قلب و نظر پر نئے انداز سے جلوہ گری کی۔ افکار و خیالات میں انقلاب عظیم برپا ہو گیا۔ جنہوں نے "فتوحات مکیہ" کی صورت میں رنگ آمیزی کرنا شروع کر دیا جس نے دنیائے علم میں تہلکہ مچا دیا۔ وہاں مدت قیام طویل تھی۔

حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کے خرقہ تصوف کی نسبت پیران پیر حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت خضر علیہ اسلام سے ہے۔ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ ۶۰۱ ہجری میں جب موصل کے مضافات میں باغ مقلی میں پہنچا جو حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جامع رحمتہ اللہ علیہ کی ملکیت تھا تو انہوں نے وہ خرقہ تصوف پہنایا جو انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے پہنا تھا اور جگہ بھی وہی تھی۔ دوسری مرتبہ حضرت خضر علیہ السلام نے خود خرقہ عطا فرمایا۔ چند دن ان کی صحبت سے بھی مشرف ہوئے جن سے آپ نے ادب سیکھا اور وصایا حاصل کیں۔ آپ بغداد و بیت المقدس و حلب و شام بھی گئے۔ دنیائے اسلام کے کم و بیش تمام مراکز علوم دیکھے' مجلس برپا کیں' مشاہدات و تجربات سے جھولی بھری اور پھر دمشق میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔

قیام شام کے دوران آپ کا علم انتہا پر تھا۔ آپ کے اردگرد محبین و مریدین اور عقیدت مندوں کا ہجوم ہونے لگا۔ دور و نزدیک سے لوگ زیارت کے لئے آتے اور فیوض و برکات سے دامنوں کو بھرتے۔ قاضی القضاۃ شیخ شمس الدین

Marfat.com

خونجی آپ کی خدمت اقدس میں غلاموں کی طرح ہر لحظہ حکم کی تعمیل کے لئے تیار رہتے تھے۔ قاضی القضاۃ مالکی نے جب آپ کو دیکھا تو دنیا سے ایسا دل بھرا کہ اس منصب سے علیحدگی اختیار کر لی اور ان کے قدم بہ قدم جادہ معرفت پر قدم بڑھانے لگے۔ آپ نے اپنی صاحبزادی کو مرشد کے عقد میں دے دیا تا کہ وہ بھی ان کی خدمت بجالائے اور دین و دنیا کے انعام و اکرام سے مالامال ہو۔

آپ کتاب و سنت کے بحر ناپید اکنار کے عظیم المرتبت اور بے مثال شناور تھے اہلسنت والجماعت کے شیخ الرئیس تھے۔ مالکی المذہب تھے۔ بڑی دردمندی کے ساتھ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جس نے ایک لحظہ کے لئے بھی شریعت کا دامن چھوڑا سمجھو کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ لہٰذا آپ کی زندگی کے شب و روز میں اس کا بڑا التزام تھا۔ سنت کی پابندی بڑی سختی سے کرتے تھے۔ تبحر علمی میں آپ کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ اسی لئے بعض لوگوں نے اپنی کم مائیگی اور بے علمی کو آپ کی مخالفت کے پردے میں چھپانے کی کوشش کی۔ لیکن سورج کو چراغ دکھانے سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ اس حال پر حضرت سراج الدین مخزومی رحمتہ اللہ علیہ جو شام کے باشندے تھے فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ سے بغض رکھنے والوں کے دین و ایمان کی ہلاکت لوگوں پر ظاہر ہے اور ابوعبداللہ قریشی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی کسی ولی اللہ سے بغض رکھتا ہے اس کے دل میں زہریلی تیر لگتی ہے اور عقیدہ بگڑنے کے بعد وہ بری موت سے مرتا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کے عہد میں ایک ولیہ کاملہ رہتی تھی۔ ان کا اسم پاک بی بی فاطمہ بنت المثنی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تھا۔ اکثر اولیاء اللہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان کی عمر پچانوے سال تھی۔ آپ بھی کئی سال ان کی خدمت بجالاتے رہے۔ ان کا چہرہ آب و تاب میں ایسا تھا جیسے چودہ سال کی ہوں۔ فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے ابن العربی رحمتہ اللہ علیہ کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ یہاں آتا ہے تو مکمل طور پر آتا ہے باہر کچھ نہیں

Marfat.com

چھوڑتا اور جب یہاں سے جاتا ہے تو کامل طور پر جاتا ہے میرے پاس کچھ نہیں چھوڑتا۔ فرمایا کرتی تھیں کہ مجھے اس شخص سے بڑا تعجب ہوتا ہے جو کہتا ہے میں خدا کا دوست ہوں اور اسے اس کی شادمانی حاصل نہیں ہوتی۔ پھر وہ کس طرح اس کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔

ایک دن حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا۔

"صاحبو! اپنی جانوں کا حق یہ ہے کہ سوائے سعادت و نجات کے کسی راستہ پر نہ چلیں۔ اگر نفس اس سعادت و نجات کے راستہ کو اختیار کرنے سے انکار کرے تو اس کی وجہ بجز جہالت کے اور کوئی نہیں جو اس پر مسلط ہے یا طبعی خرابی۔ جہالت دین کی ضد ہے اور خرابی طبیعت مروت کی۔ اگر کسی شخص کا آئینہ قلب اندھا ہو گیا ہو تو اصلاح احوال کیلئے عطا کردہ وقت سے استفادہ کرنا چاہیے اور اپنا رخ دین کی طرف اور طبیعت میں مروت کو جاری و ساری کرنے میں مزید تاخیر سے کام نہیں لینا چاہیے کیونکہ جس کا شیشہ دل صاف و مجلی ہو گا اسے عطائے دوام میسر ہو گی۔ یاد رکھو اگر کوئی شخص اللہ کا بندہ ہوتا ہے تو اس کی عقل ادھر رجوع ہو جاتی ہے اور اگر وہ عقل کا بندہ ہوتا ہے تو وہ حق کو تاویلوں سے عقل کے حکم کی طرف رجوع کرتا ہے"۔

مختلف روایات کے پیش نظر آپ کی کل تصانیف کی تعداد تین سو سے زیادہ ہے ان میں نصف قرآن پاک کی تفسیر پچانوے جلدوں پر مشتمل بھی شامل ہے۔ ایک تفسیر آٹھ جلدوں پر محیط ہے۔ انہیں میں ریاض الفردوسیہ فی الاحادیث القدسیہ، فصوص الحکم، شجرۃ الکون اور مشہور زمانہ کتاب فتوحات مکیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اس کا آغاز مکہ مکرمہ میں کیا جس میں آپ کے ذہنی و روحانی سفر کا تذکرہ ہے۔ اس کا اختتام ۶۲۹ ہجری اور بعض کے نزدیک ۶۳۵ ہجری میں ہوا۔

حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کا وصال بعمر ۷۸ سال بروز جمعرات ۲۲ ربیع الاول ۶۳۸ ہجری دمشق میں ہوا اور موضع مفح میں جو کوہ قاسیون کے دامن میں

Marfat.com

ہے مدفون ہوئے۔ آج کل یہ جگہ صالحیہ کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ آئینہ دل کو مجلی و مصفا رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ علم کو عمل کی بھٹی میں سے گزارا جائے تاکہ معرفت الہیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش رنگ و مشکبار ایوانوں میں قیام کیا جاسکے۔

Marfat.com

حضرت علی احمد صابر کلیئریؒ

ہاجرہ ملقب بہ جمیلہ خاتون نے اپنی بہو اور حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی دختر کو حجرہ میں لے جا کر بٹھا دیا اور خود باہر تشریف لے آئیں۔ جب حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کلیئری رحمتہ اللہ علیہ آئے اور دیکھا کہ وہاں روشنی ہے اور ایک عورت دلہن کے لباس میں بیٹھی ہے تو پوچھا

"کون ہو ؟"

" آپ کی بیوی ہوں ۔" اس نے جواب دیا تو بولے ۔

" یہ ناممکن ہے کہ دل ایک ہو اور اس میں محبت دو کی ہو ۔"

یہ الفاظ کہنے کی دیر تھی کہ حجرہ میں آگ کا شعلہ نمودار ہوا جس نے دلہن کو خاکستر کر دیا۔

جمیلہ خاتون کو اس کا انتہائی قلق ہوا۔ آپ نے زور دے کر اپنے بھائی کو شادی پر آمادہ کیا تھا اور خیال تھا کہ شاید وہ یتیم علی احمد کو رشتہ نہیں دینا چاہتے'

Marfat.com

لیکن اب آپ کو بھائی کی باتیں یاد آ رہی تھیں کہ علی احمد ہر وقت استغراق میں رہتے ہیں۔ انہیں شادی سے کوئی سروکار نہیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا سلسلہ نسب خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور آپ کے والد کا سلسلہ نسب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کا خاندان علم و عرفان' زہد و تقویٰ اور جود و سخا میں مشہور و معروف تھا۔ آپ کی ولادت سے کئی سال پہلے مختلف بزرگان دین نے آپ کے متعلق پیشین گوئیاں کر دی تھیں۔ جب آپ شکم مادر میں تھے تو عجیب و غریب واقعات ظہور میں آنے لگے جس سے آپ نے اندازہ لگا لیا کہ نومولود یقیناً مقبول بارگاہ خداوندی ہو گا۔

حضرت علی احمد ۱۹ ربیع الاول ۵۹۳ ہجری میں عالم رنگ و بو میں تشریف لائے۔ ولادت کی خبر سن کر اس زمانہ کے بزرگ حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے۔ آپ کو گود میں اٹھا کر پیار کیا۔ پیشانی چومی اور فرمایا۔
" اپنے وقت کا عظیم روحانی پیشوا ہو گا۔"
اور کہا کہ یہ بچہ علاؤالدین کہلائے گا۔ لہٰذا آج تک آپ اسی لقب سے مشہور ہیں۔ اس مادر زاد ولی اللہ کے روز اول سے ہی انداز جداگانہ تھے۔ صبر و قناعت کا مادہ فطرتاً موجود تھا۔ عمر کے پہلے سال میں ایک دن چھوڑ کر ایک دن اور عمر کے دوسرے سال دو دن چھوڑ کر ایک دن ماں کا دودھ پیتے تھے۔

بعمر چار سال آپ نے بولنا شروع کیا۔ پہلا جملہ جو آپ کی زبان مبارک سے نکلا یہ تھا کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ چھ سال کی عمر سے آپ نے ریاضت و مجاہدہ شروع کر دیا تھا۔ چوتھے' پانچویں روز تھوڑا سا کھا لیتے تھے اور جب نماز کی فرضیت کی عمر ہوئی تو فرائض نمازوں کے علاوہ تہجد گزاری بھی شروع کر دی اور جب کبھی قدرے آرام کرنا مقصود ہوتا تو فرش خاکی کو بستر بناتے۔

پانچ سال کی عمر میں والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ عسرت و تنگی

Marfat.com

کے باوجود آپ کی والدہ کسی سے ذکر نہ کرتی تھیں۔ ہر حال میں صبر و شکر کا دامن تھامے رہتی تھیں۔ کئی کئی دن کے فاقے بھی آتے تو لبوں پر حرف شکایت نہ آتا۔ ایک دن آپ کو شدید بھوک کا احساس ہوا۔ ماں سے کھانے کے لئے طلب کیا لیکن گھر میں کوئی چیز نہ تھی۔ جھوٹی تسلی کے لئے چولہے پر دیگچی چڑھا رکھی تھی بیٹے نے پوچھا "ابھی پکا نہیں" اور چولہے کے قریب تشریف لے گیا اور کہا۔

" چاول تو پک گئے ہیں ۔"

والدہ نے دیکھا تو دیگچی میں پکے ہوئے چاول موجود تھے۔ آپ کی والدہ نے حضرت ابوالقاسم گرگانی رحمتہ اللہ علیہ کو بلا کر سارا ماجرا سنایا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ چاول آپ نے بھی کھائے اور فقراء میں بھی تقسیم کئے۔

جس حد تک ممکن تھا والد اور والدہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کی۔ لیکن آپ کی والدہ نے یہی مناسب سمجھا کہ اپنے بھائی بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچا دیں تا کہ اچھی طرح تربیت ہو سکے۔ چنانچہ حضرت ابوالقاسم گرگانی اور علیم اللہ ابدال رحمہم اللہ کی معیت میں ہرات سے اجودھن تشریف لائیں۔ بابا صاحب نے بھانجے کی سرپرستی قبول کر لی۔ والدہ تین سال اجودھن میں مقیم رہیں اور پھر ہرات واپس تشریف لے گئیں۔

حضرت احمد علی رحمتہ اللہ علیہ کو سلسلہ چشتیہ کے عظیم روحانی پیشوا حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ نے لنگر کی تقسیم پر مامور فرما دیا۔ آپ بعد از نماز اشراق حجرے سے باہر تشریف لاتے لنگر بانٹتے اور واپس جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ اس طرح بارہ سال گزر گئے تو آپ کی والدہ ہرات سے آئیں۔ بیٹے کو نحیف و نزار حال میں پایا تو رنجیدہ خاطر ہوئیں۔ بھائی سے کہا ۔

" آپ نے میرے بیٹے کی کیا حالت بنا رکھی ہے "

آپ نے علی احمد سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا ۔

" آپ نے لنگر تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا کھانے کا نہیں ۔"

Marfat.com

آپ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور صابر کے خطاب سے نوازا۔

والدہ کی وفات کے وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی۔ اس سانحہ کے بعد آپ نے خود کو حجرے کی دنیا تک محدود کر لیا۔ جب اس حال میں کئی سال گزر گئے تو حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ آپ کے حجرے میں تشریف لے گئے' اس وقت آپ مراقبے میں تھے۔ آپ کو ہوش میں لانے کے بعد باہر لائے اور بیعت کرنے کے بعد اپنی کلاہ عطا کی اور پھر خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہانسی میں جا کر خلافت نامہ پر حضرت جمال الدین رحمتہ اللہ علیہ کی مہر ثبت کرالو۔

مرشد کے حکم کے تحت حضرت علاؤالدین احمد علی صابر رحمتہ اللہ علیہ بجانب ہانسی چل پڑے۔ جب منزل مقصود پر پہنچے تو حضرت جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ خانقاہ سے باہر استقبال کے لے آئے۔ اس وقت حضرت صابر رحمتہ اللہ علیہ چنڈول پر سوار تھے۔ آپ حضرت ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھ کر بھی سواری سے نہیں اترے اور خانقاہ کے اندر تک سوار ہی آئے۔ یہ بات بزرگوں کے ادب کے منافی ہے لہٰذا ناگوار گزری۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے حضرت احمد علی صابر کی آؤ بھگت میں کسر نہ اٹھا رکھی۔

آپ نے خلافت نامہ پیش کیا کہ اس پر مہر ثبت کر دی جائے۔ حضرت جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"کل لگادیں گے۔"

آپ نے مجبور کیا تو چراغ منگوایا گیا مہر لگانے لگے تو ہوا سے دیا بجھ گیا۔ فرمایا کل مہر لگا دیں گے۔ حضرت علی احمد صابر رحمتہ اللہ علیہ نے پھونک ماری تو چراغ روشن ہو گیا۔ حضرت ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"آپ تو دہلی کو جلا کر خاک کر دیں گے۔"

اور خلافت نامہ پھاڑ دیا۔ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کو

Marfat.com

بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ دین کے دو پہلوان زور آزمائی کر رہے ہیں۔

آپ نے واپس اجودھن آکر حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جمال الدین کے پھاڑے ہوئے کو فرید نہیں سی سکتا۔ بہرکیف کلیئر کا علاقہ تمہارے سپرد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ علیم اللہ ابدال کے ہمراہ کلیئر کی ولادیت کی طرف چل پڑے۔

کلیئر میں آنے کے بعد آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لیکن سوائے چند افراد کے کسی نے توجہ نہ دی۔ قاضی شہر کو خدشہ لاحق تھا کہ کہیں اس کا اقتدار نہ چھن جائے چنانچہ اس نے رئیس کلیئر سے مل کر سازباز کی اور لوگوں کو ورغلایا کہ آپ کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ آپ نے حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بھی حالات سے مطلع کیا۔ قاضی شہر اور رئیس کلیئر کو انہوں نے بھی خطوط لکھے لیکن انہوں نے آپ کے ناموں کو چاک کر دیا جس کا حضرت صابر کلیئری رحمتہ اللہ علیہ کو بہت صدمہ ہوا۔ آپ جامع مسجد میں نماز کے لئے اگلی صف پر تشریف فرما تھے کہ قاضی شہر اور رئیس کلیئر آگئے اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں پر طعنہ زنی کرنے لگے اور وہاں سے اٹھ جانے کو کہا۔ آپ باہر آگئے اور مسجد کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تو نے ان لوگوں کو سلامت چھوڑ دیا۔ منہ سے یہ الفاظ نکلنے کی دیر تھی کہ مسجد گری اور وہ سب اس کے نیچے دب کر مر گئے۔

باشندگان کلیئر کی سرکشی روز افزوں بڑھتی جارہی تھی۔ چنانچہ آپ نے قرب والوں سے کہا کہ وہ شہر چھوڑ کر کلیئر سے بارہ کوس کے فاصلے پر چلے جائیں اور خود ایک جنگل میں گولر کے درخت کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے اور انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر بسوئے زمین دیکھا آگ کا ایک شعلہ نمودار ہوا اور پھر آگ نے پھیلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ جہاں آپ کا قیام تھا اس مکان اور مزارات شہداء کے علاوہ ہر چیز کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

حضرت شمس الدین ترک پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ' حضرت فرید الدین مسعود

Marfat.com

گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کے لئے آئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں فیض و کمال دوسرے بزرگ سے حاصل ہو گا۔ ان دنوں حضرت صابر رحمتہ اللہ علیہ کلیئر میں تھے اور انہیں گولر کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہوئے بارہ سال ہو گئے تھے۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا۔

"کون ہے جو ہمارے صابر کو جا کر بٹھا دے"۔

حضرت شمس الدین ترک رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی خدمات پیش کیں اور کلیئر کی طرف چل پڑے۔ آپ بوساطت علیم اللہ ابدال حضرت صابر رحمتہ اللہ علیہ تک پہنچے تیس دنوں کے بعد آپ عالم استغراق سے باہر تشریف لائے تو فرمایا۔

"شمس الدین ! تجھے بابا صاحب نے بھیجا ہے۔"

اور پھر کہا اللہ کا شمس آسمان پر ہے اور فقیر کا زمین پر اور قرآن پاک سنانے کی فرمائش کی۔ حضرت ترک پانی پتی حافظ قرآن تھے۔ قرآن سنانا شروع کیا اچانک ایک جگہ رک گئے وجہ پوچھی تو بتایا تھک گیا ہوں اور بیٹھنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت مل گئی تو عرض کیا یہ گستاخی ہو گی کہ آپ کھڑے رہیں اور میں بیٹھ جاؤں یہ سنا تو فرمایا۔

"اچھا ہم بھی بیٹھ جاتے ہیں۔"

آپ نے حضرت ترک پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کو بیعت سے نوازا اور وصیت فرمائی کہ وصال کے بعد وہ ان کو غسل دیں۔

حضرت شمس الدین پانی پتی شاہی لشکر میں ملازم تھے۔ پانی پت کی ولایت آپ کے سپرد ہوئی۔ بوقت رخصتی ارشاد فرمایا کہ جس دن تم سے کرامت ظاہر ہوگی وہی دن ہمارے وصال کا ہو گا۔

دوران جنگ ایک قلعہ حضرت ترک پانی پتی کی دعا سے فتح ہوا تو سمجھ گئے کہ مرشد کا وصال ہو گیا ہے۔ یہ ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ ہجری کا واقعہ ہے ملازمت سے استعفیٰ دیا اور سیدھے کلیئر شریف پہنچے۔ وہاں نماز جنازہ پڑھنے والا کوئی موجود نہ

Marfat.com

تھا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک گھوڑ سوار آرہا ہے۔ اس کے چہرے پر نقاب تھا' وہ گھوڑے سے اترا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ جب سلام پھیرا تو حضرت ترک پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا کہ دائیں بائیں بہت سے لوگ کھڑے ہیں۔ میت کو سپردخاک کرنے کے بعد آپ نے گھوڑ سوار کا شکریہ ادا کیا۔ اس شخص نے چہرے سے پردہ ہٹایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت صابر کلیئری رحمتہ اللہ علیہ بذات خود تھے اور مرید باصفا سے ارشاد فرمایا۔

" فقیر کی نماز فقیر ہی پڑھا کرتا ہے۔ "

وصال کے بعد بھی آپ کا اس قدر جلال تھا کہ مزار اقدس پر لوگ حاضر نہیں ہو سکتے تھے ایک دن حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے مزار پر تشریف لے گئے اور کہا۔

" یا حضرت اب تو اپنے جلال میں کمی فرما دیں اور بندگان الٰہی کو جمال سے سرفراز فرمائیں تاکہ فیض حاصل کر سکیں۔"

چنانچہ رات کو آپ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے خواب میں آئے اور فرمایا۔

" ہم نے آپ کی بات مان لی ہے ۔ "

لہٰذا لوگ آپ کے مزار پر حاضری دینے لگے اور فیض حاصل کرنے لگے راقم بھی اس دولت سے سرفراز ہو چکا ہے۔ میرا تجربہ ہے کہ اب بھی زیادہ دیر تک آپ کے مزار پاک پر رکا نہیں جا سکتا۔ جلال اپنا رنگ دکھانے لگتا ہے۔ لہٰذا میں نے دعا مانگی' صحن میں لگے ہوئے گولر کے درخت کا گولر کھایا اور باہر نکل آیا۔ آپ کا مزار سڑک سے تھوڑے فاصلے پر مرجع خلائق ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ قرب الٰہی کے لئے سخت عبادت و ریاضت کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے بہت کچھ کرنا پڑھتا ہے۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ

بڈھا کھیڑا کا ہر باسی حزن و ملال کی تصویر بنا ہوا تھا۔ سب ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے مگر کچھ کہنے کا یارانہ تھا۔ آخر کہتے بھی تو کیا کہ آج ان کا ہادی و رہبر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا ہے۔ حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا جبہ مبارک سامنے پڑا تھا اور وہ انہیں حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ اسی اثناء میں بہت سے لوگ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ وہاں پہنچے تو بغیر کچھ کہے سنے نعش مبارک کو اٹھا کر کرنال لے آئے جو بڈھا کھیڑا سے پانچ میل کے فاصلے پر تھا اور تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے۔ ابھی وہ اس کام میں مصروف ہی تھے کہ پانی پت سے حضرت مولانا قاری سید سراج الدین مکی رحمتہ اللہ علیہ جن سے قلندر صاحب نے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور قرآن پاک حفظ کیا تھا چند بزرگوں کی معیت میں وہاں پہنچے۔ نعش مبارک کا مطالبہ کیا اور کہا کہ بوقت وصال قلندر صاحب نے بذریعہ کشف

Marfat.com

فرمایا تھا کہ میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں لہٰذا مجھے پانی پت میں حضرت مبارزخان رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں دفن کر دیں۔ مگر اہل کرنال نہ مانے سب کی تمنا تھی کہ آپ کا مزار پاک ان کے ہاں بنے تا کہ فیض رسانی کر سکیں۔ جھگڑے نے طول کھینچا تو حضرت بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ حضرت سراج دین مکی رحمتہ اللہ علیہ کے خواب میں اور فرمایا کہ سب سے کہیں کہ صندوق بنوا کر ہمارے پاس رکھ دیئے جائیں اور انہیں کوئی کھول کر نہ دیکھے۔ ہم جہاں چاہیں گے چلے جائیں گے۔ چنانچہ بڈھا کھیڑا کرنال اور پانی پت کے لوگوں نے تین صندوق بنوا کر آپ کے پاس رکھ دیئے صبح کے وقت ہر کوئی اپنا اپنا صندوق اٹھا کر لے گیا۔ صندوق پہلے کی نسبت وزنی تھے لہٰذا سب نے خوشی خوشی لے جا کر دفن کر دیا لیکن پانی پت دور تھا لوگوں کو وہاں پہنچتے پہنچتے دیر ہو گئی' حاکم وقت حضرت قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے بے چین تھا۔ اس کے اصرار پر صندوق کھولا گیا تو آپ اس طرح لیٹے تھے جیسے خنداں بہ لب ہوں۔

حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت شیخ سالار فخرالدین ہمدان کے رہنے والے تھے۔ ابھی بہت چھوٹے تھے کہ قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور پھر سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے تھے۔ آپ پر ہمیشہ عشق کا غلبہ رہتا تھا۔ طبیعت بڑی حساس تھی۔ جب کسی حسین و خوب صورت چیز کو دیکھتے تو طبیعت مخلوق کی طرف رجوع ہو جاتی اور مجاز میں حقیقت کا رنگ نظر آنے لگتا تھا۔ ایک دن قلندروں کی جماعت کے ہمراہ ایک حسین و جمیل لڑکا وارد ہمدان ہوا۔ آپ کو اس سے دلی لگاؤ اور انس ہو گیا۔ جب قلندروں کی جماعت وہاں سے جانے لگی تو آپ بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ قلندروں نے جب دیکھا تو کہنے لگے اگر ہمارے ساتھ رہنا ہے تو ہماری شکل و صورت اختیار کرنا پڑے گی۔ چنانچہ آپ نے فوراً اپنی ابروؤں کا صفایا کرا دیا اور ساتھ ہو لئے۔

Marfat.com

جب قلندروں کی جماعت مختلف شہروں اور قصبوں سے ہوتی ہوئی ملتان پہنچی تو حضرت خواجہ بہاؤ الدین ذکریا رحمتہ اللہ علیہ نے نظرباطن سے دیکھ لیا کہ نوجوان سالار فخرالدین ابراہیم عراقی غلط راستے پر جارہا ہے اور اس کے عشق مجاز کو عشق حقیقی میں بدل دینے کی ٹھان لی۔ جب قلندروں کا قافلہ ملتان سے روانہ ہوا تو آپ نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی اور آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا اسی وقت زور کی آندھی اٹھی جس نے سارے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور چہار اکناف اندھیرا پھیل گیا۔ قلندروں کی جماعت منتشر ہو گئی اور نوجوان فخرالدین عالم پریشانی میں حضرت بہاؤالحق زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ کی طرف نکل آیا آپ اسی کے منتظر تھے۔ اس نوجوان کو اپنے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا تو حضرت مولانا فخرالدین کے دل سے نوجوان کی محبت حرف غلط کی طرح مٹ گئی اور عشق الٰہی سے سینہ معمور ہو گیا۔ آپ نے اسے علیحدہ حجرہ عطا فرمایا اور روحانی تربیت فرمانے لگے اور پھر آپ نے اپنی دختر نیک اختر اس کے عقد میں دے دی اور خرقہ خلافت بھی عطا فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کی زوجہ محترمہ اس جہاں سے رخصت فرما گئیں تو حضرت مولانا سالار فخرالدین ابراہیم عراقی ہمدان تشریف لے گئے۔ ان دنوں وہاں سید السادات حضرت نعمت اللہ ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ انہوں نے اپنی ہمشیرہ حافظ جمال سے ان کی شادی کر دی جو حافظ قرآن تھیں اور دن کے اکثر حصہ میں تلاوت کرتی رہتی تھیں۔ حضرت حافظ جمال رحمتہ اللہ علیہ کے بطن سے شیخ نظام الدین متولد ہوئے۔ جب شیخ نظام الدین بڑے ہوئے تو بغرض تجارت پانی پت تشریف لائے جس سے خوب نفع حاصل ہوا۔ چنانچہ آپ اپنے والدین کو پانی پت لے آئے۔ یہاں ۶۰۵ ہجری میں حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ عالم رنگ و بو میں تشریف لائے آپ والدہ ماجدہ کا دودھ پیتے تھے نہ آنکھیں وا کرتے تھے بلکہ ان کے آنسو بہتے رہتے تھے۔ آپ کے والدین کو تشویش لاحق ہوئی لیکن اچنبھے کی بات تھی کہ آپ کی

Marfat.com

صحت پر کوئی منفی اثر مرتب نہیں ہوا اس طرح چالیس دن بیت گئے۔

ایک دن آپ کے والدین اداس و ملول بیٹھے تھے کہ مکان کے دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ کے والد ماجد نے دروازہ کھولا تو سامنے ایک نورانی چہرے والا بزرگ کھڑا تھا۔

" اے شیخ ! مبارک ہو آپ کا صاجزادہ مقرب بارگاہ صمدیت اور عاشق الٰہی ہے۔ میں ان کی زیارت سے آنکھیں ٹھنڈی کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت مولانا سالار فخرالدین ابراہیم عراقی اندر تشریف لے گئے اور صاجزادے کو لا کر ان کی گود میں دے دیا۔ اس بزرگ نے بچے کی پیشانی پر بوسہ دیا تو اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔

" اس عاشق الٰہی کی حفاظت کرنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔"

ان بزرگ نے بچے کو پکڑاتے ہوئے کہا اور واپس تشریف لے گئے۔

حضرت بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ نے جن کا شجرہ نسب گیارھویں پشت میں تاجدار فقہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا ہے ابتدائی تعلیم حضرت مولانا قاری سید سراج الدین مکی رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی اور حفظ قرآن کی نعمت سے بھی سرفراز ہوئے۔ تکمیل تعلیم دینیہ کے لئے آپ دہلی تشریف لے گئے۔ ان دنوں قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمتہ اللہ علیہ کی درس گاہ کا دور و نزدیک شہرہ تھا۔ آپ وہاں حاضر ہوئے تو حضرت قطب الاقطاب رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں محبت و شفقت سے اپنے سینے مبارک سے لگایا اور بصد شوق انہیں علم سے بہرہ ور فرمانے لگے۔ سلوک کی منازل بھی طے کرانے لگے اور پھر انہی کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلسلہ خواجگان میں شریک ہو گئے۔

آپ بڑے ذہین و فطین تھے۔ کسی چیز کو سرسری نظر سے بھی دیکھ لیتے تو

Marfat.com

ازبر ہو جاتی تھی۔ فقہی مسائل' حدیث و تفسیر اور صرف و نحو میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ جید علمائے وقت آپ کے گرویدہ تھے۔ توحید کے نکات پر جب اپنی زبان گوہر فشاں کو جنبش دیتے تو علمیت اور رموز و اسرار کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا۔ آپ دنیائے علم میں منفرد و یگانہ تھے۔ چالیس سال آپ ترویج علوم دینیہ اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہے۔ درس و تدریس کے ہم آہنگ کتب بھی تصنیف فرمائیں جن میں سے زیادہ مشہور رسالہ سرالعشق' رسالہ سلوک' رسالہ عشقیہ' اسرارالعاشقین' رباعیات وغیرہ ہیں۔ کبھی کبھار عربی اور ہندی میں بھی اشعار کہا کرتے تھے' دیوان قلندر بھی مرتب کیا تھا۔

حضرت بو علی قلندر پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے معرفت الٰہی اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑے مجاہدات کئے۔ عبادت و ریاضت کے لئے جنگل کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اکثر و بیشتر عالم استغراق میں کتنا ہی عرصہ گزر جاتا تھا۔ مشاہدہ حق میں اس قدر غریق ہو جایا کرتے تھے کہ پھر کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ استغراق کی ایسی کیفیت طاری ہو گئی جو کئی سال تک جاری رہی۔

ایک دن حضرت شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ' حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ عبادت الٰہیہ کا ذکر چھڑ گیا' آپ نے فرمایا کہ عاشق الٰہی شرف الدین رحمتہ اللہ علیہ کی طرح عبادت کرنی چاہیے۔ حضرت شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو حضرت قلندر صاحب کی زیارت کے لئے درس گاہ تشریف لے گئے اور کافی دیر راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے۔

فرید آباد دہلی سے چار میل کے فاصلے پر تھا جس کے قریب بہت بڑا گھنا جنگل تھا۔ آپ اکثر وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن جانے لگے تو حضرت شیخ شہاب الدین بھی آ گئے ہمرکابی کے لئے درخواست کی تو حضرت بوعلی قلندر رحمتہ

Marfat.com

اللہ علیہ نے فرمایا۔

"آپ کو اختیار ہے۔"

اور خود چل پڑے۔ لیکن حضرت شیخ شہاب الدین نہ جاسکے۔ جب ایک پہر رات بیت گئی تو جنگل میں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ نورانی برج زمین تا آسمان کھڑا ہے اور اس کے ہر پہلو سے اللہ اللہ کی آواز آرہی ہے۔ حضرت شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ نے ایسا روح پرور نظارہ کب دیکھا تھا حیران و ششدر رہ گئے۔ قریب جا کر دیکھا تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئے کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت شرف الدین قلندر رحمتہ اللہ علیہ کا سر مبارک تکلے کی نوک پر ہے آپ کے ہر بن مو سے خون کے قطرے جاری ہیں جن سے نورانی کرنیں نکل کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچی ہوئی تھیں۔ جب قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ ذکر و شغل سے فارغ ہوئے تو دونوں عشاق دیر تک بیٹھے عارفانہ اور عشق الٰہی کے متعلق گفتگو فرماتے رہے اور پھر واپس لوٹ آئے۔

غیاث الدین بلبن بزرگان دین کا بڑا مداح، گرویدہ اور عقیدت مند تھا۔ اسے حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر شرف نیاز کے لئے حاضر ہوتا رہتا تھا اور آپ کی غلامی کا دم بھرتا تھا۔ حضرت صاحب بھی بادشاہ کو بڑا عزیز تصور کرتے تھے۔ آپ ہی کی دعا برکت تھی کہ تمام راجپوتوں پر بلبن کا جاہ و جلال طاری تھا اور اس کے خلاف سر اٹھانے کی جرات نہیں کرتے تھے۔ ایک دن سلطان بلبن خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ آپ نے دریافت فرمایا۔

"سلطان! یہاں کتنے دن رہو گئے۔"

"چار دن" سلطان بلبن نے جواب دیا جو ان دنوں پانی پت میں آیا ہوا تھا۔ آپ نے سنا تو فرمایا۔

"نہیں چار سال۔"

Marfat.com

سلطان بڑا فہیم و دانشور تھا سمجھ گیا کہ عمر کے چار سال باقی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ جب واپس دہلی آیا تو خزانے کا منہ کھول دیا اور غرباء' مساکین اور حاجت مندوں میں روپیہ تقسیم کرنے لگا تاکہ عمر مستعار کے دوران زیادہ سے زیادہ نیکیاں توشہ آخرت بن سکیں۔

آپ کو بو علی کیوں کہتے ہیں ؟ اس کے متعلق مختلف روایات کتب میں مذکور ہیں لیکن زیادہ مشہور یہی ہے جیسا کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے شرف الدین کو مرید کرنے کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا جن کے روحانی فیض سے آپ متمتع و مستفیض ہوئے۔ جس سے آپ کی رگ و پے میں بوئے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرایت کر گئی۔ اپنے دیوان کی ایک غزل کے مقطع میں آپ خود ارشاد فرماتے ہیں۔

بو علی لامائیم و مولا علیؓ
بو علی باشد علیؓ مولائے ما

آپ کے ہمعصر اور بھی بڑے پائے کے بزرگ موجود تھے' جن میں حضرت نظام الدین اولیاء' محبوب الٰہی' حضرت امیر خسرو' مولانا شمس الدین تبریزی' مولانا جلال الدین رومی' حضرت شمس الدین ترک' شیخ احمد یحیٰ سہروردی منیری رحمتہ اللہ علیہم بڑے مشہور تھے۔ لیکن حضرت شرف الدین بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ' حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی شان محبوبیت کے بڑے گرویدہ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ بھی حضرت قلندر صاحب کی بزرگی و درجات کے بڑے قائل تھے۔ ایک مرتبہ آپ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کو دست بستہ کھڑے پایا' قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ حضور بخارا سے مرشد کامل کی جستجو میں آیا ہوں۔ دہلی پہنچا تو آپ کا سنا تو یہاں آ گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ دہلی میں محبوب الٰہی حضرت نظام الدین

Marfat.com

اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں کبھی نہیں حاضر ہوئے؟ بولا۔

"حضور! ان کے دراقدس پر حاضر ہوا تھا وہاں سب لوگ ذکر و عبادت میں مصروف تھے کسی کو میری خبر نہ ہوئی' میں اس حجرے کی طرف نکل گیا جو حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی مخصوص نشست گاہ تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حجرے کی چھت نہیں۔ زمین تا آسمان نور ہی نور ہے' ایک نوجوان جو بے حد حسین و جمیل تھا بڑا خوب صورت لباس زیب تن کئے بیٹھا تھا اس کے سامنے ایک دلہن سرخ لباس پہنے ناز و انداز کے ساتھ دو زانو بیٹھی تھی۔ جب یہ نظارہ دیکھا تو اس خیال سے بھاگ کھڑا ہوا کہ شاید کسی امیر کا مکان ہے۔"

قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنا تو کیفیت میں آ گئے۔ حاضرین کو بلا کر کہا کہ اس شخص کی زیارت کرو جو محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی شان محبوبیت دیکھ کر آیا ہے اور پھر اس شخص سے فرمایا۔

"بھائی جاؤ انہی کی خدمت میں پہنچ جاؤ۔"

آپ نے درس و تدریس سے لے کر اپنی ایک سو تیس سالہ عمر کے آخر تک تبلیغ کا کام کیا۔ اس دوران میں پانی پت کے کئی راجپوت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ علمائے حق شناس اور سرخیل طریقت تھے۔ مسلک صلح کل اور انسان دوستی تھا۔ افتراق و تعصب سے پاک تھے۔ سماع کے بڑے دلدادہ تھے۔ منکرین سماع کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ کانوں سے بہرے اور عشق یار سے ان کے سر خالی ہیں۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاں اولاد نہیں تھی اس کے ہاں مبارک خان حضرت قلندر صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی دعا سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ پانی پت میں آپ کے پاس ہی رہتا تھا جب کوئی حاجت مند آتا تو مبارک خان آپ کے کندھوں پر سوار ہو جاتا اور ضد کرتا کہ سائل کی حاجت پوری کی جائے۔ آپ اس کی بات کو رد نہیں فرماتے تھے کیونکہ اس نے شہزادگی چھوڑ کر درویشی کی راہ اختیار کی تھی۔

Marfat.com

آپ جب علم ظاہری و باطنی سے فارغ ہوئے تو آپ کے والد گرامی حضرت مولانا سالار فخر الدین عراقی رحمتہ اللہ علیہ نے بیٹے کو شادی کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے آزادی سے پابندی کی طرف کیوں گھسیٹتے ہیں۔ چراغ سے چراغ ضرور روشن و تابندہ ہو گا اور بفضل ایزدی ایسا روشن کروں گا جس کی روشنی حشر تک نہ بجھے گی۔ آپ نے درست فرمایا تھا۔ آپ کی روحانی اولاد کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور صدا جاری و ساری رہے گا۔

خلفاء میں شہزادہ حضرت مبارک خان' مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء' مولانا شاہ اختیار الدین اور شیخ قلندر زندہ پیر رحمتہ اللہ علیہم وغیرہ ہوئے تھے۔ آپ کے بعد از وصال ۷۲۴ ہجری میں موخر الذکر مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ عشق و وفا میں بڑے صادق تھے۔ فرماتے تھے کہ اگر میرا خون بھی کر دیا جائے تو بارگاہ رب العزت میں میرا سر خم ہی رہے گا اور میرے ہر قطرہ خون سے وفا کا نقش ابھرے گا۔ مقام عشق کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ اس راہ میں مشکلات و مصائب بھرے پڑے ہیں۔ ایک ایک قدم پر بے شمار پرخطر منازل ہیں۔ اگر کسی کے پاس دولت شوق اور طلب صادق نہ ہو تو اسے وادی عشق میں قدم نہیں رکھنا چاہیے۔

آپ کا عرس ہر سال ۹ تا ۱۳ رمضان المبارک بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ بڑے بڑے مشائخ و بزرگ و عقیدت مند آستانہ پر حاضری دیتے ہیں۔

آپ کی زندگی کے واقعات و احوال سے یہ سبق ملتا ہے کہ عمر ارشادت الٰہیہ کے تحت گزار دی جائے۔ اللہ کی مخلوق کو رجوع الی اللہ کی تلقین و نصیحت کی جائے جیسے کہ اس کا فرمان ہے کہ سب سے ٹوٹ کر مجھ سے مل جاؤ۔ علاوہ ازیں ہمیں افتراق و تعصب سے بہر حال گریزاں رہنا چاہیے۔ صلح جوئی اور انسان دوستی کا درس دینا چاہیے اور یہ سب باتیں عشق الٰہی سے ہی میسر آسکتی ہیں۔

Marfat.com

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ

ساتویں صدی ہجری کے آغاز کی بات ہے بخارا کے گلی کوچے اور بازار سنسان و ویران پڑے تھے۔ لوگ سرشام ہی اپنے گھروں میں دبک گئے تھے۔ آسمان پر سیا بادلوں کا ہجوم تھا جن کے سینے میں بجلیاں کڑک رہی تھیں اور سرد ہوا کے جھونکے مکانوں کی کھڑکیوں اور دروازوں پر ہولے ہولے دستک دے رہے تھے۔ اس ہنگام بخارا شہر کے کنارے پر ایک چھوٹے سے مکان کے اندر مٹی کے چراغ کی مدہم روشنی میں اہل خانہ نہایت خاموشی و اطمینان سے ضروری سامان چند ایک گٹھڑیوں میں باندھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد مکان کا دروازہ کھلا تو اندر سے حضرت سید علی آپ کا بیٹا سید احمد' حضرت سید عرب جو حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی زلیخا اور دوسرے افراد خانہ نکلے اور ایک سنسان سی راہ پر چل پڑے۔

یہ چھوٹا سا قافلہ' کئی دن سفر کی صعوبتیں اٹھانے' فاقے برداشت کرنے اور

Marfat.com

ناساعد حالات کا سامنا کرنے کے بعد براستہ افغانستان لاہور پہنچا۔ یہاں چند دن قیام کرنے کے بعد مستقل رہائش کی خاطر بدایون چلا گیا جو ان دنوں علماء کا مستقر تصور کیا جاتا تھا۔ اس قافلے میں حضرت سید احمد رحمتہ اللہ علیہ بہت پائے کے ولی اللہ تھے جنہیں ارادت و خلافت حضرت سید علی رحمتہ اللہ علیہ سے ملی تھی اور ان کی اہلیہ حضرت بی بی زلیخا رحمتہ اللہ علیہ صبر و شکر' زہد و ورع اور تسلیم و رضا میں یکتا تھیں۔ ان دونوں کے نکاح کے بعد اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں ۲۷ صفر المظفر ۶۳۴ ہجری میں ایک فرزند جلیل عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے نظام الدین رکھا۔

آپ ابھی پانچ برس کے تھے کہ آپ کے والد سید احمد رحمتہ اللہ علیہ اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ اب آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی زلیخا رحمتہ اللہ علیہ کے کندھوں پر آپڑی۔

آپ نے تحصیل علم کی ابتداء پانچ برس کی عمر میں قرآن پاک سے کی۔ فقہ کی مشہور کتاب قدوری حضرت مولانا علاء الدین اصولی سے پڑھی جس کے اختتام پر تمام علماء و اولیاء کی موجودگی میں آپ کے استاد محترم نے دستار کھول دی اور سر پر باندھنے کو کہا۔ مقامات حریری مولانا شمس الدین سے حفظ کی۔ الغرض تمام علوم ظاہری مثلاً حدیث' تفسیر' کلام' معانی' منطق' فلسفہ و حکمت ہیئت و ہندسہ اور قرأت وغیرہ میں بیس سال کی عمر میں کمال حاصل کر لیا۔

تحصیل علم کے بعد حضرت محبوب الٰہی اپنی والدہ محترمہ اور ہمشیرہ کے ہمراہ بدایوں سے دہلی تشریف لے گئے جہاں آپ کے پڑوس میں حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے برادر اور خلیفہ حضرت نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ رہتے تھے۔ آپ کو ان سے بہت عقیدت تھی۔ اسی اثناء میں والدہ محترمہ کے انتقال کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اب آپ کا زیادہ تر وقت حضرت متوکل رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ گزرتا تھا۔

اس وقت حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کے اندر کسی

Marfat.com

مردِ کامل کے دست حق پرست پر بیعت کرنے کی تڑپ مکمل طور پر پیدا ہو چکی تھی۔ آپ باطنی علوم کی تکمیل بھی چاہتے تھے اور عرفان الٰہی کا حصول بھی۔ یہ کسی صاحب حال بزرگ کی رہنمائی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ ایک دن آپ نے حضرت نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ کا مرید ہونے کی تمنا ظاہر کی تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

" اگر مرید ہونا ہے تو حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریا ملتانی یا حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ میں سے کسی ایک کے مرید ہو جاؤ۔ "

اب آپ منتظر تھے کہ دیکھیں کس اللہ والے سے محبت و معیت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ایک دن آپ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پرانوار پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک مجذوب سے ملاقات ہوئی اس نے کہا۔

" نظام الدین ! میں تم کو دین کا بادشاہ دیکھتا ہوں۔ تم ایسے مرتبے پر پہنچو گے کہ تمام عالم فیض یاب ہو گا۔"

" اخبار الاخیار " میں ہے کہ جب آپ کی عمر بارہ برس تھی تو ایک دن آپ اپنے شفیق استاد حضرت علاء الدین اصولی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے کتاب پڑھ رہے تھے تو ملتان کا ایک قوال حاضر خدمت ہوا۔ آپ کے استاد نے اس سے وہاں کے مشائخ و اولیاء کے بارے میں دریافت فرمایا تو قوال نے حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کی ریاضت و عبادت' تقویٰ و پرہیزگاری کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے مناقب بیان کئے اور بتایا کہ ان کے نور معرفت سے ہزاروں تاریک دلوں کو روشنی اور گمراہوں کو ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ ان گنت انسانوں نے اپنی گم گشتہ منزل کا سراغ پایا ہے۔ یہ شخص بتاتا جارہا تھا اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا سینہ

Marfat.com

حضرت گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی محبت و ارادت سے بقعہ نور ہوتا جارہا تھا۔ کوئی ان دیکھی قوت کہہ رہی تھی۔

" نظام الدین ! تیری منزل کا راستہ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں سے ہو کر گزرتا ہے"۔

اس کے بعد آپ کا معمول ہو گیا کہ اٹھتے بیٹھتے اور چلتے پھرتے انہی کے نام کا ورد کرتے رہتے تھے۔ قیام دہلی کے دوران آپ کو حضرت شیخ متوکل رحمتہ اللہ علیہ کی ہمسائیگی' قرب اور محبت نصیب ہوئی تھی جس نے آپ کے رہوار محبت کو مہمیز لگادی۔ آتش عشق نے یہ حال کر دیا تھا کہ دل چاہتا تھا ابھی اڑ کر حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے قدموں میں پہنچ جاؤں۔ ایک دن آپ جامع مسجد دہلی میں تشریف فرما تھے کہ نماز فجر کی اذان کے بعد موذن نے ایک آیت مبارکہ تلاوت کی جس کا ترجمہ تھا "کیا مومنین کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے قلوب ذکر الٰہی کے واسطے جھک جائیں۔" اس آیت مبارکہ کا سننا تھا کہ رنگ بدل گیا۔ فوراً علائق دنیا کو خیرباد کہا اور اجودھن (جسے آج کل پاک پتن شریف کہتے ہیں) کے لئے چل پڑے۔ اس وقت آپ کے پاس نہ زادراہ تھا اور نہ کوئی ظاہری اسباب موجود تھے۔ ہانسی کے قریب پہنچ کر آپ کو اس قافلے کا انتظار کرنا پڑا جس کے بارے میں سنا تھا کہ عنقریب روانہ ہونے والا ہے۔ چند دنوں کے بعد قافلہ روانہ ہوا لیکن آپ کو اس کی سست روی پر سخت تعجب ہوا ۔ دراصل آپ کا جذبہ محبت و شوق قافلے سے کوسوں آگے تھا جو ساتھ دینے سے قاصر تھا۔

ملتان سے چند میل دور دو راستے پھوٹتے تھے جن میں سے ایک ملتان اور دوسرا اجودھن کی طرف جاتا تھا۔ وہاں قافلہ رکا تو آپ کو لمحہ بھر کے لئے حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کا خیال آیا اور پھر بغرض آرام لیٹ گئے۔ خواب میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حکم ہوا۔

Marfat.com

"اجودھن کا رخ کرو۔"
آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا اب انتظار کی گنجائش نہ تھی "یا فرید" کہتے ہوئے بسوئے اجودھن چل پڑے۔

۱۱ رجب المرجب ۶۵۴ ہجری بعد نماز ظہر حضرت نظام الدین اولیاء سلطان المشائخ حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدموں سے لپٹ گئے۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے' آپ کی وہ حالت تھی جو طویل ہجر و فراق کے بعد اچانک محبوب کو سامنے دیکھ کر محب کو ہوتی ہے۔ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ کی پشت پر دست مبارک پھیر کر تسلی دینے لگے اور لبوں پر یہ شعر تھا۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

ترجمہ : تیرے فراق کی آگ نے دل کو کباب کر دیا ہے اور تیرے ملنے کے اشتیاق کے طوفان نے جان کو خراب کر دیا ہے۔

جب سلطان الہند حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی حالت قدرے سنبھلی تو دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ اب آپ پر دہشت و خوف کا غلبہ تھا کہ مبادا مرشد کے حضور کوئی بے ادبی نہ ہو جائے۔ ڈرتے ڈرتے عرض کیا
"حضور! زیارت و قدم بوسی کا شوق انتہائی غالب تھا۔"
حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔
"اے نظام الدین! میں چاہتا تھا کہ ہندوستان کی ولایت کسی اور کو دوں مگر عالم غیب سے ندا آئی کہ نظام الدین بدایونی ہی اس کا مستحق ہے۔"
یہ فرما کر مرشد نے آپ کو کلاہ چہار ترک عطا فرمایا جو اس وقت ان کے سر اقدس پر تھا۔ اس کے علاوہ عصا اور دیگر تبرکات مرحمت فرمائے اور اپنے مریدین میں

Marfat.com

شامل فرمایا۔

مرشد کے حکم کے مطابق آپ اجودھن میں رہنے لگے۔ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو ان گنت نعمتوں سے نوازا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"جس دن سے نظام آیا اور مرید ہوا ہے اس کے اخلاص و اعتقاد میں روز افزوں اضافہ ہی ہوا ہے۔"

تین سال گزر گئے اس اثناء میں مرشد کامل نے حضرت محبوب الٰہی کی باطنی و روحانی تعلیم و تربیت فرمائی۔ شریعت' طریقت' حقیقت اور معرفت کی گوناگوں منازل سے گزار کر انوار و فیوض و برکات سے مالامال کر دیا۔

۲ ربیع الاول ۶۵۷ ہجری کو دہلی روانہ ہونے سے قبل مرشد نے خلافت نامہ عطا کیا اور خرقہ خاص پہنایا اور مجاہدہ میں سعی کرنے کی نصیحت فرمائی۔

دہلی واپس پہنچ کر آپ مسند پیران چشت پر جلوہ افروز ہوئے اور مخلوق اللہ میں وہ روحانی دولت تقسیم فرمانے لگے جو انہیں اپنے مرشد سے حاصل ہوئی تھی۔ فرمان شیخ کے مطابق آپ اکثر اوقات مجاہدہ و ریاضت اور یادالٰہی میں مشغول رہتے۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو حجرے میں تشریف لے جاتے اور ساری رات عبادت میں گزر جاتی۔ صبح حجرے سے باہر تشریف لاتے تو آنکھیں بادۂ محبت الٰہی سے مخمور و مست ہوتیں۔ آپ کے زہد و ورع مجاہدہ و ریاضت اور برکات و فیوض کا شہرہ عام ہو گیا۔ ایک روز آپ حوض رانی کے قریب باغ میں نماز کے بعد ذوالجلال والاکرام کے حضور میں عرض گزار ہوئے۔

"اے بار اللہ! میں اپنی خواہش سے کہیں نہیں رہنا چاہتا تو بہتر جانتا ہے کہ میں کہاں رہوں۔"

ابھی عرض ختم نہیں ہوئی تھی کہ آواز سنائی دی۔

"تیرا مقام غیاث پور ہے۔"

آوازۂ غیب سننے کے بعد آپ غیاث پور تشریف لے گئے جو دہلی سے

Marfat.com

تھوڑے فاصلے پر ایک چھوٹا سا گاؤں تھا جس کا بعد میں آپ کی نسبت سے نظام الدین اولیاء نام پڑ گیا۔ یہاں بھی لوگ جوق در جوق حاضر ہونے لگے۔

ہر وقت حضوری حق کی وجہ سے حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے ساری عمر شادی نہیں کی۔ انہیں یادالٰہی سے اتنی فرصت ہی کہاں تھی کہ کسی اور طرف دھیان بھی کرتے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے افراد کے لئے چوبیس گھنٹے لنگر جاری رہتا تھا۔ آپ اپنے محب و مقرب اور خاص الخاص مریدین کی روحانی تربیت کے لئے نماز تہجد کے بعد علم و حکمت عطا فرماتے۔ معرفت الٰہی کے اسرار و رموز سمجھاتے' عشق و محبت کی منازل سے آگہی بخشتے اور تصوف و سلوک کے کٹھن اور دشوار گزار راستوں کے بارے میں رہنمائی فرماتے تھے۔ ہر ولی اللہ کی طرح آپ اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ خواص کی بات عام لوگوں کے سامنے نہ کی جائے' کیونکہ اس سے ان کی راہیں دشوار ہو جاتی ہیں اور بھٹکنے کا امکان ہوتا ہے۔ حضرت میاں محمد رحمتہ اللہ علیہ نے اس ضمن میں ارشاد فرمایا ہے۔

عاماں بے اخلاصاں اندر خاصاں دی گل کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی

لیکن عام لوگوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے آپ واقعات و حکایات بیان فرمایا کرتے تھے۔ کاروبار میں سچے اور دیانتدار رہنے کے لئے آپ نے چند تاجر پیشہ لوگوں سے فرمایا۔

" نیشا پور میں ایک قصاب رہتا تھا جب وہ سفر پر روانہ ہونے لگا تو اس نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ ان بھیڑ بکریوں کو ذبح کر کے گوشت فروخت کر دینا کچھ عرصہ بعد وہ شخص سفر سے واپس آیا تو گھر میں ہڈیوں کا ڈھیر دیکھ کر متعجب ہوا اور ان کے بارے میں دریافت کیا تو بیٹے ابوالعاص نے جواب دیا" " ابا جان ! لوگ

Marfat.com

میرے پاس گوشت مانگنے آتے تھے میں انہیں بغیر مانگے ہڈیاں کیسے دے سکتا تھا۔"

بعض اوقات موقع پر ہی آپ لوگوں کی اصلاح فرما دیا کرتے تھے ایک مرتبہ آپ تشریف فرما تھے کہ کسی نے اپنے ساتھی کو "عمر ادھر آجاؤ" کہہ کر آواز دی۔ آپ نے سنا تو ارشاد فرمایا۔

" ایک مرتبہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر کر رہا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ آج رات اس کے ہاں لڑکا تولد ہوا ہے لہٰذا نام رکھ دیجئے۔ میں نے اس کا نام عمر اور لقب شہاب الدین رکھا اور ساتھ ہی وصیت کر دی کہ اس نام کو کبھی تصغیر و تحقیر کے ساتھ نہ لینا کیونکہ یہ اس مبارک ہستی کا اسم پاک ہے جو تمنائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔"

بعض اوقات لوگ نت نئی الجھنوں کا شکار ہوتے تو وہ انہیں سلجھانے کے لئے حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور اس ضمن میں مختلف سوالات کرتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے دنیا کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

" دنیا ایسی چیز نہیں ہے جس کو دوست رکھا جائے یا اسے یاد کیا جائے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اسے دنیا نہیں چاہیے تو یہ نہ چاہنا بھی چاہنے کی دلیل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرنے والے کے دل میں اگر دنیا موجود ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ ایسا شخص اگر تمام عمر روزے رکھے، ساری رات قیام کرے اور زائر الحرمین بھی ہو تو کچھ حاصل نہ ہو گا، جب تک کہ دل سے دنیا کی دوستی کو دور نہیں کرتا لیکن اگر اللہ تعالیٰ طلب نہ کرنے کے باوجود اپنے کسی بندے کو دنیا دیتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے خرچ کرے تاکہ کم نہ ہو اور جب اللہ اس سے دنیا واپس لے لے تو آنکھ اٹھا کر بھی اس کی طرف نہ دیکھے کہ آئندہ آئے۔"

جب خالق حقیقی کے حضور حاضر ہونے کا وقت آیا تو حضرت نظام الدین

Marfat.com

اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے وصال سے چالیس روز قبل کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ایک روز شوربا آپ کو پیش کیا گیا تو آپ نے پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا۔

"جس کے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم مشتاق ہوں اس کو طعام دنیا سے کیا کام۔"

وقت رخصت بہ طرف منزل آخرت آپ نے ایک دستار اور پراہن حضرت مولانا برہان الدین غریب رحمتہ اللہ علیہ کو دے کر دکن کی طرف جانے کی اجازت دی، مولانا شمس الدین یحیٰی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی آپ نے یہی اشیاء مرحمت فرمائیں۔ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ بھی حاضر خدمت تھے لیکن اس روز آپ کو کچھ عطا نہ کیا لیکن بروز بدھ بعد نماز عشاء مصلیٰ، تسبیح خرقہ اور حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے تبرکات آپ کے سپرد فرمائے اور کہا۔

"تم کو دہلی میں رہ کر لوگوں کی جفا و قضا اٹھانی چاہیے۔"

آپ چار ماہ اور چند دن بیمار رہے اور ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ ہجری بروز بدھ طلوع آفتاب کے وقت جوار رحمت میں داخل ہوئے اور غیاث پور میں ہی سپرد خاک ہوئے۔

آپ کی پاک زندگی سے مندرجہ ذیل سبق ملتے ہیں:

۱۔ سچی لگن ہو تو انسان ظاہری اسباب کی پرواہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ خود تمام حالات کو اپنے محب کے تابع کر دیتا ہے۔

۲۔ ہمیں لوگوں کی ذہنی سطح کے مطابق بات کرنی چاہیے۔ اس سے امن برقرار رہتا ہے۔

۳۔ کاروبار میں کسی قسم کی ہیرا پھیری نہیں کرنی چاہیے' ہیرا پھیری توشہ جہنم ہے۔

۴۔ ہمیں صحابہ کرامؓ' امہات المومنینؓ اور بنات رسول صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے اسم پاک کبھی تصغیر و تحقیر کے ساتھ نہیں لینے چاہئیں۔ بے حد ادب ملحوظ رکھنا چاہے۔

۵ - دنیا کی محبت اگر سینے میں جاگزین رہے تو کوئی عبادت سودمند ثابت نہیں ہوتی۔

Marfat.com

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ

حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ وقت کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ جب کبھی آپ کا گزر کوشک ہندواں کی طرف سے ہوتا تو بہ زبان حال ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ جلدی ایسا ہو گا کہ کوشک ہندواں قصر عارفان بن جائے گا۔ ایک روز اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال کے مکان سے قصر عارفاں کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر فرمایا کہ وہ خوشبو اب زیادہ ہو گئی ہے اور وہ مرد پیدا ہو چکا ہے۔ یہ سات محرم الحرام ۷۱۸ ہجری کا واقعہ ہے جب پتہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کو اس عالم رنگ و بو میں تولد ہوئے تین دن ہو چکے تھے۔ آپ کے جد امجد آپ کو حضرت بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں لے آئے۔ آپ نے بچے کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور اپنے خلیفہ حضرت سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ سے بچے کی تربیت کے بارے میں وعدہ لیا اور ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

"یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہو گا۔"

اور پھر اپنے خلیفہ سے فرمایا۔

"اگر تم نے اس کی تربیت میں کوتاہی کی تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"

لڑکپن سے ہی آپ کی جبین مقدس سے آثار ولایت نمایاں تھے۔ حسب ارشاد مرشد حضرت سید امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو آداب طریقت کی تعلیم دی۔ لیکن آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت سے ہوئی۔ ان دنوں اس سلسلہ ارادت کے بزرگ ذکر خفیہ کو ذکر اعلانیہ کے ساتھ جمع کیا کرتے تھے، مگر حضرت خواجہ نقشبند ذکر خفیہ کیا کرتے تھے اور جب حضرت امیر کلال رحمتہ اللہ علیہ کے اصحاب ذکر اعلانیہ کرتے تو آپ محفل سے اٹھ جایا کرتے تھے۔ لیکن حضرت امیر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت و ملازمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ حضرت بھی آپ کی طرف بے حد التفات فرماتے تھے۔ ایک دن آپ نے حضرت خواجہ نقشبند کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے فرزند! اپنے مرشد کے فرمان کے مطابق میں نے تمہاری تربیت کی ہے۔ اب تمہیں اجازت ہے کہ جس جگہ سے کوئی خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے طلب کرو۔"

اس ارشاد کے بعد آپ حضرت مولانا عارف دیک کرانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ دیک کراں قصبہ ہزارہ کا ایک گاؤں ہے جو آب کوبک کے کنارے واقع ہے اور اس جگہ سے بخارا کا شہر نو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ آپ حضرت مولانا کی بے حد تعظیم و آداب بجالاتے تھے۔ چلتے وقت مولانا کے قدم پر قدم نہ رکھتے تھے۔ سات سال تک آپ ان کی خدمت عالیہ میں رہے اور بڑا فیض حاصل کیا۔

ایک دن آپ نے عالم رویا میں دیکھا کہ خحکیم اتا رحمتہ اللہ علیہ جو کبار

Marfat.com

مشائخ ترک میں سے تھے آپ سے ایک درویش کی سفارش فرما رہے ہیں۔ جب بیدار ہوئے تو حکیم اتا رحمتہ اللہ علیہ کی صورت مبارک ذہن میں نقش ہو چکی تھی۔ خواب کا ذکر اپنی دادی جان سے کیا جو بڑی عابدہ و صالحہ تھی' تو انہوں نے کہا۔

"بیٹا تجھے کسی ترک شیخ سے فیض پہنچے گا۔"

ایک دن بخارا کے بازار سے گزر رہے تھے کہ اچانک خواب والے بزرگ دکھائی دیئے۔ ان کا اسم مبارک خلیل اتا تھا۔ مگر اس وقت صحبت میسر نہ آئی۔ شام کو ایک قاصد آیا اور عرض کی "درویش خلیل آپ کو یاد کرتے ہیں۔" خوشی کی انتہا نہ تھی۔ کچھ تحفہ لیا اور کشاں کشاں ان کی خدمت میں پہنچ گئے۔ خواب کا ذکر کرنا چاہتے تھے کہ آپ نے زبان ترجمان حق بیان سے ترکی زبان میں ارشاد فرمایا۔

"جو تمہارے دل میں ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ اظہار کی ضرورت نہیں۔"

چنانچہ آپ کا میلان ان کی طرف بے حد ہو گیا۔ ان کی صحبت میں عجیب عجیب واقعات مشاہدہ میں آئے۔ کچھ عرصہ بعد ان کو ماوراء النہر کی بادشاہی مل گئی۔ ایک دن کسی کام سے حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ ان سے ملنے گئے تو انہوں نے آپ کو اپنی ملازمت و خدمت کی عزت بخشی۔ آداب کی تعلیم سیر و سلوک کی راہ میں بے حد مفید ثابت ہوئی۔ مجلس عام میں آداب سلطنت بجالاتے اور تنہائی میں ان کے محرم خاص تھے۔ اپنے خواص کے سامنے حضرت خلیل اتا رحمتہ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رضائے حق تعالٰی کے لئے میری خدمت کرے گا وہ مخلوق میں بزرگ ہو جائے گا۔ چھ سال کے بعد ان کی سلطنت پر زوال آ گیا تو دنیا کے سارے کام آپ کے دل میں سرد ہو گئے اور واپس آکر بخارا کے ایک گاؤں زیورتوں میں قیم ہو گئے۔

ابتدائے احوال میں جب غلبہ بے قراری ہوتا تو راتوں کو بخارا کے نواح

Marfat.com

میں پھرا کرتے تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ آغاز شب میں آپ حضرت خواجہ محمد واسع رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چراغ ٹمٹما رہا ہے' بتی اور تیل موجود ہے' صرف بتی کو تیل سے باہر نکالنے کی ضرورت ہے تاکہ خوب جلے۔ وہاں سے حضرت خواجہ محمود الجنید فغنوی کے مزار پر پہنچے' وہاں بھی چراغ کی وہی حالت تھی جو پہلے مزار پر تھی۔ اچانک دو شخص نمودار ہوئے انہوں نے مجھے ایک گھوڑے پر بٹھا کر اس کا رخ مزارات کی طرف کر دیا۔ جب وہاں پہنچے تو وہاں بھی چراغ کی حالت پہلے دو مزارات کی طرح تھی۔ معاً قبلہ کی طرف سے دیوار شق ہوئی اور ایک تخت نمودار ہوا جس پر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ ان کے کئی خلفاء بھی موجود تھے۔ جن میں حضرت خواجہ بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔ جنہیں میں زندگی میں مل چکا تھا۔ آپ نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

"جو چراغ تمہیں دکھائے گئے تھے ان کا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ تم میں اس راستے کی استعداد موجود ہے مگر استعداد کی بتی کو اکسانا چاہیے تاکہ روشن ہو اور اسرار ظاہر ہوں۔ قابلیت کے مطابق عمل بھی کرنا چاہیے تاکہ مقصد حاصل ہو"۔ پھر آپ نے تاکیداً فرمایا کہ شریعت پر استقامت سے قدم رکھنا چاہیے۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا بنانا اور اخبار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیم اجمعین کی تلاش میں رہنا چاہیے۔

بعض اوقات بزرگان دین پر ایسے مقامات بھی آتے ہیں کہ فیض و فتوحات کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ نو ماہ تک حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ پر فیض کا دروازہ بند رہا۔ تب بے چین رہنے لگے ایک دن ایک مسجد پر گزر ہوا تو وہاں یہ شعر لکھا نظر آیا۔

Marfat.com

اے دوست بیا کہ ماتزائیم
بیگانہ مشو کہ آشنائیم

بس پھر کیا تھا۔ فوراً رقت طاری ہو گئی۔ آنسو بہنے لگے اور عجیب کیفیت ہو گئی۔ چنانچہ عنایت ربی سے فیض کا دروازہ پھر کھل گیا۔

آپ فقر کی زندگی بسر کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ پایا ہے وہ سب فقر سے محبت کا نتیجہ ہے۔ حلال کا بڑا اہتمام فرمایا کرتے تھے اور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ عبادت کے دس جز ہیں۔ ان میں سے نو طلب حلال ہیں اور ان میں سے ایک عبادات ہیں۔ اگر کوئی تحفہ و ہدیہ لاتا تو اتباع سنت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ اسی قدر یا اس سے زیادہ اسے عطا فرماتے تھے۔ آپ کا گزارہ زراعت سے تھا۔ ہر سال کچھ جو اور کچھ ماش بوتے۔ بیج زمین اور بیلوں سے کام لینے میں بڑی احتیاط برتتے تھے۔ شہر میں کوئی ملکیتی مکان تھا نہ خادم۔ اکثر کھانا خود پکاتے۔ اکابر و علماء جو حاضر خدمت ہوتے آپ کا طعام بطور تبرک کھایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک درویش آپ کی خدمت اقدس میں کھانا لایا۔ دیکھا تو فرمایا۔

"ہمیں یہ کھانا نہیں چاہیے کیونکہ غصے کی حالت میں پکایا گیا ہے۔ آٹا چھاننے، خمیر کرنے یا پکاتے وقت کسی پر غصہ رہا ہے۔" اگر کوئی کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا تو آپ اس کھانے کو نہ کھاتے۔ فرماتے تھے کہ جو کام غضب و غفلت یا کراہت و دشواری سے کیا جائے اس میں خیر و برکت نہیں کیونکہ اس میں نفس و شیطان کا دخل ہوتا ہے۔ اس سے اچھا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے۔ اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنا طعام حلال پر ہے۔ جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضور اسی سے حاصل ہوتا ہے۔

ایک دن تشریف فرما تھے۔ مریدین و مشائخ و علماء حاضر خدمت تھے۔ تذکرہ

Marfat.com

حضرت خواجہ بابا سماسی رحمتہ اللہ علیہ کا ہونے لگا۔ ارشاد فرمایا کہ جب میں اٹھارہ سال کا ہوا تو میرے جدامجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ مجھے بھیجا کہ حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بلاؤں۔ آپ کی برکت سے مجھ پر حالت تضرع کا ظہور ہوا۔ انہوں نے فرمایا۔

" اے فرزند! دعا میں یوں کہنا چاہیے کہ اے اللہ اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے۔"

پھر فرمایا۔

" بیشک اللہ تعالٰی کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ بلا میں مبتلا ہو۔ اگر حکمت کی وجہ سے اپنے کسی دوست پر بلا بھیجتا ہے تو اپنی عنایت سے اسے برداشت کرنے کی قوت بھی عطا فرماتا ہے اور اس کی حکمت اس پر ظاہر فرما دیتا ہے۔ اسے اپنے اختیار سے بلا طلب کرنا دشوار ہے۔ گستاخی نہ کرنی چاہیے۔"

حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کی اس طرح تربیت فرماتے تھے کہ ابتداء میں ہی سعادت مراقبہ سے مشرف ہو جاتے تھے اور پھر رفتہ رفتہ درجہ عدم فنا اور بعدازاں فانی از خود اور باقی بحق ہو جاتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو دولت و صال کے واسطہ ہیں اور بارگاہ احدیت کا محرم بناتے ہیں۔

ایک دن آپ تشریف فرما تھے۔ حاضرین محفل مؤدب بیٹھے تھے۔ علم و عرفان و معرفت کے دریا بہہ رہے تھے۔ اذہان و قلوب کی تشفی و تسکین کے لئے مختلف امور کے متعلق روشنی حاصل کرنے کے لئے قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ کے مطابق کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے دریافت کرو کی محفل جمی تھی۔ ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا رحمت کی وجہ سے اس امت میں مسخ

Marfat.com

صورت نہیں ہے۔ مگر مسخ باطن باقی ہے۔ اس حال پر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسخ باطن کی علامت یہ ہے کہ صاحب کبیرہ کا باطن کبیرہ گناہ کرنے سے دردمند و متاثر نہ ہو اور برائی اور گناہوں میں نہایت اصرار کے سبب سے اس کا یہ حال ہو جائے کہ جب اس سے کبیرہ گناہ صادر ہو تو اس کے بعد اس کے باطن میں کوئی ندامت یا ملامت پیدا نہ ہو اور اس کا دل ایسا سخت و سیاہ ہو کہ اگر اسے تنبیہہ کی جائے تو وہ آگاہ و متاثر نہ ہو۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ کوئی علم منطق پڑھے تو کس نیت سے پڑھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق و باطل میں امتیاز کی نیت سے۔ ایک سوال کے جواب میں یوں فرمایا کہ میں نے مکہ مکرمہ میں سو اشخاص کو دیکھا' ان میں سے ایک نہایت پست ہمت اور دوسرا نہایت بلند ہمت تھا۔ پست ہمت وہ تھا جو طواف میں خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقے پر ہاتھ رکھے ایسے عزیز وقت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اور مانگ رہا تھا اور بلند ہمت وہ نوجوان تھا جس نے بازار منیٰ میں کم و بیش پچاس ہزار دینار کا سودا خرید و فروخت کیا لیکن اس عرصہ میں اس کا دل ایک لمحہ کے لئے بھی حق سبحانہ سے غافل نہ ہوا۔ آپ تشریف فرما تھے کہ آپ کے لب ہائے مبارک سے نکلا۔

"تو شمع کی طرح بن تو شمع کی طرح نہ بن"۔

یہ سنا تو سب متوجہ ہو گئے۔ آپ نے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے کہا "شمع کی طرح بن کا مطلب ہے کہ تو دوسرے کو روشنی پہنچائے اور شمع کی طرح نہ بن کا مطلب ہے کہ تو اپنے تئیں تاریکی میں نہ رکھے۔

سوموار کا دن ربیع الاول کی تین تاریخ اور سن ۹۱۷ ہجری تھا کہ منعم حقیقی کی طرف سے آپ کو پیغام وصل آ گیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چوہتر سال تھی۔ اہل قرب سورۃ یٰسین تلاوت کر رہے تھے۔ جب نصف ہوئی تو انوار ظاہر

Marfat.com

ہونے لگے۔ وہ سب کلمہ پاک پڑھنے میں مشغول ہو گئے کہ اسی دوران میں آپ کا سانس منقطع ہو گیا اور آپ واصل بحق ہو گئے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ راہ حق پر گامزن رہنے کے لئے ہمیشہ سعی و کوشش کرتے رہنا چاہئے اور اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جو دوڑتا ہے گیند اسی کو ملتی ہے۔ ہمیں اپنے باطن کو مسخ ہونے سے بچانے کے لئے کبائر سے بچنا چاہیے۔ گناہوں پر ندامت و ملامت کرنی چاہیے۔ اللہ سے معافی مانگنی چاہے اور آئندہ سے گناہوں سے بچنے کے لئے اللہ کی اعانت و مدد طلب کرنی چاہیے۔ خاص طور پر خواتین کو کھانا تیار کرتے وقت غضب و غصہ و کراہت سے بچنا چاہیے اس سے برکت ضائع ہو جاتی ہے اور نفس و شیطان کی مداخلت ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ

سمنان ایران کا قدیم شہر ہے جو کوہ ابرز اور دامغان کے درمیان واقع ہے۔ یہاں کے باشندے اس لحاظ سے نہایت خوش بخت تھے کہ ان کا بادشاہ سید سلطان ابراہیم ولی کامل بھی تھا۔ امور سلطنت کی بجا آوری کے علاوہ دارالعلوم کے منتہی طلباء کو علوم معقول و منقول بھی پڑھاتا تھا۔ اس طرح بارہ ہزار طلباء نے براہ راست اس سے فیض حاصل کیا۔ اس دور کے معررف بزرگ حضرت رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی رحمتہ اللہ علیہ تھے جن کی خدمت میں سلطان حاضر ہوا کرتا تھا۔ ان کو اس بزرگ کی بارگاہ میں خاص مقام حاصل تھا۔

سلطان سید ابراہیم بارہ سال کی عمر میں ہی تخت سمنان پر متمکن ہو گئے تھے۔ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خواجہ یسوی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان کی ایک لڑکی سے شادی کی جو بڑی زاہدہ ' عابدہ اور تہجد گزار تھی۔ ان سے دو یا تین بچیاں تولد ہوئیں۔ لیکن وارث تخت نہ ہونے کی وجہ سے بادشاہ اور ملکہ دونوں

Marfat.com

بڑے افسردہ و ملول رہا کرتے تھے۔ سال گزرتے جارہے تھے اور وقت کے ہم آہنگ نرینہ اولاد کی پیدائش کی امید ماند پڑتی جارہی تھی۔ ایک دن دونوں میاں بیوی محل سرا میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک مجذوب کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ لحظہ بھر کے لئے حیرت ہوئی کہ یہ کہاں سے آگیا ہے۔ لیکن فوراً خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبولین کے سامنے در و دیوار کی رکاوٹیں بے معنی ہیں۔ جب وہ قریب آیا تو بصد ادب کھڑے ہو گئے۔ اس نے سلطان سید ابراہیم کی طرف دیکھا اور بولا۔

" ابراہیم اولاد نرینہ مانگتا ہے ۔"

میاں بیوی نے سنا تو فرط انبساط سے چہرے روشن ہو گئے۔

" حضور ! آپ اللہ کے ولی اور بزرگ ہیں جو بھی عطا فرمادیں ۔"

مجذوب نے بارگاہ ایزدی میں اولاد کے لئے دعا کی۔ بادشاہ نے ہزار اشرفیاں نذرانہ پیش کیں۔ مجذوب جانے لگا تو سلطان بھی ادباً" چند قدم پیچھے چلا۔ مجذوب نے پلٹ کر پوچھا۔

" بیٹا لے چکے اب اور کیا چاہیے ۔"

سلطان کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ مجذوب پھر بولا۔

" اچھا جاؤ اللہ تعالیٰ ایک نہیں دو بیٹے عطا فرمائے گا ۔"

جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کے صدقے دعائیں قبول فرماتا، رحمتیں برساتا اور مصائب و آلام رفع فرماتا ہے۔ مجذوب کی دعا قبول ہوئی جب حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش کا وقت قریب آیا تو آپ کے والد گرامی کو رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ ارشاد فرمایا ۔

" ابراہیم ! اللہ تعالیٰ تمہیں جو لڑکا عطا فرمائے گا اس کا نام اشرف رکھنا۔ وہ اللہ کا ولی ہو گا۔ ایک دنیا اس سے مستفیض ہو گی۔ اس کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال

Marfat.com

رکھنا اور دوسرے بیٹے کا نام اعرف محمد رکھنا۔"

سلطان ابراہیم کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اللہ کے ولی کی پیدائش عالم عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا باعث بن گئی تھی۔ جتنا بھی شکر ادا کیا جاتا کم تھا۔ جب بیٹا پیدا ہوا تو خوب صدقہ و خیرات کیا گیا۔ عادل و غریب پرور بادشاہ کی خوشی میں رعیت بھی برابر کی شریک تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی تھا کہ اشرف کی تربیت و تعلیم کا خاص اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ روز اول سے ہی اس کا خیال رکھا جانے لگا۔ جب بیٹا چار سال چار ماہ چار دن کا ہوا تو رسم بسم اللہ کی گئی۔ مولانا عمادالدین تبریزی کو استاد مقرر کیا گیا۔ اللہ کے اس ولی نے ہفت قرآت کے ساتھ قرآن پاک بامعنی پڑھا اور حفظ کیا۔ اس وقت آپ کی عمر سات سال تھی اس کے بعد جید علماء کی خدمت میں حصول علم کے لئے بھیج دیا گیا۔ سلطان ابراہیم بذات خود بھی اساتذہ کو ہدایت دیا کرتا تھا اور نگرانی کرتا تھا لہٰذا چودہ سال کی عمر تک آپ نے تمام علوم مذہبی و دینی پر عبور حاصل کر لیا۔ دوران تحصیل علم آپ حضرت رکن الدین علاؤالدولہ سمنانی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھی جایا کرتے تھے۔ جو آپ پر نظر خاص فرماتے تھے۔ لہٰذا آہستہ آہستہ راہ سلوک بھی طے فرمانے لگے۔

آپ اپنے شب و روز نورانی ماحول میں گزار رہے تھے۔ جب پندرہ سال کے ہوئے تو آپ کے والد ماجد سلطان سید ابراہیم کو اللہ کی طرف سے بلاوا آگیا اور ترپن سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ باپ کے وصال کے بعد تاج شاہی آپ کی سر پر رکھا گیا۔ آپ کا طرز جہانبانی دیکھ کر عمائدین سلطنت ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ گھر گھر خوشحالی و فارغ البالی نے ڈیرے جما لئے۔ دور و نزدیک عدل و انصاف کی دھوم مچ گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ رعایا کی خوشحالی اور استحکام سلطنت کا راز اس میں مضمر ہے کہ حکمران طبقہ نیک نیت' غریب پرور اور سماجی انصاف مہیا کرنے والا ہو۔ جہاں یہ چیزیں مفقود ہوں گی وہاں لوٹ کھسوٹ'

Marfat.com

منافقت، جرائم، مصائب و آلام، فتنہ و فساد اور ایمان فروشی کی فراوانی ہو گی۔

کہتے ہیں پرانے وقتوں میں ایک بادشاہ تھا۔ امراء و وزراء کے ہمراہ ایک دن شکار کو گیا تو راستے میں اناروں کا باغ نظر پڑا۔ پیاس لگ رہی تھی، باغ میں گیا تو ایک نوجوان لڑکی بیٹھی تھی۔ بادشاہ نے پینے کے لئے پانی مانگا۔ اس نے ایک انار توڑ کر رس نچوڑا تو بہت بڑا گلاس بھر گیا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ سامنے کون بیٹھا ہے۔ بادشاہ نے دل میں خیال کیا کہ واپس جا کر اس باغ کو اپنے قبضہ میں لے لوں گا۔ شکار سے واپسی پر پھر وہاں رکا اور لڑکی سے پانی مانگا۔ اس نے پھر ایک انار توڑا اور رس نچوڑا اب گلاس آدھا بھی نہ بھرا بادشاہ نے پوچھا۔

"یہ کیا پہلے تو ایک انار کے رس سے گلاس بھر گیا تھا۔"

لڑکی نے جواب دیا۔

"شاید اس ملک کے بادشاہ کی نیت خراب ہو گئی ہے۔"

بادشاہ نے اس باغ کو قبضہ میں لینے کا ارادہ ترک کر دیا اور لڑکی سے دوسرا انار لانے کو کہا۔ اب جو رس نچوڑا تو گلاس بھر گیا۔ لڑکی بولی۔

"معلوم ہوتا ہے بادشاہ نے اپنی نیت نیک کر لی ہے۔"

بخاری شریف کی حدیث پاک ہے کہ تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے لہٰذا اگر حکمران طبقہ مخلص ہے تو اسے اپنی نیتوں کو صاف رکھنا چاہیے کیونکہ خراب نیتوں سے خراب اور اچھی نیتوں سے اچھے عمل جنم لیتے ہیں اور ان کے اپنے اپنے اثرات ہیں۔

ایک دن حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ شکار پر تشریف لے گئے لیکن کوئی جانور شکار نہ کیا۔ سپاہی ادھر ادھر شکار کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بوڑھی عورت حاضر خدمت ہوئی اور عرض کی کہ ایک سپاہی نے میرا دہی چھین کر کھا لیا ہے، اب میں کیا کھاؤں

Marfat.com

گی۔ آپ نے سپاہیوں کو طلب کیا اور بوڑھی عورت سے پوچھا کہ ان میں سے کس نے دہی چھینا تھا۔ اس نے ایک سپاہی کی طرف اشارہ کیا لیکن سپاہی نے انکار کیا۔ آپ نے چند مکھیاں پکڑنے کا حکم دیا اور پھر اس سپاہی کو کھلائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اسے قے ہوئی اور دہی باہر آگیا۔ آپ نے سپاہی کو سزا دی اور اس کا گھوڑا مع زین بڑھیا کو عطا کر دیا۔ جہاں ایسی صورتحال ہو وہاں کون کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔

امور سلطنت کی بجا آوری کے ہم آہنگ آپ کا قلبی رجحان معرفت الٰہیہ کی طرف تھا اور اس کے لئے بزرگان دین کی خدمت میں حاضر ہونے کے علاوہ سلوک و تصوّف کی کتب بھی زیر مطالعہ رکھتے تھے جس سے آتش شوق میں تیزی آتی گئی۔ ایک رات حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی' انہوں نے ایک وظیفہ بتایا جس پر سختی سے دو سال عمل کیا۔ پھر ایک رات خواب میں حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ سے ملے تو انہوں نے اشغال اولیاء کی تعلیم فرمائی۔ اس طرح تین سال اور گزر گئے۔ اب حکومت کی ذمہ داریاں بوجھ محسوس ہونے لگیں' راہ سلوک میں یہ سب سے بڑی زنجیریں تھیں' ایک دن خاندان کے افراد کے ہمراہ اپنے ملک کی سرحد کے قریب خیمہ زن تھے کہ اسی اثناء میں چنگیزی ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اس جنگ میں بہت سے افراد جام شہادت نوش کر گئے اور کئی زخمی ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد آپ کا مقصد حیات معرفت الٰہی بن گیا۔ اسی دوران میں حضرت ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی "فصوص الحکم" حضرت عبدالرزاق کاشانی رحمتہ اللہ علیہ سے پڑھی۔ اب آپ بزرگوں کی خدمت میں زیادہ حاضری دینے لگے' غریبوں سے ہمدردی' حاجت مندوں کی حاجت روائی اور فیاضی میں اضافہ ہوگیا۔ ماہ رمضان کی ستائیسویں شب تھی آپ عبادت میں مشغول تھے کہ غنودگی طاری ہو گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور کہا۔

" اشرف ! تخت و تاج راہ سلوک و معرفت میں حجاب ہے اسے چھوڑ دو اور

Marfat.com

معرفت الٰہیہ کے حصول کے لئے تیار ہو جاؤ۔ سلطنت کو خیرباد کہہ کر ملک ہند کی طرف سفر کرو وہاں حضرت شیخ علاؤالدین ملقب گنج نبات ہیں ان کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ۔"

نماز فجر کی ادائیگی کے بعد آپ نے حکومت سے دستبردار ہونے کے بارے میں چھوٹے بھائی سے ذکر کیا اور تاج شاہی اس کے سر پر رکھ دیا اور نصیحت فرمائی کہ عدل و انصاف و شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی پابندی رکھنا۔ بعدازاں والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اجازت چاہی۔

" بیٹا! میں تو اس دن کا بڑی مدت سے انتظار کر رہی تھی۔ اللہ کا شکر ہے۔ اس کے بارے میں حضرت خواجہ احمد یسوی رحمتہ اللہ علیہ نے تمہاری ولادت سے قبل روحانی طور پر آگاہ کر دیا تھا اور بتایا تھا کہ تمہارے نور ہدایت سے ایک عالم ظلمات سے روشنی کی طرف آئے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ سفر مبارک کرے۔"

یہ خبر سمنان میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ سلطان اشرف نے درویشی اختیار کر لی ہے اور حکومت کو خیرباد کہہ دیا ہے۔ کیا غریب اور کیا امیر ہر کوئی آپ کی رعایا پروری' انصاف' محبت اور پاکبازی کا ذکر کر رہا تھا۔ شاہان دنیا تختوں سے اترتے بھی ہیں اور اتارے بھی جاتے ہیں لیکن چشم فلک نے ایسا نظارہ کبھی نہ دیکھا تھا کہ رعیت کی آنکھ کا تارا' عمائدین سلطنت کا محبوب فقر و درویشی کے مقابلے میں حکومت کو ایک تنکے جیسی وقعت بھی نہ دے گا۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس برس تھی۔ لمبا سفر درپیش تھا۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ آج کے بعد ماں' بہنوں اور بھائی سے پھر کبھی ملاقات ہو گئی بھی یا نہیں۔ ماں کی تمنا کے مطابق بڑے تزک و احتشام سے روانہ ہوئے۔ جلو میں بارہ ہزار افواج' علماء' فضلاء' فقراء' درویش' عمائدین شہر اور رعایا کے بے شمار لوگ تھے۔ بصد اصرار کوئی شخص آپ سے جدا ہونا پسند نہ کرتا تھا۔ زور دے کر لوگوں کو واپس کرنا شروع کر دیا۔ جب ملک کی سرحد عبور کرنے لگے تو وہاں سے سب لوگوں کو

Marfat.com

رخصت کیا۔ آپ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ بوقت جدائی لوگ زار و قطار رو رہے تھے۔ ہر شخص کے چہرے پر غم کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ لیکن دو جانثار ایسے تھے جن کو آپ کی جدائی گوارا نہ تھی۔ آپ کو ان کی مصاحبت پسند نہ تھی ۔ بہر کیف سمرقند سے چلے تو راستے میں اپنا گھوڑا خیرات کر دیا اور مصاحبوں کو بھی ایسا کرنے کو کہا اور پھر وہ پیدل چلنے لگے۔ چلتے چلتے ایک گاؤں میں پہنچے۔ مصاحب تھکاوٹ سے چور جلد سو گئے۔ تہجد و مشاغل سے فراغت کے بعد آپ نے مصاحبوں کو وہیں چھوڑا اور اپنی منزل کی تلاش میں تن تنہا چل پڑے۔

مہینوں پہاڑوں‘ ویرانوں اور جنگلوں میں سفر کرنے کے بعد آپ اوچ شریف پہنچے جہاں حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ مرجع خلائق تھی۔ تین دن رات آپ نے یہاں قیام فرمایا۔ حضرت مخدوم جانیاں جہاں گشت رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو فیوض و برکات و خرقہ سے نوازا اور فرمایا ۔

” جلدی جاؤ راستے میں زیادہ نہ رکنا۔ بھائی علاؤالدین علاؤالحق والدین گنج نبات رحمتہ اللہ علیہ تمہارا شدت سے انتظار کر رہے ہیں“۔

لہٰذا آپ فوراً“ چل پڑے اور دو سال پیدل چلنے کے بعد آپ وارد بنگال ہوئے اور بسوئے پنڈوا شریف چل پڑے۔

حضرت شیخ علاؤالدین پنڈوی رحمتہ اللہ علیہ خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ مریدین ہالہ کئے مودب بیٹھے تھے کہ ارشاد فرمایا۔

” وہ جس کا ہمیں عرصے سے انتظار تھا آج کل میں آنے والا ہے۔ اس کی آمد کی خبر حضرت خضر علیہ السلام نے ستر مرتبہ دی ہے“۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ دوست کی خوشبو آ رہی ہے اور استقبال کے لئے مریدین کے ہمراہ ایک کوس تک تشریف لے گئے اور ایک درخت کے نیچے انتظار کرنے لگے۔ بیشمار لوگ بھی جمع ہو گئے۔ حیران تھے شاہ ولایت جس کے استقبال کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ وہ بھی سلطان فقر کا عظیم روحانی پیشوا ہو گا۔

Marfat.com

اسی اثنا میں گرد و غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ ایک خادم کو نشانی بتا کر دوڑایا کہ جا کر پتہ کرے۔ اس نے واپس آکر بتایا کہ سمنان کے تارک السلطنت سلطان سید اشرف ہیں ۔ لہٰذا حضرت سید اشرف رحمتہ اللہ علیہ نے جب حضرت پنڈوی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو تیزی سے بڑھے اور آتے ہی وفور محبت و ادب سے ان کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے اٹھا کر سینہ سے لگایا طویل معانقہ کے بعد ارشاد فرمایا۔

" بیٹا ! جس دن سے تم نے سمنان چھوڑا تھا اسی دن سے تمہاری نگرانی کرتا رہا ہوں۔"

خانقاہ میں پہنچے تو شیخ نے فرمایا "بیٹا مقاصد کونین سے ہاتھ دھولو" اور پھر چار لقمے اپنے ہاتھ سے آپ کے منہ میں ڈالے۔ رسم ارادت کی گئی۔ بعدازاں حجرے میں لے جا کر ایک گھنٹہ تنہائی میں فیوض و برکات سے نوازا اور تبرکات و خرقے جو مشائخ سے حضرت پنڈوی رحمتہ اللہ علیہ کو ملے تھے' آپ کو عطا فرماتے ہوئے کہا کہ مشائخ کی یہ امانت برسوں سنبھال کر رکھی ہے۔ اب اسے مستحق کے پاس پہنچا دیا ہے۔

اسی شام ایک فقیر آیا تو آپ نے وہ خرقے اسے دے دیئے۔ آپ پر عنایات بے پایاں دیکھ کر جو مریدین حسد کا شکار ہو گئے تھے انہیں بات کرنے کا موقع مل گیا۔ حضرت علاؤالدین پنڈوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا " اس کے بارے میں اشرف سے پوچھو" ۔ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ " لباس عین مرشد نہیں۔ مرید صادق عین مرشد کی صفات کا تابع ہوتا ہے۔ اگر یہ فقیر عوارضات پر نگاہ رکھے گا تو مرشد کی صفات اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا اور جس کے اندر مرشد کی صفات پیدا نہ ہوں تو اس کو مرشد سے کیا کام "۔

یہ جواب سن کر سب لوگ لب بدنداں رہ گئے اور مرشد بے حد خوش ہوئے۔

آپ چار سال سے مرشد کی خدمت' مجاہدات و اشغال اور ذکر و فکر میں

Marfat.com

مصروف تھے۔ شب برات کو آپ کے مرشد اپنے حجرے میں مراقب تھے کہ مسجد میں اندر سے جہانگیر جہانگیر کی آواز سنائی دینے لگی' جسے خانقاہ میں موجود افراد نے بھی سنا۔ جب آپ حجرے سے باہر تشریف لائے تو حضرت اشرف کو مخاطب ہو کر فرمایا ۔

"بیٹا! تمہیں جہانگیر کا آسمانی خطاب مبارک ہو۔"

چنانچہ اس دن سے آپ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ ہو گئے۔

ایک دن حضرت علاؤالدین والدین گنج نبات پنڈوی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کی زبان درفشاں سے معارف و اسرار کے موتی بکھر رہے تھے کہ حضرت اشرف جہانگیر رحمتہ اللہ علیہ کو مخاطب فرما کر کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ تمہیں مخلوق خدا کی فیض رسانی کے لئے فارغ کر دیا جائے۔ آپ نے سنا تو غمناک ہو گئے۔ مرشد کا ساتھ چھوڑنے پر دل آمادہ نہ ہوا۔ اسی طرح مزید دو سال گزر گئے۔ بالآخر مرشد کے فرمانے پر کہ یہی مرضی مولا ہے آپ کو سر تسلیم خم کرنا پڑا اور عید کا دن روانگی کے لئے مقرر ہوا۔

نماز عید کے بعد مرشد کی قدم بوسی اور طویل معانقہ کے بعد چند فقراء اور درویشوں کے ہمراہ آپ پنڈوا سے رخصت ہوئے۔ مرشد کی جدائی سے آپ کا دل مضطرب تھا لیکن انکار سوئے ادب۔ مرشد نے جونپور کی ولایت آپ کو عطا فرمائی تھی چنانچہ آپ کچھوچھا میں جا کر قیام پذیر ہوئے۔ یہاں چند روز قیام فرمانے کے بعد بیرون ہند سفر پر روانہ ہوئے۔ یہ ۷۴۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ پہلا مستقر بصرہ تھا جہاں حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مشائخ و اولیاء کے مزارات کی زیارت کی اور فیوض و برکات سے متمتع ہوئے۔ یہاں سے چل کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مقدسہ پر حاضری دی اور بے اندازہ انعامات سے سرفراز ہوئے۔ بغداد شریف میں حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ پر پہنچے۔ یہاں سے بھی فیض حاصل کیا۔ یہیں اپنی خالہ زاد بہن سے ملے ان کا بیٹا

Marfat.com

سید عبدالرزاق جس کی عمر بارہ سال تھی آپ سے بے حد مانوس ہو گیا۔ اس کی پیشانی سے نور ولایت ہویدا تھا۔ وقت رخصت عبدالرازق آپ کی جدائی برداشت نہ کر سکا۔ لہٰذا والدین نے اسے آپ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ آپ نے اسے نورالعین کے خطاب سے نوازا اور بوقت رخصت دار آخرت انہیں ہی مسند سجادگی پر بٹھایا تھا۔ سفر کرتے کرتے جب مدینتہ الرسول پہنچے تو شدید بیمار پڑ گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے زندگی کا پیمانہ لبریز ہونے والا ہے۔ لیکن محبوب رب ودود صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں زیارت سے نواز کر ارشاد فرمایا۔

" ابھی بہت عمر باقی ہے۔ بیشمار لوگ مسلمان ہوں گے اور ان گنت فیض حاصل کریں گے۔"

چنانچہ اگلے روز سے ہی صحت کے آثار نمایاں ہو گئے۔ مصر و یمن میں بھی آپ تشریف لے گئے۔ دوران سفر آپ کئی بزرگان دین سے بھی ملے جن میں سے حضرت امام عبداللہ یافعی، حضرت سید علی اور حضرت ابوالغیث یمنی رحمتہ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔ کافی عرصہ کے بعد جب واپس ہندوستان آئے تو مرشد کی محبت نے جوش مارا لہٰذا پنڈوا پہنچے اور تین سال آپ کی خدمت میں رہ کر بے حد و حساب انعام واکرام سے جھولیاں بھریں۔ مرشد نے بذریعہ کشف اپنے اس مرید صادق کو وہ جگہ دکھائی جو آج آستانہ اشرفیہ کہلاتا ہے۔

حضرت سلطان اشرف جہانگیر سمنانی رحمتہ اللہ علیہ کا نسب تیئس واسطوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ آپ نے ساری عمر شادی نہیں کی۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب آپ سلوک کی منازل طے کر رہے تھے اور لنگوٹ کس رہے تھے کہ مرشد کی زبان مبارک سے بے ساختہ نکلا۔

" بیٹا لنگوٹ ایسا کسو کہ درمیان میں کچھ باقی نہ رہے "

آپ نے فوراً عرض کیا۔

" یا شیخ ایسا ہی ہو گا۔"

Marfat.com

آپ نے یہ سمجھا کہ شاید مرشد شادی نہ کرنے کا فرما رہے ہیں۔ مرشد فوراً سمجھ گئے فرمایا۔

"اللہ کو یہی منظور تھا لیکن تمہارا ایک معنوی بیٹا ہو گا جس سے تمہارا نام و سلسلہ چلے گا" اور وہ معنوی بیٹا آپ کی خالہ زاد بہن کا لڑکا عبدالرزاق ملقب بہ نورالعین تھا۔

آپ سے بیشمار کشف و کرامات منسوب ہیں۔ ظفر آباد کے قیام کے دوران ہند اوباش لوگ آپ کا مذاق اڑانے کے لئے ایک زندہ شخص کو میت کی صورت میں لائے اور کہا کہ نماز جنازہ پڑھادیں۔ مقصد یہ تھا کہ جب نماز جنازہ پڑھادیں گے تو وہ شخص اٹھ کھڑا ہو گا اور خوب ٹھٹھا کریں گے۔ آپ نے فرمایا یہاں کے امام سے نماز جنازہ پڑھوائیں۔ جب وہ مصر ہوئے تو فرمایا۔

"زندہ کی نماز جنازہ پڑھاؤں یا مردے کی۔"

بولے "مردہ کی" آپ نے نماز جنازہ پڑھا دی۔ تو اوباش منتظر تھے کہ جھوٹ موٹ کا مردہ ابھی اٹھ کھڑا ہو گا۔ دیکھا تو واقعی وہ مردہ تھا۔ وہ سارا مذاق بھول گئے۔ روتے پیٹتے میت کو اٹھا کر لے گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالیہ کے مطابق ہندوستان کے بے شمار ہندو اور دیگر غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے جن کی تعداد ۴۵ لاکھ کے قریب ہے۔ علاوہ ازیں ۹۰ لاکھ مسلمان داخل سلسلہ ہوئے اور تزکیہ نفس کے بعد بے شمار انعامات سے نوازے گئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس کو اپنا نصیب جگانا ہو اسے چاہیے کہ اپنی آنکھوں میں نیند کو حرام کر لے۔

سن ہجری ۸۳۲ اور محرم الحرام کی یکم تاریخ تھی کہ آپ علیل ہو گئے اور ۲۸ محرم الحرام کو آپ اپنے خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔ وقت وصال آپ کے ۸۳ ہزار مریدین تھے۔ آپ کے بے شمار اقوال زریں ہیں چند ایک ہدیہ

Marfat.com

قارئین کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

- اللہ جاہل کا دوست نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا ہر دوست عالم ہوتا ہے۔
- کسی کو چشم حقارت سے نہ دیکھو کہ بعض اللہ کے دوست اس میں چھپے ہوتے ہیں۔
- محب کا محبوب کی ذات میں فنا ہو جانا توحید ہے۔
- خدمت خلق نوافل پڑھنے سے بہتر ہے۔
- رات کا کھانا کبھی نہ چھوڑو کہ اس سے ضعف بڑھاپا پیدا ہوتا ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں آخرت کی کھیتی کو سرسبزو شاداب بنانے کے لئے دن رات کوشاں رہنا چاہیے۔ دنیا کی آلاشوں سے جس قدر چھٹکارا حاصل کر لیا جائے بہتر ہے۔ جہاں جائیں بزرگان دین سے ملاقات کریں اور مزارات اولیاء کرام پر حاضری دیں اس سے برکات حاصل ہوتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رح

اللہ تبارک تعالٰی کی رحمتوں اور برکتوں کے نزول کا کوئی شمار نہ تھا۔ باغستان کے گلی، کوچوں، بازاروں اور مساجد سے ہر آن ذکر الٰہی اور صلوٰۃ و سلام کی روح پرور صدائیں ابھرتی رہتی تھیں۔ ماہ رمضان کے روزوں نے لوگوں کے چہروں کے نور میں اضافہ کر دیا تھا۔ انہی نورانی ساعتوں میں ۸۰۶ ہجری میں محمود بن شہاب الدین احراری قدس سرہ کے ہاں ایک بچہ تولد ہوا، اس کا نام عبیداللہ رکھا گیا۔ وہ جب بڑا ہوا تو ناصرالدین اور خواجہ احرار کے القابات سے نوازا گیا۔ اللہ کے عارفوں کے نزدیک حر اسے کہتے ہیں جو عبودیت کی حدود کو بدرجہ کمال قائم کرے اور اغیار کی غلامی سے نکل جائے۔ چنانچہ چرخ نیلی فام نے دیکھا کہ جب یہ بچہ اہل اللہ کی صف میں شامل ہوا تو وہ ہر لحاظ سے حر کی تعریف پر پورا اترا۔

ماں باپ کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ ماں نے بصد محبت دودھ پلانا چاہا تو بچے نے منہ پھر لیا۔ کوشش کے باوجود جب نومولود نے دودھ کو منہ نہ لگایا تو ماں

Marfat.com

پریشان ہو گئی' ساری خوشیاں دھری کی دھری رہ گئیں۔ اچھنبے کی بات تھی ایسا نہ کبھی دیکھا' نہ سنا تھا۔ ہمدردوں کے مشورے پر بھی عمل کر دیکھا مگر بچہ تھا کہ دودھ کی طرف رخ نہ کرتا تھا۔ اس کی جان کی فکر پڑ گئی مگر عبیداللہ پر بھوک کا کوئی اثر نہ تھا۔ چہرے پر نورانیت کھیل رہی تھی۔ معصومیت لوریاں دے رہی تھی۔ ایسی باتیں کب چھپی رہتی ہیں۔ اہل یاغستان کی زبان پر عبیداللہ کا ہی ذکر تھا۔ جتنے منہ اتنی باتیں' دنیادار اپنے رنگ میں سوچتے تھے اور اہل اللہ کا طرز جداگانہ تھا۔ وہ اسے خوارق عادت کہتے تھے اور اسے پیدائشی ولی اللہ سمجھتے تھے۔ چالیس ایام کے بعد جب آپ کی والدہ نفاس سے پاک ہوئیں اور غسل فرمایا تو آپ نے ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

بچپن سے ہی آپ کی پیشانی سے نور معرفت الہیہ ہویدا تھا۔ ہر وقت دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف رہتا تھا۔ جب مکتب جانے کی عمر کو پہنچے تو حصول تعلیم کے لئے استاد کے پاس بٹھا دیا۔ مگر دل کا میلان اللہ کی طرف رہتا۔ اگر پتہ چلتا کہ فلاں بزرگ تشریف لائے ہیں تو ان کی زیارت کو چلے جاتے۔ اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر جو قریب تھے اکثر وہاں حاضری دیتے۔ جب سن بلوغت کو پہنچے تو رخ مکمل طور بزرگان دین کی طرف ہو چکا تھا۔ دور و نزدیک جس قدر مزارات تھے وہاں تشریف لے جاتے اور کافی کافی دیر وہاں بیٹھے رہتے۔

آپ کے ماموں خواجہ ابراہیم کو آپ کی تعلیم کا بے حد خیال تھا۔ کوشش تھی کہ آپ کو ہر طرح کے علوم سے آراستہ کر دیا جائے' اس غرض سے وہ آپ کو اپنے ہمراہ سمرقند لے گئے' اس وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی۔ بائیس سال سے لے کر انتیس سال تک کی عمر کا زمانہ آپ کا سفر و سیاحت میں گزرا۔ آپ بزرگان دین کی خدمت میں تشریف لے جاتے اگر کوئی کسی بزرگ کا ذکر کرتا تو آپ کی زیارت کے لئے چل پڑتے۔ ایک دن کسی نے حضرت مولانا نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کا جو حضرت علاؤالدین عطاء رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے ذکر کیا تو

Marfat.com

آپ ان کی زیارت کے لئے چل پڑے۔ اس وقت حضرت مولانا مراقبہ میں تھے کہ ایک نعرہ بلند کیا۔ مریدین و حاضرین نے اس کی حکمت دریافت کی تو فرمایا۔

"ہم نے دیکھا ہے کہ مشرق سے ایک شخص نمودار ہوا ہے جس نے ساری زمین کو لپیٹ لیا ہے۔ وہ عجیب بزرگ ہے اس کا نام عبیداللہ ہے۔"

جب آپ حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے بڑی عزت و تکریم کی۔ اس کے بعد آپ اکثر و بیشتر مولانا کے پاس آتے جاتے تھے۔ حضرت مولانا کے علاوہ آپ کا حضرت سید قاسم تبریزی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھی آنا جانا تھا اور ان کی صحبت سے استفادہ کا موقعہ ملا تھا۔ بخارا میں آپ زیادہ تر حضرت خواجہ علاؤالدین غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ہرات میں آپ نے چار سال قیام کیا۔ ایک دن آپ کی ملاقات ایک سوداگر سے ہوئی۔ باتوں باتوں میں اس نے حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کے بے حد فضائل و مناقب بیان کئے۔ آپ اس بزرگ ہستی کا ذکر سن رہے تھے اور دل کے اندر ملاقات کا جذبہ فراواں ہوتا جاتا تھا۔ عجیب طرح کی کشش محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ اس ملاقات کے لئے بلخ سے حصار اور پھر چغانیاں پہنچے جہاں حضرت علاؤالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مقدس تھا۔

جب یہاں پہنچے تو صاحب فراش ہوگئے۔ بیس روز تک تپ لرزہ میں مبتلا رہے۔ اس دوران میں بعض لوگوں نے حضرت یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کے لئے بڑے ناملائم الفاظ استعمال کئے۔ ان کے بارے میں لوگوں کی باتیں سننے کے بعد کش مکش میں مبتلا ہو گئے۔ کبھی خیال آتا واپس لوٹ جاؤں اور کبھی سوچتے کہ اتنی دور سے محض ملاقات کے شوق سے آیا ہوں کیوں نہ مل لیا جائے۔ بالاخر شوق ملاقات نے لوگوں کی آراء پر غلبہ پالیا اور آپ حضرت خواجہ یعقوب چرخی کی خدمت اقدس میں پہنچے۔

آپ حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ سے بڑی محبت اور خندہ پیشانی

Marfat.com

سے پیش آئے اور باتیں کیں۔ لیکن دوسرے دن جب ملاقات ہوئی تو آپ حضرت عبیداللہ سے سخت و درشت لہجہ سے پیش آئے۔ آپ کے دل میں فوراً خیال آیا کہ یہ رویہ محض اس وجہ سے ہے کہ میں نے چغانیاں میں لوگوں کی الٹی سیدھی باتوں پر دھیان دیا اور عیب جوئی سنی تھی لہٰذا دل ہی دل میں بے حد شرمسار ہوئے کہ بزرگوں کے بارے میں غلط باتیں سننا نہیں چاہئیں اور نہ ہی ان کے بارے میں بدظنی کا شکار ہونا چاہیے۔ تائب ہونے کی دیر تھی کہ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کے انداز گفتگو میں ذرا نرمی آگئی اور لطف و عنایات کا ترشح ہونے لگا۔ پھر اپنا ہاتھ مبارک آپ کی طرف بڑھایا۔ فرمایا کہ بیعت کرو۔

حضرت چرخی رحمتہ اللہ علیہ کی پیشانی پر برص نما نشانات تھے۔ آپ کے دل میں کراہت پیدا ہوئی اور بیعت کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کی۔ آپ حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی دلی کیفیت سے آگاہ ہو گئے آپ کو یہ کمال حاصل تھا کہ جب چاہتے اپنی صورت تبدیل کر سکتے تھے لہٰذا آپ نے اپنی صورت تبدیل کر لی کہ حضرت احرار کا دل بے اختیار آپ کی جانب کھچنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمتہ اللہ علیہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا اس نے ہمارا ہاتھ پکڑا۔ چنانچہ آپ نے بلاتوقف اپنا ہاتھ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دے دیا اور بیعت ہو گئے۔

حضرت مولانا یعقوب بن عثمان چرخی رحمتہ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے کبار اصحاب میں سے تھے اور آپ کو علم باطن سے وافر حصہ ملا تھا۔ آپ نے حضرت خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کو طریقہ نفی و اثبات کی تلقین فرمائی۔ آپ کے مرشد فرمایا کرتے تھے کہ جو طالب کسی اللہ والے کی محبت میں آنا چاہے تو اسے خواجہ عبیداللہ کی طرح آنا چاہیے کہ چراغ تیل اور بتی سب تیار ہو تاکہ صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہو۔ مرشد کامل کا یہ فقرہ حضرت خواجہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی پوری زندگی کا عکاس ہے۔ آپ کو حضرت خواجگان کے تمام

Marfat.com

طریقے بتا دیئے گئے۔ آپ حسب الارشاد ان پر عمل پیرا ہوئے اور چند دنوں میں وہ منازل طے کرلیں جو طویل ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد نصیب ہوتی ہیں۔

جب مرشد نے دیکھا کہ معرفت الٰہیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ نے بلند مقام حاصل کرلیا ہے اور مخلوق اللہ میں خصوصی برکات کی تقسیم کا وقت آگیا ہے تو رخصت فرما دیا۔ ایک سال ہرات میں گزارنے کے بعد آپ اپنے وطن تاشقند لوٹ گئے اور کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بڑی برکت دی لیکن یہ سب کچھ درویشوں اور اولیاء اللہ کے لئے تھا۔ اہل دنیا بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے اور مرادوں سے جھولیاں بھرنے لگے۔

کرامات کا ظہور دلیل بزرگی نہیں لیکن عام دنیا دار اکثر یہی خیال کرتے ہیں۔ آپ سے بھی ان کا صدور ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص کا غلام جو اس کی کل متاع تھی غائب ہوگیا۔ چار ماہ تک قریہ قریہ قصبہ قصبہ تلاش کرتا رہا لیکن اس کا کہیں نشان نہ ملا۔ ایک دن صحرا کی طرف نکل گیا کہ شاید وہاں مل جائے۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ مع مریدین گھوڑے پر تشریف لائے۔ اس شخص نے بصد ادب و نیاز آپ کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"ہم دیہاتی لوگ ایسی باتیں کیا جانیں۔" اس شخص نے عرض کیا۔

"حضور اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو اتنی قوت عطا فرمائی ہوئی ہے کہ وہ اگر چاہیں تو غیب کی خبر دے سکتے ہیں اور اسے حاضر کر سکتے ہیں۔"

اور بضد رہا کہ وہ اس کی دستگیری فرمائیں جب دیکھا کہ وہ شخص کسی طرح نہیں مانتا تو فرمایا۔

"کیا تم نے اپنے غلام کو اس سامنے والے گاؤں میں تلاش کیا ہے۔"

عرض کیا۔

Marfat.com

"حضور کئی بار وہاں جا چکا ہوں"

ارشاد فرمایا۔

"پھر تلاش کرو انشاء اللہ مل جائے گا۔"

آپ کے الفاظ سن کر اسے اطمینان و یقین ہو گیا کہ اللہ کے ولی کی زبان سے نکلی ہوئی بات ضرور پوری ہو گی۔ اس نے گھوڑے کی لگام چھوڑ دی اور اس گاؤں کی طرف چل پڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ گاؤں کے باہر اس کا غلام حیران و پریشان کھڑا ہے اور اس کے سامنے پانی سے بھرا ہوا گھڑا پڑا ہے۔ جب پوچھا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا تھا تو اس نے بتایا کہ آج سے چار ماہ قبل جب وہ گھر سے نکلا تو ایک شخص اسے ورغلا کر خوارزم لے گیا اور فروخت کر دیا۔ آج اس کے ہاں مہمان آئے تو اس نے مجھے پانی لانے کے لئے بھیجا۔ جب گھڑے میں پانی بھرا تو اپنے آپ کو یہاں پایا۔ حیران و پریشان کھڑا سوچ رہا تھا کہ یہ خواب ہے یا عالم ہوش کہ آپ آگئے۔ اللہ کے ولی کا تصرف دیکھ کر اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا اور خود حضرت عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر ان کا غلام بن گیا۔

ایک دن تشریف فرما تھے ۔ بہت سے محبین و مریدین بھی حاضر خدمت تھے۔ اتنے میں آپ نے اپنے لب مبارک وا کئے اور ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص نماز ایسی جگہ ادا کرے جو کسی فرد یا جماعت کے اعمال بد کی وجہ سے متاثر ہو گئی ہو تو اس نماز کا جمال اور رونق اس نماز کی برابر نہیں جو ایسی جگہ ادا کی گئی ہو جو مطلوب حقیقی کے مشاہدہ میں مستغرق رہنے والوں سے اثر پذیر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حرم مکہ میں دو رکعت نماز کا ثواب غیرحرم میں پڑھی ہوئی نماز کی بہ نسبت کئی ہزار رکعتوں کے برابر ہے۔

چند سالوں کا واقعہ ہے کہ انگلستان میں یہ جاننے کے لئے کہ مکینوں کی وجہ سے مکان متاثر ہوتا ہے یا نہیں دو مکان یکساں مکانیت کے حاصل کر کے ان میں قلعی کرا دی گئی۔ ایک مکان نیک اور شریف اور دوسرا مکان بدمعاش لوگوں کو

Marfat.com

رہنے کے لئے دیا گیا۔ ایک سال کے بعد دونوں مکانوں کو خالی کرالیا گیا اور پہلے کی طرح قلعی کرادی گئی تا کہ ہر طرح کے نشان مٹ جائیں۔ اس کے بعد معائنہ ٹیم کو وہاں بھیجا گیا کہ وہ اپنا تاثر بیان کریں۔ چنانچہ اس مکان کے بارے میں جہاں نیک لوگ رہتے تھے معائنہ ٹیم کا تاثر تھا کہ جب وہ وہاں گئے تو رونق و کشادگی کا احساس ہوا۔ لیکن جب دوسرے مکان میں گئے جہاں برے لوگ مقیم تھے تو وہاں گھٹن اور تنگی کا احساس ہوا۔ دل چاہتا تھا کہ وہاں سے فوراً نکل جائیں۔ ہماری زندگیوں میں بھی بعض اوقات ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں کہ بعض جگہوں پر وسعت اور بعض جگہ پر نحوست کا احساس ہوتا ہے۔

حضرت عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ اہلسنت و الجماعت کے زبردست داعی تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہمیں تمام احوال اور وجدانی کیفیات عطا کی جائیں مگر عقائد اہلسنت و جماعت سے آراستہ نہ کیا جائے تو اسے بجز خرابی کچھ نہیں سمجھتے اور اگر تمام خرابیاں ہم میں جمع ہو جائیں تو ہمیں کچھ ڈر نہیں ہے کیونکہ یہ محبت کا مذہب ہے اور محب صرف محبت کے لئے زندہ ہوتا ہے۔ محبت اور برائی ایک جگہ قیام نہیں کر سکتیں۔

تقریباً نوے سال رشد و ہدایت کے چراغ روشن کرنے کے بعد ۲۹ ربیع الاوّل ۸۹۵ ہجری میں بوقت شب جب آپ اپنے خالق و مالک کے حضور تشریف لے جانے لگے تو یکایک مکان میں بہت سی شمعیں روشن ہو گئیں اور ہر طرف تیز روشنی پھیل گئی۔ اس لمحے آپ کے دونوں ابروؤں کے درمیان سے ایک نور چمکتی بجلی کی طرح نمودار ہوا جس کے سامنے شمعوں کی روشنی مانند پڑ گئی اور پھر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کو ہزاروں افراد کے موجودگی میں سمرقند کے ایک محلّہ میں سپردخاک کر دیا گیا۔ جس پر آپ کی اولاد نے عالیشان مقبرہ تعمیر کرا دیا جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔ لوگ آتے ہیں اور مرادوں سے جھولیاں بھر کر لوٹتے ہیں کیونکہ وصال کے بعد بھی اولیاء اللہ ترقی کرتے رہتے ہیں اور ان کا فیض کئی

Marfat.com

گناہ زیادہ ہو جاتا ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ بزرگان دین کے بارے میں ہمیں لوگوں کی الٹی سیدھی باتوں پر دھیان نہیں دینا چاہئے اور ان کے متعلق دل کو کدورت سے پاک رکھنا چاہئے۔ علاوہ ازیں اہلسنّت والجماعت کے عقیدہ میں ہی نجات کا راز مضمر ہے کیونکہ یہ محبت کا مذہب ہے۔

Marfat.com

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ

مملکت ایران میں جام کی قدیم آبادی خرجرد میں صلوٰۃ عشاء کی اذان فضا میں رس گھول رہی تھی' لوگ خدائے لم یزل کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لئے جارہے تھے' شعبان المعظم کی تیئس تاریخ اور سن ہجری آٹھ سو سترہ مطابق ۷ نومبر ۱۴۱۴ عیسوی تھا' کوئی نہیں جانتا تھا کہ امشب ایک ولی کامل' عظیم المرتبت شاعر اور اجل عالم عالم شہود میں جنم لینے والا ہے جس کی صحبت اور معیت کی وجہ سے بے شمار لوگ راہ ہدایت پائیں گے۔

حضرت نظام الدین احمد بن محمد دشتی نے جو مرور زمانہ کے ہاتھوں تنگ آکر اصفہان کے محلّہ دشت سے ترک سکونت کر کے ولایت جام میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ قضاء و فتویٰ کا کام سنبھال لیا تھا۔ ایک روز جب بعد از نماز گھر تشریف لے گئے تو بیٹے عبدالرحمٰن کی ولادت کے مژدۂ جانفزا نے ان کا استقبال کیا۔ فرزند ارجمند کا معصوم چہرہ دیکھا تو پیشانی سے نور معرفت چھلکتا ہوا نظر آیا۔ دل ہی دل

Marfat.com

میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر بجالائے۔

حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ میں بچپن ہی سے شوق حصول علم، عزت نفس، سادگی، درویشی، خیرخواہی، نیکوکاری، ذوق جمالیات، خوش مزاجی، استغناء، سوز و درد اور جذبات محبت کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں قوت حافظہ اور ذہانت و فطانت آپ کے ہمرکاب تھیں۔ ابھی آپ چھوٹی عمر کے ہی تھے کہ والد ماجد کے ہمراہ ہرات تشریف لے گئے اور مدرسہ نظامیہ میں قیام پذیر ہوئے۔ شرعی حد بلوغت تک پہنچنے سے قبل آپ علوم عربی کے ماہر جنید اصولی کے درس میں داخل ہو گئے۔ آپ کو مختصر تلخیص پڑھنے کا شوق ہوا۔ جب جامی اس درس میں داخل ہوئے تو بعض طلباء شرح مفتاح اور مطول پڑھ رہے تھے لہٰذا آپ بھی مطول اور حاشیہ مطول پڑھنے لگے۔ پھر آپ مولانا خواجہ علی سمرقندی رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے جو طریقہ تدریس میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ لیکن جامی چالیس دن ہی میں اس سے فارغ ہو گئے۔ایک دن مولانا علاء الدین علی قوشچی گٹھڑی اٹھائے تشریف لائے اور فن ہیئت کے مشکل ترین سوالات پوچھے۔ آپ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا تو وہ حیرت بدنداں رہ گئے۔ اس کے بعد آپ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ واقعی اس کارگہ عالم میں کسی نفس قدسی کا وجود ہے۔ ہرات سے آپ سمرقند میں قاضی زادہ روم کے مدرسہ میں چلے گئے۔

اگرچہ آپ کی مدت حصول علم بہت کم ہے لیکن آپ کی علمی قابلیت اور قدرتی صلاحیت الم نشرح ہے۔ بڑی علمی گتھیوں کو منٹوں میں سلجھا دیا کرتے تھے۔ کتب سے بے حد شغف تھا، فارغ التحصیل ہونے کے بعد ہرات تشریف لے گئے۔ لیکن طبیعت میں سکون و قرار نہ تھا۔ طمانیت قلب کے لئے بزرگان دین کے اقوال و احوال کا مطالعہ شروع کر دیا۔ مگر ان کے راستے پر گامزن ہوئے بغیر ان کے بیانات و ملفوظات کو سمجھنا آسان نہ تھا، چنانچہ آپ نے منت مانی کہ اگر مجھ پر ان کے اسرار منکشف ہو جائیں تو وہ صوفیاء کرام و اولیائے عظام کے مقاصد اس

Marfat.com

انداز سے بیان کریں گے کہ لوگ باآسانی سمجھ سکیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کی اس تمنا کو شرف قبولیت بخشا۔ ایک شب آرام فرما رہے تھے کہ خواب میں حضرت سعدالدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"جاؤ بھائی کوئی دوست دیکھو یہ تمہارے لئے لازمی ہے۔"

خواب سے بیدا ہوئے تو طبیعت میں ہیجان برپا ہو گیا' رخت سفر باندھا اور بسوئے خراسان چل پڑے۔

حضرت خواجہ سعدالدین کاشغری رحمتہ اللہ علیہ بڑے صاحب نظراور عظیم ولی اللہ تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھا تو فرمایا۔

"لو شہباز از خود ہمارے دام میں آگیا ہے۔"

سامعین پر یہ بھید آشکار نہ ہوا۔ لیکن جب حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر اپنا ہاتھ آپ کے دست مبارک میں دیا تو پھر مخدومنا حضرت خواجہ کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ کا مفہوم واضح ہوا۔ تھوڑی سی مدت میں آپ نے اپنے خلوص' عشق اور معیت کی بدولت بہت سے روحانی مدارج طے کر لئے جو عام لوگوں کو طویل مجاہدات و ریاضات کے بعد نصیب ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا کاشغری رحمتہ اللہ علیہ کے بڑے لڑکے خواجہ کلاں کی دو بیٹیاں تھیں جن میں سے ایک حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کے عقد میں تھی۔ ان کے بطن سے چار لڑکے پیدا ہوئے۔ پہلا بچہ ایک دن کا تھا کہ فوت ہو گیا' دوسرا بچہ صفی الدین محمد ایک سال کی عمر پا کر فوت ہو گیا' تیسرا بیٹا ضیاء الدین یوسف تھا اور چوتھا بیٹا خواجہ ظہیرالدین عیسیٰ تھا جو تیسرے بیٹے کے نو سال بعد تولد ہوا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کی کئی بزرگان دین اور اولیاء اللہ سے ملاقاتیں رہتی تھیں۔ ان میں سرفہرست حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ

Marfat.com

علیہ تھے۔ ابھی مولانا جامی کی عمر پانچ سال کی تھی کہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ حجاز جاتے ہوئے جام سے گزرے تو آپ کے والد گرامی عقیدت مندوں کے ہمراہ ان کی زیارت کو گئے۔ حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کو بھی کندھوں پر اٹھا کر حضرت محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کرائی گئی تو حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور مٹھائی عنایت فرمائی۔ اس واقعہ کو ساٹھ سال گزرنے کے باوجود حضرت خواجہ محمد پارسا رحمتہ اللہ علیہ کا جمال پرانوار حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کے ذہن میں نقش تھا۔ فرمایا کرتے تے کہ شاید خاندان خواجگان سے تعلق و اعتقاد و محبت انہی کی نظر رحمت کا نتیجہ ہے۔ ایک دن آپ جغاوے گاؤں میں حضرت شیخ بہاؤالدین عمر رحمتہ اللہ علیہ سے بغرض ملاقات گئے' آپ کا یہ طریقہ تھا کہ جو بھی شہر سے آتا اس سے دریافت فرماتے کہ شہر کی کیا خبر ہے۔ جب حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا تو عرض کیا کہ کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ راستے میں کیا دیکھا ؟ آپ نے وہی پہلا جواب دیا۔ اس پر حضرت شیخ بہاؤالدین عمر رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی بھی درویش کے پاس آئے تو اسے ایسے ہی آنا چاہیے نہ تو اسے شہر کی خبر ہو اور نہ راستے کی کسی چیز کی طرف دھیان دے۔

ہرات میں حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار اجل بزرگان دین اور ممتاز علماء اہلسنت و جماعت میں ہوتا تھا۔ آپ بدمذہبوں اور متعصب رافضیوں کے متعلق عوام الناس کو مطلع کرتے رہتے تھے تاکہ وہ ان کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگزیوں سے محفوظ و مامون رہیں۔ نویں صدی ہجری میں جب ادب اپنی انتہائی بلندیوں پر تھا تو اس وقت حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کی تحریریں آسمان ادب پر ستاروں کی مانند جھلملا رہی تھیں۔ آپ کا زیادہ تر وقت تصنیف و تالیف میں بسر ہوتا تھا۔ آپ نے چھوٹی بڑی پینتالیس کتب تصنیف فرمائیں جو مختلف موضوعات پر محیط ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کتاب کا بلند مرتبہ و مقام ہے۔ چند ایک مشہور

Marfat.com

کتب یہ ہیں ۔ لوائح، نفحات الانس، شواہد النبوت، اشعتہ اللمعات ، یوسف زلیخا، منشات جامی، تحفتہ الاحرار، نقد النصوص ،در شرح فصوص وغیرہ۔

آپ نے دنیائے تصوف میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کی روش کو اپنایا۔ آپ کا نظریہ تھا کہ عشق حقیقی سے انسان کو سرمدی اور لازوال سعادت نصیب ہوتی ہے۔ عاشق، معشوق اور عشق سب ایک وجود مطلق کے مظاہر ہیں۔ تمام مسافران حق کا سفر الی اللہ سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ سیرفی اللہ کی منزل میں داخل ہو جاتے ہیں، اس سیر میں کئی نورانی ظلماتی پردے ہوتے ہیں اور یہ سفر درحقیقت انہی پردوں اور حجابات کو درمیان سے اٹھانے کے لئے ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ عاشق کا سفر سدا جاری رہتا ہے۔

چونکہ وجودی صفات معشوق کی اور عدمی عاشق کی ہوتی ہیں اس لئے غنی ہونا معشوق کی اور غربت عاشق کی صفت ہے۔ لہٰذا غربت کے فضائل کے تحت عاشق غرض سے پاک اور معشوق کی خواہش کو ہمیشہ مقدم رکھتا ہے۔ اس کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عاشق سالک مکلف عاشق کے معشوق حقیقی سے وصل کے تین مراحل ہیں۔ اول علم الیقین، ثانیاً" عین الیقین اور ثالثاً" حق الیقین۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص آنکھیں بند کر کے آگ کی موجودگی کا احساس اس کی حرارت سے کرے۔ یہ علم الیقین ہے۔ جب آنکھ کھول کر دیکھے تو عین الیقین ہے اور جب اس میں کود کر بھسم ہو جائے تو اس آگ کی خصوصیات ظاہر ہوں یعنی وہ جلائے بھی اور اس سے روشنی بھی ظاہر ہو تو یہ حق الیقین ہے۔ چنانچہ آپ لوائح کے آغاز میں رقمطراز ہیں۔

" اے اللہ ! مجھے برے کاموں سے بچا، اشیاء کے حقائق جاننے کے لئے ہماری آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھا اور اپنے جمال کی تجلیات کا آئینہ عطا کر۔"

فیض و برکت اور علم و عرفان حاصل کرنے کے لئے بزرگان دین اکثر و بیشتر

Marfat.com

سفر اختیار کرتے ہیں۔ مردان حق کی معیت سے سرفراز ہوتے ہیں' جب تک وہ مبتدی ہوتے ہیں تو ان کا مقصد وحید تحصیل علم اور سلوک کی منازل طے کرنا ہوتا ہے' جب مقام منتہی پر فائز ہوتے ہیں تو پھر اس لئے سفر اختیار کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے جو انعامات عطا فرمائے ہیں انہیں بندگان اللہ میں تقسیم کردیں تاکہ وہ بھی واصل باللہ ہو جائیں۔ لہٰذا حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ اپنی زندگی مبارک میں ہرات' سمرقند' مرو' خراسان' حجاز' ہمدان' کردستان' بغداد' کربلا' نجف' مدینہ' مکہ' دمشق' حلب' تبریز' نیشاپور' سبزوار' لبطاء' شام اور دامغان تشریف لے گئے۔

صوبہ گیلان میں ایک شخص چند روز بیمار رہ کر انتقال کر گیا۔ جب اس کے لواحقین و احباب اس کی تجہیز تکفین کرنے لگے تو اچانک میت میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ آہستہ آہستہ بے ہوشی کی حالت سے آفاقہ پا کر صحیح سلامت بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سب لوگ حیران تھے۔ چند روز بعد اس نے بتایا کہ جب شدت مرض اور اضطراب کے بعد میری روح پرواز کرنے لگی تو اچانک مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ ظاہر ہوئے اور مجھ پر توجہ فرمائی تو اسی وقت میرا مرض جاتا رہا۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق اور علم و عرفان کا آفتاب حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ جب عمر مستعار کے آخری سال میں تھے تو آپ سے ایسی علامات ظاہر ہونے لگیں جن سے انداز ہوتا تھا کہ جدائی کا وقت بہت قریب آگیا ہے۔ آپ اکثر ہجرو فراق اور داغ مفارقت کا ذکر کیا کرتے تھے۔ انہیں ایام میں آپ نے قصہ یوسف زلیخا منظوم کرنا شروع کر دیا تھا۔

بیماری کے آثار ظاہر ہونے سے قبل آپ شہر کے بعض نواحی مقامات میں تشریف لے گئے۔ جس گاؤں سے آپ کا تعلق تھا وہاں خلاف معمول زیادہ دن قیام فرمایا تو مریدین نے اضطراب و بے چینی کا اظہار کیا ۔ فرمایا کہ اب ہمیں ایک دوسرے سے دل اٹھا لینا چاہیے۔ بیماری لاحق ہونے سے تین یوم قبل ایک مرید

Marfat.com

سے فرمایا۔

"گواہ رہو کہ ہمیں کسی سے کسی طرح کی کوئی وابستگی نہیں رہی۔"

یہ تمام باتیں اس امر کی غماز تھیں کہ آپ اپنے مالک حقیقی کے پاس تشریف لے جانے والے ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو بیمار پڑ گئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا۔ بیماری کا چھٹا اور محرم الحرام کا اٹھارواں دن سن ۸۹۸ ہجری مطابق ۹ نومبر ۱۴۹۲ عیسوی اور چاشت کا وقت تھا کہ نبض حرکت سے پتہ چل گیا کہ دارالبقاء کی جانب سفر کی تیاری ہے اور جب نماز جمعہ کی سنتوں کی اذان کہی گئی تو آپ رحلت فرما گئے۔

ہفتے کی صبح بادشاہ وقت سلطان حسین بہادر خان بیماری اور ضعف کے باوجود حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کے گھر گیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ عالی مرتبت شہزادوں' نامور امراء و وزراء اور اکابرین و مریدین نے بڑی تعظیم سے آپ کا جنازہ اٹھایا۔ حضرت مخدومنا سعد الدین کاشغری کے مزار کے جوار میں لائے اور سپرد خاک کر دیا۔ بعد ازاں امیر شہر نے آپ کی قبر مبارک پر عظیم الشان عمارت کی بنیاد رکھی اور مزار پر قرآن خوانی کے لئے حافظ مامور کئے۔

ہرات کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ اگر ہفتہ کی دن اور رات کو حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پاک کی زیارت کی جائے تو اس کے خاص اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہٰذا اکثر لوگ ہفتہ کو زیارت کے لئے جاتے ہیں اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کو رحلت فرمائے چھ صدیوں سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے لیکن وہ آج بھی لوگوں کے دلوں میں بستے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب کوئی کسی ولی اللہ کی زیارت کو جائے تو راستے میں ادھر ادھر دھیان نہیں کرنا چاہئے۔ بدمذہبوں کی بدمذہبی کے

Marfat.com

بال سے بچانے کے لئے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھانا چاہیے۔ ہمیں زندگی میں مسافر کی طرح رہنا چاہیے اور منزل کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت سید علی ترمذی پیر باباؒ

پانچ سو سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ سرزمین پاچہ کلے میں آسودہ خواب ہیں۔ لیکن وہاں جائیں تو یوں احساس ہوتا ہے کہ جیسے صاحب مزار ہنوز انعام و اکرام تقسیم کرنے میں مصروف ہیں اور لوگوں کو اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلنے اور دین حنیف کی رسی کو مضبوطی سے تھام لینے کی وعظ و نصیحت فرما رہے ہوں اور کہہ رہے ہوں۔

"اے لوگو! فانی زندگی کے عوض دائمی زندگی کو برباد نہ کرو۔ کیا تم نے فرمان ربی نہیں پڑھا کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشا ہے۔ لیکن یہی دنیا مزرع آخرت ہے۔ لہٰذا اس میں ایسے عمل کرو جو رب کریم کی رحمت سے آخرت کے باغوں میں پھول بن کر کھلیں، کیا تم سدا زندہ رہو گے؟ یقیناً نہیں۔ پھر نیکیوں میں سبقت نہ کرنے کے کیا معنی ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کس لئے کرتے ہو؟ نفرتوں کو کیوں جنم دیتے ہو،

Marfat.com

محبتوں کے رشتوں کو قطع کرنے کی وجہ۔ علم دین پر دنیاوی علم کی فوقیت کا کیا مطلب ہے۔ اسلام فروشی اور ملک دشمنی سے کون سے اخروی مفادات حاصل کرنا چاہتے ہو؟

حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین متین' لوگوں کی اصلاح احوال' بدعات کی بیخ کنی' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین اور خدائے بزرگ و برتر اور اس کے حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی میں بسر ہوتا تھا۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے علم و معرفت کے ایسے چراغ روشن ہوئے جو آج بھی دور و نزدیک روشنی پھیلا رہے ہیں۔ آپ اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے۔

"میرے ددست اور مرید وہ ہیں جو مجھ سے روحانی فائدہ حاصل کرتے ہیں اور میرے اعمال پر نظر رکھتے ہیں۔"

آپ سادات ترمذی میں سے تھے۔ ولادت ۹۰۸ ہجری میں بمقام قندس میں ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار سید قنبر علی باوجود اس کے کہ ہمایوں بادشاہ کی فوج میں کماندار تھے درویشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ بابر بادشاہ نے اپنی لڑکی ان کے حبالہ عقد میں دی ہوئی تھی۔ اس لحاظ سے سلاطین زمانہ سے رشتہ داری بھی تھی۔ ۹۴۲ ہجری میں جب ہمایوں کابل آیا تو حضرت پیر بابا کے والد گرامی کو تبرکا" اپنے ہمراہ لے گیا۔

حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کے والد کا زیادہ تر وقت درباری مصروفیات میں گزرتا تھا اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کے دادا حضرت سید احمد نور نے اٹھا رکھی تھی۔ انہوں نے پوتے کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور علم کے ساتھ ساتھ زہد و ریاضت اور اذکار و طریقت کی راہوں سے بھی روشناس کرایا۔ پوتے کی سادگی اور عام لوگوں کی سمجھ

Marfat.com

میں نہ آنے والے خیالات کی بنا پر سب گھر والے اسے دیوانہ کہا کرتے تھے۔ دادا کو اپنے پوتے کی یہی ادا پسند تھی اور فرمایا کرتے تھے۔

"یہی دیوانہ تو مجھے پسند ہے۔"

جب حضرت سید احمد نور کا وقت آخر آیا تو پوتے علی ترمذی کو بلایا اور کہا۔ "قرآن پاک سے کچھ یاد ہے تو پڑھو"۔ آپ نے سورۂ ملک کی تلاوت کی۔ حضرت سید احمد نور رحمتہ اللہ علیہ نے تین مرتبہ اس سورہ کی تلاوت کرائی۔ پھر سلسلہ کبرویہ میں جو نعمت انہیں حاصل تھی پوتے کے سپرد کی اور دوسروں کو بیعت کرنے کی اجازت سے نوازا۔

دادا کی رحلت کے بعد آپ خود کو بے یارو مددگار تصور کرتے تھے۔ ظاہری و باطنی علوم کی تشنگی باقی تھی۔ لہٰذا اس غرض سے ہندوستان کا رخ کیا۔ روز افزوں آپ پر رنگ فقیری غالب آتا جاتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے چونکہ آپ سے لوگوں کے رشد و ہدایت کا کام لینا تھا لہٰذا دنیا سے الگ کر دیا۔ ہوا یوں کہ اہل خانہ کے ساتھ پانی پت پہنچے تو حضرت بوعلی قلندر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ حالت غیر ہو گئی۔ خاندان سے علیحدہ ہو گئے اور مانک پور تشریف لے گئے اور حضرت شیخ سلونہ رحمتہ اللہ علیہ کے حلقہ درس میں شمولیت اختیار کر لی۔

حضرت شیخ سلونہ رحمتہ اللہ علیہ جلیل القدر علماء اور اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اگر کبھی آرام فرما رہے ہوتے تو نیند کی حالت میں بھی انگلیاں اس طرح حرکت کرتی رہتی تھی جیسے تسبیح کر رہے ہوں۔ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ایک دن ذکر جلی میں مشغول تھے کہ بے خود ہو کر بام سے نیچے گر پڑے۔ لیکن ذکر میں ہنوز مشغول تھے اور خبر نہ تھی کہ نیچے گر پڑے ہیں۔ حضرت سید علی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ پر خاص نظر لطف فرماتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صرف دو سال کی قلیل مدت میں علم دین حاصل کرنے کے بعد علم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک دن استاد مکرم سے درخواست کی۔

Marfat.com

"یا حضرت! شریعت کے بعد طریقت کی راہ پر بھی رہنمائی و دستگیری فرمائیں۔"
استاد نے سنا تو فرمایا۔

"میں تمہیں بیعت کرنے سے معذور ہوں بہتر ہے میرے شیخ حضرت سالار رومی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جاؤ وہ اس راستے کے مرد کامل ہیں۔"

چنانچہ آپ استاد کا رقعہ لے کر بسوئے اجمیر چل پڑے حضرت شیخ سالار رومی رحمتہ اللہ علیہ کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ ایک سید زادہ آرہا ہے لہٰذا جب حاضر خدمت ہوئے تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

"اے سید! اگرچہ اہل بیت خدمت کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئے لیکن سلسلہ بیعت کا اصول خدمت پر جاری ہے۔ نیز بیعت کے اثر و فوائد بغیر باطنی صفائی اور کامل مرشد کی صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتے"۔

لہٰذا آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرما لیا۔ اب آپ رہ سلوک پر قدم بڑھانے لگے۔ علم تصوف کا ایک سبق لیتے اور پھر مرشد کے فرمان کے مطابق اس پر عمل کرتے۔ جب اس پر عمل کے اثرات نمایاں ہوتے تو مرشد سے عرض کرتے کہ کیا کیا مشاہدات نصیب ہوئے ہیں اور پھر دوسرا سبق دیا جاتا۔ اس طرح آپ کی ذات گرامی گنجینہ معرفت میں ڈھلتی چلی گئی۔ جب تربیت مکمل ہو گئی تو سلسلہ چشتیہ' سہروردیہ' شطاریہ' ناجیہ اور حلاجیہ میں اجازت عطا فرمائی اور کسی علاقے میں جا کر لوگوں کی اصلاح کے لئے رخصت فرمایا اور یہ آپ کی صوابدید پر چھوڑ دیا کہ کس علاقے میں جائیں۔

دریائے جہلم سے بجانب مغرب چار میل کے فاصلے پر پنڈدادن کا قصبہ تھا جو اب بھی ہے۔ وہاں ایک ہندو کیلاش رہتا تھا۔ اسے ایک دن خواب آیا کہ ایک بزرگ گاؤں میں آیا ہے جس سے سارا گاؤں روشن ہو گیا ہے۔ صبح اٹھ کر اس نے اپنا خواب اہل قصبہ کو سنایا اور اس بزرگ کا حلیہ بھی بتایا۔ جب حضرت پیر بابا

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ پنڈدادن خان پہنچے تو کیلاش نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا اور گاؤں والوں کو آپ کی آمد کی اطلاع دی تو سب آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ لوگوں کو دین کی طرف راغب دیکھا تو وہیں رک گئے۔ لوگ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ یہ ۹۵۰ ہجری کا واقعہ ہے۔

لوگوں کے ہجوم میں معمولات کے وظائف پر عمل مشکل ہو گیا تو ارادہ فرمایا کہ واپس اجمیر شریف جا کر مرشد سے عرض کروں کہ تفویض شدہ فرائض سے سبک دوش کر دیں تاکہ گوشہ عاطفت میں بیٹھ کر رب تعالٰی کی عبادت کروں۔ جب گجرات کے قریب پہنچے تو والد محترم سے ملاقات ہو گئی جو شیر شاہ سواری سے شکست خوردہ ہمایوں کے بچے کچے لشکر کے ہمراہ کابل جانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔ بیٹے سے ملنے کے بعد باپ نے کہا۔

" بیٹا تم نے بہت اچھا کیا جو اپنے اباؤاجداد کا راستہ اختیار کیا اور روحانیت کا اعلیٰ مقام حاصل کیا۔"

جب آپ وارد اجمیر ہوئے تو پتہ چلا کہ حضرت مرشدنا کا وصال ہو چکا ہے۔ درگاہ عالیہ میں پہنچے تو حضرت صاحبزادہ اور پیر بھائی شیخ حسین رحمتہ اللہ علیہ مسند خلافت پر متمکن تھے۔ اس وقت وہ حالت مراقبہ میں تھے۔ قریب جا کر بیٹھ گئے۔ جب انہوں نے مراقبے سے سر اٹھایا تو فرمایا۔

" سید علی ترمذی ! ابھی دوران مراقبہ حضرت قبلہ والد صاحب سے ملاقات ہوئی ہے۔ فرما رہے تھے کہ میں نے دو خرقے چھوڑے ہیں' ان میں سے ایک کے ٹکڑے کر کے معتقدین میں بانٹ دو۔ دوسرا اسے دے دو جو ابھی تمہارے پاس آئے"۔

لہذا وہ خرقہ آپ کو پہنا دیا گیا۔ جس غرض سے حاضر ہوئے تھے معاملہ الٹ ہو گیا آپ نے وہاں چند روز قیام فرمایا اور پھر مرشد کے فرمان کے مطابق مخلوق اللہ کی

Marfat.com

اصلاح کے لئے کشمیر کا رخ کیا۔

خطہ کشمیر بے حد پسند آیا۔ تبلیغ حق شروع کر دی' لوگ حاضر خدمت ہو کر ہدایت پانے لگے۔ بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ کچھ عرصہ یہاں قیام فرمانے کے بعد براستہ پشاور عازم افغانستان ہوئے۔ پشاور میں آپ کی ملاقات حاجی سیف اللہ گدائی سے ہوئی۔ اس نے جب دعوت دی کہ اپنے فیوض و برکات سے ہمارے علاقے کے لوگوں کو مستفید فرمائیں تو قبول فرمائی اور دوآبہ تشریف لے گئے۔ خیال تھا کہ کچھ عرصہ قیام کے بعد افغانستان چلا جاؤں گا مگر ہر بار کوئی نہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جاتی کہ رکنا پڑ جاتا تھا۔ ایک سال گزر گیا۔ اس عرصے میں آپ کی بزرگی و عظمت کا چرچا دور و نزدیک ہو گیا تھا۔ ایک دن قبیلہ کیانی کے چند لوگ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔

" حضور ! آج کل یوسف زئیوں کے علاقے میں دو نام نہاد شریعت محمدی کے مخالف پیر آئے ہوئے ہیں جو لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں ۔"

آپ نے سنا تو ان کے ہمراہ سدم نامی گاؤں میں تشریف لے گئے تاکہ بھولے بھالے لوگوں کو ان کے دام تزویر سے بچائیں۔

پختون قوم بڑی اسلام دوست اور اس کے لئے سب کچھ نثار کرنے کے لئے آمادہ و تیار رہتی ہے۔ علماء اور بزرگان دین کا بے حد احترام کرتی ہے۔ ان کے اس محبت اور عقیدت آمیز رویئے کی وجہ سے بعض نام نہاد بزرگ دھوکا دیتے ہیں۔ جب حضرت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ سدم پہنچے تو لوگ حسب عادت آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے انہیں بدعات سے رک جانے اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی اور کہا کہ ہر وہ شخص جس نے دستار و جبہ پہن رکھا ہے ضروری نہیں کہ ولی اللہ ہو۔ اللہ والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ خواہشات کی اتباع نہیں کرتے اور ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی مقصود ہوتی ہے۔ آپ کے قول و

Marfat.com

فعل سے لوگ بے حد متاثر ہوئے لہٰذا جھوٹے پیروں کی قلعی کھل گئی جو علاقے میں گمراہی کو فروغ دے رہے تھے اور لوگوں کے ایمان پر ڈاکے ڈال رہے تھے۔ چنانچہ آپ کی آمد سے وہ جعلی پیر روپوش ہو گئے۔

یوسف زئیوں میں قیام کے دوران ہی حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کی شادی مریم بی بی سے ہو گئی تھی۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد اہلیہ محترمہ کے ہمراہ اپنے وطن مالوف ترند گے۔ وطن پہنچے تو پتہ چلا کہ والد بزرگوار کا انتقال ہو چکا ہے۔ والدہ ماجدہ سے مل کر تمام حالات سے آگاہ کیا تو بولیں۔

"بیٹا علی بہتر ہے کہ تم یوسف زئیوں میں جا کر لوگوں کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا کام جاری رکھو۔"

چنانچہ چند روز والدہ کی خدمت میں رہنے کے بعد واپس آگئے۔ اب آپ کو کسی ایسے گوشہ کی تلاش تھی جہاں خلوت میں رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں۔ اہل و عیال ہمراہ تھے۔ منزل متعین نہ تھی' اللہ پر چھوڑ دیا کہ جہاں پسند فرمائے گا لے جائے گا۔ چلتے چلتے گنداب کے راستے پاچہ کلے گاؤں میں پہنچے جو بونیر کے گوشے میں واقع ہے۔ آپ نے یہیں سکونت اختیار فرمائی' یہ ۹۷۰ ہجری کا واقعہ ہے۔

پاچہ کلے سے تھوڑی دور نربٹول گاؤں ہے جس کے عقب میں پہاڑی غار ہے۔ ایک دن وہاں پہنچ گئے۔ عبادت ربانی کے لئے یہ غار بے حد پسند آیا۔ تبلیغی سرگرمیوں' دینی درسگاہوں اور لوگوں کے اصلاح احوال کے بعد جو وقت ملتا آپ غار میں عبادت و ریاضت میں بسر کرتے۔ آپ کی تعلیمات سے لوگ منکرات و نواہی سے منہ موڑنے لگے۔ لوگوں کو سیدھی راہ پر رکھنے کے لئے انہیں بیعت فرما لیا کرتے تھے۔ کیونکہ بغیر علم دین اور رہنمائی کے انسان کے گمراہ ہونے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ لوگوں کو بیعت کرنے سے یہ ہوتا تھا کہ ان کا ہر عمل

Marfat.com

مرشد کے فرمان کے مطابق ہوتا تھا اور یہی ان کی حفاظت تھی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

" اے لوگو! شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ثابت قدم رہنا ہی نجات کے لئے کافی ہے۔"

آپ کے عادات و اخلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و شمائل کا بہترین نمونہ تھے۔ بچپن سے ہی اخلاق حمیدہ کے مالک تھے۔ کوئی عمل خلاف شرع نہ ہوتا تھا۔ فرائض کی ادائیگی کے علاوہ روزمرہ کے معمولات میں بہت پابندی فرماتے تھے۔ آپ کے تلامذہ و مریدین جن کی تعداد بیشمار تھی آپ کے حسن اخلاق، تبحر علمی اور باعمل زندگی سے بے حد متاثر تھے۔ جو لوگ علم و معرفت کی پیاس بجھانے کے لئے حاضر خدمت ہوتے انہیں بہت عزیز و مقرب جانتے تھے۔ دنیاداروں کا بھی تانتا بندھا رہتا تھا جو اپنے دکھوں اور غموں کے مداوا کے لئے حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے۔

جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو جو کچھ آتا اسے دوسروں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے فرمایا کرتے تھے۔

" شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر زہد و ریاضت سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے مبتدی کو چاہیے کہ عبادت صرف اس طریقہ سے کرے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو۔"

ایک دن تشریف فرما تھے، بہت سے محب حاضر تھے، علم و عرفان کی بارش ہو رہی تھی جس سے لوگوں کی روحیں بالیدگی حاصل کر رہی تھیں آپ فرما رہے تھے۔

" طریقت و معرفت کی راہ میں ہر سالک و صوفی کو تین مقامات حاصل ہوتے ہیں اولاً" شہرت۔ ثانیاً" کشف و کرامت اور ثالثاً" وہ مقام ہے جس میں سالک کا تمام

Marfat.com

مدعا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنا ہوتی ہے۔ اس مقام پر سالک کو نہ اپنا ہوش ہوتا ہے نہ دنیا کی ضرورت"۔

حضرت سید علی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ کو لوگ ازارہ عقیدت و محبت پیر بابا کہا کرتے تھے۔ آپ کے خلفاء میں سے حضرت اخوند درویزہ کو جو فضیلت و عظمت حاصل تھی کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔ حضرت پیر بابا رحمتہ اللہ علیہ کی ساری زندگی اصلاحی تحریک تھی۔ جس کی وجہ سے قریہ قریہ گاؤں گاؤں جا کر آپ تبلیغ کرتے' درسگاہوں کو قائم کرتے اور رشد و ہدایت فرماتے۔

جب آپ ۹۹۱ ہجری میں پہنچے تو زندگی کا جام لبریز ہو گیا۔ آپ کے وصال کی خبر پھیلنے کی دیر تھی کہ مریدین و معتقدین کا تانتا بندھ گیا۔ ہر دل سوگوار اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔ اکیس سالوں سے جو چراغ معرفت پاچہ کلے کے مقام پر روشن تھا وہ بظاہر بجھ گیا تھا لیکن اس کی روشنی ہنوز پھیلی ہوئی ہے اور لوگ اس روشنی میں حق کے راستوں پر رواں دواں ہیں۔

آپ کا مزار اقدس سوات سے چالیس میل کے فاصلے پر علاقہ بونیر کے موضع پاچہ کلے میں ہے۔ آج کل یہ علاقہ پیر بابا کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا عرس تین ماہ تک جاری رہتا ہے اور چیت' بیساکھ اور جیٹھ کے مہینوں میں یہ چھوٹا سا گاؤں شہر کا ساسماں پیش کرتا ہے۔ دور و نزدیک سے لوگ حاضر ہو کر عقیدت و محبت کے پھول پیش کرتے ہیں اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھرتے ہیں اور یہ فیض کا چشمہ کئی صدیوں سے جاری ہے اور سدا جاری رہے گا۔ آپ کی بزرگی و عظمت و عقیدت کا صرف اس بات سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تیس چالیس سال قبل مردان میں عدالتی کارروائی کے وقت حلفیہ بیان ان الفاظ سے شروع ہوتا تھا۔

"جب میں پیر بابا کی زیارت کے لئے جارہا یا زیارت سے واپس آرہا تھا۔"

Marfat.com

آپ نے اپنے پیچھے دو بیٹے سید حبیب اور سید مصطفیٰ چھوڑے تھے۔ ان میں سے اول الذکر عالم جوانی میں اللہ کو پیارے ہو گئے تھے اور موخرالذکر سے آپ کا سلسلہ نسل چلا جو صوبہ سرحد اور افغانستان میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ کے فرمودات مہکتے ہوئے پھولوں کی مانند ہیں جن سے قلب و نظر مسرور ہو جاتے ہیں ارشاد فرماتے ہیں۔

☆ اپنے ایمان اور بہت سے لوگوں کے ایمان کو زوال سے بچاؤ۔

☆ عام لوگوں کو سیدھا سادا دین بتاؤ کیونکہ آج کل لوگ علم پر گھمنڈ کرتے ہوئے گمراہ ہو رہے ہیں۔ وہ طریقت کی حقیقت سے آگاہ نہیں۔ اس لئے مختلف نظریات کا شکار ہو جاتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ دین و ایمان کی حفاظت و سلامتی کے لئے کسی مرد کامل اور مرشد صادق کے دست حق پرست پر بیعت ہونا ضروری ہے۔ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر گامزن رہنے میں ہی نجات ہے۔ بدعات و نواہی سے دور رہنا چاہیے اور اپنے احوال کی اصلاح میں ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ باقی باللہؒ

”یا حضرت ایک عرصے سے آپ کے در پر پڑا ہوں نظر کرم فرمائیں اور مجھے کسی پیر کامل سے ملادیں۔“

یہ دعا ایک خراسانی نوجوان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر کھڑا بڑی زاری سے مانگ رہا تھا۔ دعا مانگنے کے بعد اسے قلبی تسکین کا احساس ہوا۔ رات کو جب تمام امور سے فراغت کے بعد آرام کرنے کے لئے لیٹا تو حالت خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ حضرت خواجہ تشریف لائے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہ ان دنوں شہر میں آئے ہوئے ہیں۔ ان کے دامن سے خود کو وابستہ کر لو۔ حسب ارشاد دوسرے دن وہ ان کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور بصد ادب و نیاز عرض کیا کہ اسے اپنے حلقہ ارادت میں شمولیت کا شرف بخشا جائے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو بے حد انکساری سے فرمایا کہ میں خود کو اس اہل نہیں پاتا، وہ کوئی اور اللہ کا بندہ ہو گا

Marfat.com

جس کی طرف تم کو بھیجا گیا ہے۔ وہ نوجوان آپ کی تواضع اور انکساری پر بے حد حیران ہو رہا تھا۔ بہت سے عذر سننے کے بعد واپس لوٹ گیا۔ عجب گومگو کے عالم میں تھا۔ صاحب مزار کا فرمان بھی غلط نہیں تھا اور ان بزرگ کی عذر خواہی اپنی جگہ تھی۔ اسی اضطراب میں سو گیا تو حضرت بختیار اوشی رحمتہ اللہ علیہ پھر خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

" پیر کامل وہی بزرگ ہیں جن کی خدمت میں تم حاضر ہوئے تھے۔ یہ ان کی انکساری و عجز تھا کہ اپنے تئیں کچھ نہیں سمجھتے۔"

چنانچہ صبح اٹھ کر وہ نوجوان پھر حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور ہمیشہ کے لئے آپ کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔

بے نفسی و حلم و بردباری شیوہ اولیائی ہے۔ یہ وصف حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ ایک مرتبہ اطلاع ملی کہ آپ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لارہے ہیں' خدام نے مزار کے قریب آپ کے بیٹھنے کے لئے اہتمام کر دیا۔ اسی اثنا میں ایک فقیر ادھر آنکلا اور اس خاص اہتمام کی وجہ دریافت کی۔ بتایا گیا تو اس نے آپ کو برابھلا کہنا شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بھی تشریف لے آئے۔ وہ آپ کو دیکھ کر مزید سخت ست کہنے لگا اور غصے سے بولا کہ تم میں ایسی کیا خوبی ہے جو تیرے لئے فرش بچھایا گیا ہے۔ آپ کے مریدین و خدام جو ہمراہ تھے مرشد کی بابت نازیبا و گستاخانہ الفاظ سننے کے کب متحمل ہو سکتے تھے' دل چاہتا تھا کہ اسے اس بے ادبی کا مزہ چکھا دیں مگر آپ نے منع فرما دیا اور اس بے ادب فقیر کو نہایت نرم انداز میں مخاطب کر کے فرمایا۔

" تم جو کہتے ہو درست ہے' مجھ میں ایسی کوئی خوبی و لیاقت نہیں ہے یہ سارا اہتمام میرے علم کے بغیر ہوا ہے' میں معذرت خواہ ہوں' تم کیوں میری خاطر اپنا

Marfat.com

مغز خالی کرتے ہو۔"

آپ یہ الفاظ فرماتے جاتے تھے اور اپنی آستین مبارک سے اس فقیر کی پیشانی کا پسینہ پونچھتے جاتے تھے اور جب اس نے چند درہموں کا تقاضا کیا تو وہ عطا فرمائے' اس وقت آپ کے سامنے اللہ تبارک تعالیٰ کا وہ فرمان تھا کہ برائی کو احسن طریقے سے رفع کرو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے روایت ہے کہ نور مجسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالیہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے سب سے نیک بندے وہ ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ بھی انہیں نیکوں میں سے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ ہندوؤں کی بستی میں سے گزرے جو کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ انہوں نے جب آپ کو دیکھا تو آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ عجیب شخص ہے کہ اس کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے۔ یہ مقام و مرتبہ اللہ تبارک تعالیٰ کے کرم' محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع اور مرشد کامل کی رہنمائی و ہدایت سے نصیب ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ابھی آپ نے علوم ظاہری کا مکمل طور پر اکتساب نہیں کیا تھا کہ آپ پر راہ درویشی اختیار کرنے کا شوق غلبہ کرنے لگا۔ لہٰذا ماوراالنہر کے شہروں میں گھوم پھر کر کسی اللہ والے کو تلاش کرنے لگے۔ ان دنوں علاقے میں مشائخ و علماء و اولیاء اللہ کی کمی نہ تھی' طریقت اختیار کرنے سے قبل گناہوں سے توبہ کرنا لازمی ہے۔ چنانچہ حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر گناہوں سے توبہ کی۔ بعضوں سے کسی حد تک مستفید بھی ہوئے' مگر سکون قلب ہنوز مفقود تھا۔ منزل ابھی تک نظروں سے اوجھل تھی آپ کا یہ حال تھا۔

Marfat.com

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

مرشد کی طلب کے جذبہ صادق میں روزافزوں اضافہ ہوتا گیا۔ جب تشنگی و بے قراری میں بہت اضافہ ہو گیا تو اہل اللہ کا طریقہ اختیار کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلسل دو سال ان کے پاس رہ کر ذکر و مراقبہ و اوراد کی پابندی کی اور دل میں خیال کرتے تھے کہ یہی غنیمت ہے کہ زندگی ذکر و عبادت میں گزر جائے' لیکن آپ کو اس بات کا یقین تھا کہ اللہ تعالٰی ضرور اپنے کسی دوست سے ملا دے گا۔

یہ ۹۹۹ ہجری کا واقعہ ہے کہ آپ وارد کشمیر ہوئے اور حضرت شیخ بابا والی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر پہنچے اور ان کے قرب سے بہرہ مند ہوئے۔ ان بزرگ کو سلسلہ نقشبندیہ میں بھی اجازت حاصل تھی اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کا رخ بھی اس طرف تھا۔ لہٰذا قبولیت کا دروازہ کھل گیا۔ ۱۰۰۱ ہجری میں جب کشمیر کے وہ بزرگ اللہ کو پیارے ہوئے تو حضرت خواجگان نقشبندیہ کی پاک روحیں خواب میں آکر مختلف خوشخبریاں دینے اور تلقین کرنے لگیں تا آنکہ آپ حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔

حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ بخارا کے ایک دیہہ امکنہ کے رہنے والے تھے۔ تیس سال مسند خلافت پر متمکن رہے۔ آپ آنے جانے والوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے علماء' فضلاء و امراء' فقراء اور شاہان وقت آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر برکات سے فیض یاب ہوتے تھے۔ جب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر شرف بیعت سے سرفراز ہوئے تو وہ اپنے جذبہ صادق' بزرگوں کی عنایات و توجہ اور اللہ کے کرم سے سونا بن چکے تھے۔ مرشد کی صحبت و فیض نے آپ کو کندن بنا دیا۔

Marfat.com

مرشد سے رخصت ہونے کے بعد آپ لاہور تشریف لائے' ایک سال کے قیام کے دوران بہت سے علماء' فضلاء' آپ سے مستفیض ہوئے اور پھر آپ دہلی تشریف لے گئے جہاں قلعہ فیروزی میں قیام فرمایا' جس میں ایک خوبصورت مسجد تھی۔ وصال تک آپ یہیں رہے۔ آپ تین چار سال سے زیادہ مشیخت پر جلوہ افروز نہیں رہے۔ آپ پر تفرید اس درجہ غالب تھی کہ طالبان راہ طریقت کو اپنی صحبت میں رکھتے اور مشیخت کا دھیان تک نہ تھا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ آپ کی عنایات سے درجہ کمال کو پہنچ گئے تو ارباب طریقت کی تعلیم و تربیت سے کنارہ کش ہو گئے اور انہیں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر لی۔ نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے مسجد کے علاوہ کہیں نہیں جاتے تھے۔ جو شخص آپ کو دیکھتا تو اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث پاک یاد آجاتی تھی کہ کسی مردہ شخص کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہتے ہو تو وہ ابوقحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیکھ لے۔

آپ کی زندگی اسوۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھی۔ اگر کوئی عاجز پیدل چلتا دکھائی دیتا تو اسے گھوڑے پر سوار کر دیتے اور خود اس کے مکان تک پیدل جاتے۔ ایک رات تہجد کے لئے اٹھے تو ایک بلی آکر لحاف میں سو گئی۔ آپ نے اسے جگانا پسند نہ کیا اور خود سردی کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔ اگر کوئی حاجت مند حاضر ہوتا تو اس کی سفارش فرما دیتے مگر اپنے مریدوں کے لئے ایسی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے۔ ان کے لئے صرف رب تعالیٰ سے فقر و قناعت طلب فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سن لو جس کو ہم سے مالی امداد ملے وہ یقین کر لے کہ اس کے ساتھ ہمیں دینی محبت کم ہے۔ متاع دنیا کو کسی صورت قبول نہ فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ حج کے لئے ارادہ فرمایا' مرزا عبدالرحیم خانخاں نے جو آپ کا

Marfat.com

بے حد معتقد و محب تھا ایک لاکھ روپیہ ہمرائیوں کے زاد راہ کے لئے پیش کیا اور اسے قبول کرنے کی استدعا کی۔ آپ خفا ہوئے اور فرمایا حج کرنا ہمارے لئے اس قدر ضروری نہیں کہ مسلمانوں کا اس قدر مال و زر اپنے صرف ہیں لا کر ضائع کر دیں اور روپیہ لینے سے انکار کر دیا۔

ایک دن تشریف فرما تھے کہ ایک صاحب حال و کشف درویش خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں اپنے کام میں بستگی اور باطن میں کدورت پاتا ہوں۔ آپ نے توجہ فرمائی اور کہا کہ لقمہ میں بے احتیاطی ہو گئی ہے۔ عرض کی لقمہ تو وہی ہے جو روز کھاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا ہمیں تو بجز اس کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس درویش نے اچھی طرح تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے کھانا پکایا تھا ان میں دو تین لکڑیاں ایسی شامل کر دی گئی تھی جن میں احتیاط کا پہلو اختیار نہیں کیا گیا تھا اور وہ ناجائز تھیں۔

اسلام میں رزق طیب اور لقمہ حلال کی بے حد فضیلت ہے۔ اگر کسی کا رزق جائز ذریعوں سے نہیں آیا تو اس کی کوئی عبادت، صدقہ، خیرات، حج، زکوٰۃ، قبول نہیں اور جس کا لقمہ حلال نہیں وہ روحانیت سے محروم رہتا ہے اور اس سے جو قلب و روح اور بدن میں فسادات برپا ہوتے ہیں ان کا شمار نہیں۔ ہمارے اردگرد پھیلی ہوئی پریشانیوں، مصیبتوں اور ذلتوں کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس کی جڑ یہی رزق حرام ہو گا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ توکل یہ نہیں کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ دیں، یہ بے ادبی ہے۔ بلکہ جائز ذرائع اختیار کرنے چاہیں اور نظر سبب پر نہیں بلکہ مسبب پر ہونی چاہیے۔ سبب مثل دروازہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسبب تک پہنچنے کے لئے بنایا ہے۔ اس صورت میں اگر کوئی دروازے کو بند کرے کہ اللہ تعالیٰ اوپر سے پھینک دے گا، تو یہ اس کی بے ادبی ہے۔ دروازے کو بند نہ کرے۔ بعدازاں اللہ کو اختیار ہے کہ وہ دروازے سے بھیجے یا اوپر سے پھینک دے۔ پھر تھوڑی دیر سکوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اعتقاد درست، احکام شریعت کی

Marfat.com

رعایت، اخلاص اور حق سبحانہ کی جناب میں دائمی توجہ سب سے بڑی دولت ہے۔
کوئی ذوق و وجدان اس نعمت کے برابر نہیں ہے۔

ماحول میں فیوض و برکات کی بارش ہو رہی تھی۔ علم و عرفان کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر محبین کا ہجوم تھا۔ قلب و روح کو معرفت الہیہ اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خنک و پاکیزہ پانیوں سے سیراب کیا جارہا تھا، جب دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی کیا علامت ہے تو اپنی زبان در افشاں سے ارشاد فرمایا۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اتباع ۔ "

آپ کا اسم گرامی خواجہ محمد باقی اور عرف باقی باللہ تھا۔ والد گرامی کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی تھا۔ بڑے صاحب حال و فضل و صفا تھے۔ کافی عرصے تک اپنے قبیلے کے ساتھ کابل میں مقیم رہے۔ یہیں شادی کی اور اسی جگہ حضرت خواجہ ۹۷۱ ہجری میں تولد ہوئے۔ بچپن سے ہی آپ کی پیشانی سے اقبال مندی اور بزرگی کے آثار نمایاں تھے۔ تنہائی پسند تھے۔ مولانا صادق حلوائی سے جو کبار علماء میں سے تھے اکتساب علم کا آغاز کیا اور پھر آپ ہی کے ساتھ حضرت خواجہ کابل سے ماورالنہر تشریف لے گئے اور تھوڑے ہی عرصے میں ممتاز مقام حاصل کر لیا۔ آپ اپنے مکشوفات کو خواب سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن بتایا کہ یہ دیکھا گیا ہے کہ جس غرض کے لئے تجھے بلایا گیا تھا وہ پوری ہو گئی ہے اب سفر کرنا چاہیے۔ لہذا جمادی الاخر ۱۰۱۲ ہجری میں امراض جسمانی نے غلبہ پایا۔ پچیس تاریخ بروز ہفتہ احتصار کے آثار نمایاں ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک درویش کی زبان سے یا اللہ العالمین کا کلمہ نکلا۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جب تھوڑا دن باقی رہ گیا تو اسم ذات کا ذکر کرتے ہوئے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ اس وقت آپ کی عمر اکتالیس سال تھی۔ باہمی مشاورت سے مریدین نے ایک جگہ قبر تیار کرائی جب جنازہ اٹھایا گیا تو جنازہ اٹھانے

Marfat.com

والوں پر دیوانگی چھا گئی اور انہوں نے ایک جگہ جنازہ رکھ دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں ایک دن آپ دوگانہ ادا کرنے کے بعد اٹھے تو دامن سے وہاں کی مٹی لگ گئی تھی' آپ نے زبان ترجمان حق بیان سے ارشاد فرمایا تھا کہ اس جگہ کی خاک ہماری دامن گیر ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہیں آپ کو سپردخاک کر دیا۔

وصیت کے مطابق مرقد پر گنبد نہیں بنایا گیا۔ صرف ایک بلند چبوترہ ہے لیکن سخت گرمی کے باوجود وہاں پاؤں کو تکلیف و حرارت محسوس نہیں ہوتی۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں اپنے اندر اوصاف حمیدہ پیدا کرنے چاہیں۔ زندگی کے ریگستانوں کو گل و گلزار بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اپنا رخ شیطان کی طرف سے ہٹا کر رحمٰن کی طرف کر لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کو مقصود و مطلوب بنا لیں تاکہ یوم نشور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

Marfat.com

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانیؒ

لیلیٰ شب سعاد صبح کا رخ دیکھنے کے لئے دبے گام بڑھ رہی تھی۔ ہر طرف ا عالم تھا۔ شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ اپنے کمرے میں استراحت فرما رہے نماز تہجد کے قریب خواب میں دیکھا کہ ایکا ایکی ساری کائنات میں تاریکی و ظ پھیل گئی ہے۔ خنزیر' بندر اور ریچھ مخلوق خدا کو ہلاک کر رہے ہیں۔ معاً آ کے سینے سے ایک نور کا ظہور ہوا اور اس میں ایک تخت نمودار ہوا اس پر ایک ص جس کے چہرے سے نور اور جلال ہویدا تھا متمکن تھا۔ اس کے سامنے ظالم زندیقوں' ملحدوں کو لاکر بھیڑ' بکریوں کی طرح ذبح کر دیا جاتا ہے۔ آپ کو یوں وس ہوا جسے کوئی باواز بلند کہہ رہا ہو کہ حق آگیا اور باطل چلا گیا۔ جب آپ نے سنا تو فوراً خواب سے بیدار ہو گئے۔ یہ تہجد کا وقت تھا' فوراً بارگاہ ص میں سجدہ ریز ہو گئے۔

جب اپنے معمولات سے فارغ ہوئے تو حضرت شاہ کمال کھیتلی رحمتہ اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے اس مرد صفا کے ہاں بچے کی ولادت کی بشارت دی اور فرمایا کہ اس کے دم قدم سے الحاد و

Marfat.com

بدعت کی سیاہیاں اور زندیقیت و بدمذہبی کی ظلمتیں دور ہوں گی۔

جمعتہ المبارک ۱۴ شوال ۹۷۱ ہجری کی شب مسعود تھی کہ حضرت شیخ عبد الاحد رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں وہ بچہ تولد ہوا جس کی بشارت دی گئی تھی۔ والد بزرگوار نے اپنے اس لخت جگر کا نام نامی شیخ احمد فاروقی رکھا۔ ایام طفولیت میں ایک مرتبہ آپ سخت علیل ہو گئے تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت شاہ کمال کھیتلی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئیں' حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زبان مبارک حضرت شیخ احمد فاروقی کے منہ میں دے دی جسے وہ کافی دیر چوستے رہے پھر حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔

" یہ لڑکا بڑی عمر کا ہو گا اور عالم کامل اور عارف یگانہ ہو گا اور ہم جیسے کئی اس سے پیدا ہوں گے۔"

آپ سات برس کے تھے تو قرآن مجید حفظ کر لیا اور پھر ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کرنا شروع کر دی۔ ایک دن مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ آپ کے ہاں تشریف لائے تو فرمایا۔

"گویائی زبان کے صفت ہے' دل ایک پارچہ گوشت ہے وہ کس طرح ذکر کر سکتا ہے۔"

یہ سن کر آپ نے کہا۔

" زبان بھی پارچہ گوشت ہے۔ جس قادر مطلق نے زبان کو گویائی عطا کی وہی قلب کو قوت ذکر عطا فرماتا ہے۔"

مولانا نے جب آپ کا نطق سنا تو فرمایا۔

" مجدد کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ سرہند سے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ جہاں آپ نے حضرت مولانا کمال کشمیری رحمتہ اللہ علیہ سے معقولات کی

Marfat.com

بعض کتب حضرت مولانا یعقوب رحمتہ اللہ علیہ سے' کتب احادیث اور عالم ربانی حضرت قاضی بہلول بدخشانی رحمتہ اللہ علیہ سے' تفاسیر و احادیث و قصیدہ بردہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ انہیں دنوں حضرت ملا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے کمالات وغیرہ کا مشاہدہ کر کے آپ کے دست اقدس پر بیعت کر لی۔ اکیس برس کی عمر تک آپ مزید علوم و معارف سے بہرہ ور ہوئے اور پھر وطن مالوف تشریف لا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

ہزار سالہ مجدد کی حیات پاک کے ابتدائی اکیس سال شب و روز علوم دینیہ کی تحصیل میں بسر ہوئے اور پھر مسند درس و تدریس پر جلوہ گر ہوئے تاکہ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف لائیں۔ دراصل انسانی زندگی کا یہی وہ دور ہوتا ہے جس میں اس نے سنورنا یا بگڑنا ہوتا ہے' اگر رخ درست سمت ہو تو بقیہ زندگی گل و گلزار اور دوسروں کے لئے مشعل راہ بن جاتی ہے اور اگر رخ غلط سمت ہو تو زندگی کے لیل و نہار میں تلخیاں بھر جاتی ہیں اور راستے کانٹوں سے اٹ جاتے ہیں۔ یہ وہ بزرگ ہستیاں ہیں جن کے ہم نام لیوا ہیں اور بقول مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ جن کے پاس ایک ساعت بیٹھنا صد سالہ طاعت بے ریا سے افضل و بہتر ہے۔ اگر آج کے دور کا اکیس سالہ مسلمان نوجوان اپنے بزرگوں کی زندگیوں کو سامنے رکھ کر اپنا تجزیہ کرے تو سر ندامت سے جھک جاتا ہے۔ نہ علم دین اسلام سے آگہی و واقفیت ہے اور نہ ہی علم کسب میں مہارت ہے۔ الاماشاء اللہ کے اکثریت دھونس' دھاندلی' جھوٹ' فریب' انتشار' افتراق' کج بحثی' کٹ حجتی اور لہو و لعب کا شکار ہے۔ کیا بزرگان دین کے نقش قدم پر ہونے کا یہی اسلوب و ڈھنگ ہوتا ہے؟

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اگرچہ بہ دل و جان درس و تدریس میں مشغول تھے لیکن زیارت روضہ مقدسہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق و اشتیاق روز افزوں دو چند ہوتا گیا۔ مگر والد بزرگوار کی کبر سنی کی بنا پر ہمیشہ اپنا

Marfat.com

ارادہ ملتوی کر دیتے تھے۔ حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدمت کی قضاء نہیں ہے اسی لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ بوڑھے باپ کو چھوڑ کر بغرض حج تشریف نہ لے گئے کیونکہ باپ کی خدمت لازم تھی۔ چنانچہ ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۰۷ ہجری میں جب شیخ عبدالاحد رحمتہ اللہ علیہ واصل بحق ہوئے تو اس سے اگلے سال آپ بہ ارادہ حج روانہ ہوئے۔ دہلی کے قیام کے دوران حضرت مولانا حسن کاشمیری نے جو آپ کے دوستوں میں سے تھے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی بے حد تعریف کی اور ملنے کی ترغیب دی۔ آپ کے دل میں سلسلہ نقشبندیہ عالیہ کی طرف پہلے سے رغبت بدرجہ اتم موجود تھی لہٰذا دوست کے کہنے پر آپ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔

حضرت خواجہ باقی اللہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی کے مرید تھے۔ آپ بخارا میں اپنے مرشد کی خدمت میں تھے کہ ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک طوطی شاخ شجر پر بیٹھا ہے آپ نے ادھر توجہ کی۔ وہ پرندہ اڑ کر آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن پرندے کے منہ میں ڈالا اور اس نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے منہ میں شکر ڈالی۔ دوسرے روز آپ نے خواب مرشد کو سنایا تو آپ نے فرمایا۔

" طوطی ہندوستان کا پرندہ ہے۔ وہاں تمہارے دامن برکت سے ایک بزرگ کا ظہور ہو گا جس سے ایک جہاں روشن ہو گا اور تم بھی اس سے بہرہ ور ہو گے۔"

چنانچہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ بخارا سے شہر ہند پہنچے تو بتایا گیا کہ وہ حضرت شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ کے پڑوس میں مقیم ہیں اور ان کا حلیہ بھی بتایا۔ آپ نے شہر کے درویشوں اور فقیروں سے ملاقات کی۔ لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے حلیہ مبارک کا کوئی شخص نظر نہ آیا۔ خیال کیا کہ شہر والوں میں سے کسی میں قطبیت کی قابلیت ہو گی جو بعد میں ظاہر ہو گی۔ چنانچہ سرہند سے

Marfat.com

دہلی جا کر سکونت اختیار کر لی۔ جب آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا تو فوراً" پہچان لیا۔ لطف و مہربانی سے پیش آئے اور آپ کا قصہ دریافت فرمایا۔ مطلع ہونے پر حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

"چند دن فقراء کی صحبت میں رہو تو کوئی حرج نہیں۔"

حسب الارشاد آپ ایک ہفتہ کے لئے رک گئے' ابھی دو روز ہی بیتے تھے کہ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کی خصوصی توجہ سے حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے قلب اطہر میں طریقہ نقشبندیہ کو اپنانے کا جذبہ غالب آگیا۔ عرض کیا تو حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ آپ کو خلوت میں لے گئے' توجہ فرمائی تو آپ کا دل ذاکر ہو گیا اور داخل طریقہ کر لیا۔

روز افزوں آپ کی روحانی ترقی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ آپ کے مرشد فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بہت بڑا چراغ روشن کیا ہے جس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جائے گی جس سے کثیر لوگوں کے چراغ روشن ہوں گے۔ آپ تھوڑے ہی عرصے میں درجہ کمال کو پہنچ گئے اور قرب والوں کو حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے حوالے کر کے حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ خود گوشہ نشین ہو گئے۔ صرف نماز باجماعت کے لئے باہر تشریف لاتے تھے۔

جب آپ کو مرشد نے اجازت کاملہ کی خلعت عطا فرما دی تو سرہند شریف روانہ کر دیا۔ اور اپنے طالب علموں کی ایک بڑی جماعت بھی خدمت کے لئے ہمراہ کر دی۔ چنانچہ وطن پہنچ کر حسب الارشاد طالبوں کی تربیت میں مشغول ہو گئے اور قلیل عرصے میں بہت سے لوگوں کو انگنت فیوض و برکات سے نواز دیا۔

امام ربّانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے چاروں سلاسل کے بزرگوں سے اکتساب باطنی کیا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں آپ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سلسلہ قادریہ میں آپ مرید و

Marfat.com

خلیفہ حضرت شاہ سکندر کھیتلی رحمتہ اللہ علیہ کے تھے۔ سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ میں آپ اپنے والد محترم کے مرید تھے۔ ان کے علاوہ آپ کو شطاریہ' مداریہ اور کبرویہ وغیرہ سلاسل کی تلقین کی بھی اجازت تھی۔ کچھ عرصہ سرہند میں قیام کے بعد مرشد کی زیارت کے لئے دہلی تشریف لے گئے جہاں ان کی صحبت میں رہ کر ان گنت مزید درجات و کمالات حاصل کئے۔ آپ اپنے مرشد کے اس قدر مودب تھے کہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کبھی ان کی طرف پشت نہیں کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے حالات اپنے اصحاب کی ترقیات و کمالات اور پیر بھائیوں کے بارے میں مرشد کو لکھ بھیجا کرتے تھے اور دعا و توجہ کے خواستگار ہوتے تھے۔

حضرت باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے اس مرید خاص و باصفا کے درجات اور مقامات سے بخوبی آشنا تھے لہٰذا تیسری مرتبہ جب آپ دہلی تشریف لے گئے تو مرشد آپ کے استقبال کے لئے قلعہ فیروزی سے پیدل روانہ ہوئے اور بڑے عزاز کے ساتھ لائے اور پھر اپنی موجودگی میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو سر حلقہ اور صبح و شام کے حلقہ مراقبہ کا مقتدا بنایا۔ تیسری مرتبہ مرشد سے اجازت لے کر وطن واپس تشریف لے گئے۔ چند روز قیام فرمانے کے بعد آپ لاہور چلے گئے جہاں خواص و عوام میں سے بیشمار لوگ حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ لاہور میں ارباب فضل و کمال کے ساتھ صحبت گرم تھی کہ مرشد کے وصال کی خبر پہنچی۔ فورا" حالت اضطراب میں دہلی پہنچے۔ روضہ مقدس کی زیارت کی اور صاحبزادگان اور پیر بھائیوں سے تعزیت کی۔ حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین آپ کے حلقہ میں داخل ہونے لگے۔ آپ بھی ان کی طرف پوری توجہ اور انہماک سے منعطف ہوئے جس کی وجہ سے انہیں باطنی تربیت و تعلیم میں کمی محسوس نہ ہوئی۔ لیکن بعض نے راہ حسد اختیار کی۔ آپ نے انہیں بہت سمجھایا مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوا۔ نصیحت کے طور پر آپ نے بعض کی نسبتیں بھی سلب کر لیں مگر وہ اپنے حسد سے باز نہ آئے۔ چنانچہ وہ سب حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے

Marfat.com

مزار پاک پر حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک صاحب کشف و کرامت کے بھی حامل تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ مزار پر حاضر تمام درویشوں نے چراغ جلایا ہے لیکن ایک چمکتی ہوئی بجلی نمودار ہوتی ہے اور وہ ہر ایک چراغ کو گل کر دیتی ہے۔ یہ سب حسد کا نتیجہ تھا۔ چند یوم قیام فرمانے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ واپس سرہند تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حاسدین نے جب دیکھا کہ ان کی روحانی ترقی رک گئی ہے بلکہ روزافزوں اس میں کمی آرہی ہے تو انہوں نے آپ سے معافی مانگ لی۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۰۱۰ ہجری سوموار کا دن تھا آپ نماز ظہر کے بعد مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ معا" آپ نے خود کو ایک خلعت نورانی میں لپٹے ہوئے پایا۔ اسی اثناء میں صاحب لولاک سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اپنے دست مبارک سے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے سر پر دستار باندھی اور منصب قیومیت کی مبارکباد دی۔ یہ جو کچھ بھی آپ کو عطا ہوا تھا وہ سب حضور اکرم محبوب رب ودود صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اطاعت کا ثمرہ تھا۔ آپ پر سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کا اس قدر غلبہ تھا کہ ایک دن جب کہ اپنے حجرے میں درویشوں اور فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے تو کہنے لگے کہ میں حق سبحانہ و تعالیٰ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔

بزرگان دین فرماتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی اپنی کوئی بات نہیں رہتی اور وہ جو کہتا ہے بارگاہ صمدیت میں مقبول ہوتا ہے۔ ایک روز آپ حلقہ ذکر میں بیٹھے تھے کہ ارشاد فرمایا۔

"میں نے اس حلقہ میں موجود ایک شخص کے ماتھے پر لفظ شقی لکھا ہوا دیکھا ہے اور وہ مرتد ہو جائے گا۔"

یہ سنا تو حاضرین پر سکتہ طاری ہو گیا۔ خوف سے سرتاپا کانپنے لگے۔ ابھی چند دن

Marfat.com

ہی گزرے تھے کہ شیخ طاہر لاہوری جو آپ کے صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہم اللہ کا استاد تھا ایک کافر عورت پر عاشق ہو کر مرتد ہو گیا۔ صاحبزادوں نے اپنے استاد کے لئے دعا کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ پھر مسلمان ہو جائے۔ آپ نے شیخ طاہر لاہوری کے لئے نہایت عجز و انکساری سے اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور درخواست کی۔ دعا قبول ہوئی۔ شیخ طاہر لاہوری عشق مجازی کو خیرباد کہہ کر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہو کر تھوڑے ہی عرصے میں آپ کی بابرکت صحبت میں رہ کر بے انتہا مراتب حاصل کئے۔

حضرت امام ربانی رحمتہ اللہ علیہ کے دور مسعود میں اکبر بادشاہ کے گرد ملا مبارک کے صاحبزادگان ابوالفضل و فیضی۔ کچھ پنڈتوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں نے مختلف مذاہب کے اصولوں کو یکجا کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا جس نے اسے دین الٰہی کا نام دے کر اس پر عمل درآمد شروع کر دیا جو کہ حقیقتاً دین اکبری تھا اور دین الٰہیہ کے ساتھ اسے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ اس کے مطابق پیشانی پر قشقہ لگانا روا تھا۔ مسجد و مندر کو یکساں مقام دیا گیا۔ بادشاہ کو خدا کا اوتار سمجھ کر سجدہ تعظیمی لازمی قرار دیا گیا۔ ادھر اہل رفض ہندوستان میں ارباب حشمت و جاہ تھے۔ دربار شاہی میں مقرب و منظور تھے۔ بادشاہ وقت بھی دین اسلام اور بزرگان دین سے دشمنی رکھتا تھا۔ ان حالات و واقعات کو دیکھ کر خاموش رہنا حمیت دینی کے منافی تھا۔ آپ کی رگوں میں وہ پاک خون گردش کر رہا تھا جو ستائیسویں پشت میں سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر ملتا تھا۔ چنانچہ آپ نے تحریری طور پر ان سب کا رد فرمایا اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید فرمائی اور حکومت وقت کی اسلام دشمنی و حرکات کو باطل کرنے کے لئے عملی اقدام کئے۔ آپ نے اس امر کی قطعاً پرواہ نہیں کہ حکومت وقت ان کے خلاف کیا اقدام کرے گی کیونکہ اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

Marfat.com

عشق و محبت ہے تو گردن کٹ جانے کی کون پراوہ کرتا ہے۔ کیونکہ عشق عمل و حمیت کا نام ہے۔ کھوکھلے وعدوں اور نعروں کا اس کی مملکت میں گزر نہیں۔ آیئے اس مقام پر ہم چند ساعتوں کے لئے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے محبوب رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کے دعوے میں کس قدر مخلص ہیں۔ دینی شعائر کی علی الاعلان بے وقعتی ہوتی ہے۔ اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور مسلمان بے حسی کا شکار ہے۔ الغرض حکومت بھی آپ پر گرفت مضبوط کرنے کے لئے موقعے تلاش کرنے لگی۔ انہی دنوں اکبر راہی ملک عدم ہوا تو اس کی جگہ جہانگیر سریر آرائے سلطنت ہوا۔ وہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلا۔ اندریں حالات آپ نے خلق خدا کی ہدایت کے لئے چہار اکناف اپنے خلفاء بھیجے اور اپنے خلیفہ حضرت شیخ بدیع الدین سہانپوری کو جہانگیر کے لشکر کی خلافت دے کر بھیجا۔ وہاں پہنچتے ہی آپ کو قبولیت عام نصیب ہوئی اور بڑے قلیل عرصے میں خانخاناں، اعظم خان، جانجہان لودھی، سکندر خاں، مہابت خاں وغیرہ ارکین سلطنت آپ کے سلسلہ میں داخل ہو گئے اور اکثر آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگے۔

جہانگیر کا وزیر آصف جاہ بدباطن و بدمذہب رافضی تھا۔ اس نے جب حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں سنا تو انگاروں پر لوٹنے لگا۔ بادشاہ سے کہا کہ سرہند میں شیخ احمد رحمتہ اللہ علیہ نامی ایک سیاسی شخص ہے جس کے غیرممالک کے بادشاہ بھی نیازمند اور مرید ہیں۔ اس کا ایک خلیفہ لشکر شاہی میں موجود ہے جس کے بہت سے ارکان سلطنت حلقہ بگوش ہو گئے ہیں۔ بادشاہ سیخ پا ہو گیا۔ آپ کے خلیفہ کے حلقہ بگوش اراکین سلطنت کو دور دراز کے علاقوں میں بھیج دیا گیا اور حاکم سرہند کو لکھا کہ وہ خود شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کو لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو۔

جب آپ بارگاہ سلطانی میں پہنچے تو آپ نے بادشاہ کو سجدہ تعظیمی نہ کیا۔

Marfat.com

آپ کو اس کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا۔

"یہ سر سوائے رب قدوس کے کسی اور کے سامنے نہیں جھک سکتا۔"

چنانچہ آصف جاہ کے ایما پر بادشاہ نے آپ کو قید کر کے قلعہ گوالیار میں بھیج دیا جہاں حکومت کے باغیوں کو رکھا جاتا تھا۔ جب اراکین سلطنت نے سنا تو ان میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ خصوصاً وہ حضرات جو آپ کے حلقہ ارادت میں تھے انہوں نے باہم خط و کتابت کے بعد بغاوت پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا۔

"علیم مطلق نے کوئی ایسا کام سونپا ہے جو صرف جیل کے اندر ہی ہو سکتا ہے۔"

چنانچہ آپ کے رشد وہدایت سے بیشمار قیدی جو گناہوں میں آلودہ تھے تائب ہوئے۔ کئی لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور انگنت لوگ آپ کے مرید ہو گئے۔ دوسرے امیر آپ کو بددعا کرنے کے لئے عرض کرتے تو ارشاد فرماتے ۔

"میں بادشاہ کا مشکور ہوں کہ مجھے قید کر دیا ورنہ اتنے لوگ جو فوائد دینی سے مالامال ہوئے ہیں محروم رہ جاتے۔"

آپ دو سال جیل میں رہے۔ ایک دن جہانگیر کی بیٹی کو بذریعہ خواب اس کے باپ کو متنبہ کیا گیا تو وہ اپنے کئے پر سخت نادم ہوا اور پروانہ رہائی جاری کر دیا۔ لیکن آپ نے رہا ہونے سے انکار کر دیا اور شرائط پیش کیں کہ تمام مسمار شدہ مساجد از سر نو تعمیر کی جائیں۔ کفار سے شریعت محمدیہ کے مطابق جزیہ لیا جائے۔ مسلمانوں پر سے گائے کے ذبح کرنے کی پابندی واپس لی جائے اور سجدہ تعظیمی بند کر دیا جائے۔ بادشاہ نے انہیں فوراً تسلیم کر لیا اور آپ کا ایسا محب بن گیا کہ اکثر قریب رکھنے کی سعی کرتا۔ لیکن اس نے جو بے ادبی آپ سے روا رکھی تھی اس کی پاداش میں اس کی حکومت میں بہت شور و فتور برپا ہوا اور وہ خود بھی کئی کمزوریوں میں مبتلا ہو گیا۔ لیکن شہزادہ خرم جو بعد میں شاہجہان کے لقب سے مشہور ہوا اور عالمگیر اورنگ زیب آپ کے مرید ہو گئے۔

Marfat.com

۱۰۳۲ ہجری میں آپ سرہند شریف تشریف لے گئے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے چراغ لوگوں کے دلوں میں روشن فرمانے لگے اور زندیقیت و ملحدیت کے بھیڑیئے بدمذہبی کے خنزیر' تاریکیوں کو جنم دینے والے ہندو اور بدعتوں کو پالنے والے ریچھ سسک سسک کر دم توڑنے لگے۔

جب آپ باسٹھ سال کے ہوئے تو ماہ ذی الحجہ ۱۰۳۳ ہجری کے وسط میں آپ پر ضیق النفس کا شدید حملہ ہوا لیکن آپ اپنے مولا کریم کی رضا میں راضی و شاکر و صابر رہے۔ ۲۳ صفر المظفر ۱۰۳۴ ہجری کو آپ نے درویشوں میں کپڑے تقسیم فرمائے اگرچہ دمہ تھا لیکن عبادات و وظائف اور دیگر معمولات میں فرق نہ آیا بدستور ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے۔ نماز تہجد ادا کرتے اور شریعت و طریقت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ۲۸ صفر المظفر ۱۰۳۴ ہجری کی شب تھی آپ نے وہ تمام دعائیں پڑھیں جو صحیحین میں مندرج ہیں۔ نماز تہجد ادا کی۔ نماز فجر باجماعت پڑھی پھر حکم دیا کہ مجھے فرش پر لٹا دیا جائے' آپ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اس طرح لیٹے کہ سر مبارک بطرف شمال چہرہ بسوئے کعبہ اور دایاں ہاتھ زیر رخسار تھا کہ حالت ذکر الٰہی میں اپنی جان اپنے مولا کے حضور پیش کر دی۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو جہد مسلسل سے اپنے رب کا قرب حاصل کرنا چاہئے۔ ہر حال میں تبلیغ کا حق ادا کرنا چاہیے۔ کلمۃ الحق کے لئے کسی سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے اور رافضیت و بدمذہبی' ملحدیت و زندیقیت عام ہو تو اس کے سامنے سینہ سپر ہو جانا چاہئے اور لوگوں کو اس سے محفوظ رکھنے کے لئے رہوار قلم کو جنبش دینی چاہئے اور تبلیغ کرنی چاہئے۔

Marfat.com

حضرت شیخ محمد طاہر بندگیؒ

آپ وقت کے بہت بڑے عالم' اعلیٰ احوال کے مالک' بے نظیر مناقب کے حامل' حافظ قرآن اور یکتائے روزگار تھے۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد رخ منزل سلوک کی طرف ہو گیا کیونکہ اس منزل میں بڑے سخت مقامات آتے ہیں کسی اللہ والے کی تلاش شروع کر دی جس کی رہنمائی میں آپ اس راہ پر قدم بڑھا سکتے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو حضرت شاہ سکندر کھیتلی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں روانہ فرما دیا۔ کئی دن گزر گئے آپ چاہتے تھے کہ جلد سے جلد شرف بیعت سے سرفراز ہوں مگر حضرت شاہ سکندر کھیتلی نے اس بارے میں خاموشی اختیار رکھی۔ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی اس خاموشی سے اکتا گئے۔ ایک دن قصیدہ بردہ لکھ کر مرشد کی خدمت میں پیش کیا' آپ نے پہلا شعر پڑھا تو وہ صرف و نحو کے مطابق نہ تھا۔ آپ کی علمیت نے فوراً سر اٹھایا اور شعر درست کرنا چاہا۔ حضرت شاہ سکندر کھیتلی نے جلدی میں ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

"یہ شعر اس طرح ہے جیسے میں نے پڑھا ہے۔"

بس پھر کیا تھا غش کھا کر گر پڑے اور تین دن تک اس حالت میں پڑے رہے۔ بعدازاں حضرت شاہ سکندر کیھتلی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیرا تو ہوش میں آئے۔ آپ سخت پریشان تھے۔ فورا" اٹھے اور سرہند شریف جانے کی ٹھان لی۔ تین دن آپ چلتے رہے لیکن کیھتلی کی حدود سے باہر تشریف نہ لے جا سکے۔ چوتھے روز مرشد نے فرمایا۔

"اے طاہر! دل برداشتہ نہ ہو۔"

چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے تو آپ کو سلسلہ قادریہ میں بیعت فرما کر سلسلہ ارادت میں شامل فرمالیا۔

حضرت طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مرشد سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ ایک لمحہ کا فراق و جدائی برداشت نہ تھا۔ حسب ارشاد مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ خانقاہ کی جھاڑ پونچھ اور صفائی آپ خود کرتے تھے اور نہایت دلچسپی سے کرتے تھے۔ وقت گزرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ذکر و فکر اور مرشد سے محبت ولایت کے قریب لے جانے لگی اور پھر ایک دن آپ ولی کامل ہو گئے۔ مرشد نے خوش ہو کر خرقہ عطا فرمایا اور قطب لاہور بنا کر جانے کا حکم دیا۔ آپ پر مرشد کی جدائی بے حد شاق تھی لیکن جب مرشد کا فرمان سماعت فرمایا کہ روحانی قرب کی وجہ سے زمانی فاصلہ کوئی معنی نہیں رکھتا تو لاہور تشریف لے آئے۔ لیکن ہر سال پا پیادہ مرشد کی خدمت میں حاضری اور مزید فیوض و برکات کے لئے کیھتلی حاضر ہوتے تھے۔ مرشد فرمایا کرتے تھے کہ تم حضرت شیخ سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کی معرفت سے آئے تھے لہٰذا ان کا آداب بھی ملحوظ رکھیں اور خدمت میں رہا کریں، چنانچہ آپ اپنے احوال و معاملات سے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کو مطلع کرتے رہتے تھے۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان، قومیت، وطن جائے

Marfat.com

پیدائش وغیرہ کے حالات پردہ اخفا میں ہیں۔ تذکرہ نویسوں نے مختلف قیاس آرائیاں کی ہیں لیکن فیصلہ کن حتمی کوئی بات نہیں ہے۔ دراصل اکثر اولیاء اللہ کے خاندانی حالات و واقعات اس لئے بھی لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتے ہیں کہ انہیں کیا خبر کہ یہ بچہ جو فلاں صاحب کے ہاں تولد ہوا ہے یا ان کے سامنے کھیل رہا ہے بڑا ہو کر بہت بڑا ولی اللہ ہو گا۔ اس لئے کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ اس کے متعلق یاد رکھے۔ یہی صورت آپ کے ساتھ ہوئی۔ لیکن اکثر تذکرہ نویس اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کی ولادت ۹۸۴ ہجری میں ہوئی۔ بہتر ہوتا اگر اس عالی مرتبت بزرگ کے حالات زندگی جاننے کی مزید چھان بین کی جاتی تو شاید کچھ نہ کچھ معلوم ہو جاتا۔ بہرکیف اس میں شک نہیں کہ آپ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ عظیم ولیوں کی صحبت پائی اور فیض بھی حاصل کیا۔ مرشد کے علاوہ آپ نے حضرت احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے فیض پایا۔ آپ حضرت شیخ عبدالاحد کابلی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت میں بھی رہے۔ بندگی کا لقب آپ کو حضرت شاہ کمال قادری کھیتلی رحمتہ اللہ علیہ نے مرحمت فرمایا تھا جو کہ آپ کے نام کا حصہ بن کر رہ گیا۔

مرشد سے لاہور کی ولایت حاصل کرنے کے بعد جب یہاں تشریف لائے تو شبانہ روز عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ لاہور کے عالی مرتبت مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ کشف و کرامت والہام سے آپ پر بڑے بڑے اسرار و رموز عیاں ہو جاتے تھے۔ ہر خاص و عام میں آپ کا چرچا تھا۔ لیکن خشیت الٰہی اور عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے۔ دور و نزدیک سے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھرتے۔ روحانی و علمی لحاظ سے آپ بڑے بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ کے مریدین بے شمار تھے۔ وعظ و تدریس کے عوض کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے۔ آپ کی شرع میں یہ بات درست نہ تھی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں عوضانہ لے کر سنائی

Marfat.com

جائیں۔ شاید بزرگان دین کے نزدیک یہی دین کے عوض دنیا کمانا ہے۔ شادی کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے یکے بعد دیگرے دو عورتوں سے شادی کی۔ ایک کا نام ماہ خانم اور دوسری کا نام عصمت النساء تھا۔ لیکن ان دونوں میں سے کسی کے ہاں اولاد نہیں ہوئی۔ ان دونوں کی قبور آپ کے پائنتی کی طرف شرقاً" غرباً" آج بھی موجود ہیں۔

دین و دنیا کے خزانوں کی کنجی ادب ہے۔ استاد کے ادب سے علوم ظاہری اور مرشد کے ادب سے علوم باطنی کو رفعتیں نصیب ہوتی ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے باادب بامراد اور بے ادب بے مراد۔ آج کل تعلیمی انحطاط کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ طالب علم کے دل سے استاد کا ادب و احترام ختم ہو گیا ہے اور بے ادبی کی دہلیز پر کھڑے ہو کر جو تھوڑا بہت علم حاصل کیا جاتا ہے وہ باعث فساد تو ہو سکتا ہے' باعث خیر و برکت نہیں۔

آپ پر غلبہ حال رہتا تھا۔ ایک دن بے اختیارانہ زبان سے نکل گیا۔

"اگر خود حضرت بھی چاہیں تو میری نسبت سلب نہیں کر سکتے کیونکہ میں فانی ہو چکا ہوں اور فانی کو لوٹایا نہیں جاسکتا۔"

کسی نے اس کا تذکرہ حضرت احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے کر دیا۔ انہیں جلال آگیا اور احوال سلب کر لئے۔ اب کیا تھا ماہی بے آب کی طرح بے چین و مضطرب ہو گئے۔ بہت سے بزرگان دین کو وسیلہ بنا کر عفو تقصیر کے خواہاں ہوئے تو آپ نے معاف فرما دیا اور حال لوٹ آیا۔ بعض بزرگوں کے ساتھ ایسے معاملات پیش آئے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ مرید کی حفاظت کی جائے اور اسے مقام سے گرنے نہ دیا جائے۔ آپ کی زبان سے جو کلمہ نکلا تھا۔ وہ غلبہ حال کی وجہ سے نکلا تھا اس میں ارادہ اور نیت کو دخل نہ تھا۔ لیکن آداب طریقت میں ان الفاظ کا نکلنا بھی درست و صائب نہیں۔ لہٰذا اصلاح احوال کے لئے وقتی طور پر ولایت سلب کر لی گئی کیونکہ صاحب کمال سے دیوانگی میں بھی

Marfat.com

فرزانگی طلب کی جاتی ہے۔

آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ تجرد میں گزارا۔ آخری عمر میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں متاہلانہ زندگی کا آغاز کیا۔ محبت آپ کی زندگی کا مقصد و مقصود تھا۔ اپنے ہر قول و فعل میں اتباع سنت کا خیال رکھتے تھے' کہا کرتے تھے اگر محبوب راضی ہو جائے گا تو بیڑا پار ہے۔

حضرت شیخ محمد طاہر بندگی رحمتہ اللہ علیہ فنا فی الرسول تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ آپ پر حضور علیہ السلام کی محبت کا غلبہ ہوا' نہایت بے قرار تھے' اسی عالم میں آپ بارگاہ صمدیت میں گریہ و زاری کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی اشکباری و فریاد قبول ہوئی۔ اسی ہنگام آپ نے خود کو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں پایا۔ محبوب کو فوراً سامنے دیکھ کر محب کی جو حالت ہوتی ہے الفاظ اس کیفیت کا اظہار کرنے سے قاصر ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خلعت خاص سے نوازا۔ خطہ میانی کے رئیس حافظ جان محمد آپ کی منت سماجت کر کے میانی صاحب میں لے آئے تھے۔ یہیں آپ نے وعظ و تدریس کا کام شروع کر دیا تھا۔ یہاں بڑے پڑھے لکھے اور فاضل لوگ رہتے تھے۔ اس لئے یہ محلّہ میانی کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ کیونکہ پنجاب میں لفظ میاں پڑھے لکھے فاضل شخص کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہاں مدرسہ بھی قائم کیا جہاں طلباء علوم اسلامیہ کی تحصیل کرتے تھے۔ اسی انداز سے شب و روز گزر رہے تھے کہ زندگی کا جام لبریز ہو گیا۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۰۴۰ ہجری مطابق ۲۹ اگست ۱۶۳۰ء بروز جمعرات بوقت چاشت بعمر چھپن سال آپ نے وصال فرمایا اور مدرسہ کے ایک گوشہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کے مدرسہ کے ساتھ بہت بڑا کتب خانہ بھی تھا۔ لیکن سکھوں نے اپنے دور حکومت میں اس کتب خانہ کو آگ لگادی۔ محلّہ و مدرسہ اجڑ گیا اور آبادی معدوم ہو گئی۔

آپ پر سلسلہ قادریہ کا بے حد و حساب اثر تھا۔ آپ خود کو حضرت

Marfat.com

عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کا کمترین مرید اور پیروکار سمجھتے تھے۔ آپ کے پہلے خلیفہ حضرت شیخ ابو محمد قادری تھے جو رئیس میانی حافظ جان محمد کے فرزند تھے۔ آپ کے شاگرد اور خلفا مشہور لوگ ہوئے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ادب و احترام کے پھولوں سے اپنی زندگیوں کو مشکبار بنانا چاہیے۔ یہی مکارم اخلاق کی بنیاد ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے کا اداب و احترام کرنا شروع کر دیں تو بہت سے مسائل از خود دور ہو جائیں۔ علاوہ ازین تواضع کو زندگی میں جاری و ساری کرنا چاہیے۔ عظمت و عزت کا یہی زینہ ہے۔

Marfat.com

حضرت میاں میر قادری فاروقیؒ

دھوپ اس قدر چمک رہی تھی کہ اس کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ جھلسا دینے والی لو چل رہی تھی۔ اس ہنگام ایک جانگلی نوجوان کپڑے سے سر منہ لپیٹے پسینے سے شرابور آیا اور چھوٹے سے باغ کے درمیان بنے ہوئے ایک حجرے کے دروازے پر دستک دی اور انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد دروازہ کھلا' سامنے ایک نحیف و نزار' درمیانہ قد متناسب اعضا بزرگ کھڑا تھا۔ اس کے چہرے بشرے سے نورانیت چھلک رہی تھی' چہرے کا رنگ گندمی' ناک اونچی' پیشانی کشادہ' ابرو ایک دوسرے سے پیوستہ اور آنکھیں معرفت الٰہیہ و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخمور و روشن تھیں۔ آپ نے نووارد کے چہرے پر نظر ڈالی تو حال منکشف ہو گیا کہ کس غرض و غایت سے آیا ہے۔ اندر لے جا کر بٹھایا' مٹکے کے ٹھنڈے پانی سے مٹی کے کٹورے کو بھر کر پینے کے لئے دیا اور پھر آنے کی وجہ دریافت کی۔

Marfat.com

"میں نے سنا ہے آپ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ مجھے اللہ سے ملادیں۔"
جانگلی نوجوان نے بغیر کسی تمہیدی کلمات کے اپنی کھری اور صاف زبان میں مدعا بیان کر دیا۔ آپ کے چہرے پر تبسم رینگ گیا۔ فرمایا۔

"تمہیں کسی سے پیار و محبت ہے۔"
نووارد سوچنے لگا' کافی غور و خوض کے بعد اس نے نفی میں سر ہلایا اور آپ کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ نے متبسم مکرر ارشاد فرمایا کہ مزید غور کرو' وہ پھر سوچوں کے گہرے پانیوں میں غوطہ زنی کرنے لگا۔ کافی دیر کے بعد اس نے جو جواب دیا وہ پہلے سے مختلف نہ تھا۔

"اور سوچو تمہیں یقیناً کسی سے پیار ہے۔"
آپ نے ارشاد فرمایا تو وہ نوجوان پھر اپنے دل کے نہاں خانوں میں اپنے محبوب کو تلاش کرنے لگا جس سے اس کو پیار تھا۔ اسے ان بزرگ کے ولی اللہ ہونے میں قطعاً شک و شبہ نہیں تھا اور اسے ان کے کہنے پر یقین تھا کہ اسے کسی سے پیار ہے لیکن وہ اسے تلاش نہیں کر پا رہا تھا۔

"ہاں جی مجھے اپنی بھینس سے پیار ہے۔"
کافی غور و خوض کے بعد اس نوجوان نے جواب دیا۔
"اب تم جاؤ اور اپنی بھینس سے خوب پیار کرو اور اگلے سال آنا۔"

آپ نے فرمایا تو جانگلی نوجوان اٹھ کر چلا گیا۔ دوسرے سال وہ پھر حاضر خدمت ہوا اور التجا کی کہ اسے اللہ سے ملادیا جائے۔ آپ نے پھر اسے یہ کہہ کو واپس بھیج دیا کہ ابھی وہ محبت میں خام ہے' مزید اپنی بھینس سے محبت کرے۔ تیسرے سال وہ نوجوان پھر آیا اور دروازے پر دستک دی' آپ نے ارشاد فرمایا
"دروازہ کھلا ہے چلے آؤ۔" آنے والے نے جواب دیا
"میرے سینگ پھنسے ہوئے ہیں۔"

Marfat.com

آپ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے دیکھا تو وہی جانگلی نوجوان اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے۔ رانجھا رانجھا بول دی میں آپے رانجھا ہوئی کے مصداق اس نے اپنی بھینس سے اس قدر محبت کی تھی کہ اسے اپنی ذات بھی بھینس ہی نظر آتی تھی۔ آپ اسے اندر لائے پیار سے بٹھایا اور ایسی نگاہ ڈالی کہ اس کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہوگیا اور اس پر قادر مطلق کی محبت کا رنگ چڑھ گیا۔

یہ بزرگ ہستی حضرت میاں میر قادری فاروقی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جن کا غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کا اسم گرامی بے وضو نہیں لیا کرتے تھے اور عشق رسول اللہ علیہ وسلم کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ساری عمر ایسا کوئی کام نہ کیا جس میں مختار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع نہ پائی جاتی ہو۔ ہر لحظہ یادالہٰی میں مصروف رہتے تھے۔ کم گوئی آپ کا خاصا تھا۔ اگر مریدین کے ہمراہ کہیں تشریف لے جارہے ہوتے تو انہیں علیحدہ علیحدہ چلنے کے لئے فرماتے تاکہ باتیں کرنے کی بجائے اللہ کا ذکر کریں۔

آپ ۹۳۸ ہجری میں بمقام سیوستان (سیہون شریف ضلع دادو صوبہ سندھ) تولد ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی قاضی سائیں دتہ تھا جن کا شجرہ نسب اٹھائیسویں پشت میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ وہ بھی صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بی بی تھا۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا اکثر وقت زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ ابھی آپ بارہ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ چنانچہ آپ کی ولیہ والدہ نے آپ کی روحانی تربیت شروع کر دی جس سے آپ پر عالم ملکوت کے اسرار و بھید منکشف ہونے لگے۔ آپ کو دنیا سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ایک ہی لگن تھی کہ قرب الٰہی نصیب ہو۔

Marfat.com

آپ اپنی والدہ سے جو وقت کی رابعہ بصری تھی اجازت لے کر سندھ اور کوہستان کے علاقوں کی طرف نکل جاتے تاکہ سیر فی الارض کے ہمراہ مجاہدہ و ریاضت بھی کی جائے تاکہ مقصود حاصل ہو۔

آپ کا نام قاضی میر محمد لقب میاں میر یا شاہ میر تھا۔ بعض لوگ آپ کو میاں جھنو بھی کہتے تھے۔ ایک دن آپ قدیم سیوستان اور موجود سیہون شریف کی پہاڑیوں میں گھوم رہے تھے کہ نظر ایک تنور پر پڑی جو گرم تھا' چاروں طرف نگاہ دوڑائی لیکن کوئی متنفس نظر نہیں آیا' حیران تھے کہ یہ کیا ماجرہ ہے' دل گواہی دیتا تھا کہ یہاں ضرور کوئی اللہ والا ہو گا جس نے اس ویرانے میں تنور گرم کر رکھا ہے۔ لہٰذا ہر لحہ اس بزرگ کی زیارت کا جذبہ فزوں تر ہوتا گیا چنانچہ وہاں بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگے۔

تنور کے قریب بیٹھے تین دن گزر گئے۔ بھوک اور پیاس نے اپنا رنگ جما رکھا تھا۔ شیطان لعین جو انسان کا ازلی و ابدی دشمن ہے وسوسہ ڈالتا تھا کہ میر محمد کس چکر میں پڑے ہو۔ یہاں کوئی بزرگ نہیں۔ کیوں ناحق بھوک پیاس سے ہلکان ہوتے ہو۔ لیکن دل اس کی تردید کرتا تھا اور شیطان سے مخاطب ہو کر کہتا تھا کہ تم جھوٹ کہتے ہو۔ میں تیرے بہکاوے میں نہیں آؤں گا اور لاحول پڑھتے۔ اتنے میں ایک نوارنی چہرہ بزرگ نمودار ہوئے آپ نے اٹھ کر سلام عرض کیا تو اس بزرگ نے آپ کا نام لے کر سلام کا جواب دیا۔ آپ باادب کھڑے تھے۔ پوچھا کب آئے تو عرض کی تین دن سے چشم براہ ہوں۔ یہ بزرگ حضرت سیوستانی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ آپ قادری سلسلہ کے عظیم روحانی پیشوا تھے اور فقر و استغناء کی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ غوث دوراں تھے۔ میر محمد کو آپ نے شرف بیعت سے نوازا اور اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرما لیا۔ چند ہی دنوں میں اسرار و معرفت الٰہیہ نمودار ہونے لگے۔ بے شمار حجابات نظروں کے سامنے سے ہٹ گئے۔ تلقین شدہ ذکر الٰہی کی برکت سے آپ کو بلند درجات و مقامات حاصل

Marfat.com

ہوئے۔

سلوک کی منازل طے کرنے کے بعد مرشد نے خرقہ خلافت عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اب تم جہاں چاہے جاؤ اور خلق اللہ کو اپنے فیض سے نوازو۔ چنانچہ آپ لاہور تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک پچیس سال کی تھی۔

لاہور میں ورود مسعود کے بعد آپ نے مولانا سعداللہ اور مولانا نعمت اللہ جیسے جید و شہیر علماء سے مختلف علوم میں مہارت تامہ حاصل کی۔ آپ کو محبوب سبحانی' قطب ربانی' حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت اور محبت تھی۔ آپ ان کا نام بغیر وضو لینا محبت کے منافی خیال کرتے تھے۔ ایک مرتبہ سرہند شریف کے قیام کے دوران مختلف جسمانی عوارض میں مبتلا ہو گئے۔ رات کو آپ حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ کی روح پاک کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ عیادت کے لیے تشریف لائے ہیں' آپ نے اپنا حال عرض کیا تو آپ نے حضرت میاں میر رحمتہ اللہ علیہ کے جسم پر اپنا ہاتھ پھیرا اور پانی پینے کے لئے دیا۔ جب آپ عالم استغراق سے باہر آئے تو تندرست تھے۔

آپ اکثر عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں مصروف رہتے تھے۔ محبوب الٰہی کو راضی کرنے کے لئے بڑی کٹھن اور دشوار منازل طے کرنی پڑتی ہیں۔ اکثر اوقات آپ دوسروں کے ہمراہ آبادی سے دور جنگل و بیابان میں چلے جاتے اور سب لوگ مختلف درختوں اور پوشیدہ جگہوں پر مصروف عبادت ہو جاتے تھے۔ لیکن جب صلوٰۃ کا وقت ہوتا تو تمام احباب و ساتھی اکٹھے ہو کر باجماعت بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہو جاتے اور نماز سے فراغت کے بعد پھر واپس اپنی اپنی جگہوں پر جا کر ریاضت میں مصروف ہو جاتے تھے' اگر کبھی باہر تشریف نہ لے جاتے تو حجرہ کا دروازہ بند کر کے فکر و اذکار میں مشغول رہتے اور یہ سلسلہ دم واپسیں تک جاری و ساری رہا۔

Marfat.com

آپ مختلف اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ کاکو چشتی رحمتہ اللہ علیہ کا مرقد سکھوں نے انگریزوں کے دور حکومت میں منہدم کر دیا تھا اور نشان تک باقی نہ چھوڑا تھا۔ آپ اس جگہ تشریف لے گئے اور دعا و فاتحہ پڑھی اور فرمایا یہاں سے اللہ تعالیٰ کے ولی و عارف کی خوشبو آتی ہے۔

محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی ہر بات کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ اس کا عملی ثبوت آپ کی زندگی تھی کہ تاحیات کوئی ایسا کام نہیں کیا جو نور مجسم رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا مظہر نہ ہو۔ آپ کے توکل کا یہ عالم تھا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پر بھروسہ نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی مرید نے چھڑی دی آپ اس کا سہارا لے کر چند قدم چلے تو پھینک دی اور فرمایا۔

"یار کیا کہے گا کہ مجھ پر توکل چھوڑ کر چھڑی کا سہارا لے لیا ہے۔"

اگر کوئی اشرفیاں پیش کرتا تو قبول نہ فرماتے اور کہتے کہ تم نے مجھے فقیر سمجھ رکھا ہے۔ جو لوگ اللہ کے ہو جاتے ہیں وہ فقیر نہیں غنی ہوتے ہیں اور مال لانے والے کو فرماتے کہ اسے حاجت مندوں میں تقسیم کر دو۔

آپ قلیل الکلام قلیل الطعام اور قلیل المنام تھے۔ کم بولنے کے لئے اپنے مریدین و احباب کو بھی تلقین فرمایا کرتے تھے کہ بازاروں اور گزرگاہوں میں دو اکٹھے ہو کر نہ چلو اس طرح تم دنیا کی باتوں میں الجھ جاؤ گے' اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاؤ گے اور یہی سب سے بڑا نقصان و خسران ہے۔ کم خوری کا یہ حال تھا کہ ہفتہ عشرہ یا اس سے زائد مدت کے لئے بھوکے رہتے تو کسی پر ظاہر تک نہ کرتے تھے' کہا کرتے تھے کہ تیس سال تک میرے گھر میں کوئی چیز پکائی نہیں گئی۔

Marfat.com

بزرگان دین کے قرب و معیت سے ہی انسان کے اندر سے منفی صفات جانے اور مثبت صفات پیدا ہونے لگتی ہیں اور اگر کسی کے اندر یہ تغیر ظہور پذیر نہیں ہوتا تو اسے سوچ لینا چاہیے کہ اس کے اندر خلوص کی کمی ہے۔ اسی لئے آپ دل کی صفائی اور پاکیزگی باطن پر بہت زور دیا کرتے تھے۔ اس کے لئے وعظ و نصیحت بھی فرمایا کرتے تھے کہ جب تک انسان لوٹ کھسوٹ اور برے اعمال سے توبتہ النصوح نہ کرے اسے معرفت الہیہ سے حصہ نہیں ملتا۔

ایک بار کسی شخص نے ناپاکی کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ اگر کسی شخص کے سر کا صرف ایک بال پلید ہو اور باقی سارا جسم اچھی طرح دھو ڈھالے تو بھی وہ پاک نہیں ہوتا۔ اسی طرح دنیا کی محبت سے باطنی ناپاکی برقرار رہتی ہے خواہ وہ کچھ بھی کرتا رہے۔

لاہور میں ساٹھ سال قیام کے بعد آپ اسہال کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ پانچ دن یہی حالت رہی' وصال سے تھوڑی دیر قبل آپ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو فوراً چارپائی سے اٹھ کر باادب کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنے لگے اور پھر ۷ ربیع الاول بروز منگل وار ۱۰۴۵ ہجری کو اللہ کا یہ ولی اپنے خالق حقیقی کے پاس چلا گیا۔ دارا شکوہ لکھتا ہے کہ جب آپ کا وصال ہوا تو میں آگرہ میں تھا۔ اس وقت کچھ رات باقی تھی' خواب میں دیکھا کہ مرشد کی خدمت میں حاضر ہوں اور آپ فرماتے ہیں کہ تم ہماری نماز جنازہ ادا کرو۔ میں عالم سکتہ میں آ گیا۔ چند روز کے بعد اطلاع آ گئی کہ عین اسی لمحے آپ عالم بقا کی طرف سدھار گئے تھے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی لمحہ اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔ دنیا کی محبت کو دل میں جگہ نہیں دینا چاہئے۔ اس سے انسان باطنی طور پر ناپاک ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ خاوند محمودؒ

کابل کے ہر باشندے کی زبان پر یہی الفاظ تھے کہ مضافات میں بخارا کا بہت بڑا ولی کامل آیا ہے۔ تشنہ کام و حرماں نصیب اس کی زیارت اور دعا کے لئے مضطرب و بے چین تھے۔ یہ ہستی جس کا قریہ قریہ' کوچہ کوچہ ذکر خیر ہو رہا تھا حضرت خواجہ محمود ملقب بہ حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ تھے جو سمرقند سے تشریف لائے تھے۔ شاہ کابل نے جب آپ کے بارے میں سنا تو آپ کے خیرمقدم کے لئے حاضر خدمت ہوا اور بصد عزت و احترام و محبت اپنے ساتھ لے آیا۔ جب آپ شہر میں وارد ہوئے تو لوگوں نے ادب سے آنکھیں فرش راہ کر دیں۔ سینوں کے اندر محبتوں کے چراغ روشن ہو گئے اور چہروں پر پھیلے ہوئے یاس کے بادل چھٹ گئے۔ جس طرف سے گزر جاتے تھے سینکڑوں عقیدت مند کھڑے ہو کر سلام شوق و ادب کا نذرانہ پیش کرتے۔ لوگ اپنے مصائب و آلام' حاجات و خواہشات کو زبان پر لا نہ پاتے تھے کہ قرآن و حدیث اور اسوۂ بزرگان دین کی روشنی میں ایسا

Marfat.com

نسخہ کیمیا عطا کر دیتے کہ قلب مضطر سکون و طمانیت محسوس کرنے لگتا۔ بے کلی راحت میں تبدیل ہو جاتی اور چہروں سے اطمینان جھلکنے لگتا۔ اس حال پر میرے مرشد حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولی کامل کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ سائل اپنے سوال کو دل میں رکھے اور اس بزرگ کی باتوں کو غور سے سنے اسے اس کے سوال کا جواب مل جائے گا۔

روز افزوں حضرت خواجہ خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین اور عقیدت مندوں میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ ایک دن مریدوں نے خطبہ جمعتہ المبارک ارشاد فرمانے کے لئے اصرار کیا تو آپ ممبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر تشریف لے گئے اور وعظ فرمانا شروع کیا۔ علم قرآن و حدیث و فقہ کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا جو الفاظ کی شکل میں رواں دواں تھا۔ ایسے ایسے رموز و اسرار بیان فرمائے کہ سامعین ورطہ حیرت و استعجاب میں ڈوب گئے اور جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر چھیڑا تو عجیب سماں بندھ گیا۔ لوگ رو رہے تھے' تڑپ رہے تھے' بلک رہے تھے' درحقیقت اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اللہ تبارک تعالٰی کی اطاعت ہے' کا مفہوم اسی دن واضح ہوا تھا۔ آپ کا وعظ اس قدر موثر و سحر آگیں تھا کہ دو آدمی وہیں جان بحق ہو گئے۔

آپ حضرت سید میر شریف کے ہاں ۹۷۱ ہجری میں بخارا میں تولد ہوئے۔ عہد طفولیت سے ہی سعادت مندی' نیک بختی چہرے سے عیاں تھی۔ میلان طبع زہد و ورع کی طرف تھا۔ جب سکول جانے کی عمر کو پہنچے تو مدرسہ سلطانی میں داخل کرادیئے گئے جہاں انہوں نے بڑی لگن اور محنت سے علم ظاہری میں مہارت حاصل کی۔ دنیاوی تعلیم کے ہم آہنگ دینی تعلیم پر بھی خصوصی توجہ تھی۔ بارہ سال کی عمر میں حفظ قرآن پاک کی سعادت سے بہرور ہو چکے تھے۔ مدرسہ سلطانی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاہی کالج میں پڑھنے لگے۔ جب بیس سال کی عمر کو پہنچے تو آپ کے ہمعصر علماء' فضلاء آپ کی علمی استعداد و ژرف نگاہی کے بے حد

Marfat.com

مداح و قائل تھے۔ کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ کی طرف رجوع کرتے، فتویٰ بھی دیتے تھے۔ سربراہان وقت آپ کے تلامذہ میں شامل ہونے کو باعث فخر تصور کرتے تھے۔

علم کا منشاء و مقصود اندھیرے سے روشنی کی طرف آنا ہوتا ہے۔ وہ علم جو روشنی میں لانے کے شرف سے محروم ہو وہ علم کہلانے کا مستحق نہیں۔ دنیاوی علم کے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود دل میں ایک خلش اور تمنا موجود تھی جو ہر لحظہ جھنجھوڑتی رہتی تھی کہ حقیقی علم وہ ہے جو روح کو بلندیوں کی طرف پر پرواز بخشتا ہے۔ وقت کے ہم آہنگ اس جذبے میں فراوانی آتی گئی۔ بخارا میں موجود بزرگوں کی چوکھٹ پر حاضری دی لیکن منزل تک رسائی نہ ہوئی۔ تو ایک دن بسوئے سمرقند تشریف لے گئے اور پیر طریقت کی جستجو شروع کر دی۔ جذبہ صادق ہو تو راستے منزلوں کو بہت جلد قریب لے آتے ہیں۔ ایک روز حضرت خواجہ محمد اسحاق سفید کی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر پہنچے تو منزل مقصود کو سامنے پا کر دل کی عجیب کیفیت ہو گئی۔ اس حال کا اندازہ تو وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کبھی اس راہ سے گزرے ہوں۔ فوراً حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور دل و جان سے خود کو مرشد کامل کے حوالے کر دیا۔ اپنی ذات اور دنیاوی علم کو درمیان سے نکال دیا اور اپنے شب و روز کو اپنے شیخ کے ارشادات کے سانچے میں ڈھال لیا۔ مرشد بھی دوسرے مریدین کی نسبت آپ پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔ دنیائے دنی کے خوش رنگ جال کی ڈوریاں یکے بعد دیگرے ٹوٹنے لگیں۔ معرفت الٰہیہ اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گری کرنے لگے۔ حجابات اٹھنے لگے اور اللہ تبارک تعالیٰ کا قرب نصیب ہونے لگا۔ ہر روز طلوع ہونے والا سورج اپنے اندر ایسے فیوض و برکات لاتا جنہیں بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ جب سلوک کی منازل طے ہو گئیں تو مرشد کامل نے خرقہ خلافت و مشیخت سے سرفراز فرمایا۔ بے شمار لوگ آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ آپ کی بزرگی و ولایت و معرفت کے

Marfat.com

چرچے ہر سو ہونے لگے۔ متلاشیان راہ مستقیم دور دراز سے سفر کر کے حاضر خدمت ہونے لگے۔ بخارا کے حاکم شاہ زمان مرزا کے کانوں تک جب آپ کی اولیائی کا شہرہ پہنچا تو بذات خود بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔

حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ بدعات کے رفع کرنے میں بڑے شدید تھے۔ دین میں نئی اختراع کو سنتے تو اس کے خلاف سینہ سپر ہو جاتے اور لوگوں کو اپنے تبحر علمی اور روحانی تصرف سے باز رہنے پر مجبور کرتے۔ فرماتے کہ دین کے مطابق ہونے کے بجائے تم دین کو اپنی خواہشات کے مطابق بنانا چاہتے ہو۔ سمرقند سے آپ بجانب کابل روانہ ہوئے۔ راستے میں جس شہر سے گزرتے تو لوگ دھڑا دھڑ آپ کی مریدی کا طوق گلے میں پہننے میں فخر محسوس کرتے۔ کابل کے قیام کے دوران اہل کشمیر کے عقائد کے بارے میں علم ہوا تو ان کی اصلاح کے لئے عازم کشمیر ہوئے اور محلہ سکندر پورہ میں قیام فرمایا۔ اس علاقے میں حاکم کشمیر کے محلات و باغات تھے۔ ۱۰۱۷ ہجری میں آپ نے فیض پناہ نقشبندیہ کے نام سے ایک خانقاہ اور مسجد تعمیر کی۔ آپ کی ذات بابرکت کے یہاں آنے کی دیر تھی کہ رفتہ رفتہ اس علاقے کا نام بازار خواجگان زبان زد خاص و عام ہو گیا اور پھر خواجہ بازار کے نام میں تبدیل ہو گیا۔

کشمیر کے قیام کے دوران سنیوں اور رافضیوں کے درمیان شدید نزاع تھا کافی جانیں تلف ہو چکی تھیں۔ ابوالقاسم اور محمد عارف قاضیان شہر کے روبرو مقدمہ پیش ہوا۔ انہوں نے اہل رفض کے خلاف مناسب کارروائی کرنے میں تساہل سے کام لیا تو آپ نے اس میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ ان دنوں جہانگیر بادشاہ ہندوستان پر حکمران تھا۔ فساد ختم ہونے کے بعد بادشاہ نے آپ کو اکبر آباد آنے کی دعوت دی۔

آپ وہاں تشریف لے گئے تو وہ بڑی عزت و تکریم اور عقیدت سے پیش

Marfat.com

آیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جہانگیر کشمیر گیا تو آپ کو ساتھ لے گیا۔ قضائے الٰہی سے وہ وہاں فوت ہو گیا تو حضرت خواجہ خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہ اس کی لاش کے ہمراہ لاہور تشریف لے آئے۔ شہزادہ شاہجہان کی درخواست پر آپ اس کے ہمراہ دہلی چلے گئے۔ یہاں ملکہ عالیہ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئیں۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے علماء و فضلاء آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور فیض یاب ہونے لگے' کچھ عرصہ یہاں رہنے کے بعد دوبارہ لاہور چلے آئے۔

آپ کا ارادہ وطن واپس جانے کا تھا۔ لیکن شاہجہان کی درخواست پر آپ نے واپس جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور یہیں اللہ کی مخلوق کو اپنے علم و معرفت سے نوازنے لگے۔ یہاں بھی لوگوں کا ہجوم ہونے لگا اور دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرور ہونے لگے۔ جب شاہجہاں سیریر آرائے سلطنت ہوا تو اس نے ایک لاکھ تنکہ ہدیہ آپ کے خدمت میں ارسال کیا۔ اس سے آپ نے لاہور میں خانقاہ تعمیر کی۔ کچھ روپیہ کشمیر کی خانقاہ کے لئے بھیج دیا اور بقیہ غرباء و مساکین میں خیرات کر دیا۔

حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ جہاں بھی تشریف لے جاتے وہاں سلسلہ درس و تدریس شروع کر دیتے تھے۔ لوگ آپ کے مواعظ حسنہ سے اپنے اعمال و افعال و اقوال کی درستگی کر لیتے۔ غیر کی طرف سے منہ موڑ کر خیر کی طرف کر لیتے۔ شیطان سے ناطہ توڑ کر رحمٰن سے تعلق جوڑ لیتے۔ ہر جمعتہ المبارک کو آپ وعظ فرماتے جس میں لاہور کے جید علماء دین اور اہل علم شرکت کرتے۔ جو ایک بار آپ کا وعظ و بیان سن لیتا اس کا ایک ایک لفظ اس کی روح کی گہرائیوں میں اتر جاتا۔ گورنر نواب وزیر خان آپ کا مرید تھا جسے آپ کی دعا و برکت سے بلند مقام و مرتبہ حاصل ہوا تھا۔

خوارق و کرامت دلیل بزرگی نہیں اور نہ ہی بزرگان دین اسے قرب الٰہ

Marfat.com

اللہ کی نشانی کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ یہ تو ایک مقام ہے جو خاصان بارگاہ الٰہی کی زندگی میں آتا ہے۔ بعض اوقات کرامات کا ازخود ظہور ہونے لگتا ہے۔

حضرت خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہ مستجاب الدعوات و صاحب کرامت بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ شاہی لشکر کے ساتھ تھے تو گرمی کی شدت اور پانی کی کم یابی کہ وجہ سے لشکر کا برا حال تھا۔ بادشاہ جہانگیر نے حاضر خدمت ہو کر صورتحال سے آگاہ کیا اور عرض کی کہ باران رحمت کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ چشم زدن میں آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور پھر چھاجوں مینہ برسنے لگا۔

آپ کے دور مسعود میں اور بھی اولیاء اللہ اور علمائے دین موجود تھے۔ ان کے برعکس ایسے نام نہاد عالم بھی تھے جو گناہوں کے پرچار اور معصیت کی دعوت دینے میں اپنا جواب آپ تھے۔ ان میں دین الٰہی کو رائج کرنے اور اکبر کی جہالت سے فائدہ اٹھانے والے مبارک اور اس کے چیلے چانٹوں نے علم جہالت بلند کر رکھا تھا۔ حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ بھی اس جھوٹے دین کو بیخ و بن سے اکھاڑنے میں سینہ سپر تھے تاکہ اس سیل بلا سے برصغیر کے مسلمانوں کو نکال کر اللہ تعالٰی اور اس کے رسول اللہ علیہ وسلم کے راستہ پر لائیں۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے علمی محاذ پر جنگ شروع کر رکھی تھی۔ حضرت ملّا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمتہ اللہ علیہ جیسے مشاہیر و خاصان بارگاہ الٰہی موجود تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر دور میں ایسی ہی بابرکت ہستیاں موجود ہوتی ہیں جو الحاد و کفر، فسق و فجور اور منافقت کے خلاف سرگرم عمل نظر آتی ہیں اور لوگوں کو ظلمات سے روشنیوں کی طرف لانے کا شرف رکھتی ہیں۔ اگر ان کا وجود نہ ہو تو لوگ طاغوتی شکنجوں میں جکڑے جاتے اور وہیں بلبلاتے رہتے اور کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوتا۔

آپ کا درس و تدریس کا سلسلہ صرف وعظ تک محدود نہ تھا بلکہ تبلیغ کے

Marfat.com

لئے آپ نے قلم سے بھی کام لیا اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا جس تصنیف کو مقبولیت عام و دوام حاصل ہوئی وہ "رسالہ محمودیہ" تھا لیکن شومئی قسمت سے یہ رسالہ نایاب ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد وحید اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت و خوشنودی حاصل کرنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع میں زندگی گزارنا، مخلوق اللہ کو اپنے قول و عمل کے ذریعے گمراہی و ضلالت کے گڑھے سے نکال کر صراط مستقیم کی طرف لانا تھا۔ ۱۲ شعبان المعظم ۱۰۵۲ ہجری میں جب آپ کا وصال ہوا تو آخری لمحات تک آپ اسی مقصد کے لئے سرگرم عمل رہے۔ وصال سے قبل ہی آپ نے بتادیا تھا کہ سفر آخرت پر عنقریب روانگی ہے چنانچہ جب وقت مقررہ آیا تو نماز مغرب کے بعد آپ نے چند بار حضرت مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ کا شعر

الٰہی غنچہ امید بکشا
گلے از روضہ جاوید بنما

پڑھا اور بحالت سجدہ قبل از نماز عشاء جاں جان آفرین کے سپرد کر دی اور بیگم پورہ لاہور میں انجینئرنگ یونیورسٹی کے قریب مدفون ہوئے۔ اس وقت بادشاہ شاہجہان لاہور میں موجود تھا لہٰذا آپ کی تجہیز و تکفین کا بندوست اسی کے حکم سے میراں جلال الدین صدر الصدرو نے کیا۔ آپ کا مزار آج بھی مرجع خلائق ہے جہاں لوگ روحانی کمالات سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں اور دعائیں بھی مقبول بارگاہ الٰہی ہوتی ہیں۔

میرے شیخ حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بعداز وصال اولیاء اللہ' کے فیوض و برکات میں ستر گناہ اضافہ ہو جاتا ہے اور تصرف بھی جاری رہتا ہے اور اس کی وجہ یہ بتایا کرتے تھے کہ ظاہری حیات میں انہیں بڑا پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے تا کہ کوئی عمل اللہ تعالیٰ اور اس کے

Marfat.com

محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے [illegible] بعد از وصال یہ ڈر نہیں ہوتا چنانچہ حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر جب روضہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا تو صوبہ دار لاہور نے جسے مشائخ و اولیاء اللہ سے عداوت و بغض تھا مزار پاک کے مجاور کو بلا کر کہا کہ روضہ کو گرادیا جائے۔ مجاور نے معذروی ظاہر کی تو دوسرے دن وہ خود وہاں آیا اور تحکمانہ لہجے میں روضہ گرانے کا حکم دیا۔ لیکن جب واپس گیا تو راستہ میں گھوڑی نے ناخن لیا جس سے وہ گر پڑا اور گردن ٹوٹ گئی اور تین دن بعد ہی راہی ملک عدم ہوا۔

حضرت خاوند محمود رحمتہ اللہ علیہ کا جب وصال ہوا تو آپ کے چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے تمام صاحبزادے بفضل ایزدی زاہد و متقی، عالم فاضل اور روحانی بلندیوں پر فائز تھے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت خواجہ احمد باپ کے سجادہ نشین اور اولیاء اللہ میں بلند مقام کے حامل تھے۔

بخارا، سمرقند، کشمیر اور ہندوستان میں آپ کے ہزارہا مریدین اور معتقدین تھے جنہوں نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا تھا۔ ان میں سے ایسے بھی تھے جو خرقہ خلافت سے نوازے گئے اور مسند رشد و ہدایت پر جلوہ فگن ہوئے۔ تذکرہ اولیاء ہند کے مطابق آپ کے خلفاء کی کل تعداد سولہ ہے، جن میں دو آپ کے صاحبزادے بھی شامل تھے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی کا منشاء و مقصود رضائے الٰہی ،حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور انسانوں کی بہبود ہونا چاہیے۔ بدعات، فسق و فجور، بدمذہبی، گستاخان رسولؐ و صحابہؓ، منافقین و فاسقین سے علیحدہ رہنا چاہیے اور اعلائے کلمتہ الحق کے لئے اقدام کرنے چاہیں۔

Marfat.com

حضرت محمد اسماعیل میاں وڈاؒ

مسجد سے بچوں کے قرآن پاک پڑھنے کی دلکش آوازیں مسلسل سنائی دے رہی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے انوار الٰہیہ کی بارش ہو رہی ہو۔ استاد باری باری بچوں کو پاس بلاتا اور بڑے پیارے سے سبق سن کر مزید سبق دے دیتا۔

استاد نے پکارا تو محمد اسماعیل ساتویں سپارے کو سینے سے لگائے استاد کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور سبق سنانے لگا' پڑھتے پڑھتے ایک حرف پر محمد اسماعیل نے فتحہ پڑھا۔ استاد نے کہا کسرہ سے پڑھنا چاہیے۔ شاگرد فتحہ پر اور استاد کسرہ پر اصرار کر رہا تھا۔ جب گفتگو طویل ہوئی تو پاس ادب شاگرد نے استاد کا قول مان لیا۔

رات کو بارگاہ صمدیت میں ملتجی ہوا۔

"اے بارالٰہ ! میرے استاد کو قرآن پاک کے حرف کے بارے میں بہ اقتضائے بشریت سہو ہوا ہے اور بجائے فتحہ کے کسرہ پڑھاتے ہیں اپنی رحمت سے ان کی غلطی کو صحت سے بدل دے۔"

Marfat.com

رات کو آپ کے استاد مکرم کو خواب آیا اور غلطی کی اصلاح فرما دی گئی۔ صبح جب وہ بیدار ہوئے تو سمجھ گئے کہ محمد اسماعیل اولیائے کاملین میں سے ہے' دل و جان سے گرویدہ ہو گیا۔ صبح جب ہونہار ولی شاگرد قرآن مجید تھامے حاضر خدمت ہوا تو بڑی شفقت و محبت سے قریب بٹھایا اور کہا۔

" بیٹا تم ٹھیک تھے حرف پر فتحہ ہے کسرہ نہیں۔"

اور پھر اس کے والد کو بلا بھیجا۔

" خیر تو ہے مولوی صاحب آج صبح ہی بلا بھیجا ہے۔"

آپ کے والد نے پوچھا۔

" سب خیر ہے میں نے تم سے ایک خاص بات کرنی ہے۔" مولوی صاحب نے کہا تو وہ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

" تمہارا بیٹا محمد اسماعیل اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اس کی تربیت بھی کسی استاد کامل سے ہونی چاہئے' میری رائے ہے کہ اسے حافظ عبدالکریم المعروف مخدوم صاحب ساکن موضع لنگر کی خدمت میں بھیجنا چاہیے۔ باپ نے مولوی صاحب سے بیٹے کے متعلق سنا تو بہت خوش ہوا۔ دل ہی دل میں اللہ کا شکر بجا لایا اور پھر وقت ضائع کئے بغیر بیٹے کو ساتھ لے کر موضع لنگر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مقام مقصود پر پہنچ کر حضرت مخدوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کی نظر جب بچے پر پڑی تو پہچان لیا کہ وہ کس مقام و مرتبہ کا ولی اللہ ہے۔

باپ بیٹے کو ان کے سپرد کر کے واپس لوٹ گیا اور بیٹا شب و روز حفظ قرآن میں مشغول ہو گیا۔ حضرت مخدوم صاحب اس ولی شاگرد پر خصوصی توجہ فرماتے تھے۔

آپ کی ولادت باسعادت بعہد اکبری ۹۹۵ ہجری میں موضع چھمنہ میں ہوئی جو دریائے چناب کے کنارے واقع ہے۔ والد کا تعلق قوم کھوکھر سے تھا اور پیشہ

Marfat.com

کے لحاظ سے زمیندار تھے لیکن بوجوہ آپ کو علاقے سے نقل مکانی کرنا پڑی اور موضع ٹوگراں ضلع جہلم میں سکونت اختیار کی۔ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ بی بی فریاد بڑی پاکباز' عابدہ و زاہدہ تھیں۔ دنیاوی امور و معاملات سے دل برداشتہ ہر وقت محبت الٰہی میں مشغول رہتی تھیں۔ دن کو روزہ رکھتیں اور رات کو قیام فرماتی تھیں۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ نماز تہجد کے بعد سورہ یٰسین کے وظیفہ میں مصروف تھیں کہ معاً" دیکھا کہ افق آسمان سے ایک روشنی نمودار ہوئی جس نے سارے عالم کو بقعہ نور بنادیا ہے۔ آپ اسی وقت بارگاہ خداوندی میں سربسجود ہو گئیں اور بڑی الحاح و زاری سے اس طرح التجا کرنے لگیں۔

"اے خالق ارض و سما ! اے رب العالمین ! اے حی القیوم ! میرے بطن سے جس قدر فرزند پیدا ہوں ان سب کو حافظ' عالم' قطب' عارف' بنانا۔"

اللہ تعالٰی نے اپنی اس عبادت گزار بندی کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور دنیا نے دیکھا کہ آپ کے چاروں بیٹے حافظ قرآن اور عارف کامل تھے۔

حضرت مخدوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حفظ قرآن پاک کے علاوہ جو ذمہ داری آپ کو سونپی گئی وہ مسجد اور گھر کے لئے پانی بھر کر لانا بھی تھا۔ آپ اس کی ادائیگی بڑی محبت اور لگن سے کرتے' ایک سال کے بعد آپ کو اس ذمہ داری سے فارغ کر دیا گیا اور لنگر کے لئے آٹا پیسنے پر مامور کر دیئے گئے۔ آپ نے بطیب خاطر اس ذمہ داری کو بھی بڑی خوبی سے نبھایا۔ دو وقت لنگر کے لئے جس قدر آٹا درکار ہوتا پیس کر پہنچا دیتے۔ اس دوران میں قرآن مجید کا ورد بھی کرتے رہتے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ مطبخ میں آٹا پہنچنے میں دیر ہو گئی' حضرت مخدوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک درویش کو حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے بھیجا۔ درویش نے آکر حجرے میں دیکھا کہ حافظ محمد اسماعیل رحمتہ اللہ علیہ مشغول بحق

Marfat.com

ہیں اور آٹے کی چکی ازخود چل رہی ہے۔ درویش بڑا حیران ہوا۔ الٹے پاؤں واپس لوٹ گیا اور جو دیکھا تھا جاکر حضرت مخدوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گوش گزار کر دیا۔ سنا تو آپ بہ نفس نفیس خود حجرے کی طرف تشریف لائے۔ دیکھا کہ حافظ صاحب دنیا و مافیہا سے بے نیاز مراقب ہیں اور آٹا ازخود پس رہا ہے۔ بہت مسرور و خوش ہوئے اور حافظ صاحب کو اسی حال میں چھوڑ کر واپس لوٹ گئے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔

" اے اللہ العالمین ! اس شخص نے خدمت خوب انجام دی ہے۔ اپنے فضل و کرم سے اسے کامل و مکمل کر اور اس کے تبرکات و تبرعات تاقیام قیامت عوام و خواص کو پہنچا۔ اس کا ذکر خیر ہر پیر و جوان کی زبان پر جاری فرما اور خلائق کو اس کی شاگردی سے بہرہ مند کر۔"

جب آپ دست بدعا تھے تو ہاتف غیبی سے آواز سنی ۔
" ہم نے اس کا نام میاں وڈا رکھا ہے۔ "
اسی دن سے آپ کا یہ نام مشہور ہو گیا اور اس قدر مشہور ہوا کہ لوگوں کو اصل نام تک یاد نہ رہا۔

حضرت حافظ عبدالکریم المعروف مخدوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ ابھی دعا سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ تھوڑی دیر بعد مراقبہ سے فارغ ہو کر حضرت میاں وڈا نے آٹا اکٹھا کیا اور مطبخ میں پہنچانے کے بعد استاد گرامی کی خدمت میں اقدس میں حاضر ہوئے تو استاد نے بڑی شفقت سے قریب بٹھایا اور پھر ارشاد فرمایا۔
" بیٹا محمد اسماعیل آج کے بعد تم ہمارے مویشوں کا دودھ دوہ لایا کرو۔"
" جو حضور کا ارشاد۔"
آپ نے سر تسلیم خم کر دیا اور اس دن سے ٹوکرے میں برتن رکھ کر چراگاہ میں تشریف لے جاتے اور مویشوں کا دودھ دوہ کر لے آتے۔ مخدوم صاحب کے

Marfat.com

ہمسائیوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی آپ سے یہ کام لینا شروع کر دیا۔ اور حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس لئے انکار نہ فرمایا کیونکہ وہ حضرت صاحب کے ہمسائے تھے اور ان کے کام کو استاد کے ادب میں شمار کرتے تھے۔ ایک مدت تک یہی سلسلہ جاری رہا' جب استاد کا یہ ادب اور ریاضت بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئے تو دودھ کے برتنوں سے پر ٹوکرا جو آپ سر پر اٹھا کر لاتے تھے پھول کی طرح ہلکا محسوس ہونے لگا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ٹوکرا سر سے اوپر اٹھا ہوتا اور آپ تلاوت میں مشغول ہوتے۔ ایک روز حضرت مخدوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ باہر کھیتوں میں تشریف لے گئے ہوئے تھے کہ حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھ لیا۔ آپ نے لوگوں کا دودھ ان کے گھروں میں پہنچایا اور استاد کے وضو کے لئے پانی بھر کر رکھ چھوڑا۔ حضرت مخدوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ واپس تشریف لائے تو دو رکعت نماز نفل ادا کی اور پروردگار عالم سے ملتجی ہوئے۔

" اے اللہ حفظ قرآن مجید اس سعید طالب عالم کے نصیب کر اور ثمرات حفظ کلام الٰہی عطا فرما۔"

چنانچہ استاد کی دعا کی برکت سے آپ کو سارا قرآن پاک حفظ ہو گیا اور ظاہری و باطنی برکات روز افزوں میسر ہونے لگیں۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے ؎

ہر کہ خدمت کرو او مخدوم شد
ہر کہ خود او دید او محروم شد

ایک دن گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں' ہوا بھی بڑی تیز چل رہی تھی' کسی پل میں زور و شور کی بارش برسنا چاہتی تھی' حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا۔

" بیٹا اسماعیل آج نمازیوں کے لئے ڈھیلے کون لائے گا' عنقریب بارش ہوا چاہتی ہے ڈھیلے تر ہو جائیں گے۔"

آپ نے سنا تو ٹوکرا اٹھایا اور ڈھیلوں کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے' رات ہو

Marfat.com

چکی تھی سیاہ بادلوں نے اندھیرا اور بھی گہرا کر دیا تھا ڈھیلے تلاش کرنے کے بعد لوٹنے میں دیر ہو گئی۔ تو حضرت مخدوم صاحب حجرہ کا دروزہ بند کر کے آرام فرمانے لگے۔ بارش راستے میں ہی شروع ہو گئی تھی جس نے لحظہ بہ لحظہ شدت اختیار کر لی' حجرے کے دروازے پر پہنچ کر آپ کھڑے ہو گئے۔ استاد کے آرام میں مخل ہونے کو سوئے ادب سمجھا لہٰذا ٹوکرے پر چادر ڈال دی اور خود دروازے پر کھڑے بھیگتے رہے۔ تہجد کے وقت جب حضرت مخدوم صاحب نے دروازہ کھولا تو سامنے شاگرد پانی میں شرابور کھڑا تھا' ادب و نیازمندی کے اس منظر کو دیکھ کر حضرت مخدوم صاحب کے ہاتھ بارگاہ صمدیت میں اٹھ گئے' گریہ و درد مندی کے عالم میں التجا کرنے لگے۔

" اے اللہ العالمین ! اے قادر مطلق ! اس طالب صادق کو مقصود و مطلوب تک پہنچا دے اور کامل و مکمل کر۔"

اس حال پر صاحب حال بزرگ حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ کرم ہمیشہ ادب پر ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت مخدوم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تبرکات و تحائف حضرت میاں وڈا صاحب کو عطا فرمائے۔ حضرت مخدوم کے حقیقی بھائی اور ایک برادر زادہ بہت افسردہ و ملول ہوئے کہ ساری نعمت کسی اور کو مل گئی ہے۔ حضرت مخدوم کو علم ہوا تو ان کو بلا کر فرمایا۔

" میاں وڈا کو جو میں نے عطا کیا ہے وہ اس کی صادق العقیدت اور حسن خدمت کا نتیجہ ہے۔ البتہ تمہاری اولاد ان کی شاگرد ہو گی اور ان کی صحبت سے فیض یاب ہو گی۔"

اس کے بعد حضرت مخدوم صاحب نے آپ کو اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے فارغ کر دیا اور اجازت دی کہ جہاں چاہو اقامت گزیں ہو کر درس قرآن مجید میں مشغول ہو جاؤ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ انشاء اللہ تمہاری قبر پر تاحیات تدریس

Marfat.com

قرآن مجید جاری رہے گا اور سلسلہ فیض و خیر برقرار رہے گا۔

مرشد سے رخصت ہونے کے بعد آپ لنگہ کھوجہ پہنچے جو لنگہ مخدوم صاحب سے دس بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ رات مسجد میں بسر کی۔ سوچا کہ کیوں نہ میں یہیں رک جاؤں۔ گاہے بہ گاہے مرشد کے دیدار سے بھی فیضیاب ہو آیا کروں گا۔ ابھی آپ عالم غنودگی میں تھے کہ بذریعہ الہام حضرت مخدوم صاحب نے فرمایا کہ کسی اور جگہ جا کر قیام کرو۔ اب یہاں سے جائے بغیر گزارہ نہ تھا' مرشد کا حکم تھا' لہٰذا یہاں سے چل کر موضع خوجیانوالی پہنچے اور دریا چناب کے کنارے ایک شیشم کے درخت کے نیچے ڈیرے ڈالے اور درس جاری کیا۔ طالبان علم کشاں کشاں کھنچے چلے آنے لگے اور آپ نے وہیں پڑھانا شروع کر دیا۔ جب کبھی بھوک پیاس کا غلبہ ہوتا تو شیشم کا ایک پتا کھا کر ایک گھونٹ پانی پی لیتے اور پھر درس و تدریس میں مشغول رہتے۔ طالب علم جب بھوک اور پیاس کا ذکر کرتے تو انہیں بھی ایک پتا اپنے ہاتھ سے کھلاتے اور پانی پلاتے تو وہ بفضل تعالیٰ سیر ہو جاتے تھے اور سستی و کمزوری قطعاً محسوس نہ ہوتی تھی۔

رفتہ رفتہ آپ کی شہرت دور و نزدیک پھیلنے لگی ہر شخص تمنا کرتا کہ آپ اس کے گاؤں میں سکونت اختیار فرمائیں تا کہ خیر و برکت ہو۔ خصوصاً" موضع خوجیانوالی اور امان اللہ پور جو لنگہ کے نام سے مشہور ہے کے لوگ ہر روز سواریاں لے کر آتے اور گاؤں میں چل کر رہنے کے لئے عرض کرتے' مگر آپ نہ گئے۔ ایک دن موضع امان اللہ پور کا چودھری میرداد آپ کو اپنی پشت پر سوار کر کے گاؤں میں لے گیا۔ اس کی محبت و عقیدت دیکھ کر آپ نے اس کی پشت پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیا اور دعا فرمائی۔

"اے رب العالمین ! اس کی اولاد میں برکت دے۔ ہمیشہ ان کو اپنے فضل و کرم سے خوش و خرم اور باایمان وامان رکھ۔"

لہٰذا آپ کی دعا کا اثر آج بھی چودھری میرداد کی اولاد میں پایا جاتا ہے۔

Marfat.com

بزرگان دین کرامت کو وجہ بزرگی تسلیم نہیں کرتے یہ ازخود رونما ہو جاتی ہے۔ موضع لنگہ کے قیام کے دوران حضرت میاں وڈا رحمتہ اللہ علیہ سے بیشمار کرامات کا ظہور ہوا۔ ایک دن آپ موضع سے باہر کہیں جارہے تھے کہ خیال آیا میرا کوئی حقیقی فرزند نہیں لیکن میرا چچازاد بھائی محمد صالح شرعاً" میرا وارث ہو سکتا ہے۔ کیا اچھا ہو جو مجھ سے فیض حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی کے دل میں گزرنے والے خیال پر مہر قبولت ثبت فرمائی' میاں محمد صالح جو ابھی کم سن بچے تھے حاضر خدمت ہوئے اور آپ ان کی تربیت فرمانے لگے۔ عرصہ چھ ماہ میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور اس دوران میں انہوں نے درختوں کے پتوں پر گزارا کیا۔ لیکن کسی سے ادھار لینا مناسب نہ سمجھا۔ جب آپ کو علم ہوا تو بھتیجے کے حق میں دعائے خیر کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے حد کمالات و اوصاف سے متصف ہوئے اور انہیں کی اولاد حضرت میاں وڈا رحمتہ اللہ علیہ کی جانشین ہوئی۔

جب لنگہ میں کافی عرصہ ہو گیا تو آپ نے وہاں میاں حافظ محمد فاضل کو جو آپ کا شاگرد رشید تھا خلیفہ مقرر کیا اور خود وہاں سے چل کر موضع مدھریانوالہ پہنچے۔ یہاں قوم ہنجرا آباد تھی۔ آپ کو یہ مقام پسند آیا' ڈیرے ڈال دیئے اور درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ روز افزوں آپ کی شہرت میں اضافہ ہونے لگا اور لوگ حاضر خدمت ہونے لگے۔ قوم ہنجرا کے لوگوں کو آپ کی شہرت ایک آنکھ نہ بھائی۔ بغض و حسد ترقی پاتا رہا' ایک دن انہوں نے مل کر صلاح مشورہ کیا کہ آپ کو علاقے سے نکال دینا چاہیے۔ چنانچہ قوم کے سردار نے ایک اوباش و آوارہ شخص کو اس کام پر مامور کیا۔

اس نے آپ کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال کئے اور دھمکی دی کہ اگر آپ یہاں سے نہ گئے تو لاٹھیوں سے خبر لے گا۔ چنانچہ آپ وہاں سے اٹھ بیٹھے' ولی اللہ کے دل کو آزردہ کیا' اللہ تعالیٰ کو اپنے ولی کی شان میں قوم ہنجرا کی یہ گستاخی پسند نہ آئی۔ چنانچہ ان پر ایسے حالات وارد ہونے لگے کہ ساری قوم

Marfat.com

پراگندہ ہو گئی۔ جہاں آباد تھے وہ جگہ ویران و خراب ہو گئی' اب ان کے مکانوں کے کھنڈرات وہاں ملتے ہیں۔

موضع مدھریانوالہ سے آپ طالب علموں کے ہمراہ چل کر موضع فتح پور پہنچے اور ایک درخت کے نیچے درس دینا شروع کیا۔ جب یہاں بھی مشہوری ہونے لگی تو نقل مکانی کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ لاہور آ گئے۔ ایک ہفتہ بیت گیا۔ آپ اور آپ کے طلبہ بڑی تنگی و عسرت سے دن گزارتے تھے۔ سوچا کہ شاید یہاں کے لوگوں کا یہی وطیرہ ہے۔ لہٰذا اگلی صبح یہاں سے کوچ کر جانے کا ارادہ فرمایا۔ ان دنوں حضرت میر سید محمود بزرگ کو کشف ہوا کہ ایک کامل و عالم اور قطب زمان دل برداشتہ ہو کر یہاں سے کوچ کرنا چاہتا ہے' لوگ آپ کے فیض سے محروم رہیں گے لہٰذا علے الصبح حاضر خدمت ہوئے اور وہیں اقامت فرمانے کی درخواست کی۔ مزار حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ پر بھی جا کر ایک قرآن پاک ختم کیا اور اس کا ثواب ان کی روح پرفتوح کو بخشا۔ رفتہ رفتہ طلباء کا ہجوم ہونے لگا اور وسیع جگہ کی تلاش شروع کر دی۔

آپ شب و روز علم و عرفان کے موتی لٹا رہے تھے کہ ۲۵ ماہ شوال المکرم ۱۰۸۵ ہجری کو جبکہ آپ کی عمر نوے سال تھی وقت وصال آ گیا۔ لاہور میں وڈے میاں دا درس مشہور ہے جو آپ کی وفات کے بعد بفضل تعالیٰ جاری و ساری ہے۔ تقریباً سوا سو طالب علم اس میں موجود رہتے ہیں اور تعلیم قرآن حاصل کرتے ہیں۔ لنگر بھی جاری رہتا ہے۔ آپ کا عرس درس شریف میں ہر سال ۲۵ شوال المکرم کی رات کو منایا جاتا ہے۔ دور دور سے بزرگان دین و صلحاء وقت اور عوام الناس اس میں شریک ہو کر فیض حاصل کرتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ دین اسلام کی تعلیم عام کرنی چاہئے۔ استاد کی خدمت اور ادب سے جو ثمرات و برکات حاصل ہوتی ہیں وہ ابدالاباد تک برقرار رہتی ہیں جن سے ایک عالم فیض یاب ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت سلطان باہوؒ

موسم سرما کا آغاز ہو چکا تھا رات کی سیاہ چادر میں سے صبح صادق کا حسین چہرہ نمودار ہو رہا تھا۔ خطہ سونا کا اعوان النسل منصب دار بازید محمد حویلی سے باہر نکلا۔ اصطبل میں جا کر سون پری پر زین ڈالی اور اس سوار ہو کر ایڑ لگادی' صبح اہل خانہ نے منصب دار کو غائب پایا تو سخت متفکر ہوئے۔ حیران تھے کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا ہے۔ سون پری جنگل' بیلے' ندی نالے عبور کرتی ہوئی ہوا کے دوش پر اڑی جارہی تھی۔ دو دن کی مسافت کے بعد بازید محمد ملتان پہنچا۔ لوگ اسے ناظم ملتان کے پاس لے گئے۔ اس نے جب حالات دریافت کئے تو بازید محمد نے اپنی اصلیت کو پوشیدہ رکھا اور تین شرائط پر ملازمت کی درخواست کی۔ پہلی شرط یہ تھی کہ اس کی رہائش کسی پاک گوشہ میں ہو گی۔ دوسری شرط تھی کہ وہ کسی کو حاکم اور خود کو اس کا فرمانبردار تصور نہیں کرے گا اور تیسری شرط تھی کہ وہ خلاف شریعت اسلام کسی کو جھک کر سلام نہیں کرے گا۔ ناظم ملتان نے شرائط

Marfat.com

کو سنا، غور کیا اور پھر اسے ملازم رکھ لیا۔ بازید محمد نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تھا کہ اس کی زوجہ محترمہ بی بی راستی ولیہ کامل تھی اور یہ بات اسے کھاگئی تھی کہ وہ خود غفلت و حرص کا غلام ہو جو کہ عدم مردانگی کا ثبوت تھا۔ لہٰذا اس نے محل ماڑیوں، منصب و مرتبہ اور جاہ و حشم کو خیرباد کیا اور ملازمت میں رہ کر گوشہ نشین ہو کر یادالٰہی میں مشغول ہو گیا اور بہت جلد سلوک کی منازل طے کر لیں۔

ناظم ملتان اور راجہ مروٹ کے مابین کافی عرصے سے سرحدی تنازعہ چلا آرہا تھا۔ ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ جب بازید محمد کو معلوم ہوا تو آلات حرب سے لیس ہو کر ناظم ملتان کے پاس پہنچ گیا اور جنگ میں شرکت کی اجازت مانگی۔

ناظم ملتان نے پوچھا کہ وہ کس پلٹن میں شریک ہو گا تو اس نے جواب دیا کہ وہ علیحدہ تنخواہ کھاتا رہا ہے اس لئے علیحدہ ہی اس خدمت کو سرانجام دے گا۔ ناظم ملتان نے اس کی خوشی اور جذبے کو مقدم رکھا۔ شناخت کے لئے اسے راجہ مروٹ کی تصویر دی اور ایک آدمی کو بھی ہمراہ کر دیا جو راستے سے آشنا تھا۔ جب بازید محمد راجہ مروٹ کے شہر میں داخل ہوا تو راہ آشنا کو واپس بھیج دیا۔ اس کی ہیئت دیکھ کر لوگوں کو اس پر ایلچی کا گمان ہوا۔ لہٰذا وہ بغیر روک ٹوک کے راجہ کے دربار میں پہنچ گیا۔ اس سے پیشتر کہ درباری اس کی طرف متوجہ ہوتے اس نے چشم زدن میں راجہ کا سر کاٹا، توبڑے میں رکھا، اچھل کر سون پری پر سوار ہوا اور ہوا ہو گیا۔ جب درباریوں کو ہوش آیا تو اسے پکڑنے کے لئے لپکے۔ ہر طرف کہرام مچ گیا تھا۔

شہر پناہ کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ بطور خوارق عادت اور ظہور کرامت سون پری کو ایسی طاقت عطا ہوئی کہ قلعہ کی دیوار سے صحیح سلامت کود گئی۔

بازید محمد نے راجہ مروٹ کا سر لا کر ناظم ملتان کے سامنے رکھ دیا۔ لوگ حیران و ششدر رہ گئے۔ اس وقت دہلی میں شاہجہان سریر آرائے سلطنت تھا۔

Marfat.com

اسے جب اپنے منصب دار کے بارے میں یہ اطلاع ملی تو فرمان شاہی کے ذریعے اسے واپس سون جا کر ریاست کی باگ دوڑ سنبھالنے کو کہا' لیکن اس نے درخواست کی کہ اسے منصب داری کے عہدہ سے سبکدوش کر دیا جائے کیونکہ وہ بقیہ زندگی یادالٰہی میں بسر کرنا چاہتا ہے۔ بادشاہ نے درخواست منظور کر لی۔

اس واقع کی خبر جب ملک سون پہنچی تو اس کے نسبتی بھائی ملتان پہنچے اور واپس چلنے کو کہا۔ اس نے جواب دیا۔

"بی بی راستی سے پوچھو اگر اس نے واپس آنے کو کہا تو آجاؤں گا۔"

بی بی راستی نے جب خاوند کی بات سنی تو بھائیوں سے کہا۔

"مجھ پر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت منکشف کی ہے کہ میرے بطن میں جو بچہ پرورش پارہا ہے وہ مادر زاد ولی اللہ ہے۔ اس کی پیدائش علاقہ چناب میں ہو گی۔ اس لئے مجھے بازید محمد کے پاس پہنچا دو۔"

بھائیوں نے اپنی ہمشیرہ کو ملتان میں اس کے شوہر کے پاس پہنچا دیا جہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد اللہ کے ولیوں کا یہ جوڑا شورکوٹ تشریف لے گیا جو ان دنوں پرگنہ ملتان میں واقعہ تھا۔ بادشاہ شاہجہان نے بازید محمد کو اس کی خدمت کے اعتراف میں پچاس بیگھہ زمین' قہراں کا گاؤں اور چند آباد کنوئیں شاہی املاک میں سے بطور انعام دیئے۔

میاں بیوی دونوں نیک ہوں تو وہ جہاں بھی رہتے ہوں وہ جگہ جنت سے کم نہیں۔ چنانچہ ۱۰۳۹ ہجری مطابق ۱۶۳۰ عیسوی میں ان کے ہاں ایک خوبصورت بچے نے جنم لیا جس کا نام حضرت بی بی راستی نے باہو رکھا۔ حضرت سلطان باہو جب آغوش مادر میں تھے تو اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ ماہ رمضان المبارک میں سحری سے افطاری تک نہیں پیتے تھے۔ وہ بھی اپنے والدین کی طرح روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ قدرے بڑے ہوئے تو والد ماجد حضرت بازید محمد رحمتہ اللہ علیہ اس دارفانی سے جنت الفردوس تشریف لے گئے۔ اب آپ کی تربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ

Marfat.com

کی والدہ محترمہ پر تھی۔

ایک ولیہ جب کسی ولی اللہ کی تربیت کرتی ہے تو اس کا انداز ہی جداگانہ ہوتا ہے۔ آپ کی والدہ کو ایسا ذکر خفی حاصل تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی بجائے خون نکلتا تھا اور بفضل تعالیٰ یہی حال ان کے لخت جگر پر وارد ہوا جسے صوفیانہ اصطلاح میں حضور حق کہتے ہیں۔

حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ بچپن ہی سے انوار ذات حق اور تجلیات الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ دنیاوی معاملات میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ اکثر اوقات غیرآباد ویران مقامات' جنگلوں اور ٹیلوں کی طرف تشریف لے جاتے جہاں گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر غریق ذکر و فکر ہو جاتے۔ انہماک و استغراق کا یہ عالم تھا کہ کئی کئی دن کھائے پیئے بغیر گزر جاتے تھے۔ آپ نے باقاعدہ علوم کہیں سے حاصل نہیں کئے۔ آپ نے بحوالہ نورالھدیٰ خورد جو کچھ بھی سیکھا وہ اللہ کریم اور اس کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری سے سیکھا۔ آپ نے حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر چلہ کشی کی اور دیگر اکابر اولیاء اللہ کے مزارات پر بھی حاضری دی۔ ایک دن گھر میں تشریف فرما تھے کہ والدہ محترمہ نے فرمایا۔

" بیٹا اب تمہیں کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر لینی چاہیے"۔

ماں کی بات سن کر آپ نے عرض کیا۔

" میرے مرشد کامل تو رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔

" یہ درست ہے لیکن پھر بھی ظاہری مرشد ہونا لازمی ہے۔"

جب آپ نے دیکھا کہ ماں اصرار فرما رہی ہے تو عرض کیا کہ آپ میرے لئے کافی مرشد ہیں۔

" بیٹا عورتوں کو بیعت اور تلقین کا حکم نہیں ہے۔"

ماں کی بات سن کر آپ نے کہا۔

Marfat.com

"میں مرشد کہاں سے تلاش کروں؟"

تو مائی صاحبہ نے ہاتھ بسوئے مشرق اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی زمین بڑی وسیع و عریض ہے اس پر چل پھر کر تلاش کرو۔

آپ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور دریائے راوی کی طرف چل پڑے۔ ان دنوں گڑھ بغداد میں حضرت حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا بڑا شہرہ تھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے، چند روز قیام فرمایا۔ اس دوران میں حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ترک دنیا کی تعلیم دی۔ چنانچہ واپس گھر آکر جو ذاتی مال و متاع تھا سب اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔ ازواج نے اپنے حقوق بخش دیئے تاکہ آپ کی راہ معرفت میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو۔ اس سے فارغ ہو کر آپ پھر حضرت شاہ حبیب اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئے۔ ایک دن حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو بلایا اور فرمایا۔

"اے درویش! جس نعمت و مقام کے تم مستحق ہو وہ ہمارے امکان سے باہر ہے، تمہاری مراد دہلی میں حضرت سید عبدالرحمان قادری رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہے جو ان دنوں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے منصب دار ہیں۔"

چنانچہ جب آپ بجانب دہلی روانہ ہوئے تو لبوں پر یہ شعر تھے۔

بغداد شہر دی کیا نشانی جتھے اچیاں لمیاں چیلاں ہو
تن من میرا پرزے پرزے جیویں درزی دیاں لیراں ہو

انہاں لیراں دی گل کفنی پا کے رلساں سنگ فقیراں ہو
گڑھ بغداد دے ٹکڑے منگھاں باہو کرساں میراں میراں ہو

ابھی آپ دہلی سے کافی فاصلے پر تھے کہ حضرت شیخ سید عبدالرحمٰن دہلوی قادری رحمتہ اللہ علیہ کو آپ کی آمد کے بارے میں کشف ہوا کہ معرفت کی امانت

Marfat.com

جو ان کے پاس ہے اسے لینے والا آ گیا ہے۔ فوراً" ایک مرید خاص کو یہ کہہ کر بھیجا کہ فلاں راستے سے ایک گندم گوں' پر گوشت چہرہ' پیشانی و سینہ فراخ' خوبصورت اور بلند ناک' موٹی اور چمک دار پلکیں' ابرو سیاہ اور آنکھوں میں سفید و سرخ رگیں۔ موزوں بدن کا درویش آرہا ہے اسے ہمارے پاس لے آؤ۔ جب آپ کو لایا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن قادری رحمتہ اللہ علیہ آپ کو خلوت میں لے گئے اور ایک ہی نگاہ سے معرفت الٰہی کی نعمت سے مستفیض فرما دیا۔ آپ کی امانت ولایت آپ کے سپرد کر دی' کچھ دن اپنے پاس رکھا اور پھر گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس سال تھی اور والدہ ماجدہ حیات تھیں۔

مرشد سے رخصت ہو کر آپ شہر میں تشریف لے گئے۔ ہر خاص و عام پر توجہ فرما کر اسے نور معرفت سے فیضیاب کرنے لگے۔ چشم زدن میں لوگوں کا ہجوم ہونے لگا۔ شہر میں غلغلہ مچ گیا کہ کوئی فقیر کامل لوگوں کو اللہ کے رنگ میں رنگ رہا ہے۔ حضرت سید عبدالرحمان قادری رحمتہ اللہ علیہ کے درویشوں نے سنا تو وہاں پہنچے۔ انہوں نے آپ کو پہچان لیا۔ مرشد کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ مرشد نے بلا بھیجا تو آپ فوراً" حاضر خدمت ہو گئے۔ شیخ نے نعمت خاص کو عام کرنے کی وجہ دریافت کی' عرض کیا۔

"یا مرشد! دیکھ رہا تھا کہ کس قدر نعمت عطا ہوئی ہے۔ مجھے محبوب اللہ رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ حکم دیا تھا کہ میں خلق اللہ میں فیض تقسیم کروں۔ آپ کا بھی یہی ارشاد تھا۔"

یہ سن کر مرشد نے مزید نعمت عطا فرمائی۔ بوقت رخصتی آپ فنا فی الشیخ تھے۔ آپ کے ہر بن مو سے یہ آواز آرہی تھی۔

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہو

Marfat.com

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلاں تے آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو جیں ایہ بوٹی لائی ہو

حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے فیض رسانی کے جذبات سے بدرجہ اتم مخمور تھے۔ مرشد سے رخصت ہونے کے بعد مسجد میں تشریف لے گئے۔ جمعہ کا دن تھا مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ سب سے پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے۔ بعداز نماز ایسی توجہ فرمائی کہ مسجد میں موجود تمام نمازیوں پر وجد اور جذبات الٰہی کا غلبہ ہو گیا۔ حضرت اورنگ زیب عالمگیر جو ارکان سلطنت کے ہمراہ وہاں نماز کے لئے موجود تھے انہوں نے آپ سے کسی تبرک کے لئے درخواست کی۔ آپ نے فی الفور لکھانا شروع کر دیا' بادشاہ کے محرر آپ کے ارشادات کو ضبط تحریر میں لے آئے جسے بادشاہ نے اورنگ شاہی کے نام سے بطور یادگار اپنے پاس محفوظ رکھ لیا۔

وطن واپس آتے ہوئے ایک دن آپ ایک شاہراہ کے کنارے درخت کی چھاؤں میں آرام فرما رہے تھے کہ ہندو سنیاسیوں کا ایک گروہ ادھر آنکلا' ان میں سے ایک نے حقارت سے آپ کو پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہا۔

" اٹھو ہمیں یہاں سے سیدھا راستہ بتاؤ۔"

آپ اٹھ بیٹھے اور توجہ فرما کر کہا۔

" سیدھا راستہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔"

بس پھر کیا تھا۔ وہ سب کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سب کے سب گم قبر' گم جسہ اور گم نام و نشان ابدال ہو گئے تھے۔

حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ نے چار نکاح فرمائے تھے جن میں سے آٹھ صاحبزادے پیدا ہوئے۔ آپ کھیتی باڑی کیا کرتے تھے۔ لیکن جب انوار الٰہی کا

Marfat.com

غلبہ ہوتا تو سب کچھ وہیں چھوڑ کر جنگلوں اور ویرانوں میں نکل جاتے۔ کھانے پینے کا خیال تک نہ رہتا' اکثر فاقہ کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ فاقہ کی رات فقیر کے لئے معراج کی رات ہوتی ہے' جس رات اسے اللہ کا وصال ہوتا ہے۔

وراثت میں سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود آپ نے ہمیشہ فقر محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔ فرمایا کرتے تھے اگر دنیا اچھی چیز ہوتی تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسے کیوں نا قبول فرماتے۔ آپ نے نفس' دنیا اور شیطان تینوں لٹیروں کو طلاق دے رکھی تھی۔ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا تو کبھی خدائی کا دعوے نہ کرتا۔ دنیا کو آپ بندے اور اللہ کے درمیان سب سے بڑا حجاب سمجھتے تھے۔

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ بھکر کے مضافات میں سیر کو نکل گئے۔ آپ کے خلیفہ سلطان حمید بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ان کا مزار بھکر میں میاں عثمان رحمتہ اللہ علیہ کے قبرستان میں ہے۔ جب آپ آبادی سے دور نکل گئے تو ایک ویران ٹیلے پر پہنچے لیکن فورا" نیچے اتر آئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔ تحقیق کی گئی تو وہ ٹیلہ ایک ہندو کا تھا جو اپنے وقت میں بڑا ظالم تھا۔

سلطان العارفین حضرت باہو رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ خود کو سیر و سیاحت میں مصروف رکھ کر عام دنیا داروں سے دور رہتے تھے۔ جب کبھی کسی کرامت یا خرق عادت کا ظہور ہوتا تو وہ جگہ فورا" چھوڑ کر کہیں اور چلے جاتے تھے تاکہ لوگوں کی زیادہ آمد و رفت عبادت الٰہی میں مخل نہ ہو۔ ایک روز آپ پنجاب کے مغربی پہاڑوں کے دامن میں سے گزر رہے تھے تو وہاں ایک بچے کو گائیں بھینسیں چراتے دیکھا' اس کا نام نورنگ کھتران تھا۔ آپ نے چشم معرفت سے دیکھ لیا کہ اس بچے کی امانت ولایت ان کے پاس ہے تو بچے کی طرف فیض بھری نظروں سے دیکھا۔ اس پر جذبہ و مستی کی کیفیت طاری ہو گئی' جب آپ وہاں سے سون سکیسر

Marfat.com

کے جنگوں کی طرف روانہ ہوئے تو نورنگ کھتران بھی ہمراہ ہو لیا۔ سون سکیسر سے آپ کلر کلہار کے پہاڑوں پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے انوار و تجلیات کے مشاہدات میں مستغرق و مست ہو گئے۔ کئی دن گزر گئے' حضرت نورنگ کھتران جو ابھی سلوک کی منازل طے کر رہے تھے ان پر بھوک اور پیاس نے شدید غلبہ کیا تو انہوں نے مرشد سے اس امر کا اظہار کیا۔ مرشد نے مراقبہ سے سر اٹھا کر کہا۔

"اے نورنگ ! برات عاشقان بر شاخ آہو ۔"

زبان مبارک سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ فورا" ایک ہرن نمودار ہوا جس کے سینگوں پر کھانے کا دسترخوان اور پانی کا چھاگل تھا۔ فورا" حضرت نورنگ کے لبوں پر یہ شعر مچل گیا ۔

عجب دیدم تماشا شیخ باہو
برات عاشقاں بر شاخ آہو

اس کے بعد آپ نے حضرت نورنگ کھتران کو افطار کا حکم دیا اور خود بھی افطار کیا۔

حضرت سیدابو صالح موسیٰ شاہ المعروف موسیٰ شاہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ جو آپ کے خلیفہ تھے۔ انہوں نے مرشد کی ایک سو چالیس تصانیف جمع فرمائیں جن میں سے ہر کتاب اسرار و رموز اور معرفت و عرفان سے لبریز ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ کی ہر کتاب کے اندر ایک مرشد کامل چھپا بیٹھا ہو۔ جس کے مطالعہ سے گم کردہ رہ مسافر اپنی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

آپ کا سلسلہ طریقت قادری سہروردی تھا۔ شریعت کے زبردست پابند' اہل معرفت' اہلسنت والجماعت تھے۔ فرمایا کرتے اگر کوئی فقیر سر مو خلاف شریعت چلے تو اسی وقت اس کی تمام نعمت سلب ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ ہر وقت شریعت کو

Marfat.com

مد نظر رکھتے۔ فرمایا کرتے تھے جو باطن ظاہر کے خلاف ہے وہ باطل ہے۔ قرآن شریف اور شریعت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ تمام عمر میں آپ نے ایک بھی مستحب ترک نہیں کیا۔ ساری عمر عشق الٰہی کی آگ میں سوزاں رہے۔ جب آپ تریسٹھ سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے اس قلندر اور عاشق صادق کو مولا کریم کی طرف سے پیغام وصال آ گیا۔ محب کو اس سے زیادہ کیا خوشی ہو گی کہ محبوب پاس بلائے۔ چنانچہ یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ ہجری بروز جمعتہ المبارک صبح صادق کے وقت آپ واصل بحق ہو گئے اور مخلوق خدا اور مریدین و عقیدت مندوں کی موجودگی میں موضع قہران کے قلعہ میں جو بادشاہ شاہجہان نے آپ کے والد گرامی کو بطور انعام دیا تھا سپرد خاک کر دیا۔

آپ کو قبر انور میں آسودۂ خواب ہوئے ۷۷ سال ہوئے تھے کہ دریا نے اپنا رخ بدلا اور قبور و مقابر کا رخ کیا۔ آپ کے تابوت کو وہاں سے نکالا تو اندر سے دل پسند خوشبوئیں آ رہی تھیں۔ آپ کو دریا کے مغربی کنارے پر ایک حویلی میں دفن کر دیا گیا۔ آپ وہاں ایک سو ستاون سال دفن رہے۔ دریا نے پھر رخ بدلا اور پانی آپ کے مزار تک پہنچ گیا۔ لہٰذا ۱۳۳۶ ہجری میں آپ کے تابوت کو پھر نکالا گیا پھر عطر بیز خوشبوؤں کے درمیان زیارت کی گئی تو آپ بالکل ویسے تھے جیسے ۱۱۰۲ ہجری میں دفن کرتے وقت تھے۔ تیسری مرتبہ آپ کو حویلی سے ایک میل دور فاصلے پر محل شریف میں دفن گیا گیا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ غفلت و حرص کا غلام ہونا عدم مردانگی ہے۔ ظاہر و باطن میں یکسانیت ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ انسان حق پر ہے اور ہمیں شریعت مطہرہ کی حدود و قیود میں زندگی بسر کرنی چاہیے۔

Marfat.com

حضرت شاہ عبدالرحمٰن پاکؒ

دریائے چناب کی لہروں پر کشتی آہستہ آہستہ ہلکورے کھا رہی تھی۔ کشتی کے اندر قطب الاولیاء شیخ الاسلام حضرت سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش ساہن پالوی رحمتہ اللہ علیہ بمعہ چند ایک مریدین کے تشریف فرما تھے۔ قوال عارفانہ کلام نہایت رقت و سوز کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔ مرشد اپنے رب سے لو لگائے بیٹھا تھا اور مریدین پر بھی حسب حال کیفیت طاری تھی' ماحول نے گردو پیش پر بھی گہرے اثرات مرتب کئے تھے۔ ہر شے مستی و سرخوشی سے جھوم رہی تھی۔ معاً" حضرت شاہ عبدالرحمٰن پاک رحمتہ اللہ علیہ اپنی جگہ سے اٹھے۔ نعرہ مستانہ مارا اور عالم بے خودی میں دریا میں گر پڑے۔ یہ سب کچھ چشم زدن میں ہو گیا اور کسی کو پتہ نہ چلا کہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن پاک رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ کیا بیتی۔

اس واقعہ کو سات دن بیت گئے تو مرشد کو آپ کا خیال آیا۔ کشف کی آنکھ سے دیکھا تو حالت منکشف ہوئی۔ دوبارہ دریا پر تشریف لے گئے' سماع کا اہتمام کیا

Marfat.com

تو آپ اسی طرح عالم وجد میں نعرہ مار کر باہر آ گئے۔

تقریباً ایک صدی پرانی بات ہے کہ گوجرانوالہ حافظ آباد سڑک پر ایک چھوٹا سا گاؤں اورنگ شاہ پورہ تھا جہاں حضرت شاہ عبدالرحمٰن پاک رحمتہ اللہ کی پیدائش ۱۵۸۳ء میں ہوئی تھی۔ آپ کے زمانہ سے قبل اس کا نام رنگن پور ڈلہ پڑ گیا۔ یہ گاؤں ویران ہو کر ٹیلہ کی شکل میں مبدل ہو گیا۔ پنجابی میں ٹیلہ کو بھڑ کہتے ہیں کیونکہ یہ چھوٹا ٹیلہ تھا لہٰذا اسے بھڑی کہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد قوم ہرا یہاں آکر آباد ہوئی تو آبادی کا نام بھڑی ہراواں مشہور ہو گیا۔ بعدازں اس پر قوم دھوتھڑ قابض ہو گئی تو بھڑی دھوتھڑاں کہلانے لگی۔ لیکن جب حضرت شاہ عبدالرحمٰن پاک رحمتہ اللہ علیہ نے وہاں جا کر ڈیرہ لگایا تو لوگ اس جگہ کو بھڑی شاہ رحمان کہنے لگے جو آج تک اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔

ابتدائے احوال میں آپ بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے۔ رات رات بھر نعرے لگایا کرتے تھے۔ لوگ آپ کو دیوانہ اور پاگل کہنے لگے۔ ایک دن حضرت نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ ساہن پال ضلع گجرات میں تشریف فرما تھے کہ اسی اثناء میں بھڑی کا ایک ہندو سودا فروش ادھر آنکلا اور حضرت کی خدمت میں بیٹھ گیا' آپ نے پوچھا کہ تمہارے گاؤں بھڑی میں ہمارا درویش عبدالرحمٰن رہتا ہے' اس کا کیا حال ہے؟ ہندو نے سنا تو ہندوانہ عصبیت و نفرت اس کے چہرے سے عیاں ہوئی' جس نے حقارت آمیز الفاظ کا روپ دھار لیا' ناک بھوں چڑھا کر بولا۔

"وہ پاگل جو ساری رات گاؤں کا چکر لگاتا رہتا ہے' گیدڑ کی طرح چلاتا رہتا ہے اور لوگوں کی بے آرامی کا باعث بنتا ہے۔"

مرشد نے جب اپنے مرید باصفا کے بارے میں ہندو کی دریدہ دہنی سنی تو چہرہ انور پر جلال کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا۔

"اے گدھے تم کیا جانو وہ تو اللہ کا شیر ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب وہ شیر کی

Marfat.com

طرح غرائے گا اور اس کی حالت از خود ظاہر ہو جائے گی۔"

اس واقعہ کو مولانا اشرف منچوری نے اشعار میں یوں قلم بند کیا ہے۔

رحیمے شاہ عشق وچ رجے
بگے شیر وانگوں نت گجے

دوہیں جہانیں نوبت وجے
بل بل پیا پکاری دا

چنانچہ جیسا مرشد نے اپنی زبان ترجمان بیان سے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ آپ کی عظمت و بزرگی کا دور و نزدیک شہرہ ہو گیا اور لوگ دور دراز کی مسافت طے کر کے آپ کی خدمت میں حاضری دینے لگے تاکہ فیوض و برکات سے اپنی جھولیاں بھر لیں۔

آپ کے والد صالح محمد المعروف میاں سہالی بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیزگار تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ سلطان بی بی بھی رابعہ عصر تھیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ بچپن سے ہی مجذوبانہ خصائل کے مالک تھے۔ جب آپ چار سال کے ہوئے تو ایک دن اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے، جب انہوں نے دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی چہرہ تشریف لا رہے ہیں تو سب بچے ان کے پاس چلے گئے اور معصومانہ سلام عرض کیا۔ یہ بزرگ امام العاشقین' سیدالعارفین حضرت نوشہ گنج بخش قادری رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ آپ نے بچوں کی طرف نظر شفقت سے دیکھا' دعائے خیر و برکت دی۔ انہیں بچوں میں حضرت عبدالرحمٰن پاک رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے ان بزرگ کی نظر پڑنے کی دیر تھی کہ تقدیر ہی بدل گئی۔ عشق حقیقی کے دروازے کھل گئے اور جذب و مستی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وقت گزرتا رہا' جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو والد محترم نے درس میں داخل کرا دیا مگر آپ کے باطن میں جو چراغ عشق و مستی روشن ہو چکا تھا وہ دنیاوی تعلیم کی

Marfat.com

طرف آنے میں مانع تھا۔ پڑھائی کی طرف بہت کم توجہ دیتے تھے۔ چھ سالوں کے عرصے میں کتب خوانی کا معمولی سا ملکہ پیدا ہوا لیکن حضرت نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے ظاہری و باطنی علوم کے دروازے آپ پر کھل گئے تھے۔ بسااوقات علم و معرفت کے بیش بہا موتی آپ کی زبان سے نکلنے لگتے کہ سننے والے کو یقین نہیں آتا تھا کہ آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔

وقت کے ہم آہنگ آپ کے جذب و مستی میں اضافہ ہوتا گیا۔ بیہوش بھی ہو جایا کرتے تھے۔ والدین کو گمان گزرا کہ آپ پر آسیب کا اثر ہے' پاؤں میں زنجیریں ڈال دی گئیں اور عالموں اور طبیبوں کی طرف رجوع کیا۔ عالموں نے اپنے علم سے اور اطباء نے ادویہ سے علاج کیا مگر آپ کی حالت میں سرمو فرق نہ آیا۔ والدین کو فکر دامن گیر ہوا' بساط بھر کوشش کی کہ عبدالرحمٰن صحت یاب ہو مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ایک دن آپ کے والد ماجد پریشان و اداس بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا۔ آپ نے اس سے ذکر کیا تو اس نے مشورہ دیا کہ نورچشمی عبدالرحمٰن کو شیخ السلام حضرت سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جائیں۔ کہتے ہیں جو ان کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اس کا آسیب دور ہو جاتا ہے۔ سنا تو امید کے چراغ روشن ہو گئے' فوراً" آپ کو بڑے بھائی شیخ اللہ داد کے ہمراہ حضرت نوشہ رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ عالیہ میں روانہ کر دیا۔

ساہن پال گجرات کی خانقاہ میں حضرت نوشہ رحمتہ اللہ علیہ مریدین و معتقدین کے ہمراہ تشریف فرما تھے' علم و عرفان کے موتی تقسیم کئے جارہے تھے' فیوض و برکات کے دروازے کشادہ تھے' اس دوران میں شیخ الہ داد چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن کو ساتھ لئے حاضر خدمت ہوئے اور بھائی کا ذکر کر کے دعا کے لئے التجا کی۔ آپ نے سنا تو خنداں بہ لب ارشاد فرمایا۔

"عبدالرحمٰن کو کچھ نہیں ہوا' ہمارا منظور نظر ہے اور وجد و جذب و مستی کے مقام

Marfat.com

سے گزر رہا ہے۔"

بھائی نے سنا تو اطمینان ہوا' اسی ہنگام حضرت نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ نے عبدالرحمٰن کو حلقہ ارادت میں شامل فرما لیا۔

سلسلہ قادریہ عالیہ میں بیعت ہونے کے بعد آپ مرشد کی خدمت میں رہنے لگے' ابتداء" آپ کو مزار عین اور درویشوں کا کھانا پہنچانے کی خدمت تفویض کی گئی۔ آپ گھر سے کھانا لے جا کر متذکرہ لوگوں کو پہنچا آتے۔ اہل خانہ سمجھتے رہے کہ باہر درویشوں کے ہمراہ کھانا کھا لیتے ہوں گے اور مزار عین خیال کرتے کہ گھر سے کھانا کھا کر آئے ہوں گے' اس طرح چالیس دن گزر گئے۔ آپ نے ایک لقمہ تک نہ کھایا اور نہ ہی کسی سے اس کا ذکر کیا۔ مرشد کامل نے جو آپ کی حالت سے آگاہ و بینا تھے ایک دن آپ کو پاس بلایا اور خود اپنے ہاتھوں سے کوئلوں پر روٹی پکا کر مرید باصفا کو کھلائی۔ آپ روٹی کھاتے جاتے تھے اور حجابات اٹھتے جاتے تھے۔ معرفت رنگ جماتی جاتی تھی اور عشق رگ و ریشہ میں سرایت کرتا جاتا تھا۔

فنا فی اللہ کے مقام پر سرفراز ہونے کے لئے عارفین کو پہلے دو مقامات پر پورا اترنا پڑتا ہے۔ اولا" فنا فی الشیخ کا مقام اور ثانیا" فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام۔ اب مرشد نے آپ کو کنواں چلانے پر مامور فرما دیا۔ ایک دن خیال آیا کہ گاہدی پر بیٹھ کر بیلوں پر بوجھ ڈالنا درست نہیں' لہٰذا آپ بیلوں کے پیچھے چلتے رہتے تھے۔ ایک دن خیال آیا کہ بیل گاہدی کو کھینچتے ہیں اور میں فارغ آزاد پیچھے چلتا ہوں جو سوء ادب ہے' خیال کا آنا تھا کہ بیلوں کو چھوڑ دیا اور خود کنواں چلانے لگے۔ ہر چکر پر جب آپ پیر کے بالمقابل آتے تو ادب سے سر جھکا دیتے تھے۔ عام لوگ یہ حرکات دیکھ کر آپ کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ لیکن مرشد جانتا تھا کہ یہ نوجوان کس قدر فرزانہ ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ کو پاک کا لقب مرشد نے عطا فرمایا تھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ آپ مرشد کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے تھے'

Marfat.com

راستے میں دریا پڑتا تھا۔ کشتی جانے کے لئے تیار تھی' حضرت نوشہ رحمتہ اللہ علیہ تو کشتی میں سوار ہو گئے۔ جب مرید سوار ہونے لگا تو پاؤں پھسل گیا اور دریا میں گر پڑے۔ اسی اثناء میں مٹی کی ایک بڑی سل گری جس کے نیچے دب گئے' کشتی روانہ ہو گئی' کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ کوئی اللہ کا بندہ مٹی کے نیچے دب گیا ہے' اس واقعہ کو چالیس دن بیت گئے۔ ایک دن خادم نے حضرت نوشہ گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ کئی دنوں سے حضرت عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ نظر نہیں آئے۔ آپ مسکراتے ہوئے اٹھے اور سوئے دریا چل پڑے۔ ہمراہ مریدین بھی تھے۔ دریا کے کنارے پہنچ کر اس جگہ کو کھدوایا تو نیچے سے حضرت عبدالرحمٰن زندہ نکل آئے۔ اس حال پر مرشد نے ارشاد فرمایا۔

"عبدالرحمٰن تو زمانے کی تکلیفوں سے پاک ہے۔"

اس روز سے آپ کا نام رحمٰن پاک مشہور ہو گیا۔

جب سلوک کی منازل طے ہو گئیں تو مرشد نے آپ کو خرقہ خلافت اور اجازت سے سرفراز فرمایا اور حکم فرمایا کہ اپنے گاؤں بھڑی میں رہ کر مخلوق اللہ کی رہنمائی و ہدایت کا فریضہ انجام دے۔ حسب الحکم آپ بھڑی پہنچے اور گاؤں سے باہر بجانب شمال ڈیرہ لگایا۔ رفتہ رفتہ لوگ دور و نزدیک سے آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے لگے اور مرادوں سے جھولیاں بھرنے لگے۔ آپ کے ڈیرے سے تھوڑی دور ایک ہندو دندو رام بھی رہائش پذیر تھا۔ اس نے بھی لوگوں پر اپنی فقیری کا رعب جما رکھا تھا۔ وہ صاحب استدراج بھی تھا۔ کئی لوگ اس کے معتقد تھے۔ اس کی فقیری جب ماند پڑنے لگی تو اس نے چاہا کہ آپ کو وہاں سے کسی اور جگہ جانے پر مجبور کر دے۔ آپ نے فرمایا۔

"میں اپنے پیر کے حکم سے یہاں آیا ہوں کہیں اور جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

دندو رام سانپوں کا عامل بھی تھا اس نے سانپوں کو آپ پر مسلط کرنے کی

Marfat.com

کوشش کی مگر آپ نے ان پر ایسی نگاہ ڈالی کہ ان کا زہر زائل ہو گیا اور فرمایا کہ ہم نے اس رقبہ کے سانپوں کا زہر کھینچ لیا ہے۔ دندو رام لاچار و نامراد وہاں سے اٹھا اور دو میل دور جا کر ڈیرہ لگایا۔ آج بھی اس نام کا گاؤں حافظ آباد گوجرانوالہ سڑک پر موجود ہے۔

آپ ریاضت و مجاہدہ میں بڑے شدید تھے۔ شریعت دین متین کے سختی سے پابند تھے۔ نوافل تہجد پر مواظبت رکھتے تھے۔ ہر لحظ یاد الٰہی میں بسر ہوتا تھا۔ بعض اوقات رات کو جنگل کی طرف نکل جاتے تھے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتے تھے۔ نفس کی ہلاکت آفرینیوں سے کماحقہ واقف تھے' لہٰذا اس کی طرف سے غفلت برتنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اسے کمزور و تابع کرنے کے لئے کبھی پاؤں میں رسہ باندھ کر بیلوں کے پیچھے خود کو باندھ دیتے اور زمین پر گھٹے جاتے' کبھی گرمیوں میں تپتی ریت پر بیٹھ کر آگ جلا کر سینکتے' کبھی دریا میں کھڑے ہو کر یاد الٰہی کرتے۔ الغرض آپ اپنے تمام اوقات عبادت و ریاضت' اشغال و اذکار سے معمور رکھتے تھے۔ لوگ آپ کو دیکھتے تو اللہ یاد آجاتا تھا۔

آپ اخلاق حمیدہ کے بلند مقام پر فائز تھے۔ سیرت و صفات میں اولیائے سلف کا نمونہ تھے۔ چہرہ مبارک بڑا بارعب تھا۔ ہر کس و ناکس بات کرنے کی جرات نہ پاتا تھا۔ نگاہ کیمیا میں اتنی تاثیر تھی کہ جس پر شفقت سے نظر ڈال لیتے ولی اللہ ہو جاتا۔ بلائے شکم سے محفوظ ہو جاتا' کھانے کی رغبت نہ رہتی' اپنی مملوکہ زمین میں کبھی کبھار خود ہل چلاتے اور کاشتکاری کرتے تھے۔ زمین سے جو پیداوار ہوتی وہ غرباء و مساکین' مسافروں اور درویشوں میں سخاوت فرما دیا کرتے تھے۔ عموماً" کمبل اوڑھتے تھے اور جوتا پھٹا پرانا ہوتا تھا۔

اپنے شیخ کا ادب بے حد ملحوظ رکھتے' جب کبھی پیر خانہ تشریف لے جاتے تو اپنا جوتا گوجرانوالہ میں صحرائے گاجر گولہ میں ایک ملبہ کے بیچ رکھ جاتے اور ننگے پاؤں ساہن پال تشریف لے جاتے تھے اور جب واپس جاتے تو الٹے پاؤں اور اس

Marfat.com

طرف پشت نہ کرتے تھے۔ پیر خانہ کا خاکروب اگر بھڑی چلا جاتا تو بڑا ادب کرتے۔ اسے چارپائی پر بٹھاتے اور خود زمین پر بیٹھتے اور یہ ادب ہی تھا جس نے آپ کو معرفت الہیہ کے بلند و بالا مقام پر پہنچایا۔ اس حال پر میرے مرشد حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

" پھل ہمیشہ ادب کو لگتا ہے۔ جو ادب نہیں کرتا نامراد رہتا ہے۔"

آپ سماع سنا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں سوز و گداز' رقت قلب و وجد بہت ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ لاہور تشریف لائے۔ ان دنوں قاضی القضاۃ قاضی عبدالرحمٰن مفتی اعظم تھے۔ ایک شخص نے شکایت کی۔ قاضی نے احتساب کرنا چاہا۔ آپ نے سماع کے جواز میں بہت سے دلائل دیئے کہ لوگ سن کر آپ کے علم لدنی کے قائل ہو گئے۔ آپ نے قوال سے کہا تو اس نے حضرت نوشہ رحمتہ علیہ کی توصیف میں ایک کافی پڑھنا شروع کی۔ اسی دوران میں آپ نے ہو حق کا نعرہ مستانہ بلند کیا تو حاضرین پر وجد طاری ہو گیا اور وہ بھی ہو حق کے نعرے بلند کرنے لگے۔ ان میں مفتی اعظم بھی شامل تھے۔ بعد میں وہ سب لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور مفتی اعظم تو خلعت خلافت سے بھی نوازے گئے۔

حضرت عبدالرحمٰن پاک رحمتہ اللہ علیہ سے بیشمار کرامات کا ظہور ہوا۔ کہتے ہیں کہ جب آپ کے مرشد کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مریدین کو بلایا اور فرمایا۔

" جو مانگنا ہے مانگ لو۔"

الغرض کسی نے کچھ کسی نے کچھ مانگا۔ آپ کو جب مستانہ کہہ کر مرشد نے بلایا اور مانگنے کو فرمایا تو عرض کی۔

" حضور عشق مطلوب ہے۔"

Marfat.com

مرشد نے فرمایا۔

"قیامت تک تمہارے سلسلہ میں عشق کا ظہور رہے گا۔"

لہٰذا آج تک آپ کے سلسلہ میں عشق و جذب و مستی چلا آرہا ہے۔

آپ کے بے شمار مرید اور خلفاء تھے۔ آپ کے ہاں تین صاجزادیوں نے جنم لیا جن میں ایک کی شادی اپنے ایک رشتہ دار ابراہیم المعروف عبدالرحیم سے کر دی' اس صاجزادی کے انتقال کے بعد آپ نے دوسری لڑکی بھی اس کے حبالہ عقد میں دے دی جس سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔

عہد حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے دور میں محرم ۱۱۱۵ ہجری مطابق ۱۷۰۳ عیسویں بعمر ۱۲۰ سال آپ خالق حقیقی سے جا ملے۔ حافظ آباد سے آٹھ میل دور بھڑی شاہ عبدالرحمٰن میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ جب عرس ہوتا ہے تو دور دور سے لوگ آتے ہیں اور برکات سے متمتع ہوتے ہیں۔ ویسے بھی لوگ مزار اقدس پر حاضر ہوتے رہتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں ہمیشہ بڑوں کا ادب ملحوظ رکھنا چاہیے۔ نفس کی آفتوں سے محفوظ و مامون رہنے کے لئے عشق حقیقی کو اپنے سینوں کے اندر روشن کرنا چاہیے اسی سے نجات وابستہ ہے۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ غازی مستانہ باباؒ

لادیاں میں حضرت حسین بابا قریشی کے ہاں جو زہد و تقویٰ' عبادت و ریاضت میں علاقہ کی مشہور معروف شخصیات میں سے تھے بڑی رونق تھی۔ ہر طرف خوشیوں کا سماں تھا۔ عزیز و اقارب' احباب و دوست کی تعداد میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ حضرت حسین بابا قریشی خوشی سے پھولا نہ سماتے تھے۔

آج ان کے فرزند ارجمند عبداللہ کی شادی تھی۔ اس تقریب میں **گمبلا** علاقے کے ایک صاحب نظراور باکمال بزرگ حضرت حاجی فتح الدین رحمتہ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضرت بابا قرشی سے پوچھا کہ آج آپ کے ہاں کیا تقریب ہے؟ انہوں نے بڑی مسرت سے جواب دیا کہ **عبس** کی شادی ہے۔ حضرت عبداللہ غازی کو گھر میں لاڈ پیار سے اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ کشمیری زبان میں لفظ **عبس** ابو کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حاجی صاحب نے جب یہ سنا تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ جیسے کوئی انہونی بات ہو رہی ہو۔ حضرت حسین بابا قریشی بھی

Marfat.com

انہیں اس حالت میں دیکھ کر متعجب ہوئے، کچھ دریافت کرنے کے لئے لب وا ہی کئے تھے کہ حاجی صاحب نے سر مبارک اٹھایا اور عبداللہ کی شادی لاحاصل و بے فائدہ ہے۔ کی رٹ لگادی۔ حضرت عبداللہ غازی اپنے حال میں اس قدر منہمک و مستغرق تھے کہ اس طرف توجہ ہی نہیں کی کہ گھر میں کیسا ہنگامہ ہے۔ آپ کے والد بزرگوار اور حضرت حاجی فتح الدین کے درمیان جب یہ گفتگو ہو رہی تھی تو وہ آپ نے بھی سن لی، گھر سے قریب ہی **کمبلا** کا چشمہ بہتا تھا۔ آپ بھاگ کر بسوئے چشمہ گئے، مہمان حیران و پریشان تھے کہ عبداللہ کو کیا ہوا ہے کہ آپ نے اس میں چھلانگ لگا دی۔

بس پھر کیا تھا تھوڑی دیر قبل جہاں خوشیوں نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا وہاں چیخ و پکار شروع ہو گئی۔ لوگ بھاگ کر چشمہ پر پہنچے مگر وہاں کیا تھا۔ پانی اپنی تندی و تیزی کے ساتھ چھینٹے اڑاتا بہہ رہا تھا۔ غم کا ریلا اتنا شدید تھا کہ اس نے ہر شخص کے چہرے سے خوشیاں نوچ لی تھیں اور حزن و ملال و افسردگی کا غازہ مل دیا تھا۔ اسی عالم میں ظہر کا وقت ہو گیا، دور سے خدائے بزرگ و برتر کی و حدانیت و کبریائی کی آواز سنائی دی۔ اللہ اکبر کی صدائے روح افزا بلند کرنے والے عبداللہ غازی بذات خود تھے۔ لیکن آپ کی آواز صرف حضرت حاجی فتح الدین نے بطور کرامت سنی۔ آپ کے چہرے پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔ سب حیران تھے۔ جب بتایا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ غازی کی آواز سنی ہے جو اذان دے رہے ہیں تو گھر میں شادی مرگ کا سماں پیدا ہو گیا۔

جس پہاڑی سے حضرت عبداللہ نے اذان دی تھی وہ اس مقام سے بیس میل کے فاصلہ پر تھی، اہل خانہ و دوست احباب کشاں کشاں وہاں پہنچے۔ آپ کو زندہ جاوید سامنے دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ تھی۔ سب نے مل کر عرض کیا کہ شادی کر لیں۔ آپ نے نفی میں جواب دیا تو عرض کیا کہ آپ کی اولاد آپ کے بعد دین اسلام کی خدمت کرے گی، لیکن آپ نے اس پر بھی حامی نہ بھری اور فرمایا کہ

Marfat.com

میں کسی کو ساتھ باندھ کر نہیں رکھ سکتا جس کے حقوق ادا نہ کر سکوں۔ اگر نیک اولاد کی خواہش و تمنا ہے تو اس نیک سیرت لڑکی کی شادی میرے بڑے بھائی شاہ یوسف سے کر دیں۔ اس کے ہاں جو اولاد ہو گی معنوی لحاظ سے وہ میری ہی ہو گی کیونکہ میں اس کا چچا ہوں گا۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

حضرت عبداللہ غازی کی ولادت باسعادت دسویں صدی ہجری کے نصف میں ہوئی تھی۔ جس گھرانے میں آپ نے آنکھ کھولی تھی وہاں شب و روز اللہ تبارک تعالٰی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہوتا رہتا تھا۔ یہاں اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا ہر وقت نزول ہوتا رہتا تھا۔ آپ پیدائشی ولی اللہ تھے۔ گھر کے بابرکت ماحول نے روحانی تربیت کو جلا بخشی۔ علوم دینیہ کی تحصیل بھی گھر میں ہی کی۔ نتیجتاً" بچپن سے ہی عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے الگ تھلگ تھے۔ اس سے کوئی علاقہ و واسطہ نہ رکھتے تھے۔ روز افزوں آپ کی حیات مقدسہ پر شریعت و طریقت کی چھاپ گہری ہوتی جاری تھی۔ اگرچہ آپ زبان حال سے تبلیغ و نصیحت نہ فرماتے تھے کیونکہ بہت چھوٹے تھے لیکن آپ کے اعمال و افعال اور خدا پرستی کے سانچے میں ڈھلے لیل و نہار مبلغ تھے جو لوگوں کے دلوں پر گہرے اثرات مرتبہ کرتے تھے اور لوگ اس امر کا اعتراف کرتے تھے کہ یہ بچہ اپنے وقت کا بہت بڑا ولی کامل ہو گا جس کی تابندہ زندگی کفر و ضلالت کے اندھیروں میں اسلام کے چراغ روشن کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ یہی وجہ تھی کہ آپ لوگوں میں شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور ہو گئے اور یہ بہت بڑی سعادت و خوش بختی تھی جو آپ کے حصے میں آئی کہ بچپن میں ہی اس مبارک لقب سے مشہور ہو گئے۔ اس دوران میں بہت سی کرامات بھی ظہور پذیر ہوئیں۔ لیکن آپ ان سے قطع نظر عبادت و ریاضت میں مصروف و مشغول رہے۔

وقت کے ہم آہنگ اللہ عز و جل اور اس کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

Marfat.com

وسلم کی محبت رگ و پے میں سرایت کرتی چلی گئی۔ آتش عشق روز افزوں سوا ہوتی گئی لیکن اس راہ میں گامزن ہونے کے لئے رہنما کی ضرورت تھی جو شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت ہر مقام پر مددگار ثابت ہو اور مشکل مقامات پر سے باسانی گزار دے تا کہ معرفت الٰہیہ کے آب زلال اور حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی و خنک جزیروں کی طرف جانے والے راستوں پر لے جانے کا شرف رکھتا ہو۔ یہ جذبہ زیادہ دیر تک گھر کے اندر کی دنیا تک مقید نہیں رکھ سکتا تھا چنانچہ کسی مرد کامل اور اللہ تعالیٰ کے ولی کی تلاش میں چل پڑے۔ اس دوران میں بے شمار مردان حق اور اہل صفا کی زیارت اور قرب سے مشرف ہوئے لیکن دل کو قرار و سکون نہ ملا کیونکہ فیض کسی اور بزرگ کے در سے ملنا تھا۔ جستجو جاری رہی اور پھر ایک دن آپ ابوالفقر حضرت بابا نصیب الدین غازی بجیاری رحمتہ اللہ علیہ کے در اقدس پر پہنچے۔ آپ کے نورانی چہرے پر نظر پڑتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے غنچہ دل یک دم کھل کر پھول بن گیا ہو۔ سینے کے اندر بھڑکتی ہوئی آتش سوزاں کو قرار آگیا ہو۔ آپ کی بالکل ایسی حالت تھی جو منزل کو اچانک سامنے دیکھ کر مسافر کی ہوا کرتی ہے۔

حضرت بابا نصیب الدین غازی بجیاری رحمتہ اللہ علیہ ۹۷۸ ہجری میں اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے۔ والد ماجد نے نام شیخ حسن رکھا تھا لیکن دنیا آپ کو بابا نصیب الدین غازی رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔ بچپن سے ہی مشائخ و علماء کی محافل میں رہا کرتے تھے۔ فقہ، تفسیر، حدیث اور دیگر علوم ملا آخوند کمال الدین کشمیری سے حاصل کئے۔ حضرت بابا داؤد رحمتہ اللہ علیہ خاکی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ تاحیات آپ نے دنیا کو ترک کئے رکھا۔ موسمی پتے کھا کر گزارا کرتے تھے اور یہ بھی کئی کئی دنوں بعد کھاتے تھے۔ نفس کو کبھی ٹھنڈے پانی سے آشنا نہیں ہونے دیا۔ صوفیاء، علماء، غرباء، فقراء وغیرہ کی خدمت کو ہمیشہ اپنا شعار بنائے رکھا۔ شہر شہر، قریہ قریہ گھوم پھر کر تبلیغ اسلام کرتے تھے۔ مساجد، خانقاہیں

Marfat.com

اور دینی ادارے جگہ جگہ قائم کیے۔ آپ کے حلقہ ارادت میں دو لاکھ سے زیادہ لوگ شامل تھے۔ بڑے صاحب نظر اور باکرامات ولی اللہ تھے۔ حضرت عبداللہ غازی اسی محترم و مکرم ہستی کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ مرشد کے حکم کی تعمیل میں ہمہ وقت آمادہ و تیار رہتے تھے۔ وہ جذبات و محبت جو آپ کو در مرشد پر لائے تھے ان پر نکھار آنے لگا تھا۔ حقیقت و معرفت کی راہیں روشن ہونے لگی تھیں۔ ہر آن و ہر لحظہ رب العالمین و رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درخت تناور بنتا جارہا تھا۔ آپ کا شمار خاص خلفاء میں ہونے لگا اور خلیفہ اول ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ جب خرقہ خلافت عطا ہوا تو مرشد نے فیض کو عام کرنے کی اجازت دی۔ اس حال پر میرے شیخ حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو عطا کو روک لیتا ہے اس پر عطا کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ آپ پر ایسا رنگ غالب آگیا تھا کہ اپنی ذات کی نفی ہو گئی تھی اور دنیا کی وقعت و قدر پرکاہ سے زیادہ نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مساجد اور خدمت خلق کے لئے بے شمار پل اور مسافر خانے تعمیر کرائے۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے ۳۷۰ مساجد تعمیر کرائیں۔ آزاد کشمیر کا دارالحکومت مظفر آباد آپ ہی کا آباد کیا ہوا ہے اور یہاں جو سب سے پہلی مسجد بنی وہ آپ ہی سے منسوب ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں بے شمار قصبات و دیہات آباد کیے۔

بے شمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ مظفر آباد کا حاکم مظفر بھی آپ ہی کا مرید تھا۔ آپ کے ہمراہ ہر وقت چار سو مریدین رہتے تھے۔ آپ ارادت مندوں پر خصوصی توجہ فرماتے اور دنیا میں رہنے کے باوجود دنیا میں دل نہ لگانے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہاں ایک مسافر کی طرح رہنا چاہیے۔ مریدین کے علاوہ جو مصیبت زدہ' حاجت مند دراقدس پر حاضر ہوتا بامراد لوٹتا۔ آپ مرشد کی طرح جگہ جگہ جا کر دعوت اسلام دیتے۔ لہٰذا بے شمار لوگ کفر کے اندھیروں سے نکل کر اسلام کی روشنی میں آئے۔ اسلام کی ترویج و اشاعت

Marfat.com

کے سلسلہ میں آپ بے حد و حساب خرچ کرتے تھے اور کسی چیز کے قربان کرنے سے دریغ نہ کرتے تھے اور مریدین بھی آپ کی اتباع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔

حضرت بابا عبداللہ غازی رحمتہ اللہ علیہ ہر وقت شراب وحدت و عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مخمور و مست رہتے تھے۔ اگر کوئی اللہ تبارک و تعالٰی کا نام لیتا تو آپ پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی۔ حی اللہ کا نعرہ مستانہ بلند کرتے اور پھر بے ہوش و مست ہو جاتے اور اگلی نماز تک بے ہوش رہتے۔ نہ جانے آپ کو لفظ اللہ میں کیا جلال و جمال نظر آتا کہ حواس کھو بیٹھتے۔ آپ فنافی اللہ تھے۔ ہر جگہ اللہ کا جلوہ نظر آتا تھا۔ آپ کی اس حالت کے پیش نظر لوگوں نے آپ کو مستانہ بابا کے نام سے یاد کرنا شروع کردیا۔ علاقہ لاد اور ترال میں اکثریت آپ کو اسی خطاب سے پکارتی تھی۔ عشق حقیقی میں حضوری کے وقت مقام ہجر ہوتا ہے لہٰذا جب محبوب حقیقی کا اسم پاک سنتے تو تڑپ اٹھتے چونکہ اتباع عشق حقیقی سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا جب سر بسجود ہونے کا وقت آتا تو ہوش میں آجاتے اور اپنے اللہ کے سامنے سر جھکا دیتے۔ اس حال پر میرے مرشد ارشاد فرماتے ہیں کہ عاشق پاک ہوتا ہے وہ درجے والے سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ہر مقام پر پورا اترتا ہے جب کہ قطب و غوث کا تعلق درجات سے ہے۔

وہ نیک سیرت بی بی جس کی شادی آپ سے ہونے والی تھی لیکن آپ کے ارشاد کے مطابق اس کا نکاح آپ کے بڑے بھائی شاہ یوسف سے پڑھا دیا گیا تھا۔ اس کے بطن سے شاہ موسیٰ بابا پیدا ہوئے جن کی خصوصی روحانی تعلیم و تربیت آپ نے کی اور آپ کے خلیفہ اعظم ہوئے جو بڑے کشف و کرامت کے مالک اور اللہ کریم کے اولیاء میں سے تھے۔ ان کے علاوہ حضرت بابا مہدی سہروردی کبروی اور حضرت بابا قطب العالم لال رحمہم اللہ علیہ بھی آپ کے خلفاء تھے۔

آپ کا دن تبلیغ اسلام اور بندگان خدا کی خدمت و حاجت روائی میں گزرتا

Marfat.com

اور رات بارگاہ صمدیت میں قیام و سجود میں۔ دنیا چل کر آپ کے دراقدس پر آتی اور آپ نظر اٹھا کر نہ دیکھتے۔ سب کچھ اللہ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ میں نثار کر دیتے۔ پیاسے آتے اور اپنی پیاس بجھا کر جاتے۔ جو دین لینے آتا اسے دین ملتا۔ جو دینا مانگتا اس کے ساتھ دین بھی عطا کرتے۔ الغرض شب و روز اسی انداز سے گزر رہے تھے کہ مالک حقیقی کی طرف سے پیغام آگیا۔ چنانچہ ۷ محرم الحرام ۱۱۱۷ ہجری میں جان جان آفرین کے سپرد کی۔ آپ کا مزار پاک گزریال کاامرج کشمیر میں حاجت گاہ خاص و عام ہے۔ لوگ دور و نزدیک سے آتے اور جھولیاں بھر کر لوٹتے ہیں۔ بے شک جو اللہ کا ہو جاتا ہے پس مرگ بھی اللہ اپنے اس محبوب بندے کا نام زندہ رکھتا ہے اور فیض رسانی کے دروازے مزید کشادہ کر دیتا ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے دل کھول کر خرچ کرنا چاہئے۔ ہمیں ایسی درسگاہیں قائم کرنی چاہئیں جہاں سے لوگ علوم دینیہ سے بہرہ ور ہو سکیں تاکہ زندگی کو اس کی روشنی میں ڈھالا جاسکے۔

Marfat.com

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہجہان آبادیؒ

دہلی کی جامع مسجد کی پیشانی پر جو خوبصورت اور فن معماری کے نادر کتبے لگے ہوئے ہیں ان کے آخر میں شمال کی جانب "نوراللہ احمد" کا نام کندہ ہے' یہ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے والد امجد تھے۔ آپ کے آباؤاجداد ملک خجند میں رہتے تھے اور فن معماری میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کے پڑدادا شیخ حامد صدیقی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے تھے۔ جب شاہجہان لال قلعہ تعمیر کرنے لگا تو اس نے آپ کے دادا شیخ احمد کو خجند سے شاہجہان آباد بلایا تھا جسے شاہان مغلیہ کی طرف سے نادرالعصر کا خطاب ملا تھا۔ آپ اقلیدس' ہیئت' نجوم اور ریاضی پر کامل عبور رکھتے تھے۔ جب شیخ احمد معمار کا وقت آخر آیا تو اس کے تین بیٹے تھے جن میں سے سب سے چھوٹا نوراللہ تھا۔ جس کے ہاں ۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶۰ ہجری کو حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے جنم لیا تھا۔

آپ کی تعلیم و تربیت کا بڑے اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا گیا۔ تحصیل علم میں

Marfat.com

ابتداء سے ہی آپ نے بڑی جانفشانی، محنت سے کام لیا۔ آپ کے اساتذہ شیخ برہان الدین المعروف شیخ بہلول اور شیخ ابوابرضا الہندی جیسی شخصیات تھیں جن کے علمی تبحر کا چرچا دور و نزدیک تھا۔ اوائل عمر میں حضرت شاہ کلیم اللہ کو ایک لڑکے سے انس پیدا ہو گیا تھا' اس نے اس قدر شدت اختیار کی کہ ہر لحظہ اسی کا خیال رہتا۔ ایک دن آپ کو پتہ چلا کہ دہلی میں ایک مجذوب ہیں۔ اگر وہ کسی کی نذر قبول کر لیں تو دلی مراد بھر آتی ہے۔ آپ تھوڑی سی شیرینی لے کر اس مجذوب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مجذوب نے نذر قبول فرمائی' دوسرے دن وہ لڑکا سیدھے منہ آپ سے ہمکلام ہوا' آپ نے جب مجذوب کی یہ کرامت دیکھی تو طبیعت اس کی طرف راغب ہو گئی۔ چنانچہ آپ اس کی محبت میں زیادہ تر رہنے لگے جس سے آپ کے اندر بھی جذب کی کیفیات پیدا ہو گئیں۔ احترام شریعت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ اپنی کیفیت کو چھپانے کے بے حد کوشش کرتے تھے لیکن جب ضبط کا یارا نہ رہا تو مجذوب سے اپنی باطنی حالت کا اظہار کیا اور درخواست کی کہ میری مدد فرمائیں' مجذوب نے جب آپ کی بات سنی تو فرمایا۔

"اگر آتش جذب چاہتے ہو تو میرے پاس بہت ہے لیکن اس آگ کو سرد کرنے کے لئے پانی حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہے وہاں چلے جاؤ۔"

آپ کا قلب و جگر اس آگ سے پہلے ہی خاکستر ہو چکا تھا اس کو بجھانے کے لئے کسی ابرکرم کی ضرورت تھی لہٰذا جب حضرت شیخ مدنی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق پتہ چلا کہ اس کا علاج ان کے پاس ہے تو فوراً سوئے مدینہ منورہ چل پڑے۔ شوق اس قدر فراواں تھا کہ والدہ ماجدہ سے سفر کی اجازت بھی نہیں لی۔

بے شمار مشکلات و مصائب کا سامنا کرنے کے بعد بالاخر آپ اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے اور زیادہ تر وقت حضرت شیخ مدنی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں گزارنے لگے۔ ایک دن آپ کسی شاگرد کو شرح وقایہ پڑھا رہے تھے کہ حضرت شاہ صاحب کے دل میں یہ خیال گزرا کہ حضرت شیخ تو علوم ظاہری کے ہی

Marfat.com

ماہر معلوم ہوتے ہیں۔ بذریعہ کشف حضرت شاہ صاحب کی دلی کیفیت آپ پر روشن ہو گئی۔ شاگرد سے وہ کتاب لے کر حضرت شیخ مدنی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے ہاتھ میں تھمادی۔ اب حال یہ تھا کہ کتاب کی عبارت تک سمجھ میں نہ آئی تھی۔ فوراً" تائب ہوئے اور پھر ان کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔

حضرت شیخ محی الدین ابو یوسف یحییٰ الچشتی رحمتہ اللہ علیہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۰۱۰ ہجری کو احمد آباد (گجرات) میں پیدا ہوئے تھے۔ بیس سال کی عمر میں ظاہری و باطنی علوم میں کمال حاصل کرنے کے بعد سجادہ مشیخیت پر جلوہ افروز ہوئے۔ ہر آن تزکیہ نفس و باطن میں مشغول رہتے تھے۔ امراء' وزراء اور ان گنت مخلوق اللہ اکتساب فیض کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ اورنگ زیب عالمگیر جب گجرات کی صوبہ داری پر فائز ہوا تو آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے بشارت دی تھی کہ تم سے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویت پہنچے گی۔ اورنگ زیب ازراہ محبت و عقیدت ہر سال آپ کو دو سو روپے بھیجتا رہا۔ ایک دن روحانی اشارہ پا کر حضرت شیخ یحییٰ مدنی رحمتہ اللہ علیہ مدینتہ الرسول تشریف لے گئے اور بقیہ زندگی وہیں گزار کر ۲۸ صفر المظفر ۱۱۰۱ ہجری کو واصل بحق ہوئے اور حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرہ اقدس کے متصل سپرد خاک کئے گئے۔

حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کافی عرصہ اپنے مرشد کی خدمت میں رہے۔ جب ظاہری و باطنی بے شمار نعمتوں سے جھولیاں بھرلیں تو پیر طریقت نے خرقہ خلافت سے نوازا۔ جب وطن واپس آنے لگے تو مرشد نے ایک کلاہ اور شجرہ عطا فرما کر کہا کہ دہلی میں شیخ اچھا رحمتہ اللہ علیہ کو دے دینا۔ واپسی پر سب سے پہلے آپ بارامانت سے سبک دوش ہونے کے لئے حضرت شیخ اچھا رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقی ہوئے۔ رفتہ رفتہ آپ دونوں میں بے حد محبت ہو گئی۔

ان دنوں ہندوستان کے مسلمان بڑے نازک دور سے گزر رہے تھے۔

Marfat.com

سلطنت مغلیہ کا سورج قریب غروب تھا۔ معاشرہ انحطاط کا شکار تھا۔ مذہب کی روح ختم ہو چکی تھی۔ اوہام پرستی عام تھی۔ دہلی کے مشہور بازار خانم میں آپ نے خانقاہ قائم کی۔ درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔ خانقاہ کے ایک طرف قلعہ کی عظیم و دلکش عمارت تھی اور دوسری طرف جامع مسجد کے بلند و بالا مینار تھے۔ درمیان میں آپ کا مدرسہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

"اعلائے کلمتہ الحق میں مصروف رہو اور اپنے جان و مال کو اسی میں صرف کر دو۔"

آپ کی خانقاہ علم و معرفت' رموز و حکمت اور سلوک و تصوف کا سرچشمہ تھی۔ دور دراز سے تشنگان علم آتے اور علمی پیاس بجھاتے تھے۔ لوگ آپ کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہونے پر فخر محسوس کیا کرتے تھے۔ امیر و غریب سب دینی و دنیاوی مقاصد حاصل کرتے تھے۔ آپ کے اسلاف معماری کا پیشہ کرتے تھے' لیکن آپ لوگوں کے دلوں کی معماری پر معمور تھے۔ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف آنے میں مدد دیتے تھے۔ بڑے بڑے ذی اثر دولت مند نیازمند تھے۔ لیکن باوجود تنگی و عسرت کے کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرتے تھے۔ امراء و سلاطین نذریں اور جاگیریں پیش خدمت کرتے تو قبول نہ فرماتے تھے۔ آپ کی ملکیت میں صرف ایک حویلی تھی جس کا ماہوار کرایہ اڑھائی روپے تھا۔ آپ نے آٹھ آنے ماہوار پر ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور دو روپوں سے پورے گھر کا خرچ چلاتے تھے۔ قحط سالی میں گھر کے افراد کے علاوہ مہمان بھی ہوتے تو بعض اوقات مقروض بھی ہو جاتے تھے۔ ان حالات میں فرخ سیر نے بہت کوشش کی کہ خزانے سے کچھ خدمت میں پیش کرے لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

"میں اس حال میں جس میں اللہ رکھے بے حد خوش ہوں۔"

آپ کا رعب و دبدبہ اس قدر تھا کہ جامع مسجد میں نماز جمعہ کی ادائیگی کے

Marfat.com

لئے تشریف لے جاتے تو وہاں بادشاہ وقت بھی ہوتا لیکن اس کی ہمت نہ تھی کہ بغیر اجازت ہمکلام ہو سکے۔ حلم و خوش مزاجی آپ میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ دشمنوں اور مخالفوں سے بھی ناراض نہ ہوتے تھے۔ مریدین کو بھی یہی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ جب کوئی برائی سے یاد کرتا تو ارشاد فرماتے کہ ہم اس سے زیادہ برائی کے مستحق ہیں۔ اس نے لطف کیا اور ہمیں کم گالیاں دیں ہم نے اسے معاف کر دیا۔

جب بھی کبھی مسلمانوں پر دور انحطاط آیا بزرگان دین میدان عمل میں کود پڑے اور احیائے دین کے لئے سر توڑ کوشش کی جس کے نتیجے میں اسلام سے دور ہٹنے والے پھر راستی پر آگئے۔ جن دنوں آپ مسند ارشاد پر تشریف فرما تھے وہ اورنگ زیب عالمگیر کے بعد حکومت کا آخری زمانہ تھا۔ ماہر نباض کی طرح آپ نے حالات کے بہتے ہوئے دھاروں کو پہچان لیا اور اپنے عزیز ترین مرید حضرت شیخ نظام الدین کو دشمن کی ولایت پر مامور فرما کر بھیجا اور فرمایا کہ ہمیشہ اعلائے کلمتہ الحق میں مصروف رہو اور اپنے جان و مال کو اسی میں صرف کر دو۔ دینی اور دنیاوی فیض دنیا کو پہنچاؤ اپنا عیش و آرام و راحت انسانوں کی فلاح و بہبود کی خاطر فدا کر دو۔

آپ دین اسلام کو انتہائی ترقی یافتہ دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ مریدین کو خلافت اسی مقصد وحید کی خاطر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک شخص کے لئے خلافت کی سفارش کی تو ارشاد فرمایا۔

"جب تک اعلائے کلمتہ الحق کے لئے کمرہمت نہ باندھی جائے خلافت سے کیا فائدہ۔"

اور اس کی اہمیت یہ الفاظ کہہ کر فرمایا کرتے تھے کہ یہ موجب رضائے الٰہی اور انبیاء کا خصوصی کام ہے۔ اس سے آپ کے مریدین میں ایک تازہ روح پیدا ہو گئی اور وہ جہاں جہاں گئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

طرف لوگوں کو بلاتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ سے بہت سے ہندو مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

آپ اپنے مریدین کی اصلاح و تربیت اور تزکیہ نفس پر خصوصی توجہ دیا کرتے تھے۔ خصوصاً" ان مریدین کو جنہیں تبلیغی کام پر مامور کیا گیا بڑی سخت نگرانی کیا کرتے تھے۔ مریدین بھی ایسے تھے کہ مرشد کے ارشاد کے خلاف جنبش تک نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے کہ اللہ کی تم پر رحمت ہو کہ بے اجازت قدم تک نہیں اٹھاتے۔ جس نے بھی عزت و عظمت اور روحانی سعادت حاصل کی اسی ادب سے حاصل کی۔ اس حال پر میرے مرشد حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی معیت سے ادب حاصل ہوتا ہے۔

ادب کی ابتداء محبت اور محبت کی انتہا ادب ہے۔ مریدین دور دراز مقامات پر رہتے تھے۔ ان سے خط و کتابت رہتی تھی جن کے ذریعے آپ ان کے تقسیم اوقات کی بارے میں دریافت فرماتے تاکہ پتہ چلے کہ وہ کن مشاغل میں سرگرم عمل ہیں۔ بعض اوقات مناسب سمجھتے تو ان کے نظام اوقات متعین فرما دیتے تھے۔ اصلاح احوال اس طرح فرماتے تھے کہ کسی پر قطعا" شاق نہ گزرتا تھا۔ جو کوئی واقعہ مشاہدہ میں آتا یا معلوم پڑتا تو اس ضمن میں قرآن و سنت سے اس موضوع پر گفتگو فرماتے جس سے مرید اپنی سوچوں اور عمل کا رخ درست سمت کر لیتا تھا۔

حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کچھ اصول وضع کر رکھے تھے جن کی روشنی میں ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً اذکار کی تعلیم کے بارے میں فرمایا کرتے ہیں کہ اگر مرید عجمی ہو تو اسی کی زبان میں اس کے پڑھنے کی تلقین کرنی چاہیے۔ اگر کوئی سخت مقام آجاتا تو مریدین فورا" اپنے مرشد کی طرف رجوع کرتے۔ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے فتوحات کے بارے میں دریافت کیا تو ارشاد فرمایا۔

" اگر ان سے کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو تو قبول نہ کرنا بہتر ہے۔ ورنہ قبول کر

Marfat.com

لینی چاہیے۔"

خلافت کے بارے میں ایک دن ارشاد فرمایا۔

" خلافت سوچ سمجھ کر دینا چاہئے۔ نااہل لوگوں کے ہاتھ میں پہنچنے کی صورت میں گمراہی اور ضلالت پھیل جانے کا اندیشہ ہے۔ جس کا وہ جابجا اظہار کرتے ہیں۔"

عورتوں کی بیعت کے بارے میں ایک مرتبہ فرمایا کہ ان کو کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان کی خلوت سے بچا جائے اور براہ راست ہاتھ ہاتھ میں دے کر بیعت نہ کیا جائے چونکہ غیرعورت کو چھونا حرام ہے۔ اس طرح خواتین کو بھی اصلاح باطن سے محروم نہ رکھا۔ شریعت پر آپ بڑی سختی سے کاربند تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت سے ہٹ کر روحانی ترقی ممکن نہیں۔ عقیدہ تھا کہ جو شریعت پر نہیں چلتا وہ گمراہ ہے۔ روحانی ترقی کا بھی معیار اسی سے متعین فرماتے تھے۔ جو شخص جس قدر شریعت پر گامزن ہوتا وہ اتنا ہی روحانی طور پر بلند ہوتا ہے۔

ایک جگہ شریعت کے تارک صوفیہ خام کی مذمت میں رقمطراز ہیں کہ یہ ملحد جنہوں نے شریعت کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے اور ملحدانہ باتیں لقمہ چرب حاصل کرنے کے لئے بکتے ہیں اور متشرع لوگوں کو بے حقیقی کا طعنہ دیتے ہیں سزا کے قابل ہیں۔ ان کی توحید سب بے معنی ہے۔ دل حال سے خالی ہیں۔ ایسے احمقوں کی معیت میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔

جب وقت آخر آیا تو نقرس اور گٹھیا کا مرض لاحق ہو گیا۔ بایاں ہاتھ اور داہنی ٹانگ اور دونوں پاؤں پر ورم ہو گیا۔ چار سال صاحب فراش رہے۔ چند آدمیوں کی مدد سے لنگڑاتے ہوئے گھر سے اندر باہر تشریف لاتے تھے لیکن بیماری میں بھی اعلائے کلمۃ الحق میں مصروف رہے اور معمولات میں فرق نہ آیا۔ جب ۲۴ ربیع الاول ۱۱۴۲ ہجری کو واصل بحق ہوئے تو لبوں پر یہ شعر تھا۔

غبار خاطر عشاق مدی طلبی است

Marfat.com

به خلوتے کہ منم یاد دوست بے اوبست

چنانچہ بے شمار مریدین اور عقیدت مندوں کی موجودگی میں آپ کو اسی حویلی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جہاں آپ مقیم تھے۔ غدر میں جب نصرانیوں نے مسلمانوں پر فتح پائی تو لال قلعہ کے قرب و جوار کے مکانات منہدم کر دیئے۔ لہٰذا آپ کا مقبرہ اجڑ گیا۔ اب وہاں ایک جنگل تھا اور میدان میں اللہ کے اس ولی کی قبر تھی۔ لیکن غدر کے بعد انگریزوں سے اجازت لے کر مزار کے گرد احاطہ بنوا دیا۔ آپ نے پسماندگان میں چار لڑکے اور تین لڑکیاں چھوڑیں۔ آپ کے خلفاء کی تعداد کثیر تھی۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان کو اپنی زندگی اعلائے کلمتہ الحق کے لئے وقف کر دینی چاہیے۔ شریعت کو لازم قرار دینا چاہیے۔ یہ راستہ ہے جو اس پر نہیں چلتا وہ اپنی منزل پر کیسے پہنچے گا۔ اصلاح احوال کے لئے ہمیں ہر وقت کوشاں رہنا چاہیے کیونکہ اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے اور جنتی دوزخی انسان اس دنیا سے بن کر جاتا ہے۔

Marfat.com

حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ

حویلی کے تمام دروازے بند تھے، اندر محفل سماع برپا تھی، قوال بار بار اس شعر کی تکرار کر رہے تھے۔

صحرائے دلم عشق تو شورستان کرد
تا مہر کسے وگرنہ روید ہرگز

اس ہنگام کسی ناآشنا و ناواقف کے اندر آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ معاً" دروازے پر دستک کی آواز فضا میں ابھری، حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ نے ایک مرید کو اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کر گیا اور پھر واپس آکر عرض کیا۔

" حضور دروازے پر ایک بیگانہ شخص گدا صورت نظام الدین نامی طالب ملاقات ہے۔"

شاہ صاحب نے سنا تو حکم دیا کہ فوراً" جاکر اس اجنبی کو اندر لے آؤ۔ مریدین اس

Marfat.com

خلاف معمول ارشار پر حیران تھے' مگر خاموش تھے' شاہ صاحب کو بذریعہ کشف ان کی دلی کیفیت سے آگہی ہوئی تو زبان ترجمان حق بیان سے ارشاد فرمایا۔

"اس شخص اور اس کے نام سے بوئے آشنائی آتی ہے غیر نہیں ہے۔"

شیخ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے جیسا شہرہ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا سنا تھا اس سے کہیں زیادہ پایا۔ دیکھتے ہی دل خلوص و محبت سے معمور ہو گیا۔ بڑے ادب سے مدعائے حاضری بیان کیا' آپ نے ان کی ظاہر تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بصد خوشی قبول فرمائی' چنانچہ شیخ نظام الدین ان کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنے لگے۔

آپ کی پیدائش ۱۰۶۰ ہجری میں کاکوری میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے توسط سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کاکوری ہی میں حاصل کی اور پھر تکمیل علم کے لئے دہلی تشریف لے آئے۔ ان دنوں دہلی علمی و روحانی مرکز تھا لہٰذا اسی جستجو میں آپ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ آپ بڑی لگن اور محنت سے پڑھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کیونکہ علوم باطنی میں بھی یگانہ تھے لہٰذا حضرت نظام الدین کی طبیعت بھی اس طرف مائل ہونے لگی۔ ایک دن استاد مکرم محفل سے اٹھے حضرت شیخ نظام الدین بھی فوراً" اٹھے جوتے اٹھائے اور صاف کر کے رکھ دیئے۔ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کو یہ ادب بے حد پسند آیا فرمایا۔

"نظام الدین! تم علوم ظاہری حاصل کرنے آئے ہو یا علوم باطنی جن کا مقام بے حد بلند ہے۔"

"حضور! آپ بہتر جانتے ہیں میں تو آپ کے سپرد ہوں جیسا مناسب فرمائیں۔"

حضرت شیخ نظام الدین کا یہ جواب سنا تو حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

Marfat.com

تو اپنے مرشد کی وہ پیش گوئی یاد آگئی کہ ایک شخص ایسی بات کہے گا وہ ہماری نسبت کا مالک ہو گا۔ چشتیہ سلسلہ کو بے ترقی ہو گی چنانچہ فوراً" آپ کو بیعت فرمالیا۔

اب آپ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی کی روحانی تربیت پر خصوصی توجہ دینے لگے۔ بہت جلد آپ نے وہ روحانی مدارج طے کر لئے جو عام لوگ سالہاسال کے بعد حاصل کرتے ہیں۔ جب مرشد نے دیکھا کہ نظام الدین نے ظاہری و باطنی علوم میں کمال حاصل کر لیا ہے تو دکن کی ولایت پر مامور فرما دیا جہاں مرہٹوں کی لوٹ مار، قتل و غارت اور مسلسل جنگ وجدل نے زندگی اجیرن بنا کر رکھ دی تھی اور ہر طرف خوف و ہراس کی فضا محیط تھی۔

ابتداء" آپ کو شاہی لشکر کے ساتھ دکن بھیجا گیا تھا۔ آپ نے مرشد کے حکم کے مطابق لشکریوں میں تبلیغ و اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ بہت جلد لوگ آپ کے گرویدہ ہو گئے۔ بعدازاں آپ نے فوج کی نوکری کو خیرباد کہا اور مختلف مقامات پر لوگوں کو رشد و ہدایت فرماتے رہے۔ برہان پور میں مستقل قیام فرمانے کا سوچا لیکن مشیت الٰہی آپ کو اورنگ آباد لے گئی۔ وہیں ایک خانقاہ کی بنیاد ڈالی اور فیض رسانی کے دروازے کھول دیئے۔ لوگ دور و نزدیک سے حاضر خدمت ہونے لگے ہر وقت بیشمار لوگ موجود رہتے تھے۔ معمولات میں بھی قدرے رکاوٹ پڑنے لگی لیکن بحکم مرشد آپ لوگوں سے بخوشی ملنے لگے اور طبیعت میں جو ابتداء" تنگی محسوس کی تھی کشادگی میں بدل گئی۔

حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ کے دس دروازے تھے۔ ہر دروازے پر ایک کاتب سائل کی حاجت لکھ کر اس پر حضرت شیخ اورنگ آبادی کی مہر لگا دیتا۔ سائل وہ رقعہ لے کر جس امیر کے پاس جاتا وہ اس کی حاجت پوری کرنے میں بے حد خوشی محسوس کرتا اور ثواب دارین تصور کرتا۔

آپ کی گفتگو بڑی پر کشش اور پر تاثیر تھی۔ برمحل اشعار بھی پڑھتے تھے۔

Marfat.com

اتباع سنت کا بے حد خیال رکھتے تھے' کیا مجال جو سرمو انحراف کریں۔ جو بات سنت کے خلاف ہوتی اس کے قریب سے بھی نہ گزرتے۔ زیادہ تر وقت عبادت و ریاضت میں گزارتے تھے۔ ذکر میں بے حد مشغولیت رہتی تھی۔ نماز فجر باجماعت ادا کرنے کے بعد حجرے میں تشریف لے جاتے اور دن نکلنے کے بعد پانچ چھ گھنٹے یاد حق میں مصروف رہتے۔ جب فارغ ہوتے تو پھر ہر شخص اندر آسکتا تھا۔ دوپہر کو پھر خلوت ہو جاتی' ظہر کے بعد دروازہ پھر بند کر لیا جاتا اور پھر عصر تک ذکر و اذکار میں وقت گزارتے۔ عصر کے بعد احوال مشائخ سے متعلق کتب پڑھوا کر سنتے۔ یہ کام حضرت خواجہ کامگار خان کے سپرد تھا۔ جہاں مناسب فرماتے اپنی زبان ترجمان حق بیان کو جنبش دیتے اور مختلف اسرار و رموز پر روشنی ڈالتے۔ دوسرے حاضرین محفل خاموشی سے سنتے رہتے تھے۔ مغرب کے بعد حجرے میں تشریف لے جاتے۔ اس وقت صرف مخصوص حضرات ہی اندر جاسکتے تھے۔ بحث و مباحثہ کو آپ قطعاً پسند نہ فرماتے تھے۔ اگر کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو کسی کتاب کا حوالہ دے کر اس کا مطالعہ کرنے کے لئے فرماتے۔ کھانا کبھی تنہا تناول نہ فرماتے تھے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہوتا تو مخلصین و محبین کے گھروں میں بجھوا کر پھر کھانا نوش فرماتے تھے۔ لباس نہایت سادہ ہوتا' مٹی کے رنگ میں رنگوالیتے تھے۔ کپڑوں کو اکثر پیوند لگے ہوتے تھے۔

آپ اپنے مریدین کی روحانی تربیت اپنے مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں کرتے تھے' فرمایا کرتے تھے۔

"تخلیق انسانی کا مقصد عبادت ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔"

آپ کی روحانی تعلیمات میں پاس انفاس اور ذکر بالجہر کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

"انہیں کے ذریعے سے باطنی اصلاح و تربیت ممکن ہے۔"

ایک دن ایک مرید نے جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کی

Marfat.com

اولاد سے تھا آپ کو تسبیح پیش کی اور عرض کی کہ اس میں چند دانے حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی تسبیح کے شامل ہیں' آپ نے فرمایا۔

" اگر تبرک کے طور پر تمہارے پاس رہے تو اچھا ہے۔ میں تسبیح ہاتھ میں نہیں لیتا میرے اندر جو تسبیح ہے اس میں مشغول رہتا ہوں۔"

پھر حاضرین محفل کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔

" تسبیح ہاتھ میں لینا بدعت ہے۔ جس کے پاس باطن کی تسبیح ہو وہ ظاہر کی تسبیح کیوں ہاتھ میں پکڑے گا۔"

ابتدائی زمانہ میں آپ کسی کی نذر قبول نہ فرماتے تھے۔ لیکن پھر مرشد کے فرمانے پر قبول کرنے لگے اور محتاجوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ بروز جمعہ جو نذر آتی وہ قوالوں یا محفل میں موجود مستحق افراد کو دے دیتے تھے۔ باقی دنوں میں جو نذر آتی وہ محتاجوں میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ آپ نے اشرفی' روپے اور پیسے علیحدہ علیحدہ کاغذوں میں باندھ رکھے ہوتے تھے' اگر کوئی فقیر آتا تو اسے ایک پیسے سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ لیکن دوسرے لوگوں کو اشرفیاں عطا فرماتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ شریف آدمی کے لئے بڑی مشکل ہے کہ شرم کے مارے بھیک بھی نہیں مانگ سکتا اور فاقہ کرتا ہے۔ فقیروں کا کیا ہے یہ دربدر پھر کر خوب جمع کر لیتے ہیں۔

آپ کا اخلاق بڑا عالی بلکہ مثالی تھا۔ ہر شخص کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ چار سالہ بچے اور ستر سالہ بوڑھے میں تخصیص نہ فرماتے تھے۔ جو آتا اسے ضرور کھلا کر بھیجتے تھے۔ اگر کھانے کے لئے کچھ نہ ہو تو عطر ہی عنایت فرما دیتے۔ الغرض کسی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتے تھے۔ کسی کی دل شکنی نہ فرماتے اور نہ ہی جذبات کو ٹھیس پہنچاتے تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک درویش آپ کی خدمت میں آیا اور بولا۔

" میں توجہ دینا خوب جانتا ہوں۔ میری توجہ میں بڑی تاثیر ہے۔ مجھ سے تربیت حاصل کر لو۔"

Marfat.com

آپ نے اس کے آگے زانوئے ادب تہہ کرنا قبول فرما لیا اور وہ شخص مسلسل دو سال تک آتا رہا۔ اس نے سارے شہر میں مشہور کر دیا کہ شیخ مجھ سے توجہ حاصل کرتے ہیں۔ ایک دن آیا تو آپ کا ایک مرید میاں عبدالقادر خانقاہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور اس پر ایسی توجہ ڈالی کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت شیخ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو باہر تشریف لائے اور اپنے مرید کو ڈانٹ کر فرمایا۔

"کیوں کسی کا دل دکھایا جائے۔ اگر فرصت میں ایک ساعت اس کے پاس بیٹھ جاتا ہوں اور اس کا دل خوش ہو جاتا ہے تو اس سے بہتر اور کیا بات ہے۔"

آپ امراء و سلاطین سے اکثر دور رہا کرتے تھے۔ تحائف بھی قبول نہیں فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے بلا بھیجا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ جن دنوں نواب غازی الدین خان دکن کا حاکم تھا اس نے شہرہ سن کر آپ کو اپنے ہاں مدعو کیا۔ آپ کے مرشد کامل کو جب علم ہوا تو اپنے مرید خاص کو لکھا کہ تم نے بہت اچھا کیا جو جانے سے انکار کر دیا۔ اگر اسے فقراء سے دلچسپی ہوتی تو خود حاضر خدمت ہوتا اور ایک خط غازی الدین خان کو لکھا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بادشاہ فقراء کی خدمت میں خود حاضر ہوتے ہیں اور اسے اپنے لئے سعادت خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ والئی دکن کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا بہ نفس نفیس خود حاضر خدمت ہوا۔ سہو پر معذرت خواہ ہوا۔ اور ارادت مندوں میں شامل ہو گیا۔

نظام الملک آصف جاہ آپ کا مرید تھا۔ اس نے مرشد کے احوال پر ایک کتاب "رشک گلستان آدم" لکھی تھی۔ آپ نے خود بھی ایک کتاب "نظام القلوب" کے نام سے تحریر کی تھی جس میں مختلف اشغال و اذکار کا ذکر ہے۔ آپ کے ایک اور مرید خواجہ کامگار خان نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "احسن لشمائل" ہے۔

جب حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ دکن تشریف لے گئے تھے تو اس وقت آپ مجرد تھے۔ مرشد کا حکم تھا کہ جب تک تفویض اصلاحی کام

Marfat.com

پایہ تکمیل کو نہ پہنچے شادی نہ کی جائے۔ چنانچہ آپ اس پر سختی سے کاربند رہے۔ اسی اثناء میں آپ کو ایسا مرض لاحق ہوا کہ اطباء نے علاج ہی شادی تجویز کیا۔ مرشد کو جب علم ہوا تو خط لکھا کہ ہمارے خاندان میں دو تین لڑکیاں ہیں۔ ایک میاں امام الدین کی بیٹی ہے جو نہ کچھ دیں گے نہ کچھ چاہتے ہیں۔ پانی کے ایک پیالہ پر نکاح ہو گا۔ نماز' روزہ' قرآن پاک کی تلاوت سے آراستہ ہے۔ مرضی ہو تو تمہاری طرف سے علی الرسم کوئی نشان دے دیا جائے۔ کتب اس ضمن میں خاموش ہیں کہ آپ کی شادی کس سے ہوئی۔ بہر کیف آپ کی زوجہ جو حضرت سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان سے تھیں ان کے بطن سے دو لڑکے اور ایک لڑکی تولد ہوئی' دوسری بیوی سے تین لڑکے ہوئے۔

آپ کے کئی باکمال خلفاء تھے جن سے آگے سلسلہ ارادت چلا اور ہزاروں لوگ فیض یاب ہوئے۔ جب آپ کی عمر بیاسی سال ہوئی تو جام زندگی چھلک گیا یہ ذیقعد کی تاریخ ۱۲ اور سن ۱۱۴۲ ہجری تھا اور پھر بے شمار مریدین کے ہجوم میں آپ کو اورنگ آباد میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ اپنے مرشد کے وصال کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہے تھے۔ **محبین** نے آپ کے مزار اقدس پر عالی شان گنبد بنا دیا اور قریب ہی ایک مسجد تعمیر کر دی۔ اب بھی لوگ آپ کے مزار پر حاضر ہوتے اور فیض پاتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کا دل نہیں دکھانا چاہیے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت الٰہی ہے۔ اس لئے فرائض کے علاوہ نوافل کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرنا چاہئے۔ ہمیں چھوٹوں اور بڑوں کی عزت و تکریم کرنی چاہیے اسی میں سعادت و عظمت ہے۔ ہمیں ان لوگوں کو تلاش کر کے مدد کرنا چاہئے جو کسی کے آگے دست سوال پھیلا نہیں سکتے لیکن ان کی آنکھوں میں خاک اڑتی ہے۔

Marfat.com

حضرت شیخ عبدالنبی شامیؒ

حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے حجرہ مبارک میں مصروف عبادت و ریاضت تھے۔ حاجت مند منتظر تھے کہ آپ کب حجرہ سے برآمد ہوتے ہیں تا کہ اپنا مدعا بیان کریں۔ انہیں میں دیوان بوہڑہ مل بہل کھتری بھی موجود تھا جس کے دل کا غم اس کے چہرے سے عیاں تھا۔ آپ کے دراقدس پر حاضری سے قبل وہ بیشمار ہندو فقیروں' سنیاسیوں اور پروہتوں سے مل چکا تھا لیکن اس کے دل کی آرزو ہنوز تشنہ کام تھی۔ تمام دروازں سے مایوس و نامراد ہونے کے بعد وہ مسلمانوں کے امام و پیشوا کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا کہ شاید مراد بر آئے۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ حجرہ مبارک کا دروازہ کھلا اور حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سراپا عشق و مستی باہر تشریف لائے اور دیوان بوہڑا سے خنداں بلب ملے۔ اس نے مدعا عرض کرنے کے لئے ابھی ہونٹوں کو جنبش نہیں دی تھی کہ حضرت مجدد رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا۔

Marfat.com

" اللہ تعالیٰ کے فضل کرم سے ایک سال کے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا جنم لے گا۔"

دیوان بوہڑہ نے سنا تو چہرے پر خوشیوں کے چراغ روشن ہو گئے۔ فرط انبساط سے زبان گنگ ہو گئی تھی۔ آپ کے خدام جو وہاں موجود تھے سمجھنے سے قاصر تھے کہ ایک غیر مسلم کے ساتھ اس قدر التفات کیوں برتا جارہا ہے۔ ان کے دلی خدشات آپ پر منکشف ہو گئے اور زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا۔

" اس شخص کے ہاں ایک ولی کامل پیدا ہو گا۔ "

دیوان بوہڑہ مژدہ جانفزا سن کر ہوشیار پور کے گاؤں شام چوراسی کو لوٹ گیا اور اپنی بیوی کو بھی خوشخبری سنائی۔ زوجین کو یقین کامل تھا کہ مسلمانوں کے مجدد کے منہ سے نکلی ہوئی بات سچ ثابت ہو گی۔ لہٰذا حسب ارشاد ایک سال بعد ۲۹ رمضان المبارک بروز پیر ۱۰۲۸ ہجری کو آپ تولد ہوئے۔ بوقت پیدائش گھر میں انوار کی بارش ہونے لگی۔ ماں نے دودھ پلانا چاہا تو منہ موڑ لیا۔ ماں کو تشویش ہوئی لیکن اسے کیا علم تھا کہ اس کی گود میں جو بچہ ہے وہ مادر زاد ولی اللہ ہے اور آج اس کا روزہ ہے۔ چنانچہ جب افطاری کا وقت ہوا تو آپ نے دودھ نوش فرمایا۔ والدین نے آپ کا نام لالہ بھوپت رائے رکھا۔

ابتداء سے ہی آپ کے اطوار و انداز عام بچوں سے جداگانہ تھے۔ دیوان بوہڑہ جب دیکھتا کہ بھوپت رائے بہت مختلف ہے تو اس کے ذہن میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فقرہ گونجنے لگتا کہ یہ بچہ مرد کامل ہو گا لیکن اس وقت اس بات کا مفہوم اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ جب آپ علم حاصل کرنے کی عمر کو پہنچے تو تمام تر ہندو عصبیت کے باوجود دیوان بوہڑہ کو بیٹے کی تعلیم کے لئے ایک مسلمان استاد کی خدمات حاصل کرنا پڑیں حالانکہ قصبہ میں مسلمانوں کی آبادی آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ جب آپ سات سال کے ہوئے تو حضرت سعدی

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ کی معروف کتاب بوستان شروع کی۔ اس زمانے میں فارسی سرکاری اور عربی، علمی اور دینی زبان تھی۔ ایک دن استاد نے اشعار پڑھائے جن کا مطلب تھا کہ راہ صفا پر گامزن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کی جائے۔ اس کے بغیر منزل پر پہنچنا نصیب نہیں ہو سکتا۔ تو دل کی دنیا بدل گئی، سکھ چین برباد ہو گیا، دل اچاٹ ہو گیا، تڑپ بھی تھی اور طلب بھی، مگر منزل نظروں سے اوجھل تھی۔ استاد گرامی سے کہا کہ دائرہ اسلام میں شامل فرما کر راہ صفا دکھائیں۔ مگر آپ تسلی بخش جواب نہ دیتے۔ سینے میں اضطراب کی موجیں اٹھنے لگیں۔ جب اضطراری کیفیت بہت بڑھ گئی تو ایک شب نور مجسمؐ ہادی اکملؐ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے خواب میں تشریف لائے اور کلمہ طیبہ کی تلقین فرمائی۔ بیدار ہوئے تو دنیائے دل میں انقلاب رونما ہو چکا تھا۔ چہرے پر فرح و شادمانی کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے تھے۔ استاد محترم کی خدمت میں آئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ بے حد مسرور ہوئے مبارکباد دی اور حضرت سیدنا عبدالوہاب قادری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے۔ سارا ماجرا عرض کیا تو انہوں نے آپ کو کلمہ طیبہ پڑھا دیا۔ دین اسلام کے ارکان کی تعلیم دی اور اسلامی نام عبدالنبی رکھا۔

والدین نے جب دیکھا کہ ان کا بیٹا ہندو دھرم سے ہٹ رہا ہے تو اس پر نت نئی سختیاں کرنے لگے۔ وقت گزرتا رہا، بیٹے کا رخ بدلنے اور واپس اپنے مذہب پر لانے کے لئے لالہ راماں مل جو موضع سرہ گولند پور ضلع امرتسر کا رہنے والا اور بیدی مھتوری قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا کی لڑکی سے شادی کر دی۔ لیکن یہ حربہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا۔ سسر کے پند و نصائح کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ بڑی سے بڑی سختی پر بھی آپ کے ماتھے پر شکن نہ پڑتی تھی۔ صبر و حوصلہ سے برداشت کرتے۔ آپ کے والدین کو کیا خبر تھی کہ یہ تو سنت صحابہؓ ہے جنہوں نے اسلام کی خاطر کیا کیا مصائب برداشت کئے تھے۔ ایک دن دیوان بوہڑہ آپ کو زرد کوب

Marfat.com

کرنے کے لئے اٹھا تو آپ گھر سے بھاگ گئے اور شام چوراسی کو خیر باد کہا۔

اس زمانہ میں حضرت حاجی عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ ایک پالکی میں سوار سلطان پور لودھی ضلع کپور تھلہ مشرق پنجاب سے کہیں باہر تشریف لے جارہے تھے کہ جب نواح میں پہنچے تو بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ ایک مرد خدا آرہا ہے۔ کہاروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا۔ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ حضرت عبدالنبی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے آئے۔ دیکھتے ہی فرمایا "لو اللہ کا پیارا بندہ آگیا ہے" اور پھر آپ حضرت عبدالنبی کو ساتھ لے کر واپس وطن سلطان پور آگئے۔ ان دونوں یہ اسلامی تعلیم کا مرکز تھا۔ آپ کا باطن تو پیدائش سے ہی روشن تھا ظاہری علوم کی تکمیل حضرت حاجی عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت سے نصیب ہوئی۔ آپ نے نہ صرف تفسیر و حدیث و فقہ کا علم حاصل کیا بلکہ دوسری کتب سماوی کا بھی مطالعہ کیا۔ میدان تصوف میں بھی کمال حاصل کیا اور سلوک کی منازل بھی طے کیں اور اس کے لئے سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت حاجی عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے' لیکن خرقہ خلافت آپ کو اپنے پیر بھائی حضرت حاجی سید محمد عالم پوری رحمتہ اللہ علیہ سے عطا ہوا۔

حضرت شیخ عبدالنبی شامی رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان العارفین حضرت حاجی عبداللہ سلطان پوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر ان گنت فیوض و برکات سے بہرہ اندوز ہوئے لیکن زیادہ عرصہ عالم پور میں مخدوم حضرت حاجی احمد طاہر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں رہے اور معرفت الٰہیہ کی بے شمار منازل طے کیں۔ آپ ہر لحظ مرشد کی خدمت پر آمادہ و تیار رہتے تھے۔ اپنے شیخ کی ذات میں فناہ ہو گئے تھے۔ ایک مرتبہ مرشد نے فرمایا سنا ہے کہ شام چوراسی میں بڑی عمدہ گاجریں ہوتی ہیں تو اس دن سے معمول بنا لیا کہ ہر دوسرے تیسرے روز گجریلا تیار کراکر ہنڈیا پر رکھتے اور پینتالیس کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے مرشد کی خدمت میں لے جایا کرتے تھے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ راستے میں بارش ہونے لگی اور

Marfat.com

ہنڈیا کی سیاہی بہہ کر چہرہ مبارک پر آگئی۔ صبح کے وقت جب مرشد نے آپ کا نام لے کر پکارا تو عرض کیا۔

"حضور حاضر ہوں"۔

دیکھا تو سینے سے لگایا اور دعا فرمائی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اولیاء اللہ میں بلند مقام عطا فرمایا اور علم لدنی سے مالا مال کردیا۔

ایک دن آپ مرشد کو مل کر واپس آرہے تھے کہ راستے میں سپاہیوں کا دستہ دیکھا جنھوں نے ایک غریب آدمی کو پکڑ رکھا تھا اور اس سے بیکار میں مشقت لے رہے تھے۔ آپ نے انہیں ظلم سے باز رہنے کے لئے کہا تو ایک سپاہی نے کہا۔

"اگر اتنا رحم آتا ہے تو اس کا بوجھ اٹھا لو۔" آپ نے اس سے سامان لے لیا۔ تھوڑی دور جا کر سپاہیوں نے پلٹ کر دیکھا تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ سامان آپ کے سر اقدس سے کافی اونچا ہوا میں چلا آرہا تھا۔ فوراً گھوڑوں سے اترے قدموں میں گر پڑے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپ انہیں ساتھ لے کر اپنے مرشد حضرت حاجی محمد طاہر رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ انہیں بیعت فرمالیں۔ لیکن مرشد نے فرمایا کہ آپ بیعت کرلیں۔ چنانچہ آپ کے فیضان نظر سے وہ سپاہی اللہ والے بن گئے۔

مرشد سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ شام چوراسی میں سکونت پذیر ہوئے۔ ایک دن آپ اپنے بیوی بچوں کو لینے کے لئے سری گوبندپور تشریف لے گئے اور ایک مسجد میں قیام کیا۔ بیوی کو کسی عورت نے اطلاع دی تو وہ چوری چھپے ملنے آئی اور عرض کیا کہ میرے بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ۔ دوسرے دن وہ بچوں سمیت آگئی۔ گھر لوٹتے وقت جب دریائے بیاس پر پہنچے تو کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ اسی اثنا میں آپ کا سسر مسلح آدمیوں کے ہمراہ آتا دکھائی دیا تو آپ نے پانی پر اپنا مصلیٰ بچھایا اپنے

Marfat.com

ساتھ بیوی بچوں کو بٹھایا اور دریا پار کر لیا۔ یہ کرامت دیکھ کر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔

ایک دن آپ کے مرشد شام چوراسی تشریف لائے اور فرمایا کہ میرا ارادہ سفر پر جانے کا ہے تو آپ نے شرف معیت کے لئے درخواست کی۔ چنانچہ دونوں پیر و مرشد تبلیغ حق کے لئے چل پڑے اور بارہ سال گھر سے باہر رہے' واپس آئے تو مرشد ہمراہ تھے۔ بیوی سے مرشد کی خاطر و مدارات کے لئے کہا تو اس نے ایک روپیہ نکال کر دیا اور عرض کی جو چاہے لے آئیں۔ یہ وہی روپیہ تھا جو آپ نے تبلیغ حق پر روانہ ہونے سے قبل بیوی کو دیا تھا۔ بیوی سے پوچھا گزر اوقات کیسے ہوتی رہی۔ اس نیک بی بی نے عرض کی کہ صاحبزادہ عبدالواحد جنگل سے لکڑیاں اور برخوردار عبدالحق گھاس لے آتا تھا اسے فروخت کر کے گزر اوقات کرتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالنبی شامی رحمتہ اللہ علیہ بابا جی کے نام سے دور و نزدیک مشہور تھے۔ آپ کے مریدوں میں امراء وزارء اور سرکاری اعلیٰ عہدہ داران اور زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل تھے۔ اپنے مریدین کی تربیت پر خصوصی توجہ دیتے تھے جس کی وجہ سے وہ سلوک کی اعلیٰ منازل باآسانی طے کر لیتے تھے۔ لیکن کسر نفسی کا یہ عالم تھا کہ خود کو فقیر لکھنے کی بجائے حقیر لکھا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ فقیر کا مقام کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ ایک دن دو شعراء شام چوراسی آئے۔ ان دنوں آپ کی طبیعت ناساز تھی اور گھر کے اندر تشریف فرما تھے۔ اطلاع کرائی تو آپ نے کہلوا بھیجا کہ جو کہنا ہے لکھ کر بھیج دیں۔ انہوں نے دل میں سوچا کہ اب آپ بہت ضعیف ہو گئے ہیں توجہ اور قوت جذب میں ضعف آگیا ہو گا۔ الغرض ان ملاقاتیوں نے رقعہ تحریر کیا اور اشتیاق ملاقات ظاہر کیا اور صرف بیعت حاصل کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ آپ نے اس رقعہ کی پشت پر لکھ بھیجا کہ میں

Marfat.com

بہت بوڑھا ہو گیا ہوں' جذب و توجہ کی قوت نہیں لہٰذا کسی اور کامل بزرگ کو تلاش کریں یہ پڑھ کر وہ بہت شرمندہ و متاسف ہوئے۔ کچھ عرصہ شام چوراسی میں ہی مقیم رہے اور جب آپ صحت مند ہو کر گھر سے باہر تشریف لائے تو وہ آپ کے خدام میں شامل ہو گئے۔

ایک دن دو ہندو لڑکیاں جو شام چوراسی میں بیاہی ہوئی تھیں اتفاقاً آپ کے سامنے سے گزریں تو زبان پر کلمہ شہادت جاری ہو گیا اور مسلمان ہو گئیں۔ ان کے سسرال والوں نے بہت سمجھایا مگر وہ اسلام چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئیں۔ انہیں گھر سے نکال دیا گیا۔ حضرت شامی رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں بچیوں کی طرح گھر میں رکھا اور پھر ان کی شادی اپنے دو خلفاء سے کر دی۔

حضرت عبدالنبی شامی رحمتہ اللہ علیہ نے علم سلوک و تصوف پر کئی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ مکتوبات بھی یادگار چھوڑے ہیں جو معرفت الٰہیہ اور حب رسول اللہ علیہ وسلم کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ دورد پاک بھی لکھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت بابا جی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت تھی۔ تبلیغ اسلام کرتے اور اللہ کے بندوں میں فیوض و برکات تقسیم فرماتے جب آپ کی عمر ۱۱۸ سال ہوئی تو رفیق اعلیٰ کی طرف سے بلاوا آگیا۔ یہ بدھ کا دن ۲۲ ربیع الاول اور سن ۱۱۴۶ ہجری تھا۔

آپ کا عرس ہر سال ۹ تا ۱۱ ستمبر منعقد ہوتا ہے اس موقع پر دور دور سے لوگ آتے ہیں۔ ان میں غیر مذہب کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ فیض کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ادب ہر بھلائی رفعت اور مقام کے حصول کی کلید ہے۔ جہاں کہیں فساد نظر آئے تو تحقیق کرنے پر یہی ثابت ہو گا کہ یہاں سے ادب اٹھ گیا ہے۔ علاوہ زیادہ علم و مرتبے والے کی موجودگی میں کم علم و مرتبہ کے شخص کو بولنا نہیں چاہیے یہ ادب کے منافی ہے۔

Marfat.com

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ

ساتویں محرم ۱۱۹۵ ہجری کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ رات کے سناٹے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ اپنی خواب گاہ میں ذکر و فکر میں مشغول تھے کہ دروازے پر دستک ہوئی' خادم نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ باہر تین آدمی کھڑے تھے' انہوں نے حضرت مرزا کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا تو خادم نے آپ سے کہا تو حضرت نے حکم دیا کہ آنے دو اور خود خواب گاہ سے باہر آگئے۔ آنے والوں میں ایک ولایت زادہ مغل تھا' اس نے آپ سے دریافت کیا کہ مرزا مظہر آپ ہیں؟ آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ ولایت زادے مغل کے ساتھیوں نے بھی اس کی تصدیق کی تو اس بدبخت و بدباطن نے آپ پر گولی چلا دی جو دل کے قریب لگی۔ اس وقت آپ کی عمر اسی سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ آپ خون میں لت پت زمین پر گر پڑے اور قاتل فرار ہو گئے۔ یہ سارا واقعہ اتنی عجلت میں ہوا کہ خادم جو قریب ہی موجود تھا حیران و ششدر

Marfat.com

دیکھتا رہ گیا۔

آپ پر قاتلانہ حملے کی خبر آن واحد میں دور و نزدیک پھیل گئی۔ لوگ بھاگم بھاگ آپ کے بیت اقدس کی طرف آنے لگے۔ فوراً جراح آگیا اور علاج کرنے لگا۔ اگلی صبح شاہی وزیر نواب نجف خاں نے ایک عیسائی جراح کو بھیجا اور ساتھ کہلا بھیجا کہ جب قاتل کا پتہ چل جائے گا تو قصاص لیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قاتل کا پتہ چل جائے تو اسے معاف کر دیں میں نے اسے معاف کر دیا ہے۔ رہا شفا کا تو اگر ارادہ الٰہی میں ہے تو ضرور ہو گی اور عیسائی جراح کو واپس بھجوا دیا۔ ان دنوں اکثر آپ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

بن کروند خوش درخ نجاک و خون غلطید ن
خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را

حضرت مرزا جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کے آثار احوال سے پتہ چلتا ہے کہ عشق و محبت اور اتباع سنت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے خمیر میں تھے۔ ابھی آپ چھ ماہ کے تھے کہ ایک خوبصورت عورت نے آپ کو دایہ کی گود سے لے کر اپنی گود میں لے لیا۔ اس کے حسن و جمال نے آپ کو بے قرار کر دیا۔ انس پیدا ہو گیا اس کو دیکھے بغیر چین نہ پڑتا تھا' روتے رہتے تھے۔ جب آپ پانچ سال کے ہو گئے تو زبان زد عام ہو گیا کہ لڑکا عاشق مزاج ہے۔ جب نو سال کے ہوئے تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا جو بڑی محبت سے پیش آئے۔ جب کبھی سیدنا حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر خیر آتا تو ان کی صورت مبارک آپ کے سامنے آجاتی تھی۔ کئی بار آپ نے ان کی زیارت کی تھی ۔ فرمایا کرتے تھے کہ اصل میں یہ جذبہ عشق و محبت ہی تھا جس نے سلوک کی منازل طے کرنے میں لازوال کردار ادا کیا ہے۔

آپ کے والد بزرگوار حضرت اورنگ زیب عالمگیر کے ہاں منصب دار تھے۔

Marfat.com

سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ عبدالرحمٰن قادری کے مرید تھے۔ آپ دارالحکومت اکبر آباد کی طرف جارہے تھے کہ کالاباغ جو حدود مالوہ میں ہے ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۳ ہجری کو اس سعادت مند بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ جب حضرت اورنگ زیب عالمگیر کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ بیٹا باپ کی جان ہوتا ہے۔ باپ کا نام مرزا ہے لہٰذا ہم اس بیٹے کا نام جان جاناں رکھتے ہیں۔

باپ نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی تاکہ وقت عزیز اور عمر ضائع نہ ہو۔ علوم دینیہ کے ہم آہنگ فن سپہ گری میں بھی آپ نے کمال کی مہارت حاصل کی۔ اگر بیس آدمی تلواروں کے ساتھ حملہ آور ہوں اور آپ کے پاس صرف ایک لاٹھی ہو تو وہ آپ کو زخم تک نہ لگا سکیں۔ سولہ سال کی عمر میں جب آپ کے والد گرامی کا انتقال ہوا تو اس سے قبل علوم متداولہ سے فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ ایک دن دوستوں کے ساتھ موروثی منصب شاہی کے حصول کے لئے فرخ سیر بادشاہ کی ملاقات کو تشریف لے گئے۔ سوئے اتفاق بوجہ علالت ملاقات نہ ہو سکی تو رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مزار اقدس سے باہر نکلے اور اپنی کلاہ مبارک آپ کے سر پر رکھ دی ہے۔ صبح بیدار ہوئے تو دل سے جاہ منصب کی تمنا و خواہش یکسر مفقود تھی اور اس کی جگہ بزرگان دین اور اولیاء کرام کی زیارت کا شوق فراواں سینے میں مچل رہا تھا۔ چنانچہ جس کسی صاحب کمال اور بزرگ کا سنتے اس کے در دولت پر حاضر ہو جاتے اور عنایات و فیوض سے سرخرو ہوتے لیکن ہنوز کسی کے حلقہ ارادت میں شامل نہیں ہوئے تھے۔

بعمر اٹھارہ سال ایک دن آپ کے گھر میں دوستوں کا جمگھٹا تھا۔ کسی نے سید نور محمد بدایونی قدس سرہ کا تذکرہ کیا۔ جب آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کئے گئے تو دل کی دنیا میں انقلاب آگیا۔ شوق قدم بوسی نے گھیر لیا' فورا" تشریف لے گئے اور حاضرین محفل کی رکاوٹ کے باوجود پرنور چہرے کی زیارت سے مشرف

Marfat.com

ہوئے۔ لیکن گھر میں احباب کے منتظر رہنے کا خیال آتے ہی "پھر حاضر ہوں گا" عرض کر کے اٹھنے لگے تو حضرت نور محمد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ آنکھیں بند کر لیں اور قلب کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ حسب حکم آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور تمام تر توجہ دل کی طرف مبذول کر دی اور جب آنکھیں کھولیں تو آپ کے لطائف خمسہ ذاکر بن گئے تھے۔

دوسرے دن جب آپ حضرت سید نور محمد بدایونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے سے قبل آئینہ میں چہرہ مبارک دیکھا تو سید صاحب کی صورت نظر آئی۔ بس پھر کیا تھا عاشقانہ جذبات جو فطرت کی طرف سے آپ کو ودیعت ہوئے تھے رنگ لائے اور اس ولی اللہ سے بے حد عقیدت و محبت ہو گئی۔ چار سال کی قلیل مدت میں آپ مقام ولایت پر پہنچ گئے اور پھر مرشد نے آپ کو خرقہ مع اجازت عطا فرمایا اور تلقین فرمائی کہ ہمیشہ عقیدہ اہلسنّت و جماعت پر قائم رہنا۔ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا اور بدعت سے پرہیز کرنا۔

مرشد کے وصال کے بعد حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ آپ کے مزار اقدس پر چھ سال تک جاتے رہے اور بے حد فیوض و برکات سے متمتع ہوئے۔ اس کے بعد مرشد نے خواب میں آکر تلقین کی کہ کسی اور بزرگ سے مقامات قرب کی تحصیل کرو۔ چنانچہ بفرمان مرشد آپ بزرگان وقت کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت شاہ گلشن رحمتہ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں شیخ زمانہ بننا ہے اس لئے کسی ولی کامل کے پاس جاؤ۔ چنانچہ بہت سے بزرگوں کے پاس جانے کے بعد آپ حضرت حافظ سعداللہ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حضرت محمد صدیق بن حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ کلاں تھے۔ ان کی خدمت میں بارہ سال رہ کر فوائد حاصل کرنے کے بعد شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد سنامی خلیفہ حضرت شیخ عبدالاحد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس سات سال رہے۔ اس مقام پر عشق و محبت کا

Marfat.com

جوش و خروش جو تجلیات صفات کے سبب سے تھا وہ تجلیات ذاتی کے غلبہ میں مضمحل ہو گیا اور بجز نسبت عبودیت کے کچھ نہ رہا۔ فرماتے ہیں کہ شیخ کی توجہ سے نسبت باطنی میں ایسا طول و عرض پیدا ہو گیا کہ نظر کشفی اس سے قاصر ہے۔ ایک دن آپ نے شیخ سے سلسلہ قادریہ کے لئے عرض کیا تو اجازت مع خرقہ مل گئی جس کی برکات آپ نے اپنے باطن میں محسوس کیں۔ الغرض آپ کو چاروں سلاسل کی اجازت تھی اور آپ کا لقب شمس الدین حبیب اللہ رکھا گیا۔

حضرت شیخ محمد عابد سنامی قدس سرہ کی رحلت کے بعد آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ طالبان الٰہی آپ کی خدمت اقدس میں دور و نزدیک سے حاضر ہونے لگے۔ ایسا بھی ہوتا تھا کہ غائبانہ توجہات سے دور دراز کے شہروں میں لوگ گھروں میں بیٹھے ترقی و فیض حاصل کرتے تھے۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ کمال زہد و توکّل سے متصف تھے اور کسی سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک امیر نے آموں کا ہدیہ آپ کے پاس بھیجا تو آپ نے واپس کر دیا۔ اس نے منت سماجت سے آم دوبارہ بھیجے تو آپ نے ان میں سے دو آم رکھ کر باقی واپس کر دیئے اور فرمایا کہ فقیر کا دل اس ہدیئے کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ایک باغبان حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ فلاں امیر نے ظلم سے میرے آم لے لئے ہیں ان میں کچھ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں میری مدد فرمائیں۔ آپ نے سنا تو فرمایا۔

"سبحان اللہ یہ ناعاقبت اندیش لوگ فقیر کا باطن سیاہ کرنا چاہتے ہیں۔"

آپؒ امراء کے گھروں کا کھانا بھی تناول نہ فرمایا کرتے تھے، کہا کرتے تھے کہ ان لوگوں کی ظلمت باطنی نسبت کو مکدر کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ سب سے برا کھانا امیروں کا کھانا ہے۔ ایک دن روزہ افطار کرنے کے لئے آپ

Marfat.com

نے کسی غیر کے گھر کی ایک روٹی یاروں میں تقسیم فرمائی اور ایک ٹکڑا خود بھی ناول فرمایا۔ نماز تراویح کے بعد دوستوں سے فرمایا کہ تم اپنے باطن کا حال دیکھ کر ناؤ۔ ایک نے عرض کیا کہ آپ ہی بتائیں۔ یہ سن کر آپ نے کہا کہ فقیر کا باطن تو سیاہ ہو گیا تھا، مگر نماز پڑھنے اور قرآن پاک سننے سے بحال ہو گیا ہے۔ اس پر عرض کیا گیا کہ جب مشتبہ لقمہ کی کدورت نے آپ کے باطن مبارک اور دریائے انوار میں تغیر پیدا کر دیا ہے تو ہم جیسے تنگ باطنوں کے حال کی خرابی کا کیا ذکر ہے۔ فرمایا کہ حلال لقمہ ہی سے توفیق رفیق ہوتی ہے اور نور طاقت زیادہ ہوتا ہے۔

سب سے عمدہ کرامت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع میں زندگی گزرے۔ لیکن حضرت مرزا رحمتہ اللہ علیہ جیسے پاک طینت بزرگوں اور اولیاء کرام سے بعض اوقات خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے جو عام دنیاداروں کی نظر میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن بزرگان دین کی نظر میں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں۔

ایک روز آپ ایک فاحشہ عورت کی قبر پر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ فرمایا کہ اس کی قبر میں دوزخ کی آگ شعلہ زن ہے اور وہ عورت شعلوں کے ساتھ کبھی اوپر جاتی ہے اور کبھی نیچے آتی ہے۔ اس کے ایمان میں مجھے شک ہے۔ کلمہ طیبہ کا ختم اس کی روح کو بخشتا ہوں۔ اگر ایمان کے ساتھ مری ہو گی تو بخشی جائے گی۔ چنانچہ کلمہ طیبہ کے ختم کا ثواب پہنچا کر فرمایا کہ الحمدللہ ایمان کے ساتھ مری تھی۔ اس کلمہ کی برکت سے عذاب سے نجات پا گئی ہے۔

پینتیس سال تک آپ لوگوں کو تلقین و ہدایت فرماتے رہے۔ بدباطنوں، بدعقیدوں اور لہو و لعب میں مشغول لوگوں کو صراط مستقیم کی دعوت دیتے رہے، یہاں تک کہ آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ تین دن تک آپ حیات موت کے درمیان رہے۔ آپ کے اکثر بزرگ شہادت کی موت مرے تھے اور خود بھی شہادت کی تمنا

Marfat.com

فرمایا کرتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ فقیر نہایت کمزور و ضعیف ہے۔ قوت جہاد نہیں رکھتا۔ لیکن اللہ تعالٰی نے ایک بدباطن کے ہاتھوں شہید ہونے کا رتبہ عطا فرمایا دیا اور ۱۰ محرم الحرام ۱۱۹۵ ہجری کو اپنے خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔

آپ کی پاک زندگی سے سبق ملتا ہے کہ راہ حق میں اگر جان کا نذرانہ بھی پیش کرنا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ لقمہ حرام و مشتبہ سے کبھی اپنے باطنوں کو سیاہ و مکدر نہیں کرنا چاہیے اور عزیز و اقارب جو اللہ کے حضور پہنچ گئے ہوں ان کے ایصال ثواب کے لئے کچھ نہ کچھ پڑھ کر بخشتے رہنا چاہیے۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ ہمیں ان سے کتنی محبت تھی۔

Marfat.com

حضرت شاہ فخرالدین دہلویؒ

جن دنوں سکھوں اور مرہٹوں نے دہلی کے گلی کوچوں اور بازاروں میں لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کا سیاسی اقتدار عالم نزع میں تھا اور ہر طرف افراتفری نے ڈیرے جما رکھے۔ اجمیری دروازہ کے مدرسہ میں ایک نوجوان عالم علم و عرفان کی شمعیں روشن کئے ہوئے تھا۔ جب لوگ مدرسے کے اندر قدم رکھتے تو وہ اپنے سب دکھ درد بھول جاتے' طمانیت ان کے خون میں گردش کرنے لگتی' اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آپ کو نئے حوصلے عطا کرتا' روحوں کو گرما دیتا اور نامساعد حالات میں ثابت قدمی کی دولت لازوال سے نواز دیتا۔ اس عالم باعمل کی شخصیت اس قدر پرکشش اور انداز بیان اس قدر مسحور کن تھا کہ جو بھی آتا اسی کا ہو جاتا تھا۔ اس برگزیدہ انسان کا نام نامی اسم گرامی شاہ فخرالدین قدس سرہ تھا۔ آپ کے والد گرامی حضرت نظام الدین اورنگ آبادی رحمتہ اللہ علیہ جو وقت کے بہت بڑے ولی اللہ تھے اپنے مرشد حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ

Marfat.com

جہاں آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد پر ولایت دکن کی طرف بھیجے گئے تھے، لیکن آج ان کا لخت جگر تقریباً نصف صدی بعد پھر دہلی میں رشد و ہدایت کے چراغ روشن کئے ہوئے تھا۔

آپ کی ولادت ۱۱۲۶ ہجری کو اورنگ آباد میں ہوئی۔ جب اس کی خبر آپ کے والد محترم کے پیرو مرشد کو ہوئی تو انہوں نے آپ کا نام فخرالدین رکھا اور اپنے مرید باصفا کو لکھ بھیجا کہ نومولود شاہ جہاں آباد میں ہدایت و ارشاد کے چراغ روشن کرے گا اور بڑے رتبے کا ہو گا۔ خط کیا تھا سند تھی جو کہ آپ کے والد کو ان کے مرشد نے عطا کی تھی' لہٰذا باپ نے آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام بڑے اعلیٰ پیمانے پر کیا۔ خود بھی بڑے ذی علم و صاحب ولایت تھے۔ وقت کے مشہور و قابل علماء سے آپ کی تعلیم کی تکمیل کرائی۔ آپ نے فصوص الحکم' صدرا الشمس بازغہ وغیرہ میاں محمد جان سے ہدایہ مولانا عبدالحکیم سے پڑھیں اور حدیث پاک کی سند مشہور محدث حافظ اسعد الانصاری المکی ثم اورنگ آبادی سے حاصل کی۔ اپنے والد سے بھی کئی کتب پڑھیں علاوہ ازیں فن سپہ گری میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔ ظاہری علم کے ساتھ باپ نے آپ کے باطن کی اصلاح پر بھی خصوصی توجہ دی۔ بچپن میں ہی آپ کو اپنا مرید کر لیا تھا۔ جب باپ کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے اور مرید کو بلوا بھیجا۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ برس کی تھی۔ باپ نے بیٹے کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اپنی تمام باطنی نعمتیں بیٹے کے سینے میں منتقل کر دیں اور اسی حالت میں باپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے عالم بالا کے سفر پر روانہ ہو گئی۔ اس وقت تک ابھی آپ کا سلسلہ تعلیم پایہ تکمیل کو نہیں پہنچا تھا۔ لہٰذا باپ کے وصال کے تین سال بعد تک آپ تحصیل علم میں مصروف رہے۔

حضرت شاہ فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ باپ کی جانب سے صدیقی اور والدہ جن کا تعلق حضرت سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہ کے خاندان سے تھا۔

Marfat.com

سیدالنسب تھے۔ آپ نے ایک روز عالم خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت چراغ دہلوی رحمتہ اللہ علیہما آپ کو "محب النبی" کے نام سے مخاطب کر رہے ہیں لہٰذا اس دن سے آپ اس لقب سے مشہور ہو گئے۔

آپ کے چار بھائی اور ایک بہن تھی۔ جسے اما کہا کرتے تھے۔ بھائیوں میں تین سوتیلے تھے۔ لیکن سب میں محبت تھی۔ آپ بچپن سے ہی کھیل تماشوں سے دور رہتے تھے۔ لہٰذا بڑا بھائی آپ کو ملا کہا کرتا تھا۔ تحصیل علم کے بعد چہ جائیکہ آپ منبر سجادگی پر بیٹھتے فوج میں ملازمت اختیار کر لی' دن تو آپ کا تیر و سناں کی جھنکاروں میں گزرتا اور ساری رات بارگاہ خداوندی میں رکوع و سجود اور ذکر و اذکار میں گزر جاتی اور اپنے رب کریم کو راضی کرنے کی فکر میں رہتے۔ آپ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھتے کہ کسی پر یہ حال منکشف نہ ہو۔ آپ کی ظاہری حالت کو دیکھ کر کوئی شخص سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دن کی روشنی میں سپاہیانہ زندگی بسر کرنے والا شاہ فخرالدین روحانیت کے میدان کا بھی سپاہی ہے۔ سعی جمیلہ کے باوجود آپ کا روحانی حال چھپ نہ سکا۔ لوگوں میں آپ کی بزرگی و عظمت' معرفت الٰہی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے ہونے لگے۔ آپ کو یہ پسند خاطر نہ تھا۔ چنانچہ فوج کی ملازمت ترک کر کے اورنگ آباد تشریف لے گئے۔

جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اللہ کریم اس کا ہو جاتا ہے۔ جس محفل میں بندہ اپنے رب کا ذکر کرتا ہے اس سے بہتر محفل میں اللہ اپنے ولی کا ذکر کرتا ہے۔ اہل اورنگ آباد آپ کے والد گرامی کی بزرگی و عظمت کو نہیں بھولے تھے۔ آپ کے اس ذیشان بیٹے کے بارے میں بھی خوب جانتے تھے۔ لہٰذا عقیدت مندوں کا ہجوم ہونے لگا جو روز افزوں بڑھتا گیا۔ کئی بار ارادہ کیا کہ اس علاقے کو چھوڑ دیں کیونکہ آپ کو شہرت قطعاً" پسند نہ تھی لیکن خیال آتا کہ یہاں میرے والد اور مرشد کے مزارات مقدسہ ہیں جو فیوض و برکات کا منبع تھے۔ ان سے دور کیسے جاؤں لہٰذا ارادہ ملتوی کر دیتے تھے۔ عجب گومگو کا عالم تھا۔ ایک دن خواب

Marfat.com

دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔

شہ اقلیم فقرم بے خود تخت روان من

نہ چوں فریاد مزدہ دم نہ چوں مجنوں زمیندا دم

صبح بیدار ہوئے تو عالم گومگو ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ اپنے دو ملازمین قاسم اور حیات کے ہمراہ اورنگ آباد سے پیدل چل پڑے۔ دہلی پہنچے تو ایک بڑھیا نے آپ سے التجا کی کہ اس کے ہاں قیام فرمائیں۔ چند دن وہاں رکنے کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری کے بعد قریب مسجد میں معتکف ہو گئے۔ بعدازاں سلسلہ چشتیہ کے دیگر بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کے بعد حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ آپ کا بیٹا بڑی محبت سے پیش آیا اور پھر کڑہ پھلیل میں ایک حویلی کرائے پر لے لی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ شہرت نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ جسے اللہ تعالیٰ شہرت دوام بخشے اسے کون روک سکتا ہے۔ جلد ہی سلسلہ ارادت میں شامل ہونے کے لیے لوگوں کا تانتا بندھ گیا۔ یہاں قیام کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ حضرت فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے جانب پاک پتن چل پڑے۔ محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔ میلوں کا سفر تھا جو پیدل طے کیا۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ مجبوراً رک کر چھالوں پر مہندی لگاتے ابھی پوری طرح آرام نہ آتا تھا کہ پھر سفر پر چل پڑتے۔

جب آپ پاک پتن شریف پہنچے تو حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سجادہ نشین نے بڑی محبت و احترام سے استقبال کیا۔ آپ نے صاحب مزار کے قریب ہی حجرے میں قیام فرمایا اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ ہر رات ایک ہزار رکعت نفل پڑھتے۔ کچھ عرصہ پاک پتن قیام فرمانے کے بعد واپس دہلی آ کر اجمیری دروازہ کے مدرسہ میں مقیم ہوئے اور سلسلہ درس و تدریس شروع کر

Marfat.com

دیا۔ ان دنوں دہلی میں ہنگامے ہوتے رہتے تھے لیکن آپ کے معمولات میں ذرا بھر فرق نہیں آیا۔

آپ کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد حجرے میں تشریف لے جاتے اور تن تنہا اپنے رب کی بارگاہ میں ذکر و سجود کے نذرانے پیش کرتے۔ تین چار گھڑی دن نکلنے کے بعد باہر تشریف لاتے اور حدیث پاک یا عوارف المعارف کا درس شروع ہو جاتا۔ کوئی صاحب کتاب سے عبارت پڑھتے اور آپ اس پر تقریر فرماتے۔ جس میں حقائق و معارف' اسرار و رموز اور عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر موجزن ہوتے تھے۔ ہر جمعہ اور منگل کو مثنوی مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ سنتے۔ اس وقت مدرسہ کے دروازے مقفل کرا دیتے تھے۔ خاص خاص مریدین اس محفل میں موجود ہوتے تھے۔ ۲۷ رمضان المبارک کو سرائے عرب چلے جاتے اور قطب صاحب رحمتہ اللہ علیہ یا حضرت نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ میں معتکف ہو جاتے تھے۔

آپ ہر کسی سے خندہ روئی اور بشاشت سے پیش آتے تھے۔ اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ کسی کو مصیبت میں دیکھتے تو جب تک اس کی مدد نہ فرما لیتے چین نہ پڑتا تھا۔ کسی کو رنجیدہ و ملول نہ دیکھ سکتے تھے۔ بعض دشمن آپ کی جان لینے کی غرض سے جاتے لیکن اخلاق سے بے حد متاثر ہوتے اور ناکام لوٹ جاتے۔ ایک دفعہ ایک افغانی آپ کی خانقاہ میں آیا اور حملہ کیا۔ قریب موجود خدام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا۔

"اس کا ہاتھ چھوڑ دو۔"

اور پھر اپنا سر مبارک زمین پر رکھ کر فرمایا۔

"ہم حاضر ہیں جو جی میں ہے کرو۔"

وہ شخص بے حد شرمندہ ہوا۔ باہر گیا اور ساتھ دو آدمیوں کو لے کر آیا۔ آپ اس کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

Marfat.com

" صاحب بخیر و عافیت۔"

ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا تھا کہ ان لوگوں نے حویلی کے پتھر پر اپنے سر اور پاؤں کو کوٹ کوٹ کر معافی مانگی۔ آپ ہر چھوٹے بڑے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ علالت اور شدید بیماری میں بھی آپ اسی طرح لوگوں سے پیش آتے تھے۔

جب آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو عموماً" دستار اور جامہ زیب تن فرماتے تھے۔ موسم سرما میں دو شالہ بھی استعمال فرماتے تھے۔ ہمیشہ پرہیزی کھانا تناول فرماتے اور اتنا کم کھاتے کہ شاید ہی کوئی شخص کھاتا ہو۔ کسی دعوت یا جلسہ میں تشریف لے جاتے تو لوگوں کو ساتھ چلنے کی اجازت نہ دیتے۔ اظہار بزرگی سے نفرت تھی۔ حکم تھا کہ لوگ علیحدہ علیحدہ منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ کوئی تعریف کرتا تو پسند نہ کرتے۔ گردن جھکا کر ادب کرتا تو پسند نہ کرتے۔ قدم بوسی کرنے لگتا تو ناراض ہوتے۔ دعوتوں کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن استدعا کو رد بھی نہیں کرتے تھے۔ آپ کسی کی عزت و نفس کو مجروح نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی شخص آپ کے کتب خانے سے کتابیں چرا کر لے گیا اور کوئی اجنبی انہیں آپ کے پاس فروخت کرنے کے لئے لے آیا۔ آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ اسے کتابیں کہاں سے ملی تھیں بلکہ پیسے دے کر خرید لیں۔

جن دنوں سیاسی بدامنی اور ہنگامے زوروں پر تھے۔ سکھوں کی چیرہ دستیاں عروج پر تھیں۔ بڑے بڑے خاندانوں کی عزت و ناموس خاک میں مل رہی تھی' مسلمانوں کی پریشانی دیکھ کر آپ کا دل کڑھتا تھا۔ ان دنوں بھیک منگوں کو زیادہ نہ دیتے تھے بلکہ ان لوگوں کی مدد فرماتے تھے جو دست سوال پھیلا نہ سکتے تھے اور فاقے کرتے تھے۔

آپ کو بادشاہ کی حالت پر غصہ آتا تھا کہ وہ ان فتنوں کے انسداد سے کیوں

Marfat.com

غافل ہے۔ چنانچہ آپ نے بادشاہ کو لکھا کہ وہ بذات خود امور سلطنت کی طرف توجہ دے۔ امراء اور وزراء کے حوالے حکومت کرنے کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ بدامنی اور افراتفری کا دور دورہ ہے۔

اپنی سیاسی بصیرت سے آنے والے واقعات کی نشاندہی کی' ملکی سلامتی و امن و سکون اور خوشحالی و ترقی کے لئے ضروری ہے کہ والئی ملک کو تمام باتوں سے آگہی ہو اور مفاد پرستوں' ملک دشمنوں کو کوئی عہدہ دینے کی بجائے ان پر کڑی نظر رکھی جائے اور مجرم ثابت ہونے پر قرار واقعی سزا دی جائے۔ سیاست سے دور رہتے ہوئے بھی بزرگان دین شاہان وقت کو ہمیشہ سیدھی راہ پر رہنے کے لئے تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اس حال پر حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سربراہ مملکت کہتا ہے کہ میرے امیر' وزیر' عمال' راشی بدکردار اور بدمذہب ہیں تو وہ خود کو بری الذمہ قرار نہیں دے سکتا۔ قوت و طاقت رکھنے کے باوجود اس نے انہیں حکومت سے علیحدہ کیوں نہیں کیا۔

جس وقت حضرت شاہ فخرالدین رحمتہ اللہ علیہ مسند ارشاد پر متمکن تھے تو ان دنوں کافی بزرگ دہلی میں موجود تھے۔ ان میں سے اکثریت ایسے صوفیاء اور نام نہاد بزرگوں کی تھی جو سنت و شریعت کو چھوڑ چکے تھے اور اپنے نفس کو دھوکا میں ڈال کر دوسروں کو گمراہ کر رہے تھے۔ آپ چھوٹی اور بڑی ہر بات میں اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔ اگر کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے تو فرماتے "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھا کرتے تھے" اور اگر خوشبو لگاتے تو فرماتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو بہت پسند تھی۔ آپ مریدین کو اتباع سنت و شریعت پر مجبور کرتے اور طرح طرح سے مثالیں دے کر اس کے فوائد بتاتے تھے۔ ایک دن تشریف فرما تھے مریدین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

" حدیث شریف میں جو درود پاک آیا ہے اسی کو پڑھیں۔ دوسری چیزوں کی طرف

Marfat.com

رجوع نہ کریں۔ مذہب حنفی پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ حدیث کی طرف کثرت سے رجوع کریں۔"

عبداللہ بن ابی امیر المنافقین کی نسل سے لوگ ہر دور میں رہے ہیں جو اپنی فتنہ سامانی، بدمذہبی، اسلام دشمنی، بزرگان دین کے متعلق دریدہ دہنی اور مسلم کش ذہنیت میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ بظاہر دعویٰ مسلمانی کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہود و نصاریٰ و مشرکین سے بدتر ہوتے ہیں۔ انہوں نے آپ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن آپ ان کے شر سے بفضل تعالیٰ محفوظ رہے اور تلقین حق فرماتے رہے۔ آپ کا اخلاق حسنہ دیکھ کر بہت سے بدمذہب تائب ہوئے اور حلقہ مریدین میں شامل ہوئے۔ بادشاہ شاہ عالم، فوج کے سردار، صاحب اقتدار افراد، امراء، روساء، بیگمات مشاہیر زمانہ اور غریب و نادار بے شمار لوگ آپ کے مرید تھے۔ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ خود حتی الامکان صاحب اختیار حضرات کے ہاں جانے سے گریز فرماتے تھے اور نہ ہی نذریں قبول کرتے تھے۔ بہادر شاہ ظفر نے اپنے دیوان میں کئی جگہ آپ کی منقبت بیان کی ہے۔ لکھتے ہیں ۔

ظفر رکھتے نہیں مطلب جہاں کے نکتہ دانوں سے
ہمیں فخر جہاں کا ایک نکتہ سو برابر ہے

ظفر دشوار ہے ہر چند اہل معرفت ہونا
مگر صدقہ سے فخرالدین ہو سکتا تو سب کچھ ہے

آپ نے عام مسلمانوں کی زندگیوں کا جائزہ لیا تو یہ سوچ کر کانپ اٹھے کہ مذہب کی روح ختم ہو چکی ہے۔ قرآن پاک تبرک بن کر رہ گیا ہے۔ سورۃ یٰسین کا فائدہ مسلمان صرف اس قدر جانتے ہیں کہ نزع کا وقت آسان ہو جاتا ہے۔ چند رسوم کی پابندی کو وہ اسلام سمجھتے ہیں۔ جب دین اسلام سے اس قدر بیگانگی ہو تو

Marfat.com

معاندین اسلام کو بدمذہبی و گمراہی کے بیج بونے میں آسانی ہوتی ہے اور وہ اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اسی لئے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان مرد اور عورت پر علم دین حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔ اگر اس ایک حدیث پاک پر دل و جان سے عمل کر لیا جائے تو نہ صرف ناخواندگی کا قلع قمع ہو جائے گا بلکہ مسلمانوں کو کوئی گمراہ بھی نہ کر سکے گا۔ چنانچہ حضرت فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے عوام کے خیالات کی اصلاح فرمائی۔ تبلیغ حق میں آپ حضرت شاہ کلیم اللہ رحمتہ اللہ علیہ کا انداز اپنائے ہوئے تھے۔ بے شمار ہندو دامن اسلام سے وابستہ ہوئے لیکن خوف سے اس کا اظہار نہ کرتے تھے۔ جب کوئی ہندو آپ کے پاس آتا تھا تو خانقاہ کے دروازے بند کر دیا کرتے تھے۔ جب آپ کی عمر ۷۳ سال کی ہوئی تو ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ ہجری کو پیام اجل آگیا اور اللہ کا یہ ولی حق سے واصل ہوا۔ بوقت وصال آپ کے لبوں پر مثنوی کا یہ شعر تھا۔

وقت آن آمد کہ من عریاں شوم
چشم بگزادم سراسر جاں شوم

چنانچہ ہزاروں مریدین اور عقیدت مندوں کی موجودگی میں آپ کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔ آپ کا صرف ایک فرزند غلام قطب الدین تھا جو دکن میں پیدا ہوا تھا اور دہلی آتے وقت اپنی بہن کے سپرد کر آئے تھے۔ بڑا زاہد اور عابد تھا۔ باپ کے نقش قدم پر تھا۔ آپ کے بعد وہی سجادہ نشین ہوا۔ محمد اکبر شاہ اور بہادر شاہ ظفر ان کے مرید تھے۔ بے شمار مصروفیات کے باوجود آپ نے نظام العقائد رسالہ مرجیہ اور فخرالحسن کتب تصنیف فرمائیں جو آپ کی علمیت کی منہ بولتی تصاویر ہیں۔

Marfat.com

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمانوں میں مذہب کی روح کو مردہ ہونے سے بچانے کے لئے ایسا گروہ یا جماعت ہونی چاہیے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرے اور ایسے لوگوں کو اقتدار میں شامل نہیں کرنا چاہیے جو مفاد پرست' بدمذہب' اسلام دشمنی اور ملک کے خیرخواہ نہ ہوں۔

Marfat.com

حضرت نور محمد مہارویؒ

مہار شریف سے جنوب کی طرف تقریباً چالیس میل دور قصبہ پھولرہ میں قوم چٹھہ کا کمال نامی شخص رہتا تھا۔ گزر اوقات عام انسانوں کی طرح تھی۔ ایک دن کھیتوں سے واپس آیا تو اسے گھر میں بچی کی پیدائش کی خبر ملی۔ جلدی سے اندر گیا اور بیٹی کو دیکھا' اس کے چہرے کے بھولپن' نور اور کشش کو دیکھ کر اسے عجیب طرح کا روحانی کیف و سرور محسوس ہوا۔ اس نے نومولود کا نام عاقل بی بی رکھا۔

عاقل بی بی بچپن سے ہی کم گوئی' خوش خلقی' شرم و حیا' خدا خوفی' ایثار و ہمدردی اور صلہ رحمی جیسی صفات سے متصف تھی۔ شادی سے کچھ عرصہ قبل ایک دن وہ کھیتوں سے واپس آرہی تھی کہ راستے میں حضرت مخدوم جہانیاں جلال الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت فتح دریا نیکوکارہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عاقل بی بی کو شادی کے بعد ایک عظیم المرتبت ولی اللہ کی ماں ہونے کی بشارت دی۔ اس واقعہ کے چند سال بعد عاقل بی بی کی شادی

Marfat.com

مہار شریف سے مشرق کی سمت واقع گاؤں چوٹالہ کے ایک شخص بنوال سے ہو گئی جو قوم پنوار کی ایک شاخ کھرل سے تھا۔ ان کے ہاں ۱۴ رمضان المبارک ۱۱۴۲ ہجری میں ایک فرزند ارجمند پیدا ہوا جس کا نام بھبل رکھا۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ خاندان نقل مکانی کر کے مہار کے قصبہ میں آکر مقیم ہو گیا۔

جب بھبل کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو اس کے والد نے قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے بیٹے کو حافظ محمد مسعود کے پاس بٹھا دیا۔ ایک دن بھبل قرآن مجید حفظ کرنے میں مشغول تھے کہ اسی اثناء میں سلسلہ قادریہ کے بزرگ حضرت شیخ احمد دودی والہ مدرسہ میں تشریف لائے جن کی خانقاہ دریائے راوی کے کنارے قصبہ کوٹ کمالیہ میں ہے۔ آپ نے بھبل کو دیکھا تو فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا جب اس بچے کے دروازے پر بادشاہ سر رکھیں گے۔

حفظ قرآن مجید کے بعد والد کا خیال تھا کہ بھبل کو کسی کاروبار میں ڈال دیا جائے لیکن انہیں کیا علم تھا کہ یہی بچہ کل بہت بڑا ولی اللہ بننے والا ہے۔ بھبل نے تعلیم جاری رکھنے پر اصرار کیا تو باپ نے اسے مہار کے قریب موضع بڈیراں میں بھیج دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہاں سے موضع بیلانہ میں جو پاک پتن میں ہے وہاں شیخ احمد کھوکھر سے چند کتب پڑھیں۔ پھر ڈیرہ غازی خان میں شرح ملا تک علم حاصل کیا۔ پھر لاہور آکر بہت محنت مشقت سے علم حاصل کیا۔ بسااوقات پیٹ پالنے کے لئے بھیک بھی مانگنا پڑی۔ لیکن حصول علم کے ذوق و شوق میں سرمو فرق نہ آیا۔

لاہور سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد دہلی کا رخ کیا اور نواب غازی الدین خاں کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا جہاں حافظ برخوردار جی درس دیتے تھے جو چشتیہ سلسلہ میں بیعت تھے۔ وہ بھبل پر خصوصی توجہ فرمایا کرتے تھے۔ اسی اثناء میں حافظ محمد صالح نے آپ کی وجہ اداسی دریافت کی تو انہوں نے انکشاف کیا کہ حال میں دکن سے ایک بہت بڑے عالم وپیرزادہ حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی رحمتہ

Marfat.com

اللہ علیہ تشریف لائے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی علم حاصل کرنا چاہے گا اس کو پڑھا دوں گا۔ چنانچہ بھبل ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جسم پر صرف ایک چادر تھی جو بوسیدہ اور پیوند لگی تھی۔ خواجہ فخرالدین دہلوی نے دیکھا تو تخت پوش سے اتر کر اس طرح محبت سے ملے جیسے پرانے دوست عرصہ دراز کے بعد ملتے ہیں۔ حضرت خواجہ دہلوی کے تبحر علمی سے بھبل پر روشن ہو گیا کہ آج تک وہ ایسے اساتذہ سے علم حاصل کرتے رہے ہیں جن کا علم حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے علم کے آگے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا۔ ایک دن حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"بھبل علم ظاہری جتنا پڑھ چکے ہو کافی ہے۔ اب اس علم کے حصول میں مشغول ہو جاؤ جس کے تم اہل ہو۔"

"اگر حضور کا یہی حکم ہے تو کرم فرما کر اپنا مرید کر لیں۔"

یہ سن کر حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ استخارہ کر لو۔ جیسا اشارہ ہو گا ویسا کیا جائے گا۔ چنانچہ بھبل نے استخارہ کیا تو رات خواب میں دیکھا کہ کھانے کا طبق ان کے ہاتھ میں ہے اور حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا جبہ ان کی گردن پر پڑا ہے۔ خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ آگے اور وہ ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ خواب خدمت میں عرض کیا گیا تو حضرت خواجہ نے چند روز تک توبہ استغفار پڑھنے کے لئے فرمایا اور پھر حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے دن آپ کے مزار مبارک پر لے جا کر بھبل کو حلقہ ارادت میں شامل کر لیا اور بھبل کی بجائے نور محمد نام رکھ دیا۔

حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ چشتیہ سلسلہ میں سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ ایک دن مرشد نے آپ کو برج نظامی میں عبادت میں مصروف ہونے کے لئے فرمایا۔ تو آپ وہاں چلے گئے۔ اس کے بعد جو بھی شخص حضرت خواجہ

Marfat.com

دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حلقہ مریدین میں شامل ہونے کے لئے آتا تو اسے حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے۔ جب حضرت فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ واپس دہلی تشریف لے جانے لگے تو قبلہ عالم حضرت مہاروی رحمتہ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا۔

" اے نور محمد مخلوق خدا کو راستہ دکھایا کرو۔"

یہ سن کر آپ بحر حیرت میں ڈوب گئے۔ لیکن مرشد کو آپ کے مقام و رشد کا علم تھا۔ چنانچہ خلافت عطا فرما کر مہار قیام کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت مہاروی رحمتہ اللہ علیہ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا تو دور و نزدیک سے لوگوں کا ہجوم ہونے لگا۔ سائل و عقیدت مند آتے اور مرادوں سے جھولیاں بھر کر لوٹتے۔ انہیں دنوں ایک شخص دہلی گیا تو حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ نے بصد ادب و احترام اپنے مرشد کی خدمت میں سلام کہہ بھیجا اور کہا کہ عرض کرنا کہ یہاں خوب روشنی دیکھی ہے۔ جب اس شخص نے حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پنجابی زبان میں کہا۔

" حضرت جی ! پنہاں پریو اور کیواساں روشنی اچھی ڈھٹی " یہ سن کر حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ پر عجب کیفیت طاری ہو گئی۔ کئی مرتبہ اس فقرے کو دوہرایا اور پھر دعائے خیر دی۔

ایک مرتبہ مرشد کامل نے پاک پتن جانے کا قصد فرمایا تو حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ بھی ہمراہ تھے۔ پاک پتن پہنچ کر مرشد نے مرید باصفا کو حکم دیا کہ جا کر والدہ ماجدہ سے مل آئیں چنانچہ وطن روانہ ہو گئے۔

جب آپ مہار شریف پہنچے تو گھر جانے سے قبل اپنے استاد حافظ محمد مسعود کی خدمت میں حاضر ہوئے جن سے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ آپ کا درویشانہ حلیہ دیکھ کر استاد کو بے حد مسرت ہوئی۔ اسی اثناء میں آپ کی والدہ محترمہ عاقل بی بی

Marfat.com

کو کسی نے اطلاع دی کہ دہلی سے ایک شخص آیا ہے اس سے جا کر اپنے بیٹے کے متعلق دریافت کر لو۔ چنانچہ عاقل بی بی چہرے پر نقاب ڈال کر مسجد میں تشریف لائیں اور حافظ صاحب سے اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے لگیں۔ حافظ صاحب کو ہنسی آ گئی۔ جب حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کو علم ہوا تو بے اختیار ماں کے قدموں سے لپٹ گئے۔

حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے جانے کے بعد حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

تن مٹکے من چھیرنا سرت ملووں ہاں
مکھن لے گیا پنجابی چھاچھ پیو سنسار

ادھر حضرت مہاروی رحمتہ اللہ علیہ نے بمشکل آٹھ دن گزارے کہ مرشد کی محبت نے بے چین کر دیا۔ والدین سے واپس جانے کی اجازت مانگی' اور پھر پاک پتن پہنچ گئے۔

حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت میں اس قدر تاثیر تھی کہ حاضر خدمت ہونے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا تھا اور آپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو جاتا تو اس کی زندگی میں انقلاب آ جاتا تھا۔ آپ کا زیادہ تر وقت وعظ و نصیحت میں بسر ہوتا تھا۔ کسی کی گفتگو سے مکدر خاطر نہ ہوتے تھے۔ دنیا والوں سے قطعاً" لگاؤ نہیں تھا لیکن ان کے دکھوں کو سکھ میں اور غموں کو خوشیوں میں بدلنے کے لئے ہر طرح مدد فرماتے تھے۔ مریدین کی تربیت اصلاح میں خصوصی دلچسپی لیا کرتے تھے۔ انہیں درستی اخلاق اور اتباع شریعت کا اکثر درس دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ وہ لوگوں میں رہ کر ان کی اصلاح کریں۔ ایک مرتبہ ان کے ایک مرید نے جس کے دل میں عنایات الٰہیہ کا پرتو پڑنے لگا تھا تو خود کو مخلوق اللہ سے الگ تھلگ کر لیا کہ اس طرح وہ مزید عنایات ربانی سے متمتع ہو گا لیکن

Marfat.com

جونہی وہ گوشہ نشین ہوا تو پہلی قلبی کیفیات بھی چھن گئیں۔ فوراً" مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا' سارا ماجرا عرض کیا تو آپ نے فرمایا۔

" عوام میں رہ کر ان کی اصلاح کرنا سب سے بڑی عبادت ہے۔"

لہٰذا مرید نے اپنے عمل سے توبہ کی تو دلی کیفیات پھر سے عود کر آئیں۔

حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے مرشد سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ آپ چھ ماہ مہار میں اور چھ ماہ اپنے مرشد کی خدمت میں رہتے تھے۔ جب چھ ماہ بعد واپس آنے لگتے تو حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنے مریدین کو حکم دیا کرتے تھے کہ ان کی دعوت کریں اور نذر پیش کریں۔ ۲۷ جمادی الاول ۱۱۹۹ ہجری میں آپ کے مرشد کا وصال ہوا جس کا ان پر بے حد اثر ہوا۔ آپ مرشد کے وصال کے بعد ساڑھے چھ سال اس دارفانی میں رہے لیکن طبیعت کبھی خوش اور بحال نہ رہی۔ چنانچہ کاست بدنی کی شکایت ہو گئے اور پھر باسٹھ سال ۲ ماہ ۷ دن کی عمر پا کر ۳ ذوالحجہ ۱۲۰۵ ہجری میں اپنے خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔

آپ نے اپنے پیچھے زوجہ عظمت بی بی' تین صاحبزادے شیخ نورالصمد' شیخ نورالحسن' شیخ نوراحمد اور دو صاحبزادیاں زینب بی بی اور صاحب بی بی چھوڑے۔ شیخ نورالصمد حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ شیخ نوراحمد اپنے والد گرامی کے اور شیخ نورالحسن قاضی عاقل محمد کے حلقہ مریدین میں شامل تھے۔

آپ کا عرس ہر سال بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے جس میں دور و نزدیک سے لوگ حاضر ہو کر محبتوں اور عقیدتوں کے پھول نذر کرتے ہیں اور واپسی پر فیوض و برکات سے جھولیاں بھر کر لوٹتے ہیں۔ حضرت فتح دریا نیکوکارہ جنہوں نے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت عاقل بی بی کو ایک کامل کی ماں ہونے کی بشارت دی

Marfat.com

تھی ان کا یہ فرمان بھی حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔

"از فیض او ہمہ عالم سیرات خواہد شد۔"

آپ کے حالات زندگی بتاتے ہیں کہ زندگی مسلسل تگ و دو کا نام ہے۔ بڑا اور عظیم بننے کے لئے شبانہ روز محنت لگن اور محبت ناگزیر ہے۔ دکھی انسانیت اور عوام الناس کی خدمت کے لئے ہر وقت آمادہ تیار رہنا چاہیے اور لوگوں کی اصلاح سے قبل اپنی اصلاح ضروری ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ سونے سے قبل اپنا احتساب کرنا چاہیے۔ اس سے انسان کے اندر رفتہ رفتہ منفی صفات مٹنے اور مثبت صفات اجاگر ہونے لگتی ہیں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ محمد عاقلؒ

مسجد نمازیوں سے بھری پڑی تھی۔ ایک بزرگ جن کے چہرے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت کے اسرار ہویدا تھے دو زانو بیٹھے ذکر میں مشغول تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے دریافت فرمایا۔

"کسی نے اذان دے دی ہے؟"

لوگوں نے نفی میں سر ہلایا تو ان بزرگ نے قریب پڑے ہوئے مٹی کے ایک برتن کو اٹھایا اور ارشاد فرمایا۔

"ارے کوزہ تو اذان کہہ۔"

اللہ تعالیٰ نے کوزہ کو قوت گویائی عطا فرما دی اس دن سے ان کو لوگ کوریجہ کہنے لگے۔

یہ بزرگ حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ کے جد امجد میں سے تھے۔ اس دن "سے آپ کا خاندانی لقب کوریجہ پڑ گیا۔ کوزہ کو سندھی زبان میں کورا کہتے

Marfat.com

ہیں اور کہنے کے لئے جو کا لفظ استعمال ہوتا ہے چنانچہ یہ لفظ کوراجو ہو گیا اس کا مطلب ہے کوزہ بگو۔ رفتہ رفتہ کوراجو سے کوریجہ ہو گیا۔ آپ فاروقی خاندان سے تھے۔ آپ کے اجداد شاہان مغلیہ اور امراء کی نظروں میں خاص عزت و بزرگی رکھتے تھے۔ بعض اعلیٰ عہدہ داران ان کے مرید بھی تھے۔

آپ کے والد بزگوار محمد شریف دریائے سندھ کے کنارے یاراوالی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ بڑے مرتاض بزرگ تھے۔ زہد و ورع' قناعت و توکل' عبادت و ریاضت میں یگانہ تھے۔ بیشمار لوگ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ اعلیٰ پائے کے محدث تھے۔ دور دور سے لوگ حاضر خدمت ہوتے اور ظاہری و باطنی علوم سے فیض یاب ہوتے تھے۔ یاراوالی کا رئیس مٹھن خان بلوچ آپ کا بے حد معتقد اور پرخلوص مرید تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حضرت محمد شریف کا گزر اس مقام سے ہوا جہاں آج کوٹ مٹھن آباد ہے تو آپ نے مرید سے کہا۔

"مٹھن خاں اس جگہ ایک شہر آباد کیا جائے اور وہ رشد والوں کا مسکن ہو۔"

مرید باصفا نے سر تسلیم خم کر دیا اور عرض کی۔

"حضور گذارش ہے کہ آپ بنفس نفیس خود اس مقام کو اپنا مسکن بنا لیں۔"

آپ نے مرید کی گذارش کو شرف قبولیت بخشا اور اس طرح کوٹ مٹھن نقشے پر ابھرا۔ جہاں دور دور سے لوگ' علماء' مشائخ اور اللہ والے آکر آباد ہونے لگے۔ فضا ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر اور عالم عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام سے معمور رہتی تھی۔ یہ تھا ماحول جس کے اندر حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔

ماحول کے افراد اور طبیعتوں پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور تادم واپسیں برقرار رہتے ہیں۔ اچھی تربیت انسان کو کسی مقام پر بھٹکنے نہیں دیتی اور غلط راستوں پر قدم اٹھے تو دیوار بن کر سامنے کھڑی ہو جاتی ہے۔ لیکن جہاں شب

Marfat.com

و روز رحمت خداوندی کا نزول ہو رہا ہو وہاں سانس لینے والوں اور تربیت حاصل کرنے والوں کی زندگی الگ مرجع خلائق اور دوسروں کے لئے رشد و ہدایت کا باعث نہ ہو گی تو پھر کیا ہو گی۔

حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ نے بڑی چھوٹی عمر میں اللہ کا کلام سینے میں محفوظ کر لیا۔ باپ نے اپنی عارفانہ بصیرت سے پہچان لیا تھا کہ عاقل بیٹا اپنے وقت کا بہت بڑا بزرگ ہو گا جس سے بیشمار لوگ فیض یاب ہوں گے اور ہدایت پائیں گے۔ چنانچہ خود اسے تعلیم دیتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے اندر علم و ادب کا بے حد ذوق پیدا ہو گیا جو تاحیات برقرار رہا۔ آپ بڑے ذہین و فطین تھے۔ جزوی مسائل کلی صحت و حوالوں کے ساتھ یاد رکھتے تھے۔ تبحر علمی کا یہ عالم تھا کہ ظاہری علوم میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ باپ کے علاوہ آپ نے حضرت شاہ فخرالدین دہلوی اور حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہم سے بھی اکتساب فیوض کیا۔

تحصیل علم کے بعد آپ نے مٹھن کوٹ میں بڑے اعلیٰ پیمانے پر ایک مدرسہ قائم کیا جس میں بڑے بڑے علماء' فضلاء کو تعینات کیا۔ آپ خود بھی سو سے زیادہ طلباء کو درس دیتے تھے۔ وقت گزرتا رہا آخر زندگی میں وہ مقام آیا کہ معرفت الٰہی کے حصول کے لئے کسی مرشد کامل کی ضرورت پڑی۔ آپ کے والد بذات خود بہت بڑے بزرگ تھے لیکن آپ کا انداز بتاتا تھا کہ کوئی قطب دوراں ہی رہنمائی کا حق ادا کر سکتا ہے۔ انہیں دنوں آپ نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت سنی' ملاقات کے لئے دل مچلنے لگا۔ حسن اتفاق سے حضرت نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ موضع یاداں والی میں تشریف رکھے ہوئے تھے۔ ان سے آپ کے بڑے بھائی کی ملاقات ہوئی اور وہ خود آکر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گیا۔ اسی رات قاصد بھیج کر حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ کو بلا بھیجا' پیغام ملتے ہی فوراً" چل پڑے' شرف ملاقات سے سرفراز ہوئے اور ان کے

Marfat.com

دست حق پر بیعت کرلی۔

حضرت خواجہ نور مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد حضرت شاہ فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ ان کی خدمت میں اکثر حاضر خدمت ہوا کرتے تھے۔ ایک دن جب حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ مرشد سے ملنے کے لئے چلے تو حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ بھی ہمراہ تھے۔ وہ سفر آپ نے پاپیادہ طے کیا۔ دوسری مرتبہ آپ اپنے پیر کامل سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے تو پتہ چلا کہ دہلی تشریف لے گئے ہیں۔ آپ وہاں سے عازم دہلی ہوئے اور اپنے دادا پیر کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ بزرگان دین کے پاس خالی ہاتھ جانا اداب کے منافی ہے۔ ان نفوس قدسیہ کی بارگاہ میں معمولی چیز بھی بڑی اہمیت کی حامل ہوتی ہے کیونکہ وہاں چیز نہیں نیت اور خلوص دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا لوٹا فروخت کر دیا اور مٹھائی خریدی۔ آپ کے مرشد حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ علیہ کو جب علم ہوا تو دو اشرفیاں دے کر فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کر دینا۔ دادا پیر نے بھی آپ کو فیضان باطنی سے نوازا اور تصوف کے مسائل بھی سمجھائے اور چند کتب بھی عنایت فرمائیں۔

تقرب الی اللہ کے لئے لازمی ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت و ریاضت کی جائے لہٰذا آپ بڑے سخت مجاہدات کیا کرتے تھے۔ ذکر اللہ بہت کیا کرتے تھے۔ عمر مبارک کے آخری حصہ میں اس پر پابندی سے عامل رہے۔ جب ذکر کرتے تھے تو آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی۔ حبس دم بھی فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ شغل حبس دم خزانے پر سانپ کی مانند ہے جو اس کے نقصان سے نہیں ڈرتا وہ خزانہ تک پہنچ جاتا ہے۔ ایک دفعہ آپ کو نو ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ ہوا یوں کہ آپ کے بھائی نے جو ٹھیکیدار تھے ٹھیکہ کی رقم ادا نہ کی آپ ضامن تھے لہٰذا آپ کو قید کر دیا گیا۔ اس

Marfat.com

دوران میں مرشد نے کچھ پڑھنے کے لئے کہلا بھیجا مگر آپ نے اسے نہ پڑھا۔ رہائی کے بعد جب مرشد نے دریافت فرمایا تو عرض کی۔

"یا مرشدنا! قید سے رہائی کے لئے کوئی عمل کرنے پر طبیعت مائل نہیں ہوتی"۔

خلافت و ارشاد کے باوجود حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ لوگوں کو بیعت نہ کرتے تھے۔ مرشد کو علم ہوا تو لکھا کہ فیض کو عام کیوں نہیں کرتے۔ اگر سلسلہ کو جاری نہ کیا تو حضرت شاہ فخرالدین دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کو اس ضمن میں اطلاع دوں گا۔ یہ خط پڑھ کر سر تا پا لرز اٹھے۔ وجہ بیان کی تو مرید صادق کا عجز و انکسار دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور دعا دی اور بتایا کہ وہ سلسلہ کا آغاز کرے چنانچہ چند دنوں میں بے شمار لوگ آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہونے لگے۔

جب کوئی اللہ والا سلوک کی منازل طے کررہا ہوتا ہے تو مختلف مقامات پر سے اس کا گزر ہوتا ہے۔ کبھی وہ قبض کے مقام پر ہوتا ہے اور کبھی بسط کے۔ لیکن وہ ہر حال میں تنگی و فراخی سے بے نیاز اللہ کی دھن میں آگے بڑھتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ منزل کو پالیتا ہے اور پھر اسے مخلوق اللہ کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے کہ جو اسے انعام و اکرام ملا ہے اسے تقسیم کرے۔ ابتداء" حضرت خواجہ عاقل رحمتہ اللہ علیہ پر بھی قبض کا مقام تھا۔ بڑی تنگی و عسرت سے گزر اوقات ہوتی تھی۔ فاقہ کشی بھی کرنا پڑتی اور مصائب بھی برداشت کرنے پڑتے تھے۔ ان دنوں بھی آپ کے پاس متعلقین کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی جنہیں بعض اوقات کھانے کو کچھ میسر نہ آتا تھا لیکن جب فتوح کا سلسلہ شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں چاروں طرف سے سمٹ کر آنے لگی' دن رات لنگر جاری رہتا تھا۔

بزرگان دین پر مریدین کی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ان کے تزکیہ نفس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اور ہر حال میں حفاظت کی جاتی ہے تاکہ ان کے قدم غیر کے راستے پر نہ پڑیں۔ حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ بھی اس بات

Marfat.com

کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد مریدین کی تربیت فرماتے اور یہ سلسلہ نصف شب تک جاری رہتا تھا اور جو طالب علم زیر تعلیم تھے ان کو شام کے وقت واپس بھیج دیا کرتے تھے۔ تہجد کے بعد ذکر جہر اور تلاوت قرآن پاک فرماتے تھے۔ سارا دن مخلوق اللہ کی خدمت میں گزر جاتا تھا غرضیکہ آپ کا ہر لمحہ عبادت میں گزرتا۔ اتباع سنت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ وصال کے قبل کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ آرام فرما رہے تھے کہ فخر موجودات' راحت کائنات محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

"عاقل! تو نے مجھے خوش کر دیا ہے اور میری سنتوں کو زندہ کیا ہے۔"

یہ بہت بڑی سند تھی جو حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عطا فرمائی تھی جس سے رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو جائیں اس کی خوش بختی کے کیا کہنے' وگرنہ لوگوں کی ساری عمریں گزر جاتی ہیں اور یقین نہیں ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی ہیں یا نہیں۔

ابتداء" آپ عمدہ لطیف لباس زیب تن فرماتے تھے' آپ کے دادا پیر نے لطیف لباس اور لطیف غذا کی تلقین فرمائی۔ جب اس نکتہ کی حکمت آشکارا ہوئی تو پتہ چلا کہ اس سے لطیف انوار کا نزول ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کا قمیض سینے پر سے چاک رہتا تھا' کلاہ قادری سر پر رکھتے تھے اور بہت تھوڑا کھاتے تھے۔ آپ اخلاق کے بلند مقام پر فائز تھے۔ ہر عمر ہر مرتبہ اور ہر طرح کے لوگ آپ کے پاس آتے تھے لیکن آپ سب سے یکساں شفقت و محبت فرماتے تھے۔ ہر کوئی یہی خیال کرتا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اسے سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ اگر کبھی لوگ بازو پکڑ کر اپنی جانب متوجہ کرتے یا زور سے بولتے تو پھر بھی خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ پھر انہیں مناتے تھے' ہنس کر جواب و سوال فرماتے تھے۔ جانتے تھے کہ لوگ قریب آئیں گے تو فیض یاب ہوں گے حالانکہ یہ رویہ بزرگان دین کی محفل میں درست نہیں' ادب لازم ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ لوگ سمجھ

Marfat.com

جاتے تھے کیونکہ اصلاح ماتھے پر بل ڈال کر نہیں کی جاسکتی۔ اس حال پر حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ بزرگان دین بندوں کو رب کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں' اس سے توڑنے کے لئے نہیں۔ جو ایسا نہیں کرتے ان سے اس کی پوچھ ہو گی۔ حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ سعی بلیغ فرماتے تھے کہ نہ صرف ان کے مریدین کے اندر بلکہ ان سے عقیدت رکھنے والوں اور معتقدین کے اندر بھی صحیح مذہبی جذبات پیدا ہوں۔ وہ اللہ پر بھروسہ کرنے لگیں اور ہر مشکل میں اسی سے طالب مدد ہوں۔

دل فدا کرتے ہیں نام فخر دیں پر اے ظفر
ہیں عاقل ربط عاقل سے دلی رکھتے ہیں ہم

موت اٹل حقیقت ہے' فرمان ربی کے مطابق ہر نفس نے ذائقہ موت چکھنا ہے لیکن جو اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں وہ لہو و لعب میں مبتلا ہو کر خسارا اٹھاتے ہیں۔ میرے مرشد حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیکوں کے لئے موت وصل کا دروازہ ہے لیکن دوسروں کے لئے مرنا ہے۔

وصال سے قبل حضرت خواجہ محمد عاقل رحمتہ اللہ علیہ چار ماہ تک علیل رہے۔ ایک دن ارشاد فرمایا کہ سفر تمام ہوا اور منزل قریب آ گئی۔ چنانچہ اسی دن ۸ رجب المرجب ۱۲۲۹ ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے واصل ہو گئے اور مٹھن کوٹ میں ہی سپرد خاک کر دیئے گئے اور مسند سجادگی پر آپ کے صاحبزادے حضرت میاں احمد علی رحمتہ اللہ علیہ جلوہ افروز ہوئے اور فیوض و برکات پھر مخلوق اللہ میں تقسیم ہونے لگیں۔ بزرگان دین کا یہ سلسلہ اسی طرح قیامت تک جاری و ساری رہے گا حال پر انعامات تقسیم ہوتے رہیں گے لیکن انعام اسے ملتا ہے جو انعام یافتہ کی صف میں کھڑا ہو۔

Marfat.com

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ماحول کو پاکیزہ بنانے کے لئے ہمیں گھر کے ماحول کو پاک صاف بنانا چاہیے۔ موت کو یاد کرتے رہنا چاہیے تاکہ رخ درست سمت رہے اور قدم جادہ حق سے ڈگمگانے نہ پائیں۔ بقول حضرت بابا بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ "یہ دنیا پھسلنے کی جگہ ہے بچے گا وہی جو حزم و احتیاط سے چلتا ہے۔"

Marfat.com

حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

جنگل کی فضاء اللہ تبارک تعالیٰ کے ذکر بالجہر سے معمور تھی، اس آواز میں درد بھی تھا، محبت بھی تھی، تڑپ بھی تھی اور التجا بھی۔ چرند پرند بھی خاموش تھے جیسے وہ بھی اس آواز سے مسحور ہو گئے ہوں۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آسمان سے خدائے لم یزل کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو رہا ہو۔ اللہ کا یہ نیک بندہ جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر جنگل کے ایک گوشہ میں بیٹھا اپنے رب کریم کے ذکر میں مشغول و محو تھا اس کا اسم گرامی حضرت شاہ عبدالطیف رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ جو ہر روز جنگل میں جا کر اپنے رب کی یاد میں مصروف ہو جایا کرتا تھا۔

آپ حضرت شاہ ناصرالدین قادری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ عبادت و ریاضت اور مرشد کامل کی توجہ نے حضرت شاہ عبداللطیف کی نگاہوں کے سامنے سے بہت سے حجابات اٹھا دیئے تھے۔ اکثر اولیائے کرام کی ارواح مقدسہ کا مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن آرام فرما رہے تھے کہ سلسلہ قادریہ، چشتیہ و سہروردیہ کے

Marfat.com

سردار سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

"عبدالطیف! تمہارے گھر جو بچہ تولد ہو گا اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔"

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے آنکھوں کو سرور اور دل کو ٹھنڈک نصیب ہوئی۔ کاش یہ خواب دوام اختیار کر لیتا اور میں سدا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرتا رہتا۔

حضرت عبدالطیف رحمتہ اللہ علیہ کا دل محبت سے سرشار تھا' یہ مژدہ جانفزا زوجہ محترمہ کو سنایا تو اس کی خوشی کی بھی انتہا نہ تھی۔ پیدا ہونے والے بچے کی بزرگی و اولیائی کی سند مل گئی تھی۔ چنانچہ اس بچے نے پنجاب کے قصبہ بٹالہ میں جنم لیا۔ باپ نے بحکم حضرت ابوتراب رضی اللہ عنہ بیٹے کا نام غلام علی رکھا۔

آپ کا میلان طبع دوسرے بچوں کی نسبت بالکل جداگانہ تھا۔ باپ اور ماں دونوں بڑا خیال رکھتے تھے۔ جب تحصیل علم کی عمر کو پہنچے تو دینی تعلیم کا اہتمام کر دیا۔ قرآن پاک کو حفظ کیا' حدیث پاک کی سند حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادگان سے حاصل کی۔ باپ کی بھی بیٹے پر نظر خاص تھی جو قدم قدم پر رہنمائی کرتا تھا۔ الغرض آپ کی پرورش و تربیت ایسے ماحول میں ہونے لگی جس کی روشنی میں معرفت اللہ کی منازل طے کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ آپ ہر وقت اپنی حیات کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں نکھارنے میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن دہلی سے والد گرامی کا پیغام ملا کہ میرے پاس چلے آؤ۔ آپ نے رخت سفر باندھا اور کئی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد آپ جس رات والد بزرگوار کی خدمت میں اقدس میں پہنچے تو ان کے مرشد حضرت ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔

"بیٹا غلام علی میں نے تم کو اپنے پیر و مرشد سے بیعت کرانے کے لئے بلایا تھا

Marfat.com

لیکن مقسوم میں نہ تھا اب تم جہاں اطمینان ہو بیعت کر لو۔"

باپ نے فرمایا تو آپ نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اب آپ خلافت بیعت سے سرفراز ہونے کے لئے مختلف اولیاء اللہ کی چوکھٹوں پر حاضری دینے لگے لیکن آپ کے لئے فیض کی دولت ان کے پاس نہ تھی۔ ایک دن آپ اسی جستجو میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں پہنچے' دل نے گواہی دی کہ جس منزل کی تلاش تھی وہ یہی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس سال اور سن ۱۱۸۰ ہجری تھا' بعد ادب درخواست کی۔

" حضور اپنے خدام میں شامل فرمالیں ۔"

جہاں ذوق و شوق ہو وہاں بیعت ہو جاؤ' یہاں تو سنگ بے نمک پسید ن کا مضمون ہے۔ حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "مجھے یہی منظور ہے حضور" آپ نے عرض کیا۔

" مبارک ہے " حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اور آپ کو بیعت فرمایا اور طریقہ نقشبندیہ' مجددیہ میں تلقین فرمائی۔ مرشد کے کہنے کے مطابق آپ حلقہ ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو گئے' لیکن روز اول سے ہی بسااوقات یہ خیال گزرتا کہ حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ ناراض نہ ہو جائیں کہ سلسلہ قادریہ کیوں نہ اختیار کیا۔ ایک دن اسی خیال میں سو گئے کہ رات کو خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مکان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور اس کے مقابل ایک اور مکان ہے جس میں حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ موجود ہیں' آپ چاہتے ہیں کہ اس مکان میں داخل ہوں کہ حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ۔

" مقصود اللہ تعالیٰ ہے جاؤ کوئی مضائقہ نہیں۔"

خواب سے بیدار ہوئے تو سینہ و ذہن تمام ترددات سے پاک تھا لٰہذا آپ یکسوئی کے ساتھ مرشد کے فرمان کے مطابق عبادت و ریاضت اور ذکر و مراقبہ میں مشغول

Marfat.com

ہو گئے۔ جب پندرہ سال بیت گئے تو حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت مطلقہ سے سرفراز فرمایا اور مخلوق اللہ کی رشد و ہدایت کے لئے فارغ کر دیا۔

اب آپ ہر وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ تھوڑا بہت جو سلسلہ معاش تھا وہ بھی ترک کر دیا اور توکل کو اپنا شعار بنایا۔ جب بھی بغرض آرام سونے کا ارادہ فرماتے تو پرانے سے بوریا پر لیٹ کر تکئے کی جگہ سر کے نیچے اینٹ رکھ لیتے تھے۔ مسلسل فاقوں سے ضعف نے شدت اختیار کی لیکن توکل کی رسی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک دن حجرے کا دروازہ بند کر لیا کہ یہی میری قبر ہے یہ ایک مقام تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے کو گزرانا تھا' چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کسی کے ہاتھ تھوڑا سا فتوح بھیجا اور پھر چند دن بعد کشائش کے دروازے کھل گئے۔ اب لوگ اکتساب فیض کے لئے آپ کی طرف ہجوم کرنے لگے اور بیعت سے مشرف ہونے لگے اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ تقریباً دو سو آدمی خانقاہ میں رہا کرتے تھے اور ان سب کے لئے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کے لئے انتظام احسن طریق سے ہو جاتا تھا۔

آپ بہت کم سوتے تھے' بوقت تہجد اگر لوگ سو رہے ہوتے تو انہیں اٹھایا کرتے تھے' خود نماز تہجد کے بعد مراقبہ و تلاوت قرآن میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ ہر روز دس پارے پڑھتے تھے مگر ضعف کی حالت میں بعض اوقات کم پارے پڑھ لیتے تھے۔ زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا تناول فرماتے اور قیلولہ کے بعد کتب دینیہ کے مطالعہ اور تحریرات ضروریہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ظہر کے بعد حدیث و تفسیر کا درس دیتے۔ بعداز عصر وعظ فرما کر شام تک حلقہ ذکر و توجہ میں مشغول رہتے۔ نماز مغرب کے بعد خاص مریدان کو بڑی توجہ سے کھانا کھلاتے اور پھر عشاء کی نماز ادا کرتے۔ رات بھر بیٹھ کر ذکر و مراقبہ میں گزار دیتے اگر نیند غلبہ کرتی تو مصلی پر ہی دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے لیکن پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔

Marfat.com

چارپائی پر شاید ہی کبھی سوئے ہوں گے۔ آپ موٹا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اگر کبھی کوئی عقیدت مند نفیس کپڑا بھیج دیتا تو اسے بیچ کر کئی کپڑے خرید لیتے اور پھر انہیں فی سبیل اللہ تقسیم فرما دیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بہتر ہے کہ ایک آدمی کی بجائے اسے کئی آدمی پہن لیں۔ کوئی کام کرنے سے قبل دیکھ لیتے تھے کہ اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا عمل تھا۔ امراء لوگ اگر پر تکلف کھانا پکوا کر آپ کے لئے بھیجتے تو اکثر خود نہ کھاتے تھے۔ طالب علموں کے لئے بھی مکروہ سمجھتے۔ اسے لوگوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ دیگوں کو اسی طرح رہنے دیتے اور جو آتا لے جاتا تھا۔ اگر کوئی نقد روپیہ بھیجتا اور اس میں شبہ نہ ہوتا تو پہلے اس میں سے چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکالتے پھر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی نیاز کے لئے حلوہ تیار کر کے فقراء میں تقسیم کر دیتے' جو قرض لیا ہوتا وہ ادا کر دیتے اور اہل حاجت کو عطا فرماتے تھے۔ اگر کوئی بغیر بتائے ہی روپے لے جاتا تو دانستہ اس کی حاجت سے منہ پھیر لیتے تاکہ شرمندہ نہ ہو۔ بعض اوقات ایسے لوگ بھی آتے جو آپ کی کتب اٹھا کر لے جاتے تھے اور پھر آپ ہی کے پاس فروخت کرنے کے لئے آتے تھے۔ آپ قیمت دے کر خرید لیتے تھے۔ اگر کوئی عرض کرتا کہ حضور یہ تو آپ کے کتب خانہ کی کتابیں ہیں اور نشانی موجود ہے تو آپ اسے سختی سے منع کرتے اور فرماتے کیا ایک کاتب چند نسخے نہیں لکھ سکتا۔

طالبان خدا دور دراز ممالک سے حضرت غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتے تھے۔ آپ کی زندگی میں اس قدر فیض آپ سے جاری ہوا جس کا شمار نہیں۔ مولانا خالد رومی قدس سرہ آٹھ نو ماہ میں صاحب اجازت ہو کر اپنے وطن کردستان واقع ملک روم میں واپس چلے گئے اور وہاں طریقہ عالیہ مجددیہ کی ترویج کی۔ آپ اپنے مریدین کی مدد بھی فرمایا کرتے تھے۔ میاں احمد یار آپ کے اصحاب کبار میں سے تھے۔ بغرض تجارت قافلہ کے ہمراہ جا رہے تھے

Marfat.com

کہ صحرا میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف
لائے ہیں اور پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ اپنی گاڑی کو دوڑا کر قافلہ سے آگے
لے جاؤ کیونکہ اس قافلہ کو ڈاکو لوٹ لیں گے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔
میاں صاحب نے حسب ارشاد حکم کی تعمیل کی اور بیل گاڑی کو دوڑا کر آگے نکل
گئے اور بخیریت منزل پر پہنچ گئے' جبکہ قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ میاں زلف
خان آپ کے مخلصین میں سے تھا جب وہ بیعت ہونے کے لئے دہلی آرہا تھا تو
جنگل میں راستہ بھول گیا۔ اچانک ایک بزرگ نمودار ہوا جس نے اسے سیدھے
راستے پر ڈال دیا۔ اس نے پوچھا حضرت آپ کون ہیں؟

"میں وہی ہوں جس سے بیعت ہونے کو جارہے ہو۔"

آپ کی ایک ارادت مند صالح بوڑھی عورت تھی اس کی عمر رسیدہ لڑکی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی' آپ تعزیت کے لئے اس کے ہاں تشریف لے گئے اور اسے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نعم البدل میں فرزند عطا فرمائے۔

یہ سن کر مرید صالحہ ضعیفہ نے عرض کیا حضور میں اور میرا شوہر دونوں بوڑھے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ اور پھر قریب ہی مسجد میں جا کر دوگانہ ادا کیا اور بڑھیا کے حق میں خصوصی دعا فرمائی۔ دعا قبول ہوئی اور فرمان کے مطابق اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔

آپ سے جو شخص ملنے کے لئے حاضر خدمت ہوتا اسے تھوڑی دیر کے بعد رخصت فرما دیتے تھے اور یہ عذر پیش کرتے تھے کہ فقیر کو قبر کی فکر ہے۔ بوقت رخصتی شرینی یا تحفہ بھی عطا فرمایا کرتے تھے۔ نواب امیر خان حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے نواسہ تھے۔ ان بزرگوں کی وجہ سے آپ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ تشریف لائے اور کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ آپ نے رخصت کرنا چاہا لیکن ان کا دل اٹھنے کو نہ چاہتا تھا' آپ نے خادم کو کہا کہ مکان کے کاغذات لاکر نواب صاحب کی نذر کر دیں۔ یہ تو

Marfat.com

نہیں اٹھتے ہم ہی مکان نذر کر کے کہیں اور چلے جاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ فوراً اٹھ کر چلے گئے۔

آپ کو سرور دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔ ہر کام میں سنت رسول اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے تھے۔ اگر کوئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آپ کے سامنے لیتا تو مثل ماہی بے آب بیتاب ہو جایا کرتے تھے۔ آہ آہ کہہ کر ہاتھ اٹھاتے اور کبھی ہاتھ پھیلا کر سمیٹ لیتے گویا کسی سے بغل گیر ہوئے ہیں اس وقت آپ کے لبوں پر مولانا روم کا یہ شعر مچلنے لگتا۔ ۔

موسیا آداب داناں دیگر اند
سوختہ جان و رواناں دیگر اند

آپ فنا فی الرسول تھے۔ بعض اوقات آپ کے مکان سے ایسی اعلیٰ خوشبو آنے لگتی تھی جس کو کسی دوسری خوشبو سے مشابہت نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس وقت آپ لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آتش دوزخ کے خوف نے آپ پر شدید غلبہ کیا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔

"جو شخص ہم سے محبت رکھتا ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔"

ایک دن آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رو رہے تھے۔ فراق کا اتنا غلبہ ہوا کہ نوبت خاکپاشی تک پہنچ گئی یہ عمل بظاہر سنت کے خلاف ہے لیکن جوش محبت میں نادانستہ طور پر ہو گیا تھا جب اس عمل کا احساس ہوا تو اسی سوچ و بچار میں نیند آگئی کیا دیکھتے ہیں کہ میر روح اللہ جو آپ کے مرشد کے یاروں میں سے تھے تشریف لائے اور کہہ رہے ہیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام تمہارے منتظر بیٹھے ہیں آپ بصد شوق و ادب

Marfat.com

بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے' محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے معانقہ کیا۔

یہ شرع محبت نہیں کہ محب کوئی اپنی بات رکھے اس کا ہر عمل محبوب کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔ جب کوئی محبت میں کامل ہو جاتا ہے تو محبوب کی صفات اس میں جلوہ گری کرنے لگتی ہیں۔ آپ نہایت سخی تھے۔ حیا کا یہ عالم تھا کہ آئینہ میں بھی اپنی شکل نہ دیکھتے تھے۔ مومنین پر شفقت اس قدر تھی کہ اکثر رات کو ان کے لئے دعائے خیر کرتے تھے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر آپ کا شیوہ حسنہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جاگیر مواعید الہٰی ہیں اور اس کے لئے دست شکستہ پا شکستہ دین درست یقین درست چار ایسی چیزیں ہیں جو بے حد ضروری ہیں۔

آپ کی محافل علم و عرفان سے لبریز ہوتی تھیں۔ جتنا جس کا ظرف ہوتا تھا اتنا وہ حاصل کر لیتا تھا۔ آپ کے لبوں سے نکلنے والا ایک ایک لفظ زر و جواہر سے تولنے کے لائق تھا۔ ایک دن تشریف فرما تھے' بہت سے مریدین' ارادت مند اور عقیدت مند بیٹھے تھے۔ مختلف موضوعات پر معرفت و حقیقت کی موتی لٹائے جا رہے تھے۔

" فقیر کون ہے ؟ "

ایک شخص نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ۔

" فقیر میں ف فاقہ کی' ق قناعت کی' ی یاد الہٰی اور ر ریاضت کی ہے۔ جو اس پر پورا اترا اس نے ف فضل کی' ق قرب مولا کی' ی یاری کی اور ر رحمت کی پائی اور جو پورا نہ اترا اس نے ف فضیحت کی' ق قہر کی' ی یاس کی اور ر رسوائی کی حاصل کی۔

ان کلمات قدسیہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا کہ فقیر کہنا آسان ہے لیکن فقیر بننا آسان نہیں ہے۔ صحیح فقیر وہ ہے جو فاقہ و قناعت اور ذکر و ریاضت کا خوگر ہو

Marfat.com

اس کا صلہ اللہ کا فضل و قرب اور یاری و رحمت ہے۔ لیکن جن کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے ان کے لئے فضیحت و قہر اور یاس و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایک شخص نے آدمی کی اقسام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس کی چار اقسام ہیں، اولاً" نامرد یہ طالب دنیا سے۔ ثانیاً" مرد یہ عقبیٰ کا طالب ہوتا ہے۔ ثالثاً" جوانمرد یہ عقبیٰ اور مولا کا طالب ہوتا ہے اور ربعاً" فرد یہ صرف مولا کا طالب ہوتا ہے۔

اس قول کی روشنی اگر ہم اپنے اپنے احوال و حال کا جائزہ لیں تو الا ماشاء اللہ نکال کر غالب اکثریت پہلی قسم میں شامل ہے۔ طالب مولا بننے کے لئے ہمیں بہت سے جبر کے پتھر اپنے سینوں پر رکھنے ہوں گے لیکن حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو مقصود حیات یہی ہے کہ جو عمل ہو رب کو راضی کرنے کے لئے ہو اور اس کے عوض جنت بھی طلب نہ کی جائے۔ اگر جنت کا مالک مل جائے تو جنت کہاں چلی جائے گی، صرف نیت درست کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ اکثر مریدین کو فرمایا کرتے تھے کہ طالب کو چاہئے کہ ہر وقت عبادت سے الگ الگ کیفیات معلوم کرے اور آگاہ رہے کہ نماز سے کیا کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن مجید سے کیا نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ درس حدیث سے اور تہلیل ربانی کے شغل سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی معلوم کرے کہ لقمہ شک سے کیسے ظلمت زیادہ ہوتی ہے، علی ہذا القیاس دوسرے گناہوں سے کیا کیا ظلمتیں زیادہ ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے کئی کرامات اور خوارق ظہور پذیر ہوئے۔ ایک دن ایک برہمن ہندو بچہ آپ کی مجلس میں آگیا، آپ کی نظر عنایت جو اس پر پڑی تو فوراً" زنار توڑ کر مشرف اسلام ہوگیا۔

الغرض آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ذکر و مراقبہ و عبادت و ریاضت میں

Marfat.com

بسر ہوتا تھا۔ آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو رہی' لیکن فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کے باعث لوگوں کو بہت تکالیف کا سامان کرنا پڑا۔ تین سال سخت قحط بھی رہا جس میں بیشمار جانیں تلف ہوئیں اور قتل و قتال ایسا وقوع میں آیا کہ خارج از تحریر ہے۔ اس لئے اپنی شہادت سے ڈرتے تھے۔ آخر وہ وقت آگیا جو سب پر ایک نہ ایک دن وارد ہونا ہے۔ مرض موت شروع ہوا تو اس میں بواسیر اور خارش کا غلبہ ہوا۔ وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ جامع مسجد میں رکھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کے پاس لے جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض شفاعت کرنا اور دو اشعار تلقین فرمائے کہ میرے جنازے کے آگے پڑھے جائیں۔

یہ ۲۲ صفر المظفر ۱۲۴۰ ہجری کا دن تھا کہ اللہ کا یہ ولی اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے جاملا اور اپنے مرشد کے پہلو میں آسودہ خواب ہوا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم جو بھی عمل کریں وہ رب کریم کی طلب کے لئے کریں اور ہر کام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کو سامنے رکھیں اور دنیا کی محبت سے گزیر کریں کہ یہ ہر گناہ کا سر ہے اور گناہوں کا سر کفر ہے۔

Marfat.com

حضرت محمد ہاشم شاہؒ

میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ کس ولی اللہ کے حالات زندگی ضبط تحریر میں لاؤں' فیصلہ نہیں کر پار رہا تھا کہ ایکا ایکی فضا میں کسی کے گانے کی درد بھری آواز ابھری۔ ہمہ تن گوش ہو گیا کوئی گا رہا تھا۔ ۔

طالب توڑ جہاں ولوں پھیر ہوگ غلام جہان تیرا
دلوں حرص جہان دی چھوڑ میاں پھیر کل جہان مکان تیرا

کوئی ناں نشان نہ چاہ بھائی سدا جھولدا دہگ نشان تیرا
ہاشم شاہ ایہ عاجزی کیمیا ہے ایویں ہووسی کاج آسان تیرا

کلام میں درد' کسک معرفت اور کشش تھی۔ حضرت ہاشم شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی سیف الملوک کے خالق حضرت میاں محمد کی کتاب میں پڑھا تھا یا پھر آپ کا نام نامی شیریں فرہاد' سسی پنوں اور سوہنی مہینوال کے قصوں کے لئے زبان

Marfat.com

زد خاص و عام ہے۔ آپ کا کلام سننے کے بعد مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آپ محض شاعر ہی نہیں بلکہ طریقت و معرفت کے سمندر کے بھی شناور ہیں۔ اس تلاش میں تھا کہ آپ کے حالات زندگی معلوم ہوں' حسن اتفاق سے میری ملاقات حضرت سید غلام نبی شاہ قادری مدظلہ العالی سے ہو گئی جو حضرت ہاشم شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پڑپوتے تھے۔ انہوں نے مجھے حوصلہ بخشا کہ میں اس عظیم بزرگ کے حالات زندگی قلم بند کروں۔

آپ کے والد بزرگوار سید حاجی محمد شریف کے پانچویں پشت کے جدامجد حلب سے مدینتہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بغرض تحصیل علم تشریف لائے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ سید حاجی محمد شریف کی ولادت یہیں ہوئی۔ بڑے ہو کر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چالیس سال تک درس و تدریس کی خدمت سرانجام دی۔ چالیس حج کیے۔

آپ عرب کے ایک بزرگ سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے' نہایت حلیم الطبع منکسر المزاج اور سرچشمہ فیض و الطاف تھے۔ اس عابد و زاہد کے ہاں ۲۲ رجب المرجب ۱۱۴۸ ہجری میں قبل از طلوع آفتاب ایک باسعادت بچے نے جنم لیا جس کا نسب پندرھویں پشت میں غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا تھا۔ بوقت پیدائش آپ کی والدہ محترمہ نوے سال اور والد ماجد کی عمر پچانوے سال تھی جو کہ بچہ پیدا کرنے کی عمر نہیں ہوتی' لہٰذا آپ کی ولادت کو ظاہرا" کرامت تصور کیا جاتا تھا۔ اس موقعہ پر اس وقت کی متعدد ہستیوں نے اہل خانہ کو مبارکباد دی۔ اس وقت سوائے اہل نظر و معرفت کے کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ نومولود بچہ مستقبل میں نامور صوفی شاعر اور عظیم روحانی پیشوا ہو گا۔

ایسی مبارک ہستیوں کے بچپن سے ہی عادات و اطوار دوسروں سے جداگانہ ہوتے ہیں۔ آپ عام بچوں کی طرح رونے کی بجائے خوش و خرم رہا کرتے تھے۔ والدہ محترمہ وقت پر دودھ پلا کر لٹا دیتی تھیں اور آپ آرام سے لیٹے رہتے تھے'

Marfat.com

یہاں تک کہ ماں کے کپڑے اور بستر بھی ہمیشہ پاک و صاف رہتا تھا اور بول و براز اس وقت کرتے جب والدہ کراتی تھیں۔ آپ کی ابتدائی تعلیم کا سہرا آپ کے والد گرامی کے سر پر ہے اور دینی و دنیاوی علوم انہیں سے حاصل کئے۔ آپ بڑے ذہین و فطین تھے' بہت جلد عربی' فارسی حکمت' نجوم' پنجابی اور سنسکرت میں مہارت حاصل کر لی۔ آپ صاحب کرامت ولی اللہ تھے لہٰذا حضرت ہاشم شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے راہ سلوک کی منازل بھی باپ کی زیر نگرانی طے کیں۔ اس لئے باپ ہی آپ کے مرشد تھے۔ اس کا تذکرہ آپ نے فارسی اشعار میں کیا تھا' فرماتے ہیں کہ جے حاجی الحرمین محمد شریف کا سایہ مل گیا اسے دو جہان کی عزت اور مراد مل گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ایسا رہبر ملا اور میں والد قدر شہنشاہ کے تصور میں رہتا ہوں۔ آپ نے باطنی طور پر حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا اور والد ماجد کی وفات کے بعد اکثر اپنے والد کے مزار پر حاضر رہتے اور چودہ علوم پر حاوی ہوئے۔

ابھی آپ چار سال کے تھے کہ آپ کے والد کو ہندوستان جانے کا حکم ملا۔ تعمیل ارشاد کے لئے فورا" رخت سفر باندھا اور جگدیو کلاں تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں جو گرو کے باغ سے ایک میل کے فاصلہ پر نہر اپر باری دوآب کے دائیں طرف واقع ہے قیام پذیر ہوئے۔ حضرت ہاشم شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے یہیں باپ سے فقہ' اصول' معقول' نص حدیث' منطق و فلسفہ تفسیر اور استدلال میں ید طولیٰ حاصل کیا۔

آپ یگانہ روزگار' مرد حق' زاہد شب زندہ دار تھے۔ نور معرفت الٰہی سے آپ کا چہرہ مبارک دمکتا رہتا تھا۔ حکام وقت بھی آپ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ بلااجازت کسی کو بولنے کی جرات نہ پڑتی تھی۔ علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے کہنہ مشق ادیب و شاعر آپ کے سامنے دم نہ مار سکتے تھے' یہ سب کچھ آپ نے انیس برس کی عمر تک سیکھ لیا تھا۔ بزرگ باپ جب اس دنیا سے

Marfat.com

رخصت ہو رہے تھے تو بیٹے کو پاس بلایا' پیشانی پر بوسہ دیا اور تمام دولت معرفت بیٹے کے سینے میں منتقل کر دی اور اپنی بیوی کو ہاشم کے بارے میں ضروری ہدایات دیں۔

والد کی فوتیدگی کے چھ ماہ بعد والدہ محترمہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ اب اس دار فانی میں آپ کے دو بھائی سید رحمت اللہ شاہ اور سید قاسم شاہ رہ گئے تھے جن میں سے موخرالذ چھوٹی عمر میں ہی لاولد فوت ہو گئے تھے۔ آپ ہر وقت وضو میں رہتے تھے۔ اکثر مراقبہ میں اپنے رب سے لو لگائے بیٹھے رہتے تھے۔ ایفائے وعدہ' رحملی' پاکیزگی و طہارت کی صفات عالیہ سے متصف تھے آپ کو صرف دو ہی کام تھے یادالٰہی اور تبلیغ حق۔ لنگر کا یہ عالم تھا کہ روزانہ بے شمار لوگ کھانا کھاتے تھے۔ اکثر خود تقسیم کرتے تھے' تلامذمہ و مریدین کی روحانی تربیت بھی فرماتے تھے تاکہ جادہ حق روشن ہو اور معرفت الٰہی سے روشناس ہوں۔ اہل دنیا کو مشکلات کا حل بھی بتاتے تھے تاکہ جب ان کا بوجھ ہلکا ہو تو رخ اپنے مولا کریم کی طرف کریں۔ الغرض جو بھی آتا اس کی حاجت پوری ہوتی تھی۔ دنیا کے ساتھ دین بھی لے کر جاتا تھا۔ ادب' تہذیب اور متانت بچپن سے ہی آپ کا طرہ امتیاز تھی۔ زبان کو کبھی ناپسندیدہ الفاظ سے میلا نہیں کیا تھا۔ فرمایا کرتے تھے۔ "زبان کی حفاظت میں امن پنہاں ہے۔" اس حال پر حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زبان لغوگوئی کے لئے نہیں' یہ جب بھی کھولو دوسروں کی بھلائی کے لئے کھولو اور کسی کو نقصان پہنچانے کے اسے کھولنے کا حکم ہی نہیں ہے۔

آپ کی شادی باپ نے اپنے عزیزوں میں سے ایک بھائی اور مرید خاص کی دختر سے کر دی تھی جو مدینہ منورہ سے ان کے ساتھ آیا تھا۔ ان کے بطن سے دو لڑکے پیر محمد شاہ اور سید محمد عرف ننھے شاہ ہوئے جن میں سے اول الذکر نے اپنے باپ سے فقہ و حدیث اور دیگر علوم کی تحصیل کی اور موخرالذکر نے اپنے بڑے بھائی سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔ آپ کی زوجہ محترمہ کا انتقال آپ

Marfat.com

کے وصال سے ایک سال قبل ۱۲۵۸ ہجری میں ہو گیا تھا۔

جگدیو کلاں جہاں آپ مقیم تھے آپ کی نسبت اور بزرگی کی وجہ سے اس جگہ کا نام ہاشم شاہ پڑ گیا تھا۔ آج اس گاؤں میں ایک مسلمان بھی نہیں ہے۔ لیکن وہاں کے مکین جو غیر مسلم ہیں اب بھی آپ کے نام کی مالا جپتے ہیں اور کرامات کا ذکر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ وبا پھیل گئی' بے شمار لوگ لقمہ اجل بن رہے تھے' آپ نے منادی کرادی کہ جو مریض ہمارے کنویں سے پانی پیئے گا اللہ اس کو شفا دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا آج بھی عقیدت مند اس کنویں کا پانی پی کر صحت یاب ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے راستے میں دریائے راوی پڑتا تھا۔ دریا میں طغیانی تھی کشتی بھر چکی تھی چند مسافر باقی تھے ملاحوں کی منت سماجت کرنے پر ان کو بھی سوار کر لیا گیا۔ آپ کے مریدین نے کشتی روکنے کو کہا لیکن ملاح نہ رکے۔ بذریعہ کشف آپ پر منکشف ہو گیا کہ مریدین سوچ رہے ہیں کہ کیا اب یہیں بسیرا کرنا پڑا گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"ادھر ادھر دیکھو شاید کہیں پانی پایاب ہو۔"

حضور اس طغیانی کے عالم میں دریا پایاب کہاں ہو گا۔ مریدین بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور کشتی والوں سے پہلے دریا عبور کر لیا۔ روحانی پیشوا ہونے کے علاوہ بے مثال شاعر بھی تھے۔ اشعار کی زبان میں آپ نے معرفت الٰہی' پند و موعظمت اور اسرار و رموز کے خوش رنگ موتی بکھیر دیئے ہیں۔ جب کوئی پڑھتا ہے تو ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے عشق حقیقی اور معرفت اللہ سے رنگ دیا فرماتے ہیں۔ ؎

دال دکھ نوں ہٹاوناں ایں تاں توں سکھ جہاں دا ٹول ناہیں
سکھ پاوناں ایں تاں توں میٹ اکھیں سکھ کسی دا ویکھ کے ڈول ناہیں

Marfat.com

اساں ویکھیا سکھ جہان والا میاں دکھ ہے ایس نوں پھول ناہیں
ہاشم شاہ میاں ایہو فائدہ ہے کوئی لکھ آکھے مونہوںبول ناہیں

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ۔

ذال ذکر زباں داچھوڑ میاں تیرا مکر ہے جگت رجھاونے نوں
پھاہی دنغے دی لوگ پھسلاونے نوں جی چاہندا شیخ کہاونے نوں

ذکر حق داجان دے نال کریئے نہیں آکھیا کوک سناونے نوں
ہاشم شاہ ایہ بھید رسائی دا کون سکھدا کھول دکھاونے نوں

فارسی کلام میں ایک جگہ فرماتے ہیں جس کا ترجمہ ہے ۔

" محبوب حقیقی کے ذکر میں مست رہنے والا بہشت کو ایک کوڑی میں بھی نہیں خریدتا۔ اس کے لئے گوشہ قناعت دوجہان کی نعمتوں سے زیادہ لذیذ اور خوش مزہ ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنے محبوب کی یاد میں منہمک رہتا ہے۔"

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں جس کا ترجمہ ہے ۔

" عجز و اختیار کرنا بھی دراصل بلندی کا نشان ہے۔ خود کو بلند خیال کرنا اور دامن پکڑنے سے وبال ہی آتا ہے۔"

آپ کی تصانیف میں سے سسی پنوں' سوہنی مہینوال' ہیررانجھا' لیلیٰ مجنوں' شیریں فرہاد' محمود شاہ غزنوی' دوہڑے' ڈیوڑھے' سہ حرفیاں' بارہ ماہ کافیاں' غزلیات' مدحیات' مناجات' خضرنامہ' پوتھی۔ حکمت کلیات ہاشم' جہاں بہار مثنوی' دیوان راج نیتی' گیان مالا' چنتا' ہر زیدۃ الرمل شلوک' کبت سوئیے' کام دوہین موجود ہیں جو پنجابی' ہندی' عربی' گورمکھی' سنسکرت' برج بھاشا اور دیوناگری میں ہیں۔ ان سے چند زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

ایک روز حضرت ہاشم شاہ رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما تھے علم و حکمت کا

Marfat.com

موجزن تھا۔ حاضرین محفل اپنی اپنی بساط طلب اور علم کی روشنی میں مختلف امور کے بارے میں دریافت کر رہے تھے اور آپ سوال کرنے والے کی ذہنی استطاعت کے مطابق جواب سے سرفراز فرما رہے تھے۔

سوال : نفع و نقصان کس کو کہتے ہیں ؟

جواب : نفع وہ ہے جو ساتھ جائے اور نقصان وہ ہے جو وفا نہ کرے۔

سوال : اللہ کی محبت کس چیز سے پیدا ہوتی ہے؟

جواب : حلم سے۔

سوال : حلم کس طرح پیدا ہوتا ہے ؟

جواب : اچھا لباس پہننا' اچھا اور زیادہ کھانا پینا چھوڑ دینے سے معرفت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

سوال : حیات جاوداں کس طرح پائی جاتی ہے ؟

جواب : نیست ہو کر۔ نیست وہ ہے کہ دنیا سے نابود ہو اور دنیا اس کے سامنے نابود ہو۔ یہ مقام عشق سے حاصل ہوتا ہے اور عشق ایک آگ ہے کہ جو کوئی اس میں گرتا ہے آگ ہو جاتا ہے۔

سوال : انسان اپنے نفس پر کس طرح حاکم ہو ؟

جواب : جو کام کرے نفس کے خلاف کرے اور دنیا کو فنا ہونے والی جانے۔

سوال : وہ کونسی کھیتی ہے جو ایک ذہن میں بوتے اور دوسرے ذہن سے کاٹتے ہیں؟

جواب : نیکی اور بدی کی کہ اس دنیا میں بوتے اور عاقبت میں اس کا بدلہ ملتا ہے۔

Marfat.com

سوال : اللہ کی خوشنودی کس طرح حاصل کی جا سکتی ہے۔

جواب : ماں باپ بیکسوں اور شکستہ دلوں کی خوشنودی سے۔

سوال : نیک بخت کیسے پہچانا جاتا ہے ؟

جواب : تین علامتوں سے (۱) علم کی طلب کرنے والا۔ (۲) سخاوت کرنے والا۔ (۳) خندہ رو۔

سوال : زبان ' بدن اور روح کس سے پاک ہوتی ہے ؟

جواب : حلال کھانے' سچ بولنے' پرہیزگاری اور بے ریائی سے۔

۱۲۵۹ ہجری میں ۲۶ رمضان المبارک کو آخری جمعتہ المبارک تھا۔ نماز جمعہ کے لئے تشریف لے گئے' نماز سے فارغ ہوئے تو یکدم طبیعت ناساز ہو گئی۔ فوراً آپ کو گھر لایا گیا لیکن ایک گھنٹے کے اندر اندر اپنے خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔ آن واحد میں آپ کے وصال کے خبر دور و نزدیک پھیل گئی۔ بے شمار لوگ جن میں مریدین' عقیدت مند ' مداح اور برگزیدہ ہستیاں شامل تھیں اس مرد باصفا اور ولی اللہ کی زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت کے لئے جمع ہو گئے۔ وصیت کے مطابق آپ کو تھرپال نزد رعیہ خاص تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ میں لا کر سپردخاک کر دیا گیا۔

آپ کا عرس مبارک ہر سال ۴ جون کو منایا جاتا ہے۔ دور و نزدیک سے لوگ عرس میں شریک ہوتے اور عقیدت و محبت کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور فیوض و برکات سے بہرور ہوتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اس کی زبان پر حق بولتا ہے۔ مخلوق خدا کو اس سے سکھ ملتا ہے اور پیچھے آنے والوں کے لئے راہیں روشن ہو جاتی ہیں۔ عجزوانکساری موجب رحمت خداوندی اور تکبر باعث وبال ہے اس لئے عجز کو اختیار کرنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت حافظ محمد علی خیر آبادیؒ

رات کا آخری پہر تھا' ہر طرف ہو کا عالم تھا' اس ہنگام ایک چھوٹا سا بچہ چارپائی سے اٹھا وضو کیا اور اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔ یہ اس کا روز کا معمول تھا۔ ایک دن یہی بچہ اپنے ہم عمروں کے ہمراہ جارہا تھا۔ راستے میں بیر کے درخت تھے' بچوں نے سرخ سرخ بیر دیکھے تو منہ میں پانی بھر آیا۔ بس پھر کیا تھا پھل توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ لیکن ان کا دوست محمد علی ان سے الگ تھلک کھڑا رہا۔ لڑکوں نے پھل کھانے کے لئے کہا تو بولا۔

"یہ درخت لوگوں کی ملکیت ہیں' ان کی اجازت کے بغیر ان کا پھل کھانا جائز نہیں ہے۔"

یہ شریعت کی بات تھی اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان تقرب اللہ حاصل کرتا ہے۔ مادرزاد ولی اللہ بچپن سے ہی ان راستوں پر گامزن ہوتا ہے جن سے اللہ عزو جل اور اس کا محبوب صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم راضی اور خوش ہوتا ہے۔

یہ مبارک بچہ مولوی شمس الدین کے ہاں ۱۱۹۲ ہجری میں تولد ہوا۔ علم و فضل کے لحاظ سے اس گھرانے کو بڑی عزت کی نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ جب ذرا ہوش سنبھالا تو علم کے حصول میں منہمک ہو گیا۔ سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اور پھر علاقے کے مشہور و معروف عالم سے تحصیل علم کیا۔ علم دین کی تکمیل کے لئے علاقے سے باہر جا کر پہلے شاہجہان پور میں شہر سے باہر ایک مسجد میں قیام فرمایا اور علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ بعدازاں دہلی کا رخ کیا۔ وہاں سے بہرہ ور ہونے کے بعد حرمین شریفین میں صحیح بخاری شریف کی سماعت کی اور پھر دہلی میں آکر دیگر علوم میں دسترس حاصل کی۔

وقت گزرتا رہا' محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کو بچپن سے ہی عبادت و ریاضت کا شوق تھا۔ اسی جذبے کی تکمیل میں حضرت سید محمد مشتاق رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر چلہ کشی کی۔ بعدازاں حضرت شاہ مینا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ یہاں آپ نمازیوں کے لئے دور سے پانی بھر کا لاتے" اور بقیہ وقت عبادت میں گزارتے۔ پھر حضرت قطب رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر دہلی میں حاضر ہوئے اور حسب سابق عبادت و مجاہدہ میں وقت بسر کرنے لگے۔ سقہ گری بھی کی تاکہ گزر اوقات ہو سکے۔ اکثر روزہ سے ہوتے اور رات بھر تلاوت قرآن میں مشغول رہتے تھے۔ دہلی سے اجمیر گئے اور وہاں ایک مسجد میں بارہ سال قیام فرمایا۔ وہاں سے پاک پتن گئے تو وہاں حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی عظمت و بزرگی کا تذکرہ سنا تو دل ماہی بے آب کی طرح بیتاب ہو گیا' یوں احساس ہوا جیسے منزل قریب آگئی ہو' ضبط کا یارانہ رہا تو حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے چل پڑے۔ زیارت سے مشرف ہوئے تو دل کو سکون مل گیا۔ جس منزل پر پہنچنے کے لئے وہ مضطرب تھے' وہ سامنے تھی۔ بس پھر کیا تھا وہیں کے ہو رہے اور حسب معمول عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ اس طرح ایک سال

Marfat.com

بیت گیا۔ ایک دن حافظ محمد علی تشریف فرما تھے کہ معاً" دل میں خیال گزرا۔

" ایک سال ہو گیا ہے ہنوز حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے میری طرف توجہ نہیں فرمائی۔"

آپ کے دل میں اس خیال کے گزرنے کی دیر تھی کہ حضرت سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ پر اس کا انکشاف ہو گیا۔ ارشاد فرمایا۔

" جس شخص سے مجھے تعلق ہوتا ہے بظاہر میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔"

حضرت حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو دل کو اطمینان کی دولت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد آپ کو پہاڑ پر عبادت کے لئے بھیج دیا۔ چنانچہ حافظ صاحب وہاں جا کر عبادت میں مصروف ہو گئے' جب حضرت سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ نے چشم معرفت سے دیکھ لیا کہ حافظ محمد علی اب اس قابل ہو گیا ہے کہ اسے کوئی بھی ذمہ داری سونپی جا سکتی ہے تو بلا کر حلقہ ارادت میں شامل فرمایا اور خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

خلافت و اجازت کے باوجود حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ مرشد کو جب خبر ہوئی تو وجہ دریافت کی۔ عرض کی۔

" اکثریت کا رخ منفی ہے اور مریدین کی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔"

مرشد نے سنا تو فرمایا۔

" منفی رخ مثبت کیسے ہو گا اگر حلقہ ارادت میں شامل نہیں کرو گے۔"

چنانچہ آپ نے بیعت کا سلسلہ شروع کر دیا اور پنجاب' اودھ اور حیدر آباد کے بے شمار لوگ آپ کی بیعت ہوئے۔ اس کے بعد آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے جہاں دس سال تک مقیم رہے۔ وہاں معدودے چند لوگوں کو بیعت کیا اور پھر واپس تشریف لے آئے۔

مریدین کی اصلاح و تربیت میں بڑی دلچسپی لیتے تھے فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com

"مرشد کو مریدین کا اس طرح دھیان رہتا ہے جسے ماں کو اپنے بچوں کا۔"

اکثر اپنے مریدین کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ ہر حال میں شریعت پر قائم رہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں دل کو ثابت رکھو اور دنیا کی محبت میں مت بیٹھو' اس سے محبت الٰہی کی محبت سلب ہو جاتی ہے۔ خود بھی آپ ان پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ اتباع سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد خیال رکھتے تھے اور مریدین سے بھی یہی چاہتے تھے۔ آپ کی محفلوں میں مسائل شریعت اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور بات کا ذکر نہ ہوتا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ محبت الٰہی کا دعویٰ بغیر اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹا دعویٰ ہے۔

بری رسوم کو آپ قطعاً" پسند نہ فرماتے تھے۔ ان سے معاشرے میں فساد برپا ہوتا ہے۔ ان کی بیخ کنی کے لئے ہر وقت آمادہ و تیار رہتے تھے۔ سب سے پہلے آپ نے اس کا آغاز اپنے گھر سے کیا۔ جب آپ کی پہلی بیوی کا انتقال ہوا تو اہل قرب نے مختلف رسومات کی ادائیگی کے لئے کہا تو فرمایا۔

"جہاں بھی ہوں گا فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کر دیا کروں گا۔"

شادی بیاہ کی فضول اور غیر شرعی رسومات سے بھی متنفر تھے۔ جب آپ کا صاحبزادہ حافظ جمال الدین جوان ہوا تو آپ اسے دلہن والوں کے ہاں لے گئے اور نکاح کے لئے کہا' انہوں نے بے سروسامانی کا عذر کیا تو ارشاد فرمایا۔

"جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔"

چنانچہ قواعد شرعیہ کے مطابق نکاح ہو گیا اور بہو بیاہ لائے۔

حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ ایسی شادیوں میں بھی شرکت نہ فرماتے تھے جن میں اسلامی شعائر کی پابندی نہیں کی جاتی تھی۔ ایک شخص نے

Marfat.com

شادی میں شرکت کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا۔

" اس زمانہ میں اس قدر مہر باندھا جاتا ہے کہ ادا کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ یہ امر ناروا ہے۔ میں ایسی تقریب نکاح میں شامل نہیں ہوا کرتا۔"

اس شخص کی یقین دہانی پر کہ جو مہر مقرر ہو گا وہ اسی وقت ادا کر دوں گا آپ شادی میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔

آپ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حیدر آباد میں حضرت شاہ یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لے گئے' وہاں طوائف ناچ رہی تھی اور چند ایک مشائخ بیٹھے تھے۔ اس قبیح حرکت پر آپ کو ضبط کا یارا نہ رہا۔ اس محفل میں گئے اور غصے سے ارشاد فرمایا۔

" یہ بال تمہاری داڑھی کے نہیں بلکہ زنار کے تار ہیں۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر ایسا فسق و فجور ہوتا ہے اور تم دیکھتے ہو۔"

مشرکانہ تہواروں میں شرکت کو بھی سخت ناپسند فرماتے تھے۔ کہا کرتے تھے۔

" جس مسلمان نے رسم کفر کو رغبت دل سے مشاہدہ کیا اس کے ایمان میں خلل پڑا۔"

اپنی محافل میں اصلاح احوال کے لئے حاضرین سے فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی قوم کے قواعد کمزور ہو جاتے ہیں تو وہ ایسے علوم اور شعبدوں میں مبتلا ہو جاتی ہے جن کے ذریعے بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے آرام و آسائش کی زندگی میسر آئے۔ آج بھی اگر ہم اپنے گرد و پیش میں نگاہ دوڑائیں تو اکثریت کا یہ عالم ہے کہ بغیر کوئی کام کئے ہر سہولت' مراعت' دولت اور نفع حاصل کرنے کی خواہاں ہے۔ کیمیا گری کی فکر اور دھن میں سرگرداں رہنا اور راتوں رات امیر بننے کا خواب اور تدابیر بھی اس زمرے میں شامل ہیں۔ یہی وہ قومی بیماریاں ہیں کہ ملک ترقی نہیں کرتے

Marfat.com

اور دوسروں کے محتاج اور دست نگر رہتے ہیں۔ بھیک منگوں کی طرح اغیار کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور خیرات کے ساتھ کئی برائیوں کو بھی قبول کرنا پڑتا ہے۔ ایک دن تشریف فرما تھے کہ کسی نے عملیات و تعویذات کے بارے میں دریافت کیا۔ ارشاد فرمایا۔

"عملیات میں غیر معمولی اعتقاد قوائے عمل کو شل کر دیتا ہے اور اوہام کا تار پور زندگی کے سرچشموں کو خشک کر دیتا ہے۔ جب اسلامی معاشرہ انحطاط پذیر ہو تو عملیات اور تعویذ گنڈوں میں انتہا سے زیادہ اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے۔"

اسی لئے آپ کسی کو تعویذ لکھ کر نہیں دیتے تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے بے حد اصرار کیا تو آپ نے اسے مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کا یہ شعر لکھ کر دے دیا ؎

ہم دعا از تو اجابت ہم زتو
ایمنی از تو مہارت ہم زتو

حضرت حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا اخلاق مثالی تھا۔ کبھی ممتاز جگہ پر تشریف نہ رکھتے تھے، خدام کے ساتھ مل کر کام کاج میں شریک ہوتے تھے۔ بعض اوقات خود روٹیاں پکا لیتے تھے۔ ہر ایک کو دسترخوان پر ساتھ بٹھاتے تھے۔ ایک دن ایک موچی جوتا سی رہا تھا تو اسے کہا کہ ہاتھ دھو کر آؤ اور کھانے میں شریک ہو جاؤ اور اسے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا۔ ایک دفعہ ایک جولاہا موسم سرما میں آپ کے پاس آیا۔ اس کے پاس گرم کپڑے نہ تھے۔ اسے آپ نے اپنے بستر میں سلایا۔

آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا۔ مولانا روم، حضرت ابن العربی اور مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہم کی تصانیف کا درس خود دیا کرتے تھے۔ بڑے بڑے جید علماء آپ کے درسوں میں شامل ہوتے تھے اور استفادہ کرتے تھے۔

Marfat.com

آپ کے تبحر علمی اور بزرگی و عظمت کا دور و نزدیک شہرہ تھا۔ اکابر بے حد عزت کرتے تھے۔ آپ امراء کے پاس جانے سے اجتناب فرماتے تھے۔ اگر کوئی بغرض زیارت حاضر خدمت ہوتا تو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اخلاق سے پیش آتے تھے۔

جن دنوں آپ مسند ارشاد پر جلوہ افروز تھے تو انگریزوں کا اقتدار عروج پر تھا۔ انگریزی معاشرت کے اثرات نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ چشم بصیرت سے دیکھ لیا تھا کہ آئندہ اس سے کیا کیا فتنے جنم لیں گے اور مسلمانوں کے دین پر کس کس انداز سے ڈاکے ڈالے جائیں گے۔ لہٰذا آپ کو اس سے سخت نفرت تھی۔ مسلمانوں کو جب نصاریٰ کے لباس میں دیکھتے تو دل کڑھتا اور آنے والے سے ناخوش ہوتے تھے۔ انہیں دنوں واجد علی شاہ لکھنؤ میں حکومت کرتا تھا۔ اس کی اخلاق سے گری ہوئی حرکات کے متعلق علم ہوا تو سخت دلی صدمہ ہوا۔ متعدد بار اسے تنبیہہ کی کہ وہ ان حرکات سے کنارہ کشی اختیار کرے اور امور حکومت میں دلچسپی لے۔ مگر اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور وہ اپنے حال میں مگن رہا۔ چنانچہ آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور واجد علی شاہ کو کہلا بھیجا کہ ہم جنگ کے واسطے آئے ہیں اگر ہمت ہے تو مقابلہ پر آؤ۔ ایک رات حضرت شاہ مینا رحمتہ اللہ علیہ کی درگاہ میں تشریف رکھتے تھے کہ فرمانے لگے ۔

" تختہ کا تختہ الٹے "

قریب ہی ایک شخص بیٹھا تھا عرض گزار ہوا۔

" ایسا نہ فرمائیے ۔"

آپ نے جوش سے فرمایا ۔

" اگر نصاریٰ کی عمل داری ہو تو اس حکومت سے بہتر ہے۔"

حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کا وصال چوہتر برس کی عمر میں ماہ ذیقعدہ ۱۲۶۶ ہجری میں ہوا۔ وصال سے قبل آپ پر فالج کا حملہ ہوا۔ رفتہ رفتہ

Marfat.com

مرض میں اضافہ ہوتا گیا اور ہاتھ پاؤں بیکار ہو گئے۔ عبادت میں جب دقت کا سامنا کرنا پڑا تو ارشاد فرمایا۔

"جسم بھاڑے کا ٹٹو تھا آخر ساتھ نہ دیا۔"

اور جب آپ اپنے خالق حقیقی سے واصل ہوئے تو کھیری میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

آپ کے بعد آپ کے حقیقی برادر زادے مولانا حافظ محمد اسلم مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے اور چون سال تک فیوض و برکات اللہ کی مخلوق میں تقسیم فرماتے رہے۔ آپ نہایت سادہ مزاج بزرگ تھے۔ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں بری اور غیر شرعی رسومات سے گلوخلاصی کے لئے اپنے گھر سے آغاز کرنا چاہیے۔ فسق و فجور کی محافل سے دور رہنا چاہئے' معاشرے کی اصلاح اسی طرح ممکن ہے' ناحق کے حصول سے گریزاں رہنا چاہیے اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ہر فرد کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ قادر بخش جہاں خیلیؒ

حضرت نادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے رب کریم سے لو لگائے دنیا و مافیہا سے کنارہ کش آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ جب آنکھیں کھولیں تو اپنی گود میں اڑھائی سالہ بچے کی کفن میں لپٹی ہوئی لاش پڑی تھی۔ آپ کبھی آسمان اور کبھی لاش کی طرف دیکھتے تھے۔ پھر خادم کو آواز دے کر بلایا اور پوچھا۔

"اس بچے کی لاش کو یہاں کون چھوڑ گیا ہے ؟"

"شیر محمد خان کی بیوہ حضور "

خادم نے عرض کیا ۔

"اس کو پانی میں ڈال دو ۔"

آپ نے فرمایا تو خادم نے لاش کو اٹھایا اور قریب ہی ایک گڑھے میں جس کے اندر تھوڑا سا پانی تھا بچے کو لٹا دیا۔ حکم کی تعمیل ہو چکی تو اس مسیحا باکمال ولی اللہ نے اپنا سر نیاز بارگاہ کبریا میں جھکا دیا اور صمیم قلب سے گڑگڑا کر خالق کون مکاں

Marfat.com

کے آگے دعا کرنے لگا۔ خادم دم بخود کھڑے دیکھ رہے تھے۔ قلزم رحمت الٰہی جوش میں آیا۔ اپنے ولی کی التجا کو شرف قبولیت بخشا' دیکھتے ہی دیکھتے پہلے مردہ بچے کا انگوٹھا ہلا اور پھر سارے بدن میں جان پڑ گئی۔ آپ نے سجدے سے سر مبارک اٹھایا تو بچے کو سامنے کھڑا پایا۔ آپ اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر بجالائے۔ جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ بچے کی ماں کو خبر ہوئی تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ کشاں کشاں دراقدس پر پہنچی اور بچے کو گود میں لے کر حضرت صاحب کے قدموں میں لٹا دیا اور عرض کی۔

"حضور یہ آپ ہی کا ہے اور آپ ہی کے قدموں میں رہے گا۔"

اور واپس چلی گئی۔

اس بچے کا نام دیدار بخش تھا۔ حضرت نادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی زیر سایہ پرورش پانے لگا اور دنیاوی و دینی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ ظاہری علوم سے فراغت کے بعد آپ سے بیعت ہو گیا اور سلوک و معرفت الٰہی کی منازل طے کرنے لگا۔ جب چوبیس سال کا ہوا تو حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اسے خرقہ خلافت اور دستار فضلیت عطا فرمائی۔ جب ایک سو پچیس سال کی عمر پا کر آپ دار بقا کی طرف سدھارے تو دیدار بخش کی حالت دیدنی تھی۔ مرشد کی جدائی و مفارقت سے جنہوں نے باپ کی طرح پالا تھا دیدار بخش کو دلی صدمہ ہوا۔ غموں کے بادل چھا گئے' اس سانحہ عظیم کو وقوع پذیر ہوئے جب چھ ماہ گزر گئے تو دیدار بخش کشمیر چلے گئے اور مہاراجہ کشمیر کے ہاں ملازمت اختیار کر لی۔ دوران ملازمت بہت سے لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے۔

وقت گزرتا رہا' اسی اثنا میں آپ تینتیس سال کے ہو گئے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ ایک جگہ سے گزر رہے تھے کہ ایک مجذوب نے جس کا نام احمد شاہ تھا آپ کو مخاطب کر کے کہا۔

"خان صاحب اپنے وطن جا کر شادی کر لیں آپ کی پشت سے ایک قطب پیدا

Marfat.com

ہونے والا ہے۔"

اور پھر مسلسل اصرار کرتا رہا کہ وطن واپس چلے جاؤ۔ آپ سوچ میں پڑ گئے۔ واپس آئے تو مجذوب کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوم جاتا اور اس کے الفاظ کانوں میں گونجنے لگتے۔ جاؤں یا نہ جاؤں کے تذبذب میں ایک سال بیت گیا۔ سال کے بعد رخصت لے کر گھر کی طرف روانہ ہوئے' جب موضع دیناگر میں پہنچے تو وہاں ایک درویش سے ملاقات ہوئی' اس نے آپ کو دیکھا تو فرمایا۔

"ضلع ہوشیار پور میں موضع میانی سے پرے بستی جلال خان میں زہرہ خاتون نامی لڑکی سے تمہاری شادی ہو گی جس کی بطن سے ایک قطب جنم لے گا۔"

اس درویش کی بات سن کر آپ کو کشمیر کے مجذوب کے کلمات یاد آگئے چنانچہ آپ بستی جلال خان میں وارد ہوئے۔ یہاں کے باشندوں کی رشتہ داری زمانہ قدیم سے جہاں خیلاں میں تھی یہاں آپ کی نسبت گامن خان کی بیٹی زہرہ خاتون سے ہو گئی' یہاں سے جہاں خیلاں پندرہ کوس کے فاصلے پر تھا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے اور پھر مقررہ تاریخ پر مذکورہ بستی میں آکر زہرہ خاتون سے نکاح کر لیا اور پیش گوئی کے مطابق دو شنبہ ۱۷ شوال ۱۲۳۷ ہجری کو آپ کے ہاں حضرت خواجہ قادر بخش رحمتہ اللہ علیہ تولد ہوئے۔

پانچ سال کی عمر میں حضرت قادر بخش رحمتہ اللہ علیہ نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا اور سات سال کی عمر میں ختم کر لیا۔ اسی دوران میں آپ کے والد محترم دیدار بخش نے کشمیر میں وصال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔ آج بھی آپ کا مزار پنجابی پیر کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ بارہ سال تک تعلیمی مشاغل جاری رکھے اور پھر کھیتی باڑی کرنے لگے۔ اس دوران میں کابل جانے کا اتفاق ہوا' یہاں سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ عنایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور مرشد کے فرمان کے مطابق عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ اسی اثنا میں آپ اپنے اصلی وطن کلال گوجر میں جو غزنی کے علاقے میں ایک قصبہ تھا ایک

Marfat.com

سال تک مقیم رہے یہاں آپ کے آباؤاجداد رہا کرتے تھے۔ آپ کا دادا شیر خان غازی جو حضرت گلزار محمد خان کا خلیفہ تھا احمد شاہ درانی کے اعلیٰ رکن سلطنت موکل خان کے ساتھ وارد پنجاب ہوا تھا اور ضلع ہوشیار پور میں جہاں خملی کی زمین پر آباد ہوا تھا۔

پانچ سال افغانستان میں قیام فرمانے کے بعد واپس لوٹے اور چند دن لاہور میں رکنے کے بعد سنگھڑ شریف میں حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور سلسلہ چشتیہ میں بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کرنے کے بعد کشمیر چلے گئے۔ وہاں ایک درویش کامل حضرت سید احمد رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے سلسلہ سہروریہ میں بیعت ہوئے اور اجازت پا کر جالندھر شریف آئے ۔ یہاں آپ نے ایک شخص محمد بخش سے کسی ولی کامل کے بارے میں دریافت کیا تو وہ آپ کو حضرت حاجی حافظ محمود کے پاس لے گیا جنہوں نے آپ کو سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت فرما لیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو جب پتہ چلا تو وہ شکایت لے کر حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہا۔

"آپ نے میرے پٹھان بیٹے کو فقیر بنا دیا ہے ۔"

آپ زہرہ خاتون کی سادہ لوحی پر مسکرائے اور بتایا کہ اس کا بیٹا بہت بڑا بزرگ ہے' تو وہ بھی حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی مرید ہو گئی اور بزرگ عورتوں میں ہوئی۔

اسی دوران میں آپ محکمہ پولیس میں ملازم ہو گئے اکثر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے جنہوں نے آپ کو ارشاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔ کچھ دنوں کے بعد آپ کو ترقی دے کر ڈپٹی انسپکٹر پولیس بنا کر لاہور تبدیل کر دیا گیا۔ ایک رات آپ عبادت میں مشغول تھے' رات کا ایک بجا تھا کہ آپ نے خلیفہ امیر خان اور سلیمان خان کو آوازیں دیں جب وہ آنکھیں ملتے ہوئے آئے تو آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

"میرے حلقہ سلیم پور میں ایک آدمی قتل ہو گیا ہے مقتول کی لاش دریا کے کنارے فلاں جگہ جھاڑیوں میں پڑی ہے اور قاتل فلاں لوگ ہیں، تم ابھی جاؤ لاش اٹھا لاؤ اور ملزموں کو گرفتار کر لاؤ"۔

دونوں سپاہی حسب ارشاد بتائی ہوئی جگہ پر گئے وہاں لاش پڑی تھی، اس کو قبضہ میں کرنے کے بعد ملزموں کو گرفتار کر لائے۔ صبح آپ خود جائے وقوع پر گئے تو تفتیش کی ملزموں نے اعتراف کر لیا جنہیں عدالت نے سزائے موت سنائی۔ سپاہی حیران تھے کہ ڈپٹی انسپکٹر صاحب کو قتل کی اطلاع کیسے ہو گئی تھی۔

ایک دن آپ تھانے میں بیٹھے تھے کہ اطلاع ملی کہ موضع گردیڑ میں قتل ہو گیا ہے آپ نے ایک جمع دار اور دو سپاہیوں کو تحقیقات کے لئے بھیج دیا۔ چوتھا دن تھا کہ آپ نے سپاہی امیر خاں سے کہا کہ تفتیش درست نہیں کی گئی، بے گناہ گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ چنانچہ اس گاؤں میں خود تشریف لے گئے، بے گناہوں کو رہا کر دیا گیا اور اصل قاتلوں کو گرفتار کیا جنہوں نے اقرار جرم کر لیا۔

ایک روز سپاہیوں کے ہمراہ رات کو گشت کر رہے تھے، معاً ایک ٹیلے کی طرف سے آواز آئی۔

"شمس العرفان فاتحہ پڑھ کر شاد کر۔"

حضرت قادر بخش رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو وہیں مراقب ہو گئے اور بذریعہ کشف معلوم ہوا کہ یہاں کسی ولی اللہ کی قبر ہے۔ مگر ظاہر نہیں ہے آپ نے فرمایا۔

"حضور کو کیسے معلوم ہوا کہ میرا لقب شمس العرفان ہے؟"

فضا پھر آواز ابھری میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کا خلیفہ ہوں انہوں نے فرمایا تھا کہ ہمارے سلسلہ کا ایک شخص شمس العرفان تیری قبر پر فاتحہ پڑھے گا۔

حضرت قادر بخش رحمتہ اللہ علیہ نے سپاہیوں سے فرمایا کہ یہاں ولی اللہ کی

Marfat.com

قبر ہے۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور تشریف لے گئے۔ دوسری صبح واپس وہاں آئے جگہ کو کھودا گیا تین گز نیچے ایک پختہ قبر برآمد ہوئی جو اب بھی لاہور میں موجود ہے۔

آپ جب انسپکٹر پولیس کے عہدے پر پہنچے تو ایک دن مخدومنا حضرت حاجی حافظ محمود رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ملازمت ترک کر کے خلق اللہ کو تلقین و ہدایت کرو۔ آپ نے مرشد کے حکم کی تعمیل میں ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اپنے وطن جہاں خیلاں میں آگئے۔ اب آپ ہمہ تن تلقین و مجاہدہ میں اوقات بسر کرنے لگے۔ زیادہ تر مسجد میں ذکر و اشغال میں مصروف رہا کرتے تھے۔ باشندگان جہاں خیلی آپ کے ہم قوم افغان تھے' مذاق اڑانے لگے کہ ہمارا پیر بننا چاہتا ہے' جب لوگ بہت ستانے لگے تو دوسری جگہ تشریف لے گئے جو اب کوٹ عبدالخالق کے نام سے موسوم ہے۔ یہاں آپ نے رہائش کے لئے ایک چھپر ڈال لیا اور نماز کے لئے چبوترہ بنا لیا اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے زہد و ورع اور بزرگی کا تذکرہ یہاں بھی زبان زدعام و خاص ہو گیا۔ ہوشیار پور چھاؤنی اور گرد و نواح کے دیہاتوں کے بہت سے لوگ آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے اور خلعت مریدی کو زیب تن کر لیا۔ آپ بسا اوقات دوسری جگہوں پر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے اور لوگوں میں فیض تقسیم فرماتے تھے۔

آپ حجرے کے اندر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ نماز فجر سے دوپہر بارہ بجے تک وظائف کا سلسلہ جاری رہتا۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد قیلولہ فرماتے' ظہر کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کرتے' بعض اوقات استغراق کا ایسا عالم طاری ہوتا کہ کنکر پاؤں میں گھس جاتے اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی محدث مجددی دہلوی سرہند تشریف لائے' حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو مراقب دیکھ کر فرمایا۔

"مراقبہ اسی کا نام ہے جیسا میاں قادر بخش کرتے ہیں۔"

Marfat.com

کثرت درود شریف کی وجہ سے آپ کے بدن مبارک اور پسینہ سے خوشبو آیا کرتی تھی۔ اندر سے اسم ذات کی آواز نکلتی ہوئی محسوس ہوتی تھی جیسے ہنڈیا میں جوش کی آواز ہوتی ہے۔ آپ اپنے مریدین کی نواہی سے حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے' اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

بوٹے بوٹے ناگ بلمے بیر ڈنگ چلاوے
باجھوں مرشد واصل باللہ اپنے کون بچاوے

رائے کوٹ ضلع لدھیانہ کا الٰہی بخش آپ کا مرید تھا۔ ایک دن اس نے ایک مستغیث سے دس روپے لے کر اس کا کام کر دیا۔ جب روپے لے کر جیب میں ڈالے تو اسی وقت غیب سے ایک تھپڑ اس کے منہ پر پڑا اور ساتھ ہی آواز آئی ۔

" او تو رشوت کھاتا تھا ۔"

اس نے فوراً" روپے واپس کر دیئے اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ حضرت قادر بخش جہاں خیلی رحمتہ اللہ علیہ نے منہ پھر لیا' وہ قدموں پر گر پڑا اور رو رو کر معافی کا خواستگار ہوا' آپ نے فرمایا۔

" تم نے بیعت کے وقت نواہی شرعیہ سے توبہ کی تھی دس روپے کے لالچ میں تو نے یہ توبہ توڑ دی۔"

" حضور مجھے سزا مل گئی ہے وہ روپے میں نے واپس کر دیئے ہیں ۔"

آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے خبر دی' میں نے تمہیں روک دیا وہ نہایت شرمندہ ہوا اور پھر اس نے تجدید بیعت کی۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے محبوب و مطلوب کے سوا کسی طرف بھی نہ دیکھے' تب طالب کمال کو پہنچتا ہے اور انوار رحمانی اس پر وارد ہوتے ہیں۔ محض عبادت پر منحصر نہیں۔

Marfat.com

حضرت خواجہ قادر بخش جہاں خیلی رحمتہ اللہ علیہ کا حجرہ مسجد کے صحن میں جنوبی گوشہ سے ملحق تھا۔ ایک دن عشاء کے بعد زور سے بارش ہونے لگی' اس حجرے میں آپ کے ساتھ خلیفہ رنگ علی شاہ اور بلاقی شاہ بھی مراقب تھے۔ اچانک اندھیری رات میں آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو بجلی کی روشنی میں چند نورانی چہرے بشکل انسان دکھائی دیئے۔ آپ نے بلاقی شاہ سے فرمایا کہ دیکھ کون ہے وہ حجرے سے باہر نکلا تو حجرے کی چھت گر پڑی جس کے نیچے آکر آپ اور آپ کا خلیفہ دونوں شہید ہو گے۔ فورا" لوگ جمع ہو گئے اور ملبہ سے دونوں کی نعشیں نکالیں۔ آپ کے انتقال کی خبر فورا" دور و نزدیک پھیل گئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ بھی تشریف لے آئیں۔ ہر چہرہ اداس و غمناک تھا اور پھر بے شمار عقیدت مندوں کے ہجوم میں آپ کو یتیم خانہ کے ہائی سکول کی پشت پر ایک چار دیواری کے اندر سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی زندگی سے سبق ملتا ہے کہ پولیس کی وردی بڑی قابل عزت ہے۔ اگر اس کا حق حضرت قادر بخش جہاں خیلی رحمتہ اللہ علیہ کی طرح ادا کیا جائے' کسی کو ناجائز گرفتار نہ کیا جائے۔ فرائض احسن طریق سے ادا کئے جائیں' اگر کسی بے گناہ پر ظلم و زیادتی کی جائے گی تو اس کا زوال مختلف صورتوں میں رنگ لاتا ہے اور انجام آخرکار تباہی ہے۔ رشوت لینے اور دینے والوں کے لئے اسلام میں سخت وعید ہے۔ یہیں سے ظلم و زیادتی کی ابتداء ہوتی ہے۔

Marfat.com

حضرت خواجہ توکل شاہ انبالویؒ

حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر قوالی ہو رہی تھی۔ عارفانہ کلام نے عجب رنگ باندھا ہوا تھا۔ حاضرین محفل آنکھیں بند کئے عالم مراقبہ میں اپنے اپنے حال و مقام کے مطابق اللہ سے لو لگائے بیٹھے تھے۔ نوجوان توکل شاہ کو بھی سماع کا شوق تھا' اسے اجمیر شریف کے ایک ولی اللہ حضرت چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ اکثر ان کے خدمت میں حاضر باش رہا کرتا تھا۔ ان بزرگ سے بہ اصرار عرض کیا کہ جائے قوالی پر تشریف لے چلیں۔ انہوں نے فرمایا کہ بیٹا وہاں میرے جوش عشق کا کوئی متحمل نہ ہو سکے گا' لیکن نوجوان نے دوبارہ اصرار کیا اور بصد ادب دامن پکڑ کر ساتھ لے گیا۔ ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ آپ پر حالت وجدطاری ہو گئی اور الااللہ کا ایسا نعرہ مارا کہ حاضرین و قوال بیہوش ہو گئے اور آپ واپس حجرے میں تشریف لے آئے۔ اس دن سے توکل شاہ کو آپ سے اور بھی محبت و عقیدت ہو گئی۔ وہ بلوغت کی

Marfat.com

دہلیز پر قدم رکھنے سے قبل ہی اپنا گھربار چھوڑ کر مختلف قصبات اور شہروں سے ہوتا ہوا اجمیر شریف پہنچا تھا۔ دل کے اندر تڑپ بدرجہ اتم موجود تھی کہ کسی اللہ والے کے دامن سے وابستہ ہو جائے کیونکہ اسے بچپن سے ہی اولیاء اللہ اور بزرگان دین سے میل ملاقات کا شوق تھا۔

توکل شاہ نے وقتاً" فوقتاً" حضرت چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ اسے بیعت فرما کر غلامی میں لے لیا جائے۔ آپ نے ہر بار سکوت فرمایا۔ البتہ اسے بطریق چشتیہ نفی اثبات کی تلقین فرمائی تو دنوں میں اسے عجیب و غریب کیفیات کا مشاہد و تجربہ ہونے لگا۔ اب وہ زیادہ وقت آپ کے پاس گزارنے لگا۔ ایک دن حضرت چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ سے حکم ہوا کہ تم بصرہ کے قطب بنا دیئے گئے ہو لہٰذا وہاں چلے جاؤ تو وہ بصرہ تشریف لے گئے اور توکل شاہ دیکھتا رہ گیا اور انتظار کرنے لگا کہ دیکھیں قدرت سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ ایک دن حضرت خواجہ اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ سے اشارہ ہوا کہ تم سلسلہ نقشبندیہ کے صاحب ارشاد بزرگ ہو گے، تمہارا مرشد پنجاب میں ہے۔

جب خواب سے توکل شاہ بیدار ہوئے تو دل کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا ہو چکا تھا، فوراً" رخت سفر باندھا اور بسوئے پنجاب چل پڑے، لیکن پنجاب چھوٹی سی جگہ تو نہیں تھا۔ لیکن اتنا یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائے گا اور وہاں پہنچا دے گا جہاں میرا مقصود ہے۔

نوجوان منزل کی جستجو میں چلا جارہا تھا کہ مضافات جالندھر میں ایک مست نے قریب بلا کر کہا " جہاں خیلان جاؤ۔ " توکل شاہ نے سنا تو ادھر رخ کر لیا جب اس شہر کے قریب پہنچا تو ایک مجذوب نے کہا۔

" آگئے ہو آفتاب ہدایت ، حضرت خواجہ قادر بخش رحمتہ اللہ علیہ کے غروب کا

Marfat.com

وقت قریب ہے جا کر اپنا حصہ لو۔"

حضرت خواجہ قادر بخش جہان خیلی رحمتہ اللہ علیہ چاروں سلاسل میں صاحب ارشاد تھے۔ آپ کے مورث اعلیٰ غزنی کے رہنے والے تھے جو ضلع ہوشیاری پور میں جہان خیل کے مقام پر آکر آباد ہو گئے تھے۔ آپ نے جب توکل شاہ کو دیکھا تو بکمال شفقت قریب بٹھایا اور پھر اس پر خصوصی توجہ فرمانے لگے۔ بیعت فرما کر حلقہ ارادت میں شامل فرمایا اور معرفت الہیہ کی راہوں پر چلانے لگے۔ جب کوئی سخت مقام آتا تو سائیں توکل شاہ صاحب کی زبان پر یہ شعر آجاتا تھا۔

بوٹے بوٹے ناگ بلمے بسیر ڈنگ چلاوے
باجھوں مرشد حاصل باللہ اپنے کون بچاوے

اور آپ پر مرشد کی توجہ خاص سے وہ مقام آسان ہو جاتا۔ ایک دن بوقت تلقین مرشد نے آپ سے فرمایا۔

"کیاری کیاری یا اکو واری۔"

یعنی نور معرفت و جذبۂ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ آہستہ عطا کروں یا بیک وقت سونپ دوں۔ عرض کیا۔

" یا مرشدنا ! اکو واری۔" پھر مرشد نے آپ کو سینہ مبارک سے لگا کر نسبت نقشبندیہ کا القاء کیا اور انوار و فیوض سے نوازا تو غلبہ اس قدر ہوا کہ ناک سے خون رواں ہو گیا اور بے ہوش ہو گئے۔ اس واقع کے بعد آپ دو ماہ کے قریب اپنے مرشد کے پاس رہے اور انبالہ رہنے کی اجازت ہو گئی۔

جب طبیعت مرشد کے دیدار کے لئے مچلتی تو آپ حاضر خدمت ہو جاتے اور پھر تھوڑے عرصے کے بعد آپ کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ فرماتے ہیں کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہیں اور پھر ارشاد فرمایا کہ جب حضرت

Marfat.com

مرشدنا کی طرف سے اجازت رشد و ہدایت ملی تو دیکھا کہ آسمان سے ایک دستار لٹک رہی ہے جو از خود میرے سر پر لپٹ رہی ہے۔ ایک دن کسی نے آپ کے خدمت میں عرض کی۔

"حضور فنافی شیخ کس حد تک فائدہ دیتا ہے۔"

تو آپ کی زبان گوہرفشاں سے فورا" یہ شعر نکلا۔

پیر نگر کو جانکے نبی نگر نوں جا
نبی نگر میں بیٹھ کر درشن یار دکھا

اور ارشاد فرمایا کہ حاصل ہونے کا یہ سب سے آسان طریقہ ہے۔ جو کمالات و تجلیات پیشوا پر وارد ہوتی ہیں وہ محبت کی وجہ سے مرید پر بھی وارد ہونے لگتی ہیں۔ اور اس کی روحانی ترقی ہونے لگتی ہے۔

جب آپ مرشد کی اجازت سے انبالہ تشریف لے گئے تو آپ پر حالت جذب طاری تھی۔ کسی کو نزدیک نہیں آنے دیتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ بوڑیہ کے جنگل میں مراقب تھے کہ ایک سانپ آپ کے سر پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ مراقبہ سے فراغت کے بعد سر پر بوجھ محسوس ہوا تو عمامہ اتارا۔ سانپ زمین پر گر پڑا۔ لیکن فیضان کے اثر سے بے حس تھا۔ اس سے چلا نہیں جاتا تھا۔

آپ زیادہ تر وقت ویرانوں اور جنگلوں میں یادالہی میں بسر کرتے تھے۔ شدید سردی کے موسم میں تالاب میں حبس دم کے ساتھ غوطہ لگا کر نفی اثبات کیا کرتے تھے اور دو دو گھنٹوں کے بعد پانی سے سر نکالا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ پر بڑے اسرار آشکارا ہوتے تھے۔ آپ مختلف کیفیات سے گزرے لیکن کیا مجال کہ نماز قضا ہوئی ہو۔ لیکن رات کو جب مراقبہ میں مشغول ہوتے تو شدید باد و باراں کے باوجود آپ اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے اور استغراق میں فرق نہ پڑتا تھا۔ آپ حضرت خواجہ باقی باللہ، حضرت بوعلی قلندر، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت نظام

Marfat.com

الدین اولیاء رحمہم اللہ علیہ کے مزارات مقدسہ پر مراقب ہوئے اور بے اندازہ فیوض سے متمتع ہوئے۔

حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمتہ اللہ علیہ بڑی سختی کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ پر عمل کیا کرتے تھے' یہاں تک کہ تاحیات چارپائی پر بھی دراز نہیں ہوئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بسر کریں اور ہم ناچیز پلنگوں پر آرام کریں۔ ۱۲ ربیع الاول کو آپ محفل میلادنبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد فرمایا کرتے تھے۔ حاضرین پر انوار الٰہی کی بارش ہوتی تھی۔ درود پاک کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ طبیعت میں ہمیشہ جوش و خروش اور سوز و درد رہتا تھا۔ جب فنافی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر پہنچے تو مدینہ منورہ سے بہت جلد فیض آنے لگا۔

آپ ضلع گورداسپور کے موضع پاکھو کے میں ۱۲۵۵ ہجری میں اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے۔ ابھی آپ کم سن تھے کہ والدین کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ آپ کا کوئی بہن بھائی نہیں تھا' یک و تنہا تھے۔ آپ کے نانا حضرت میاں اللہ دین شاہ رحمتہ اللہ علیہ مست نے جو نوشاہی طریق کے صاحب نسبت بزرگ تھے آپ کی پرورش کی۔ کتب آپ کا اپنا اور والد گرامی کا نام بتانے سے قاصر ہیں۔ آپ سید بھی نہ تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ توکل شاہ ہمارا لقب ہے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ آپ میانہ قد' فربہ اندام' مضبوط ہاتھ پاؤں' باریک و خمیدہ ابرو' کشادہ پیشانی' بڑی آنکھوں اور رعب داب کے مالک تھے آنکھیں ہمیشہ بادہ عشق سے مخمور و مست رہتی تھیں اور رنگت سرخ و سپید تھی۔

آپ امی تھے۔ دنیا کے کسی مکتب سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ لیکن علوم حدیث و فقہ و قرات و تصوف کے بحر ذخار تھے۔ بڑے بڑے جید علماء حق حاضر خدمت ہوتے اور مختلف مسائل دریافت کرتے تو آپ ایسا مدلل و جامع جواب عطا فرماتے کہ ان حضرات کو سر تسلیم خم کرنا پڑتا اور بزبان حال کہنا پڑتا کہ آپ کو

Marfat.com

کون امی کہتا ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے سوال دریافت کیا کہ حدیث شریف میں ہے کہ دنیا مومن کے لئے قیدخانہ اور کافر کے لئے بہشت ہے۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی مومن مالدار اور کئی کافر روٹی کے لقمے کو ترستے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن یہاں کتنا عیش و نعم میں ہو بمقابلہ جنت وہ قیدخانہ ہی میں ہے اور کافر دنیا میں کتنا ہی مفلس و محتاج ہو عذاب دوزخ کے مقابلے میں اسے یہ تکلیف بہشت ہی معلوم ہو گی۔

ایک مرتبہ اس حدیث پاک کا ذکر چھڑ گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر شب سب سے نیچے کے آسمان پر نزول فرماتا اور کہتا ہے۔

"کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں۔"

تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس آواز کو جو کہ اکثر رات تین چار بجے کے قریب ہوتی ہے میں نے بھی دو تین بار سنی ہے۔ ایک مرتبہ وظیفہ میں مشغول تھا کہ آسمان پر پہلے سیٹی کے مشابہ آواز ہوئی پھر یہ الفاظ سنائی دیئے۔

"اے ہمارے بندے توکل وظیفہ کرنے والے۔"

اس کے بعد آپ نے چندے توقف فرمایا اور کہا کہ ہمارا توکل ایسا ہے جیسے بچہ باپ کی گود میں ہوتا ہے۔ بچے کو کسی طرح کا فکر نہیں ہوتا۔ باپ کو اس کے سارے فکر ہوتے ہیں۔ اور پھر حدیث پاک کا حوالہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے گمان کے مطابق برتاؤ کرتا ہوں۔

ایک دن بہت سے لوگ حاضر خدمت تھے۔ وہ حسب حال مسائل دریافت فرما رہے تھے۔ آپ سب کی باتیں سن رہے تھے۔ جب وہ کہہ چکے تو آپ نے سب کے جوابات دینا شروع کئے فرمایا۔

"ارکان اسلام کی پابندی کرنا اور جب ان کے حقائق و کیفیات ظہور میں آئیں تو ان میں محو خرام دیدار الٰہی میں مستغرق ہونے کا نام فقر ہے۔ علم لدنی اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

انعام و فضل ہے اور یہ اس پر ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو، مگر وہ نافرمان پر راضی نہیں ہوتا۔ جو فقیری میں قدم رکھنا چاہے تو لازم ہے کہ اسے ارکان اسلام کے مسائل جائز و ناجائز، سنت موکدہ، مستحب، واجب، فرض سے خوب واقفیت ہو۔ درود پاک کی فضلیت کے بارے میں کہا کہ تمام عبادات بہ سبب کسی قصور کے رد ہو سکتی ہیں مگر درود پاک کسی حالت میں بھی رد نہیں ہو سکتا، اس لئے ہمیں اسے حرز جان بنانا چاہیے۔ آپ جب کوئی وظیفہ پڑھتے تھے تو مزے لے کر اپنے لبوں کو ہلایا کرتے تھے۔ اس کی وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا جب ہم درود پاک یا کوئی ذات صفات کا اسم پڑھتے ہیں تو ایسے لگتا ہے جیسے منہ مٹھائی سے بھر گیا ہے۔

ایک روز آپ کہیں تشریف لے جا رہے تھے، آپ کے ہمراہ اور بھی بہت سے احباب تھے، راستے میں ایک عورت چھاج سے اناج کو صاف کر رہی تھی، آپ نے فرمایا۔

"چھلنی کی نسبت چھاج بہت اچھی چیز ہے، یہ اپنے اندر سے خراب اور بری چیز کو نکالتا ہے اور اچھی اور عمدہ چیز کو رکھتا ہے۔ اس کے برعکس چھلنی اچھی اور عمدہ چیز کو نکال دیتی اور خراب کو اپنے اندر رکھتی ہے۔ انسان کو چھاج کی مانند ہونا چاہئے اور اپنے عیوب و نقائض پر خود سزا مقرر کرے۔ اس سے انسانی زندگی میں امن و سکون کا اضافہ ہوتا ہے۔"

اور پھر آپ نے یہ دوہڑہ پڑھا ؎

جھانن کی مت چھوڑ دے چھاجن کی مت لے
سادھو کی مت چمٹا ہے جو چن چن گن کو لے

حضرت سائیں صاحب رحمتہ اللہ علیہ بے حد سخی تھے۔ مسافر و سائل کو کھانا کھلائے بغیر جانے نہ دیتے تھے۔ اگر کھانا تیار نہ ہوتا تو بازار سے منگوا دیتے یا

Marfat.com

نقد دے دیتے تاکہ خرید کر کھا لے۔ اگر کسی وجہ سے سائل کو پیسے دینے میں دیر ہو جاتی اور وہ چلا جاتا تو خادموں کو حکم دیتے کہ اسے تلاش کر کے رقم دو۔ بعض اوقات خدام کو سائل کی جستجو میں کئی کئی گھنٹے صرف کرنے پڑتے تھے۔ جب کبھی آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ و رقم پیش کی جاتی تو اسے فورا" تقسیم کر دیتے تھے۔ اور جب تک وہ پاس رہتی اس وقت تک کوئی دوسرا کام نہ کرتے کیونکہ آپ چاہتے تھے کہ یہ فورا" حقداروں کے پاس پہنچ جائے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ فاقہ سے ہوتے لیکن جب کوئی حاجت مند آجاتا تو قرض لے کر اس کی حاجت روائی کرتے تھے۔

آپ کی دو ازواج تھیں۔ قرآن پاک میں ہے کہ ایک مرد کے لئے چار عورتوں تک کی اجازت ہے۔ اگر ان میں عدل نہ کر سکے تو اس صورت میں ایک ہی عورت سے نکاح کرے۔ فقہاء نے عدل کی جو تشریح فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو کھانے' لباس اور شب باشی و موانعت میں برابر رکھے۔ چنانچہ حضرت سائیں صاحب رحمتہ اللہ علیہ جس حالت و ہیئت میں پہلے بیوی کے پاس جاتے تو اسی میں دوسری کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ جب پہلی بیوی کے ہاں گئے تو سرمہ لگا ہوا تھا۔ جب دوسری کے ہاں گئے تو سرمہ لگانا یاد نہ رہا تو واپس پلٹ گئے اور سرمہ لگا کر تشریف لے گئے۔ یہاں تک کہ ایک کے ساتھ جتنی باتیں فرماتے اتنی ہی باتیں دوسری سے کرتے تھے اور اس طرح آپ نے ازواج میں عدل قائم کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ حدیث پاک ہے کہ جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں انصاف نہ کرے تو روز محشر اس طرح حاضر ہو گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساکت ہو گا۔

کھانا کھاتے وقت آپ اپنی انگشت شہادت لقمے سے دور رکھتے تھے۔ وجہ دریافت کی تو ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ عالم مکاشفہ میں دیکھا کہ جنگل میں ایک نہایت خوبصورت عورت بیٹھی ہے۔ ہزارہا مولوی عامل اور قسم قسم کے لوگ اسے

Marfat.com

اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن اس نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا۔ ہم نے جو دیکھا کہ وہ عورت ہے تو وہاں سے فوراً" چل دیئے۔ وہ ہمارے پیچھے آئی۔ ہم بھاگے تو وہ پیچھے بھاگی' حجرے میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا تو سوراخوں میں سے اندر آ گئی اور بولی میں آپ کی خدمت گار ہوں۔ ہم نے اسے باہر نکالا تو وہ حجرے کے باہر بیٹھ گئی۔ ہم نے اس کا نام پوچھا تو بولی میں "دنیا" ہوں۔ اپنے عاشقوں کو ذلیل کرتی ہوں اور اللہ کے عشاق کی خدمت کرتی ہوں۔ لہٰذا یہاں سے ہرگز نہ جاؤں گی۔ یہ واقعہ بیان فرما کر کہا کہ ہماری انگلی اس کے بدن کو چھو گئی تھی لہٰذا دل نہیں چاہتا کہ اس کو کھانے سے مس کریں اس سے بڑے تقویٰ کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔

ایک دن کسی نے عرض کیا " حضور ! اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے اولیاء اللہ کو لقب عطا ہوتا ہے' آپ کو بھی کوئی لقب ملا ہے۔" آپ نے قدرے سکوت فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا۔

" بارگاہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ہمیں "انبالہ والا مست" کہا جاتا ہے اور بارگاہ ایزدی میں "حبیب الرحمٰن" کے نام سے پکارا جاتا ہوں۔"

فرمایا ایک مرتبہ کشف میں ایسا ہوا کہ ایک حوض پر وضو کر رہا ہوں تاکہ پاک صاف ہو کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری دوں کہ اسی اثناء میں ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبالہ والے مست نے اتنی دیر لگا دی۔

آپ کو مشتبہ مال کے بارے میں پتہ چل جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک پٹواری نے آپ کی دعوت کی' جب کھانے میں ہاتھ ڈالا تو یوں لگا جیسے انگلیاں گندگی سے آلودہ ہو گئی ہوں۔ ایک مرتبہ ایک تھانیدار نے آپ کی دعوت کی' آپ کو کھانے میں سر کے بال اور خون نظر آیا۔ آپ نے اسے توبہ کرائی اور رشوت لینے سے منع فرمایا۔ اس سے کچھ دنوں بعد پھر دعوت کی تو آپ کو کھانے

Marfat.com

میں زنبوروں کے بچے دکھائی دیئے۔ آپ نے پھر اسے توبہ کرائی اور آئندہ اس کی دعوت کھانا ترک کر دی۔

آپ کے ملفوظات و ارشادات قیمتی سرمایہ ہیں جن سے روح کو بالیدگی اور زندگی میں نکھار آجاتا ہے۔ فرماتے ہیں بڑی بابرکت اور مبارک وہ غربت و افلاس ہے جس کے ساتھ اللہ تبارک تعالیٰ کی یاد ہو' جس عسرت و تنگ دستی کے ساتھ فسق و فجور مل جائے غضب کی نشانی ہے۔ کیونکہ دنیا تو گئی ہی تھی دین بھی ہاتھ سے جاتا رہا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ جس طرح غنچہ کے اندر خوشبو بند ہوتی ہے اور جب وہ کھل کر پھول بنتا ہے تو خوشبو باہر آجاتی ہے اسی طرح دل کے اندر نور و خوشبو موجود ہوتے ہیں۔ جب کثرت سے ذکر و درود پاک پڑھا جاتا ہے تو انکا ظہور ہونے لگتا ہے۔ ایک روز ارشاد فرمایا کہ اکثر بندہ جس وقت عبادت و یادالہٰی میں مشغول ہوتا ہے تو اس پر فتنے اور ابتلا بکثرت وارد ہوتے ہیں۔ درود شریف کا بڑا خاصہ یہ ہے کہ اس کا ورد رکھنے والے پر کوئی فتنہ و ابتلاء نہیں آتا اور حفاظت الہٰی شامل حال ہو جاتی ہے۔

جب حضرت خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمتہ اللہ علیہ اٹھاون سال کی عمر کو پہنچے تو قرب وصال کی باتیں کرنے لگے' طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہو گئیں' بواسیر نے سخت زور پکڑا' بہت زیادہ خون جاتا تھا' ۱۳۱۴ھ میں فرمایا کہ ہماری روح سبز عمامہ باندھے بدن سے رخصت ہونے کے لئے تیار بیٹھی ہے۔ ماہ صفر المظفر ۱۳۱۵ ہجری تک مرض میں شدت رہی۔ وصال سے ایک ماہ قبل اسہال کا مرض بھی لگ گیا اور بالآخر ۴ ربیع الاول ۱۳۱۵ ہجری بروز چہار شنبہ دس بجے کے قریب حبس دم کا ذکر کرتے ہوئے آپ کی پاک روح محبوب حقیقی سے واصل ہو گی اور ہزاروں سوگوار اور آنسو بہاتی آنکھوں کے درمیان آپ کو اس جگہ سپرد خاک کر دیا جس کے بارے میں بطرف جنگل جاتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ یہاں سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔

Marfat.com

آپ کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ و تبارک تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ ہمیں شب بیداری کی عادت ڈالنی چاہیے۔ دنیا کی آلائشوں میں پھنسنے سے گریز کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ راضی رہنا چاہیے۔ حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو راضی کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس حال میں رکھے انسان اسی میں راضی رہے۔ ہمیشہ اپنے عیوب و نقائص پر نظر رکھنی چاہیے اور انہیں دور کرنے کی سعی بلیغ میں مصروف رہنا چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ درود پاک پڑھنا چاہیے' غربت میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنے سے ایمان سلامت رہتا ہے اور ہر حال میں رشوت سے بچنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت میاں محمد بخشؒ

میر پور کے جنوب میں تقریباً چھ کوس کے فاصلے پر پہاڑوں کے دامن میں نہر اپر چناب کے بائیں کنارے پر موضع کھڑی شریف ہے جہاں آج سے تقریباً دو سو سال قبل ایک مرد قلندر، قطب دوراں اور افصح **الفصحاء** نے جنم لیا تھا۔ اس کے عارفانہ کلام کی گونج اور مہک اب بھی انسانوں کے قلوب و اذہان میں اس طرح رچی بسی ہے کہ سنتے ہی معرفت الٰہی کے نزول کا احساس ہونے لگتا ہے۔ شام کے لمبے سایوں میں، پہاڑی راستوں کے نشیب و فراز میں، میدانوں کی وسعتوں میں، سرد رات کے گہرے سناٹوں میں، گرمیوں کی آگ برساتی دوپہروں میں، کھیتوں کی پگڈنڈیوں پر، پہاڑوں کے دامنوں میں اور برساتوں کے روح پرور لمحات میں جب لوگ اپنے اپنے حال کے مطابق اس مرد عارف کے اشعار باواز بلند پڑھتے ہوئے سنائی دیتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے ان میں سے کوئی اپنے محبوب کے فراق و ہجر میں ماہی بے آب ہو کر کہہ رہا ہو۔ ۔

Marfat.com

آپ ولوں میں پورے کیتے حق محبت والے
لکھ مری اک راکھ نہ لبھی لعل بنے وٹ کالے

دلبر مینوں منہ نہ لاندا عشق پسند نہ کردا
کھوہ پئی سب کیتی کتری سکہ بنیاں زر دا

ترجمہ : میں نے اپنی طرف سے تو محبت کا پورا حق ادا کیا ہے لیکن میری محنت ثمر بار ثابت نہیں ہوئی اور میرے ہیرے جواہرات سیاہ پتھر ثابت ہوئے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میرا محبوب مجھے منہ تک نہیں لگاتا اور نہ ہی میرے عشق کو پسند کرتا ہے۔ میرا سب کیا کرایا ضائع ہو گیا ہے اور میرا سونا بھی پیتل بن گیا ہے۔

کوئی جادۂ معرفت کی تلاش میں مضطرب و بے چین ہو کر پکار رہا ہو ۔

جے لکھ زہد عبادت کریئے بن عشقوں کس کاری
جاں جاں عشق نہ ساڑھے تینوں تاں تاں نبھے نہ یاری

کامل عشق خدایا بخشیں غیر ولوں مکھ موڑاں
ہکو جاناں ہکو تکاں ہکو آکھاں لوڑاں

ترجمہ : عشق کے بغیر زہد و تقویٰ سب بیکار ہے اور جب تک تن من جلا کر خاکستر نہ کردے اس وقت تک دوستی نبھ نہیں سکتی۔ اے اللہ مجھے عشق کامل عطا فرما جو ماسوا سے بیگانہ کر دے تاکہ صرف تو ہی دل میں بسے۔ تیرا ہی جلوہ نظر آئے۔ ہر دم تیرا ہی ذکر کروں اور تیری ہی جستجو میں کھویا رہوں۔

کوئی دنیائے دنی کی بے ثباتی کا رو رو کر اظہار کررہا ہو ۔

مان نہ کیجئے روپ گھنے دا وارث کون حسن دا
سدا نہ رہن شاخاں ہریاں سدا نہ پھل چمن دا

Marfat.com

سدا نہ شے بازاراں وکسی سدا نہ رونق شہراں
سدا نہ موج جوانی والی سدا نہ ندیاں لہراں

ترجمہ : بے حد حسن پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا کوئی مالک نہیں۔ بالکل اس طرح جیسے درختوں کی شاخیں نہ تو ہمیشہ سرسبز رہتی ہیں اور نہ باغ میں ہمیشہ پھل دستیاب ہوتا ہے۔ بازاروں میں سدا اشیاء بھی فروخت نہیں ہوتیں اور شہر بھی ہمیشہ بارونق نہیں رہتے۔ جوانی کی ترنگ ہمیشہ رہنے والی نہیں اور نہ ہی سدا ندی میں لہریں موجزن رہتی ہیں۔

کوئی مصائب و آلام کی چکی میں پسا ہوا چیخ رہا ہو ؎

دکھیا دی گل دکھیا سندا سکھیا دی گل سکھیا
دکھیا ہائے کرے تاں کولوں سکھیا ہوندا دکھیا

ترجمہ : غمزدہ کی بات ہمیشہ مصیبت زدہ ہی سنتا ہے۔ جو سکھ میں ہو اس کی بات صرف سکھ والا سنتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مصیبت زدہ کسی سکھ والے کے پاس اپنے دکھوں کا اظہار کرتے ہوئے آہ بھرتا ہے تو اسے ناگوار گزرتا ہے۔

کوئی غریق بحر عصیاں اپنے مولا کریم کی رحیمی و کریمی دیکھ کر بے اختیار کہہ رہا ہو۔ ؎

واہ وا صاحب بخشن ہارا تک تک اڈ گناہاں
عزت رزق نہ کھسے ساڈا دیندا پھر پناہاں

عیب میرے پرپلا دیندا ہنر کریندا ظاہر
جدوں کرم دا واڑا کردا کوئی نہ وہندا باہر

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے کہ میرے بے انتہا گناہوں کے باوجود میری عزت اور رزق کو ختم نہیں کرتا بلکہ اپنی پناہ میں رکھتا ہے۔ میرے عیبوں کو چھپا کر

Marfat.com

میری خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اپنے کرم سے اس طرح احاطہ کرتا ہے کہ کوئی اس سے باہر نہیں رہتا۔

یہ عارف و صاحب حال بزرگ جن کے کلام کی تاثیر سے بیمار روحوں کو شفا نصیب ہوتی ہے' حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ۱۲۴۶ ہجری میں میرپور کے علاقہ کھڑی شریف کے ایک دیہات چک ٹھاکر میں جنم لیا۔ بوقت ولادت آپ کی والدہ ماجدہ کو عجیب و غریب کیفیات کا مشاہدہ ہوا جس سے انہوں نے سمجھ لیا کہ نومولود عام بچوں کی طرح نہیں ہو گا۔

جب آپ کی عمر پانچ چھ سال کی ہوئی تو ان دنوں حضرت بکاشیر رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت صاجزادہ عبدالحکیم رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کے مزار پر بغرض حاضری تشریف لائے۔ حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ بھی وہاں پہنچ گئے' حضرت صاجزادہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دیکھا تو آپ کے سر پر دست شفقت پھیرا اور فرمایا "یہ بچہ اپنے وقت کا بہت بڑا بزرگ' ولی ہو گا۔"

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤاجداد ضلع گجرات کے ایک چھوٹے سے چک بہرام کے رہنے والے تھے' آپ کے خاندان کا تعلق گوجر قبیلہ کی پسوال گوت سے تھا۔ آپ کے جدامجد حضرت بابا دین محمد المعروف خواجہ دین محمد کو قطب الاقطاب حضرت غازی قلندر پیر پیرا شاہ غازی المعروف دمڑی والی سرکار نے گود میں لیا تھا کیونکہ آپ صاحب اولاد نہیں تھے۔ آپ نے کھڑی شریف میں ہی حضرت خواجہ دین محمد رحمتہ اللہ علیہ کی روحانی تربیت فرمائی اور جب مرشد کا وصال ہوا تو آپ کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ حضرت خواجہ دین محمد فرد یزدانی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں حضرت خواجہ میاں جیون ولی رحمتہ اللہ علیہ نے جنم لیا۔ جن کے ہاں حضرت شمس الدین تولد ہوئے اور ان کے ہاں تین صاجزادے میاں بہاول بخش' میاں محمد بخش اور میاں علی بخش پیدا ہوئے۔

ابتدائی گھریلو تعلیم کے بعد حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کو ان کے

Marfat.com

برادر کلاں حضرت میاں بہاول بخش کے ہمراہ سموال شریف کی مشہور دینی درس گاہ میں داخل کرا دیا جہاں آپ نے نظم و نثر' حدیث وفقہ اور منطق پڑھی۔ دوران تعلیم آپ کا معمول تھا کہ حضرت مولانا عبدالرحمان جامی رحمتہ اللہ علیہ کی یوسف زلیخا تنہائی میں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز استاد گرامی حافظ محمد ناصر نے اشعار پڑھنے کی فرمائش کی تو عرض کیا پہلے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد علم عطا فرمائے۔ استاد نے آپ کے شوق و ذوق اور اشتیاق و ولولہ کو دیکھا تو دعا فرمائی۔

" اے اللہ ! میاں محمد بخش کو علم لدنی عطا فرما اور تمام پڑھی ہوئی کتب اور وہ کتابیں جو ابھی زیر مطالعہ نہیں آئیں اس پر آسان فرما"۔

دعا بارگاہ صمدیت میں قبول ہوئی' آپ نے بفضل ایزدی بہت جلد عربی اور فارسی زبان پر عبور حاصل کر لیا۔ علوم دینی میں بے حد سمجھ بوجھ پیدا ہو گئی یہاں تک کہ دقیق سے دقیق مسائل بھی آسانی سے حل فرمادیا کرتے تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بچپن سے قدرتی مناظر اور حسن فطرت سے بے حد لگاؤ تھا۔ ورزش کا بھی شوق تھا۔ آپ کے مزار اقدس کے سرہانے کی جانب جو کنواں اب بھی موجود ہے اسے دونوں پاؤں کے انگوٹھے باندھ کر باآسانی پھلانگ لیا کرتے تھے۔ گھوڑے کی سواری میں بھی مہارت حاصل تھی۔ ایک عمدہ نسل کی گھوڑی پال رکھی تھی۔ علاوہ ازیں عوامی مسائل' حالات حاضرہ اور تہذیب و کلچر کا بھی کلی ادراک تھا۔ موسم گرما میں اکثر پنجن تشریف لے جایا کرتے تھے جو نہایت ہی خوب صورت مقام ہے۔ یہاں آپ مطالعہ و تدریس کے ہم آہنگ زیادہ تر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔

احاطہ دربار میں چار دیواری کے متصل ایک معمولی سی کٹیا میں آپ نے چودہ سال بسر کئے اور پھر صحرانوردی اختیار کی۔ ایک انتہائی تاریک رات کو یادالہی میں مشغول تھے کہ اچانک ایک نورانی چہرہ بزرگ نمودار ہوا۔ چندے گفتگو فرمانے کے بعد وہ آپ کا ہاتھ پکڑا کر کٹیا سے باہر لے گیا اور ایک جنگلی بوٹی توڑ کر آپ

Marfat.com

کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے گویا ہوا۔

" اس سے خالص سونا بن سکتا ہے حکم ہو تو طریقہ بتاؤں۔"

آپ نے سنا تو مسکراتے ہوئے فرمایا۔

" حضرت ! اگر بتانا ہے تو مس قلب میں زر خالص کی سی چمک دمک پیدا کرنے کا گر بتائیں۔"

بزرگ نے سنا تو اجازت لے کر رخصت ہو گیا اور چند دنوں کے بعد پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔

" ارشاد ہو تو ایسا عمل عرض کروں جس سے جنگلی جانور اور درندے آپ کے تابع ہو جائیں۔"

"اگر بتا سکتے ہو تو ایسا نسخہ بتاؤ جو توسن نفس پر سواری میں ممدو و معاون ثابت ہو"

آپ نے کہا تو یہ سن کر وہ شخص چلا گیا اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آیا۔

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ پندرہ سال کے تھے کہ مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۲۶۱ ہجری میں آپ کے والد بزرگوار میاں شمس الدین بستر مرگ پر دراز ہوئے تو انہوں نے مریدین خاص کو طلب فرمایا' پند و نصائح کئے' دنیائے دنی سے بے رخی کی تلقین کی اور اپنے قرب وصال کی خبر دینے کے بعد ارشاد فرمایا۔

" میں اپنے بعد میاں محمد بخش کو سجادہ نشین کرنا چاہتا ہوں جو کہ سنت اولیاء اللہ ہے۔"

یہ فرما کر آپ نے حافظ محمد ناصر کا شعر پڑھا ۔

دند گھسے سنگ اوکھڑے دھولاں سٹے کن
لاہ نے خصماں ٹلیاں گل ہودی وے نبھ

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے خود کو سجادہ نشینی کے بار عظیم کا

Marfat.com

متحمل نہ ہونے کا اعتراف کیا اور برادر کلاں حضرت میاں بہاول بخش رحمتہ اللہ علیہ کو اس منصب پر بٹھانے کی درخواست کی تو والد گرامی نے فرمایا۔

"اس امر کے متعلق بزرگان دین بہتر جانتے ہیں کہ کون کس منصب کے لائق ہے۔"

اور شدید علالت کے باوجود چارپائی سے اٹھ کر حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کو دونوں بازوؤں سے زور سے پکڑ کر باواز اس طرح گویا ہوئے جیسے کسی سے مخاطب ہوں "یا حضرت عبدالقادر جیلانی (رحمتہ اللہ علیہ) ! میرے اس بیٹے کو قبول فرمائیں"

ان الفاظ کا منہ سے نکلنا تھا کہ کمرے میں نہایت اعلیٰ قسم کی خوشبو پھیل گئی' عجیب طرح کی رونق کا احساس ہوا اور حاضرین محفل پر گریہ کا عالم طاری ہو گیا۔

حضرت میاں صاحب اکثر عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے تھے لیکن کسی مرد کامل کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کی تمنا ہنوز سینے میں کروٹیں لے رہی تھی۔ بعض اوقات بے ساختہ ہونٹوں پر یہ اشعار مچل جاتے تھے۔

رحمت دا مینہ پا خدایا باغ سکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا کر دے میوے بھریا

کدھرے نظر نہ آوے کوئی بھرے پیالے والا
جے دسے تاں ورتے ناہیں ناں پک گھٹ نوالا

جب کوئی مرشد کامل نہ ملا تو استخارہ کیا اور حضرت دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں اپنا حال عرض کیا۔ انہوں نے خواب میں ارشاد فرمایا۔

" میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ ! تم میرے مرید ہو لیکن ظاہری مراسم بیعت کی ادائیگی کے لئے سلسلہ عالیہ قادریہ میں سائیں حضرت غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ کے

Marfat.com

پاس جاؤ"۔

چنانچہ بیدار ہوتے ہی آپ کلروڑی ضلع میرپور میں حضرت سائیں کی خدمت میں حاضری کے لئے چل پڑے' جو حضرت بابا بدوح شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ انہوں نے خلافت حضرت بکاشیر رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل کی تھی اور وہ حضرت دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر بیعت ہونے کے لئے عرض کیا اور حضرت دمڑیوالی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد بھی بتایا' حضرت سائیں غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے چندے انتظار کرنے کی تلقین فرمائی اور پاس ہی ٹھہرا لیا۔ جب کبھی موقعہ ملتا تو حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ تمنائے بیعت کا اظہار فرماتے لیکن حضرت سائیں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہمیشہ صبر کرنے کے لئے کہتے اس طرح چند سال گزر گئے لیکن آپ نے صبر کا دامن نہ چھوڑا اور مرشد کے فرمان کے مطابق عمل کرتے رہے۔ اس طرح آپ کو تزکیہ نفس کی بے انتہا دولت نصیب ہوئی۔ ایک دن حضرت میاں سائیں غلام محمد رحمتہ اللہ علیہ اپنے مرشد کے مزار کے قریب تشریف فرما تھے کہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بلایا اور شرف بیعت سے سرفراز فرمایا۔ ضروری ہدایات دیں اور کشمیر میں حضرت شیخ احمد ولی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حکم سنتے ہی آپ پیدل ننگے پاؤں بجانب کشمیر چل پڑے۔ راستے میں ایسے افراد سے ملاقات ہوئی جو کافی عرصہ انتظار کرنے کے باوجود حضرت شیخ احمد ولی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت سے محروم رہے اور سینے میں حسرت کا داغ لئے واپس لوٹ رہے تھے' انہوں نے واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے سفر جاری رکھا۔

کافی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد وارد کشمیر ہوئے تو سیدھے حضرت شیخ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں ایک شخص چوبی تخت پوش پر بیٹھا تلاوت قرآن میں مصروف تھا' آپ نے دیکھا تو اس نے کہا۔

Marfat.com

"آپ حضرت شیخ کشمیری سے شرف ملاقات چاہتے ہیں۔ ان کی آمد کے بارے میں قطعی طور پر نہیں کہا سکتا کہ کب تشریف لائیں گے۔"

اس نے ابھی یہ فقرہ کہا ہی تھا کہ باہر کے دروازے سے حضرت شیخ احمد ولی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ ہاتھ میں عصا تھامے نمودار ہوئے اور حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے اس طرح پرتپاک ملے جیسے عرصہ دراز سے جانتے ہوں۔ دوران گفتگو حضرت دمڑی والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر خیر آیا تو حضرت شیخ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے احتراماً اپنا سر خم کر دیا۔ انہوں نے حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو نیا جوتا خریدنے کے لئے تھوڑی سی نقدی دی اور فرمایا۔

"ابھی کشمیر کی سیر کریں جب واپسی کا ارادہ ہو تو تشریف لائیں انشاء اللہ ملاقات ہو جائے گی۔"

اور گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ "حضرت میاں صاحب بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک روز حضرت شیخ نورالدین ولی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر تھے کہ والئی کشمیر کے ایک مصاحب نے دیکھ لیا اور اسے آپ کی موجودگی کے بارے میں اطلاع دی' حاکم کشمیر نے حضرت سید باقر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی محافل میں کئی بار آپ کی بزرگی و عظمت کا تذکرہ سنا تھا۔ فورا" آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور بصد انکسار و محبت شرف مہمانی کی درخواست کی۔

آپ ایک ماہ تک اس کے پاس رہے' اس دوران میں اہالیان کشمیر جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے آئے اور دین و دنیا کی دولت سے فیض یاب ہوئے۔ ایک ماہ کے بعد آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ حسب ارشاد حضرت شیخ احمد ولی کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اسی لمحے وہ اندر سے تشریف لائے اور حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر خلوت میں لے گئے جہاں انہوں نے علم لدنی جو بطور امانت ان کے پاس تھا ایک ہی نظر میں حضرت

Marfat.com

میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سینے میں منتقل فرما دیا۔ جب آپ حجرے سے باہر تشریف لائے تو آپ پر محبت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انوکھا رنگ چڑھا ہوا تھا۔ آپ وطن واپس تشریف لے جانے کی بجائے جنگلوں اور بیابانوں کی طرف نکل گئے جہاں آپ ہر لحظہ یادالٰہی میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرائض و سنت کے بے حد پابند تھے' ساری عمر روزہ اور تکبیر اولیٰ قضا نہ ہوئی تھی۔ ایک مرتبہ ماہ رمضان میں عارضہ اسہال میں مبتلا ہو گئے علاج کے لئے عرض کیا گیا۔ لیکن روزہ کسی قیمت پر قضا کرنے پر آمادہ نہ تھے' اسی اثنا میں حضرت پیر شیر شاہ قریشی رحمتہ اللہ علیہ جو حکیم حاذق بھی تھے تشریف لے آئے۔ انہوں نے ایسا شربت تیار کر دیا جو بوقت سحری و افطاری ہی استعمال کرنا تھا۔ لہٰذا چند دنوں میں صحت یاب ہو گئے۔

ایک مرتبہ آپ آستانہ عالیہ آوان شریف حافظ قادر بخش کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے۔ دلاور پور گاؤں کے قریب شام ہو گئی۔ شب باشی کے لئے آپ خود مسجد میں تشریف لے گئے اور حافظ قادر بخش گھوڑیوں کو لے کر گاؤں کے چودھریوں کی حویلی کی طرف چلا گیا جہاں وہ چوپٹ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ کون آیا ہے۔ حافظ صاحب کو یہ بات ناگوار گزری اور واپس لوٹ آئے۔ راستے میں ایک شخص ملا اور انہیں گیارھویں شریف کے ختم کے لئے ساتھ لے گیا۔ ختم پڑھنے اور تبرک لینے کے بعد حافظ صاحب کے ساتھ وہ شخص مسجد تک آیا۔ پوچھنے کے باوجود حافظ صاحب نے حضرت میاں صاحب کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ وہ شخص سمجھا کہ یقیناً یہ کوئی عظیم ہستی ہے جو نام تک بتانا پسند نہیں کرتی لہٰذا بصد عجز و انکسار ساتھ لے گیا۔ دوسرے دن واپسی پر راستے میں حافظ صاحب نے اپنے میزبان کو حضرت میاں صاحب کے بارے میں بتایا تو وہ زار و قطار رونے لگا۔ کف افسوس ملتے ہوئے بولا۔

"قطب زماں میرے گھر میں رات بھر رہا اور میں خاطرخواہ طور پر خدمت بھی

Marfat.com

نہیں بجالایا۔"
حضرت میاں صاحب نے اس کا خلوص و محبت دیکھا تو اس کے حق میں دعائے خیر کی۔ اس نے اپنی غربت و افلاس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔
" خدائے قدوس و غنی کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ بعید نہیں کہ وہ چودھریوں کے گھر کی شان و شوکت تمہیں بخش دے جو مسافروں کے ساتھ بے رخی سے پیش آتے اور نجس کھیلوں میں مشغول رہتے ہیں اور تمہارے گھر کی غربت ان کے گھر میں ڈال دے"۔
آپ کی زبان ترجمان حق بیان سے یہ نکلنا تھا کہ حالات نے پلٹا کھانا شروع کر دیا اور قلیل مدت میں ہی وہ شخص چودھریوں کے مقام پر اور چودھری اس کی حالت کو پہنچ گئے۔

حضرت میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ نے تاحیات شادی نہیں کی۔ ہمیشہ یاد الٰہی اور مخلوق خدا کی غمگساری میں مصروف رہتے تھے۔ مقربین و احباب و رفقاء سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ان کے غم کو اپنا غم اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی تصور کرتے تھے۔ سات ذوالحجہ ۱۳۲۴ ہجری کو موسم انتہائی سرد تھا۔ حضرت میاں صاحب نے نماز عصر کے ظائف و درود سے فارغ ہو کر نماز مغرب کے لئے تازہ وضو فرمایا تو معا" آپ کا جسم مبارک ایک طرف سے جھک گیا۔ خادم نے عالم پریشانی میں دوسرے خادم کو آواز دی اور آپ کو اٹھا کر چارپائی پر لٹا دیا۔ انتہائی لاغری و کمزوری کے باعث آپ بیہوش تھے اور پھر اسی حالت میں اپنے خالق حقیقی کے پاس تشریف لے گئے۔

وصال سے چند روز قبل آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے وہ شخص غسل دے جس نے کبھی غیرمحرم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا ہو۔ لوگ اس ہستی کے منتظر تھے کہ سموال شریف کے حضرت حافظ مطیع اللہ رحمتہ اللہ علیہ آگے بڑھے۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو غسل دیا اور پھر کھڑی شریف میں ہی سپرد خاک کر دیا

Marfat.com

گیا۔ آپ کا عرس ہر سال سات ذوالحجہ کو بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں سے مشہور کتب پندرہ کے قریب ہیں لیکن سیف الملوک کو شہرت دوام حاصل ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ لالچ میں آکر انسان کو جادۂ حق سے انحراف نہیں کرنا چاہیے۔ بزرگی کا تعلق عمر سے نہیں بلکہ نیک اعمال سے ہے۔ مسافروں کا اللہ تعالیٰ نے حق رکھا ہے۔ ان سے بے اعتنائی برتنی نہیں چاہیے اور حصول علم کے لئے ہمیں اپنے اندر تڑپ پیدا کرنی چاہیے۔

Marfat.com

حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ

موسم سرما کی ایک ٹھٹھری ہوئی رات تھی' ہر سو ہو کا عالم تھا' قصبہ دھرم کوٹ کے ایک مکان میں حضرت خواجہ امیر الدین رحمتہ اللہ علیہ اپنے رب کریم سے لو لگائے بیٹھے تھے' گریہ کا عالم تھا کہ معاً" کشف ہوا کہ شرقپور میں ایک مرد کامل جنم لے گا جس کے فیوض و برکات اور روحانی تصرفات سے مخلوق خدا راہ ہدایت پر گامزن ہو گی۔ دوسرے دن شرقپور شریف گئے' ایک محلے میں ادھر ادھر آنے جانے اور لمبے لمبے سانس لے کر کچھ سونگھنے لگے۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ ایک بلند قامت درویش چکر لگا رہا ہے تو ایک شخص نے عرض کیا۔

" بابا جی یہاں بڑی دیر سے گھوم رہے ہیں اور کچھ سونگھ رہے ہیں کیا بات ہے؟"

"اس محلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک بندہ جنم لے گا اس کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔" آپ نے جواب دیا۔ پوچھا گیا وہ بطل جلیل کس کے ہاں تولد ہو گا تو حضرت خواجہ نے میاں عزیزالدین کے گھرانے کی طرف اشارہ کر دیا۔

Marfat.com

حضرت امیر الدین رحمتہ اللہ علیہ ہر سال شرقپور تشریف لے جاتے تھے۔ ۱۲۸۲ ہجری میں وہاں گئے تو فرط مسرت سے آپ کا چہرہ کھل رہا تھا' والہانہ انداز میں ایک سے دوسری طرف جاتے تھے۔ وجہ انبساط دریافت کی گئی تو فرمایا جس خوشبو کو سونگھا کرتا تھا وہ جلوت میں آگئی ہے۔ اللہ کے اس بندے نے شرقپور کو اپنے قدوم سے نواز دیا ہے۔ ایک شخص نے مودبانہ تفصیل معلوم کرنا چاہی تو ارشاد فرمایا۔

"وہ میرا مرید ہو گا اور جب یوم نشور اللہ تبارک و تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ دنیا سے کیا لائے ہو تو عرض کروں گا شیر محمد کو لایا ہوں"۔

پیدائش سے ساتویں روز اس مبارک بچے کا نام شیر محمد رکھا گیا۔ بفضل تعالیٰ گھر میں ہر وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہوتا رہتا تھا۔ اس میں آپ کی پرورش ہونے لگی' بچپن میں جب کبھی اپنے ہمعصروں میں بیٹھتے تو عام بچوں کی طرح کھیلنے سے طبیعت گریزاں رہتی تھیں۔ وحشت سی محسوس ہوتی تھی۔ جب قدرے سیانے ہو گئے تو علوم دینیہ کی تحصیل کے لئے مکتب میں بٹھا دیئے گئے' مگر دوسرے لڑکوں کے ساتھ جی نہ لگتا تھا' نتیجتاً" آپ کو تنہائی میں بٹھا کر سبق دیا جانے لگا۔ بہت قلیل مدت میں آپ نے قرآن حکیم اور دیگر کتب پڑھ لیں اور لکھنے میں مہارت تامہ حاصل کر لی۔ تلاوت کلام پاک کے وقت آپ پر عالم گریہ طاری ہو جاتا تھا' آنسو تھمنے کا نام نہ لیتے' ایسے لگتا تھا جیسے کلام اللہ کے حروف زریں میں جلال ربانی اور عظمت کبریائی کا مشاہدہ کرنے کے بعد خشیت الٰہی سے آنکھوں سے سیل اشک رواں ہے۔ شرم و حیاء کا یہ عالم تھا کہ ضرب المثل بن گئی تھی۔ محلے سے گزرتے وقت آپ سر پر کپڑا لپیٹ لیا کرتے تھے' اکثر عورتیں کہا کرتی تھیں کہ میاں عزیزالدین کے ہاں لڑکے نے نہیں لڑکی نے جنم لیا ہے۔

میاں شیر محمد بچپن سے نوجوانی کی طرف گامزن تھے' اس دوران میں خواجہ

Marfat.com

امیرالدین رحمتہ اللہ علیہ باقاعدگی سے شرقپور تشریف لاتے اور وہاں کئی کئی دن قیام فرماتے تھے' منتظر تھے کہ کب میاں شیر محمد کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل فرمائیں۔ قیام شرقپور کے دوران میں جب آپ کی ملاقات میاں شیر محمد سے ہوتی تو بڑی شفقت و محبت سے نوازتے' میاں صاحب کو بھی آپ کی معیت و قرب سے راحت و سکون میسر آتا تھا' لیکن اس امر کا خیال تک بھی کبھی نہیں آیا تھا کہ ایک دن ان کے حلقہ مریدین میں شمولیت ہو گی۔

وقت گزرتا رہا حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ دنیا کے جھمیلوں سے بے نیاز اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر بڑھتے رہے۔ کبھی کسی مرد کامل کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کی تمنا دل میں مچلنے لگتی تھی تاکہ عشق و محبت اور ولایت و معرفت الٰہی کی راہیں آسان ہو جائیں۔ ایک دن حضرت خواجہ امیرالدین رحمتہ اللہ علیہ نے بیعت ہونے کی ترغیب دی لیکن آپ نہ مانے' دل میں یہ خیال گزرا کہ اس سن رسیدہ بزرگ سے بیعت کرنے سے کیا حاصل۔ چند بار اصرار کے باوجود جب حضرت میاں صاحب نے بیعت پر آمادگی ظاہر نہ کی تو حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ نے روحانی تصرف سے آپ کو حلقہ ارادت میں شمولیت پر مجبور کر دیا جس سے مراد اور مرید کے دونوں درجات حاصل ہو گئے۔

بیعت کے بعد حضرت میاں شیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کی عجب حالت ہو گئی۔ اکثر عالم بے خودی میں تڑپتے' لوٹتے اور چاک گریباں درخانہ خدا میں کھڑے ہو کر اللہ کو پکارنے لگتے' اگر کوئی شخص نظر آجاتا تو اس سے اللہ کا راستہ دریافت فرماتے اور پھر جنگلوں اور ویرانوں کی طرف بھاگ جاتے۔ بسااوقات خار دار جھاڑیوں میں جا گھستے یا کسی ٹوٹی پھوٹی بوسیدہ قبر میں جا کر لیٹ جاتے اور کبھی عالم جذب و محویت میں پکار اٹھتے۔

"ہن میں ہوگیا کوئی اور۔"

Marfat.com

لیکن جب ہوش میں آتے تو لاحول پڑھنے لگتے۔ ایک دن حضرت عبدالحق قصوری رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ پر تشریف لے گئے اور ایک ٹیلے پر چڑھ گئے' اسی اثنا میں کوئی راہ گیر باواز بلند یہ شعر پڑھتا ہوا گزرا۔ ؎

مجھ سے نہ ہوا کوئی نیک عمل
کل عمل شر و ذلل

ان الفاظ کا سننا تھا کہ لوٹ پوٹ ہو کر ٹیلے سے نیچے گر پڑے۔ الد بزگوار حضرت میاں عزیزالدین رحمتہ اللہ علیہ آپ کی حرکات و سکنات کی وجہ سے عجیب تذبذب میں تھے' ایک روز کسی صاحب کشف بزرگ سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے کہا۔

" تمہارا بیٹا دیوانہ نہیں فرزانہ ہے۔ اس کی توحید پرستی اور عشق رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا ہو گا۔ ہزاروں لوگ اس کے فیوض و برکات سے متمتع ہوں گے۔"

یہ سماعت فرما کر آپ کے والد محترم کو سکون و اطمینان نصیب ہوا۔

جب آپ نے سلوک معرفت اور عشق و محبت کی منازل طے کر لیں تو مرشد کامل نے فیضان عام کے لئے خرقہ خلافت عطا فرمانا چاہا تو آپ نے عرض کیا۔

" میں اس غرض سے حلقہ ارادت میں شامل نہیں ہوا تھا"۔

" میں جانتا ہوں لیکن مخلوق خدا کو ان انعامات اور فیوض و برکات سے محروم نہیں رکھا جا سکتا جو تمہارے توسط سے عطا ہوں گی"۔

مرشد نے ارشاد فرمایا تو آپ نے سر تسلیم خم کر دیا اور اجازت نامہ لے کر مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز ہوئے۔ بس پھر کیا تھا دور و نزدیک سے تشنگان بادۂ سلوک و طریقت' طلبگاران صراط مستقیم' متلاشیان حق اور دنیائے دنی کے جال میں

Marfat.com

جکڑے ہوئے انسان دراقدس پر حاضر ہونے لگے۔ بے شمار لوگ حلقہ بگوش ارادت ہوئے۔ جو بھی حاضر خدمت ہوتا اللہ کا یہ شیر اس کا دامن اپنی نگاہ اور دعا سے بھر دیتا اور نیکیوں کے چراغ روشن ہو جاتے تھے۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ سادہ اور سفید لباس زیب تن فرماتے تھے۔ موسم گرما میں دو کرتے پہنتے تھے تاکہ اگر کوئی سوالی مانگے تو ایک کرتہ عطا کر سکیں۔ سیاہ لباس اور جوتی کو ناپسند فرماتے تھے۔ سراقدس پر پگڑی کے ساتھ ٹوپی بھی پہنتے تھے۔ اس کی توجیہہ یوں فرماتے تھے کہ حدیث پاک میں ہے کہ صرف ٹوپی انصار اور صرف پگڑی یہودی پہنتے تھے لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دونوں اشیاء استعمال کرنے کا حکم دیا تھا۔

تمام امور و احوال میں اسوۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر رکھتے تھے۔ لیکن جہاں خلاف سنت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حرکت دیکھتے فوراً ٹوک دیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ہرگز چھٹکارا نہیں' درحقیقت مسلمان وہی ہے جو محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کرتا ہے۔ ایک مرتبہ اپنے مرشد کے پاس حاضر ہوئے' کسی وجہ سے وہ نماز کی تکبیر اولیٰ میں شریک نہ ہو سکے تو آپ نے عرض کیا۔

"حضور ! آج آپ تکبر اولیٰ میں شامل نہیں ہوئے"۔ مرشد نے سنا تو بہت خوش ہوئے فرمایا۔

"تو شیر ربانی ہے"۔

چنانچہ اس دن سے آپ کا لقب شیر ربانی مشہور ہو گیا۔

حضرت قبلہ عاشق یزدانی' شیرربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ نقشبندی مجددیہ سلسلہ سے منسلک تھے۔ آپ انہیں عقائد کے حامل تھے جو حضرت

Marfat.com

مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے تھے۔ معمول تھا کہ نصف شب تک مریدین اور عقیدت مندوں کی اصلاح احوال فرماتے۔ مسائل بیان کرتے۔ پھر گھر میں تشریف لے جا کر نماز تہجد ادا کرتے اور فجر کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھتے۔ اس کے بعد درود پاک خضریہ کا ورد کرتے اور بعد از نماز اشراق بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے۔ مہمانوں کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ دن رات میں جب بھی کوئی آتا تو کھانا تیار ملتا۔

اصطلاح صوفیا میں تصرف ایسی قوت کا نام ہے جس سے کائنات کی اشیاء میں ایسی تبدیلی لانا جس کے لئے وہ چیز اس حال پر فطرتاً" تیار نہ ہو۔ بالفاظ دیگر تصرف کرامت کا سرچشمہ ہے۔ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی ساری حیات پاک کرامت تھی۔ آپ کرامت کا اظہار فرمانے سے گریزاں تھے کیونکہ یہ کوئی ایسا عمل نہیں جس پر بزرگی کا انحصار ہو۔ لیکن بسااوقات خوارق عادت واقعات رونما ہو جایا کرتے تھے' ایک سکھ تھانیدار نے جو گشت پر تھا اس نے آپ کو آواز دی۔ آپ خاموش رہے۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ پکڑ لاؤ۔ حکم کی تعمیل کی۔ گئی ایک سپاہی نے تھانیدار سے کہا کہ میاں صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) اللہ کے نیک بندے ہیں۔ تھانیدار نے ان سنی کر دی اور بولا۔

"تم نہیں جانتے ایسے لوگ چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھی ہوتے ہیں"۔

آپ نے اس کی طرف دیکھا اور چپ رہے' دوسرے دن حضرت میاں صاحب حضرت آغا سکندر شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے گئے۔ رات کو چوروں نے سکھ تھانیدار کا گھر لوٹ لیا' اس دن سے وہ آپ کا بڑا معتقد ہو گیا۔ جب تک شرقپور میں تعینات رہا گاہے بگاہے حاضر خدمت ہوتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ شاہ پور تشریف لے گئے آپ کے مرید میاں احمد دین نے عرض کیا۔

" حضور ان دنوں چوہے کھیتوں کو بہت خراب کر رہے ہیں"۔ فرمایا۔ "تمہاری

Marfat.com

فصل کہاں ہے؟" وہ آپ کو اپنے ہمراہ کھیتوں میں لے گیا' آپ ایک طرف سے داخل ہو کر کھیت کی دوسری جانب سے نکل گئے اس دن کے بعد سے میاں احمد دین کی فصلوں کو چوہوں نے نقصان نہیں پہنچایا۔

ایک مرتبہ میاں عبداللہ ولد مولوی عبدالغفور کی انگلی ٹوٹ گئی' چھ سات ماہ بڑا علاج کرایا مگر آرام نہ آیا بلکہ سوکھ کر ٹیڑی ہو گئی۔ ایک دن میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے انگلی دیکھ کر ماجرا پوچھا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ مبارک میں لے کر انگلی کو سیدھا کر دیا وہ بالکل صحیح ہو گئی۔

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ جب ۶۵ برس کے ہوئے تو وقت رخصت آگیا۔ اطباء کے مشورے سے آپ کو شہر لے جایا گیا۔ تین دن تک یہاں قیام فرمانے کے بعد واپس شرقپور تشریف لے گئے۔ تین ربیع الاول ۱۳۴۷ ہجری بروز دو شنبہ وقت ساڑھے دس بجے شب اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ کہتے ہیں کہ اس دن زور کی آندھی اٹھی۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے دنیا میں ہر سو اندھیرا پھیل گیا ہو' آن واحد میں آپ کے وصال کی خبر دور و نزدیک پھیل گئی۔ لوگوں کا ہجوم ہونے لگا تا کہ اس ولی کامل' عاشق ربانی کا آخری دیدار کر سکیں۔ دوسرے دن صاحبزادہ حضرت مظہرقیوم مکانی شریف نے نماز جنازہ پڑھائی' شام ساڑھے چھ بجے لحد میں اتار دیا گیا۔ اس وقت ہزاروں کا مجمع تھا ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر دل سوگوار تھا۔ آپ کے اقوال و ملفوظات زر و جواہر سے تولنے کے لائق ہیں چند ایک ملاحظہ ہوں۔

- قرآن شریف میں بطن در بطن' بطن در بطن در بطن ستر بطن ہیں جتنا غور و خوض سے پڑھو گے کھلتے جائیں گے۔
- راہ خدا میں منافق کا کام نہیں ہے۔
- نشانہ بننا نہیں چاہیے جس کی طرف لوگوں نے انگلی کی وہ ہلاک ہوا۔

Marfat.com

- عاشق کامل وہ ہے جو منتہائے وصل کے بعد بھی ویسے ہی خوش نظر آئے جیسے ابتدائے عمر میں تھا۔
- اگر لوگوں کو لاالہ الااللہ پر پورا یقین ہو تو اعمال درست ہو جائیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہر کام سنت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں کرنا چاہیے۔ کوئی عمل کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ اس ضمن میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا قول و عمل تھا۔ دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر محبت ہو گی اتنے ہی اعمال صالح ہوں گے۔ روحانیت میں ترقی ہو گی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب و معرفت نصیب ہو گی۔

Marfat.com

حضرت کرم الٰہی کانواں والی سرکارؒ

سائیں نتھا بڑے نیک و پارسا اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ دربار حضرت چشتی بادشاہ رحمتہ اللہ علیہ کی مجاوری کے علاوہ آپ بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم بھی دیتے اور مساجد میں اللہ تبارک تعالیٰ اور اس کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین و ارشادات عالیہ کے متعلق وعظ بھی کیا کرتے تھے۔ آپ کی بزرگی و پاکبازی کا ایک عالم معترف تھا۔ کرم الٰہی بھی آپ کے تلامذہ میں شامل تھے۔ ایک دن آپ کا برادر کلاں مہر فضل دین حضرت سائیں نتھا کے پاس بغرض نیاز و ملاقات کے لئے گیا' دوران گفتگو مہر صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت صاحب آپ کے پاس کافی تعداد میں بچے درس قرآن پاک لیتے ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ان میں سب سے زیادہ سعید و نیک بخت کون ہے؟ سائیں صاحب نے سنا تو بات ٹالنا چاہی لیکن مہر فضل دین کے اصرار پر رازدارانہ انداز میں ارشاد فرمایا۔

"آپ کا چھوٹا بھائی کرم الٰہی"۔

Marfat.com

مہر صاحب ٹک ٹک ویدم حضرت سائیں صاحب کی طرف دیکھنے لگے۔
" اس میں حیرانگی کی کونسی بات ہے۔ کرم الٰہی ایک دن بہت بڑا ولی اللہ ہو گا۔ ایک دنیا اس سے فیض یاب ہو گی۔"

مہر فضل دین نے واپس گھر آ کر اپنی والدہ ماجدہ حضرت بھولاں بی بی سے ذکر کیا تو فرمانے لگیں کہ جب کرم دین صبح صادق کے وقت اس عالم رنگ و بو میں آیا تھا تو اس ہنگام کمرے کے اندر تیز نورانی روشنی ظاہر ہوئی تھی میں سمجھ گئی تھی کہ یہ بچہ بڑا نیک نام ہو گا اور پھر بیٹے سے کہا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔

پیدائشی ولی اللہ کے رنگ ڈھنگ ابتداء سے ہی دوسرے ہمعصر بچوں سے جداگانہ ہوتے ہیں۔ حضرت سائیں کرم الٰہی المعروف کانواں والی سرکار بھی انہی میں سے تھے۔ شیر مادر پینے کے بعد آرام سے لیٹے آسمان کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور کھیلتے رہتے تھے۔ کبھی روتے نہ تھے' دودھ پینے کا وقت ہوتا تو متعدد بار ایسا ہوا کہ منہ موڑ لیا۔ جب قدرے بڑے ہوئے اور کچھ کھانے پینے لگے تو پھر بھی یہی عادت تھی یعنی بچپن سے ہی کم کھاتے پیتے تھے۔ جب آپ کے والد غلام محمد نے آپ کو حضرت سائیں نتھا رحمتہ اللہ علیہ کے پاس قرآن مجید کی تعلیم کے لئے بٹھایا تو اس وقت سے ہی آپ کے خیالات درویشانہ تھے۔ ہم مکتبوں کے ساتھ بھی کھیل کود اور فضول باتوں میں وقت ضائع نہیں کیا کرتے تھے' استاد گرامی آپ کی بے حد عزت و احترام کرتے تھے۔ اگر کبھی کرم الٰہی کھیتی باڑی میں اپنے باپ کا ہاتھ بٹاتے اور ہل چلانے لگتے تو استاد گرامی کو بذریعہ کشف علم ہو جاتا تھا۔ گجرات سے چل کر فورا" آپ کی زمینوں پر جاتے۔ کرم الٰہی کو بٹھا دیتے اور ان کی جگہ خود ہل چلانے لگتے اور جب تک ضرورت ہوتی ہل چلاتے رہتے۔ آپ کے والد گرامی غلام محمد جب دیکھتے تو سوچنے لگتے کہ اگر ایک بزرگ اور عالم دین میرے بچے کی اس قدر عزت کرتا ہے تو یقیناً آنے والے وقت میں یہ بہت بڑا شخص بننے

Marfat.com

والا ہے' لہٰذا اس کے بعد انہوں نے بیٹے کو کام کرنے کے لئے کہنا چھوڑ دیا' لیکن بسا اوقات کرم الٰہی اپنی مرضی سے ہل چلانے لگتے اور جانوروں کے لئے چارہ کاٹ لایا کرتے تھے۔

حضرت سائیں کرم الٰہی کانواں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ ۳ اپریل ۱۸۳۸ء عیسوی محلہ اندرونی کانیاوالی میں تولد ہوئے۔ آپ کا تعلق گجرات کی قوم ارائیں سے تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جب سولہ برس کے ہوئے تو فقیروں اور درویشوں کی طرف فطری میلان طبع میں روز افزوں عروج آنے لگا۔ روزمرہ کے معمولات میں بھی شدت آتی گئی۔ صوم و صلوٰۃ کے سختی سے پابند تھے۔ تلاوت قرآن پاک باقاعدگی سے کرتے۔ الغرض شب و روز کا بیشتر حصہ عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ اگر کسی درویش کے بارے میں سماعت فرماتے تو اس کی خدمت میں حاضر ہوتے لیکن ہنوز منزل مقصود کا علم نہ تھا۔ بقول حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ جانتے تھے کہ شیخ کامل راستہ سلوک کا رفیق و رہنما ہوتا ہے۔ راہ حق کو جاننے والا اور ہلاکت و اندیشہ کے موقعوں سے آگاہ و بینا ہوتا ہے تاکہ مریدین کو ہدایت و ضلالت اور مفید و مضر سے واقف کر سکے۔ آپ کو علم تھا کہ مرشد و شیخ کا قلب اطہر دروازہ کی مانند ہے جو عالم غیب سے کھول دیا جاتا ہے اور حق تعالٰی کے فیوض کی امداد جو ہر لحظہ مرید تک پہنچتی ہے وہ مرشد ہی کے واسطے سے پہنچتی ہے۔ ایک دن آپ ایک سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مجھے اپنی مریدی میں قبول فرمالیں' سید صاحب نے کہا کہ میں اپنے اندر اس کی ہمت نہیں پاتا۔ حضرت بابا امام شاہ رحمتہ اللہ علیہ حج پر تشریف لے گئے ہیں۔ جب واپس آئیں تو ان کے دست حق پرست پر بیعت ہو جانا۔ اس مقام سے آپ نے سفر انتظار کا آغاز کیا' ایک ایک لمحہ کوہ گراں کی مانند تھا۔ آخر وہ ساعت مسعود آئی جب حضرت بابا امام شاہ رحمتہ اللہ علیہ واپس آئے تو آپ فوراً" بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور اپنا ہاتھ مرشد کے ہاتھ دے دیا۔

Marfat.com

حضرت بابا صاحب پیر کوٹ سیدھانا ضلع جھنگ کے رہنے والے تھے' نقل مکانی فرما کر جمن جنڈالہ میں سکونت اختیار کی۔ اپنے وقت کے ولی کامل اور صاحب کرامت بزرگ تھے۔ دور و نزدیک سے لوگ اپنے مصائب و امراض کے دفعہ کے لئے حاضر خدمت ہوتے تھے۔ ایک کوڑھی آیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے جسم کو نالے کی گرم ریت کے اندر دبا دیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی' شام کو جب اسے باہر نکالا تو وہ بالکل صحت مند تھا' مرض کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ایک دن مرشد نے اپنے مرید باصفا کرم الٰہی کو حکم دیا کہ پاپیادہ دہلی چلے جاؤ' آپ نے وجہ نہیں پوچھی کیوں۔ مرید کا کام تو حکم کی بجا آوری ہے لہٰذا کئی دن کی صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کرنے کے بعد وارد دہلی ہوئے تو وہاں ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ایک نظر ڈالی تو قلب منور اور علم مکاشفہ کی دولت عظیمہ سے مالامال ہو گئے۔ چند روز ان کی خدمت میں رہے۔ اس اثناء میں مجذوبیت کے معمولی سے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ وہاں سے حکم ہوا کہ کشمیر چلے جاؤ' جب کئی دنوں کے بعد کشمیر پہنچے تو وہاں اللہ تعالیٰ کے ایک مقرب بندے سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگا کہ میں دو دنوں سے منتظر تھا۔ چنانچہ اپنے ساتھ خلوت میں لے گئے اور کاسہ طلب میں معرفت الٰہیہ کے بیشمار آبدار موتی ڈال دیئے اور پھر اونٹ پر بٹھا کر حضرت بابا امام شاہ کے پاس گجرات جانے کو کہا۔

مرشد کی خدمت اقدس میں پہنچ کر آپ نے تمام احوال گوش گزار کئے۔ مرشد خنداں بہ لب مرید کی طرف دیکھتا اور سنتا رہا' بعدہ کافی دیر تک ان دونوں میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ اس وقت آپ زندگی کی پچیسویں منزل میں تھے لیکن ابھی عشق کے امتحان اور بھی تھے۔ حکم ملا کہ گوجرخان میں جہاں ٹرکی والا پل تعمیر ہو رہا ہے وہاں چلے جاؤ۔ آپ نے وہاں جا کر مزدوری شروع کر دی' ایک دن پیر بخش ٹھیکیدار نے دیکھا کہ سائیں کرم الٰہی جو ٹوکری اٹھا کر لے جا رہا ہے وہ سر مبارک سے ایک ہاتھ اونچی اٹھی ہوئی ہے۔ سمجھ گیا کہ اللہ کا ولی مزدوروں میں

Marfat.com

شامل ہے، فوراً حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج سے آپ چوکیداری کا کام کیا کریں۔

آپ کچا آٹا گھول کر پی جایا کرتے تھے۔ یہی آپ کی خوراک تھی۔ ٹھیکیدار پیر بخش کبھی کبھار حاضر ہوتا تھا۔ ایک دن اپنے مرض کہنہ کا ذکر کیا اور شفا کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے پانی میں مرچیں گھول کر پینے کو دیں جس سے اس کا مرض جاتا رہا۔ اس دن سے اس نے آپ کو چوکیداری سے بھی ہٹادیا اور التجا کی کہ آپ یہاں آرام سے قیام فرمائیں۔ جس چیز کی ضرورت ہو حکم دیں اور خود بھی اکثر حاضر خدمت رہنے لگا۔ لیکن آپ مرشد کے حکم کی تعمیل میں یہاں موجود تھے۔ چنانچہ ڈیڑھ سال یہاں گزارنے کے بعد آپ واپس گجرات پیر طریقت کے پاس پہنچ گئے۔ اب آپ سلوک کی تمام منازل طے کر چکے تھے اور عشق و معرفت کے رنگ میں رنگ چکے تھے لہٰذا حکم دیا کہ اپنی جھگی میں ڈیرہ لگالیں جہاں آپ کا کنواں بھی تھا اور مخلوق اللہ کو فیوض و برکات سے نوازیں۔

یہاں آپ نے ڈیرے ڈال لئے۔ آپ روٹیوں کے ٹکڑے کر کے کوؤں کو ڈال دیا کرتے تھے بہت سے کوے وہاں جمع ہو جایا کرتے تھے لہٰذا وہ جگہ سائیں کانواں والے کی جھگی مشہور ہو گئی اور لوگ انہیں کانواں والی سرکار کے نام سے یاد کرنے لگے اور یہ نام اتنا مشہور و معروف ہوا کہ اصل نام یاد تک نہ رہا۔

آپ عبادت و ریاضت میں زیادہ تر وقت گزارتے تھے۔ لیکن روز افزوں مجذوبیت کا رنگ غالب آتا جاتا تھا۔ لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے اور اپنی اپنی مرادوں سے جھولیاں بھر کر لوٹتے۔ کبھی بھی کوئی خالی ہاتھ بے مراد نہیں لوٹتا تھا۔ بعض اوقات دنیا کے متوالوں کو سخت سست الفاظ میں جھڑک بھی دیا کرتے تھے لیکن وہ آس و امید کے چراغ روشن کئے بیٹھے رہتے۔ کبھی کبھار آپ جھگی سے ملحقہ علاقے بستی الراعی سیالاں کی طرف نکل جاتے تھے جہاں آپ کے تمام خاندان والوں کی اراضی تھی۔ ایک دن آپ مہر فتح دین کے کنویں پر تشریف فرما تھے کہ اس نے اپنے داماد مہر نورالٰہی کے توسط سے عرض کی کہ کنویں میں پانی کم ہے دعا

Marfat.com

کریں۔ سائیں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ اٹھ کر کنواں چلائے۔ وہ چلانے لگا تو آپ نے متبسم ارشاد فرمایا۔

"جوان اب اس میں پانی کبھی کم نہ ہو گا۔"

اور واپس اپنے ٹھکانے پر آگئے۔

آپ نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسم پاک کی بے حد عزت و تکریم کیا کرتے تھے۔ سید حسین شاہ جو آپ کے پیر بھائی بھی تھے باہم بڑے دوست تھے۔ ان دنوں کشتی و دنگل کا بڑا رواج تھا' ایک دن دونوں بھائیوں میں کشتی ہوئی تو آپ ہار گئے۔ سید حسین شاہ نے کہا دیکھا میں نے آپ کو پچھاڑ لیا ہے' آپ نے بڑی محبت و عقیدت سے کہا۔

"بھئی اپنے نام کی مناسبت دیکھو کس عظیم ہستی سے ہے اسے کون پچھاڑ سکتا ہے۔"

ایک دفعہ آپ کے دونوں بھائیوں نظام الدین اور فضل دین میں تقسیم اراضی پر جھگڑا ہو گیا۔ آپ ان دنوں چھوٹے تھے وہ آپ کے پاس تصفیہ کے لئے آئے' آپ نے ایک روٹی لے کر اس کے دو برابر حصے کر دیئے اور خود اپنے حق سے دستبردار ہو گئے کیونکہ آپ دنیا سے بے نیاز تھے اور اس سے دور بھاگتے تھے۔

آپ سے بے حد کرامات منسوب ہیں۔ جو خوارق عادت بزرگان دین جان بوجھ کر نہیں دکھاتے بلکہ از خود رونما ہو جاتی ہیں۔ لاریب جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے اور تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ ان کو دیکھ کر بہت سے گم کردہ راہ حق اپنے کارساز مطلق کی طرف لوٹ آتے ہیں اور بہت سے لوگ بزرگان دین و اولیاء اللہ کے تقرب سے فیضیاب ہونے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ ایک دن آپ یادالٰہی میں مشغول تھے کہ ایک درویش ادھر آ نکلا اور حضرت

Marfat.com

کانواں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے قریب پڑے ہوئے گھڑے میں سے پانی انڈیل کر پینے لگا۔ آپ نے منع فرمایا تو وہ بولا۔

"اس میں کونسا دودھ ہے جو آپ پینے سے منع کر رہے ہیں۔"

سنا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

"اگر دودھ پینا ہے تو کنویں سے جا کر پی لو۔"

درویش مسکراتا ہوا اٹھا۔ لیکن جب دیکھا تو کنوئیں کا سارا پانی دودھ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ فورا" آکر قدموں میں گر پڑا اور اپنی گستاخی کی معافی مانگی۔ آن واحد میں یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ بیشار لوگ جمع ہو گئے۔ گھڑے بھر کر دودھ کے گھر لے گئے اور پیٹ بھر کر پیا بھی۔ آٹھ پہر کے بعد کنوئیں کا دودھ پھر پانی کی شکل میں تبدیل ہو گیا اور اس کرامت کو دیکھنے کے بعد ہزاروں لوگ دور و نزدیک سے آکر خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ان گنت لوگوں نے ظلمات کی طرف سے منہ موڑ کر نور کی طرف کر لیا۔ کئی غیر مسلم بھی آپ کی خدمت میں اپنی حاجات لے کر آتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سکھ حاضر ہوا۔ اس کے پانچ آدمی مقدمہ قتل میں ماخوذ تھے۔ منت سماجت کرنے لگا کہ نظر کرم فرمائیں کہ اس کے آدمی بری ہو جائیں۔ آپ نے اٹھ کر اسے ڈنڈے مارنا شروع کر دیئے۔ چار پڑے تو وہ درد سے تلملا کر بھاگ گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"پانچواں بیچ میں ہی چھوڑ گئے ہو۔"

جب مقدمے کا فیصلہ ہوا تو چار آدمی بری کر دیئے گئے اور پانچویں کو سزائے موت ہو گئی۔ اب وہ افسوس کرنے لگا کہ کاش پانچواں ڈنڈا بھی کھا لیتا۔

جب حضرت کرم الٰہی کانواں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی عمر نوے یا اکانوے سال کی ہوئی تو بارگاہ خداوندی سے بلاوا آ گیا۔ یہ ۱۸ جولائی ۱۹۲۹ عیسوی جمعرات کا دن تھا۔ دیسی مہینے ساون کی اس دن پانچ تاریخ تھی اور شام کے چھ بجے کا وقت تھا۔ آپ کے وصال کی خبر سن کر دور و نزدیک سے لوگ اس مرد حق کی

Marfat.com

زیارت کے لئے آگئے۔ دوسرے دن انبوہ کثیر کی وجہ سے تین مرتبہ آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور پھر شام ساڑھے پانچ بجے کے قریب آپ کو اپنے کنویں کے قریب اس جگہ سپردخاک کر دیا گیا جو سائیں کانواں والے کی جھگی کہلاتی ہے۔ ہر سال ماہ ساون کی پہلی اتوار اور سوموار کو آپ کا عرس منایا جاتا ہے جس میں بیشمار عقیدت مند محبت کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور انعام و کرام سے بہرور ہوتے ہیں۔

پیر سید ولایت شاہ نے آپ کو غسل دیا تھا۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت حضرت سائیں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی پیشانی مبارک پر ستارہ چمک رہا تھا اور کلمہ طیبہ لکھا ہوا تھا۔ آپ کا سلسلہ قادریہ رزاقیہ تھا جو اکتالیس واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ تک پہنچتا ہے۔

آپ کا مزار اقدس شہر گجرات سے بجانب شمال تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ مقبرہ کی عمارت بڑی خوبصورت ہے۔ دور سے آنے والوں کے لئے رہائش کا بھی انتظام ہے اور نماز کے لئے مسجد بھی ہے۔

حال پر مسند سجادگی پر سائیں سردار محمد قادری نوشاہی جلوہ افروز ہیں۔ حضرت سائیں کانواں والی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کے مناقب کئی **محبین** نے اشعار میں بیان کئے ہیں رقمطراز ہیں ؎

کانواں والا مست قلندر اچیاں شاناں والا اے
ہر دم یاد خدا نوں کردا رکھدا دم سکھالا اے

فیض دے چشمے وچوں ہرنوں دیندا بھر پیالا اے
رونداآوے ہسدا جاوے اوہ دربار نرالا اے

پورا کر دے اللہ سائیں مونہوں جو فرمایا اے
سائیں کرم الٰہی اتے سائیں کرم کمایا اے

Marfat.com

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب تک رہنما نہ ہو حق کا راستہ نہیں ملتا۔ اس لئے مرشد کامل کو تلاش کرنا فرض عین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جتنی بھی مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں ہنس کر انہیں سہنا چاہیے۔ جسے اللہ مل جاتا ہے پھر اسے کسی اور کی حاجت نہیں رہتی۔ اگر دعویٰ محبت سچا ہے تو پھر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع لازمی ہے کیونکہ آپ کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

Marfat.com

حضرت محمد فضل علی قریشی عباسیؒ

موسم نہایت گرم تھا' دریائے سندھ کناروں تک بہہ رہا تھا اور بہاؤ تیز تھا' نماز فجر کے بعد ایک اللہ والا جس کے چہرے بشرے سے عیاں تھا کہ وہ کوئی برگزید ہستی ہے مع اہل و عیال اور خاندان کے دیگر سات افراد کے ہمراہ دریا کی طرف آتا دکھائی دیا' کنار دریا پر پہنچ کر رکا۔ شوریدہ سرپانی کی طرف دیکھا اور اللہ کا نام لے کر اپنے ہمرائیوں کے ساتھ ایک بڑی سی کشتی میں سوار ہو گیا۔

"اللہ کا نام لے کر چلو۔"

اس برگزیدہ ہستی نے کہا جس کے آواز میں بڑی تاثیر تھی۔ رسے کھول دیئے گئے اور کشتی سطح آب پر تیزی سے چل پڑی۔

یہ ۱۸۸۶ء عیسوی کی بات ہے۔ ان دنوں میانوالی اور اس کے گرد و نواح کے علاقے میں شدید قحط تھا' کتنے عرصے سے آسمان نے بارش برسانا بند کر دیا تھا اور کھیتوں میں ویرانی نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ مخلوق خدا سخت درماندہ و پریشان

Marfat.com

تھی' یہ چھوٹا سا قافلہ جس کے سرخیل حضرت محمد فضل علی قریشی عباسی رحمتہ اللہ علیہ تھے انہوں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر اپنے حصے کا مکان اور زمین فروخت کر کے بڑی سی کشتی خرید لی تھی اور جب تیاری مکمل ہو گئی تو سفر حجاز کے لئے چل پڑے تھے۔ ان دنوں اس علاقے میں ریل نہیں تھی' لہٰذا اس خیال سے دریا کے راستے چل پڑے تھے کہ سکھر پہنچ کر کشتی بیچ دیں گے اور وہاں سے براستہ کراچی حجاز مقدس روانہ ہو جائیں گے۔ کشتی دریا کی موجوں پر رقص کرتی چلی جارہی تھی۔ ذکر و مراقبہ کی محفل سجی تھی۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو سب لوگ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریزہ ہو جاتے تھے۔ ان دنوں دریائے سندھ شہر جتوئی ضلع مظفرگڑھ کے قریب سے بہتا تھا' جب قافلہ وہاں پہنچا تو شب بسری کے لئے رک گیا۔ کشتی کو کنارے پر باندھ دیا اور سب لوگ تھوڑی دور جا کر قیام و طعام کا بندوبست کرنے لگے۔ صبح جب سفر کی تیاری ہونے لگی تو پتہ چلا کہ کشتی کو رات ہی کوئی چرا کر لے گیا ہے۔ ہمراہی قدرے پریشان ہوئے آپ نے فرمایا۔

"اللہ کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے پریشان نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ جمعتہ المبارک کا دن تھا' معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ جتوئی شہر قریب ہی ہے لہٰذا آپ نماز جمعہ کے لئے وہاں تشریف لے گئے۔ جتوئی کی جامع مسجد کے خطیب صاحب علم و فضل تھے۔ وقت سے کافی پہلے حضرت قریشی رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں پہنچ گئے' جب مسجد کے خطیب سے ملے تو حیرت آمیز خوشی نے گھیر لیا۔ مولوی غوث بخش آپ کے دیرینہ دوست اور ہم سبق تھے' ماضی کی یادیں بھی تازہ کیں اور ایک دوسرے کے حالات سے آگاہی بھی ہوئی' مولوی صاحب نے یہی مشورہ دیا کہ موسم شدید گرم ہے اور دریا کا پانی پورے جوش پر ہے۔ خواتین اور بچوں کا ساتھ ہے۔ اس لئے مناسب ہے چند روز یہیں قیام کر لیا جائے۔ آپ نے اس مخلصانہ مشورے کو پسند فرمایا' آپ کا ارادہ معلوم ہونے پر مولوی صاحب نے اپنے مکانات جو دریا کے قریب بھٹ میں جھلار مولوی غوث بخش کے نام سے

Marfat.com

موسوم تھے رہنے کے لئے پیش کر دیئے۔ چنانچہ آپ وہاں مقیم ہو گئے اور چند آدمیوں کو کشتی کی تلاش میں روانہ فرما دیا۔ وہ اسے تلاش کرتے کرتے سکھر پہنچ گئے جہاں کشتی مل گئی تو اسے فروخت کر دیا اور واپس آکر رقم حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کر دی۔

جہاں پھول ہوں وہاں خوشبو از خود پھیل جاتی ہے' گرد و نواح کے علاقوں میں آپ کی شہرت پھیل گئی کہ جھلار میں اللہ کے نیک بندے مقیم ہیں' لہٰذا لوگ زیارت کے لئے حاضر خدمت ہونے لگے۔ مختلف علاقوں کے نیک و دیندار افراد نے آپ سے درخواست کی کہ ہماری بستیوں میں تشریف لے چلیں اور ہمیں دین کی تعلیمات سے بہرہ ور فرمائیں۔ دین اسلام کی تعلیم کا معاملہ تھا' حضرت سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے یہ علم ہو کہ لوگ دین اسلام کی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو میں ان کے گھر گھر جا کر تعلیم دوں۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشورہ کیا اور ارشاد فرمایا کہ اب موجودہ حالات میں نہ سفر جاری رکھ سکتے ہیں اور نہ لوٹ کر واپس جا سکتے ہیں' شاید رب کریم ہمیں اسی لئے یہاں لایا تھا کہ ان لوگوں کو دین سکھائیں۔ لہٰذا ہم سب کو مختلف بستیوں میں جا کر دین کی خدمت کرنی چاہیے۔ یہ ارشاد سن کر سب نے لبیک کہا۔ لہٰذا آپ اور آپ کا بھائی فقیر شاہ بستی مداونی کے ایک بااثر شخص جلال خان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ نور علی شاہ اپنے کنبے کے ہمراہ بستی منشی والا میں مقیم ہو گیا اور غوث علی شاہ موسیٰ علی شاہ اور علی محمد شاہ اپنے کنبوں کے ساتھ واپس دادو خیل چلے گئے۔

اب حضرت فضل علی قریشی رحمتہ اللہ علیہ دن کے وقت لوگوں کو دین سکھاتے اور رات کو بارگاہ خداوندی کے حضور گزار دیتے۔ لازمی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے مزدوری بھی کرتے تھے۔ اکل حلال کے لئے یہ ضروری تھا' وقت گزرتا رہا۔ اسی دوران میں پتہ چلا کہ حکومت وقت زمین دے رہی ہے کہ اس پر جنگل لگایا جائے' جب جنگل آباد ہو جائے گا تو آدھی اراضی آبادکار کو بطور

Marfat.com

عوضانہ ملے گی۔ بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد زمین حاصل کرلی گئی تاکہ ہر روز مزدوری تلاش کرنے سے چھٹکارا مل جائے اور یکسوئی کے ساتھ دین کی خدمت کی جا سکے۔

آپ نے وہاں ایک مسجد بنا دی اور چند چھونپڑیاں بنالیں جن میں رہائش اختیار کر لی۔ اس جگہ کا نام فقیر پور رکھ دیا گیا۔ جو قصبہ جتوئی سے تین میل دور کوٹلہ رحم علی شاہ کے متصل تھا۔

آپ کے آباؤاجداد کافی عرصہ قبل عرب سے پہلے سندھ اور پھر وہاں سے میانوالی کے ضلع میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ہاشمی عباسی ہونے کی وجہ سے آپ کا خاندان عوام الناس میں قریشی کے نام سے مشہور تھا۔ آپ کی ولادت باسعادت داؤد خیل میں ۱۲۷۰ ہجری میں ہوئی تھی۔ آپ کے چند ایک عزیز و رشتہ دار کالا باغ میں رہائش پذیر تھے۔ لہٰذا ابتدائی تعلیم کا زمانہ کالاباغ میں بسر ہوا۔ یہاں آپ نے اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث پاک آپ نے مولانا احمد علی سہارنپوری سے حاصل کیا اور تکمیل علم کے بعد واپس آگئے۔

ابتداء سے ہی آپ کا میلان طبع معرفت الٰہی کے طرف تھا۔ اکثر عبادت و ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ لیکن دل میں تمنا تھی کہ کوئی اللہ والا مل جائے جس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤں۔ علاقے کے لوگ آپ کو قریشی صاحب یا قریشی پیر کہا کرتے تھے۔ یہ الفاظ مہمیز کا کام دیتے تھے۔ چنانچہ وقت کے ہم آہنگ آپ پوری طرح سلوک کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن اس کی منازل طے کرنے کے لئے کسی ہادی و رہبر کی ضرورت تھی، ایک دن آپ تشریف فرما تھے کہ دل میں خیال گزرا کیوں نہ ایک طوطا پال لوں اور اسے اچھی اچھی باتیں سکھادوں، اس خیال کا آنا تھا کہ غیب سے القا ہوا کہ طوطے کو پڑھانے سے بدرجہا بہتر ہے کہ مخلوق خدا کو اللہ تعالٰی کے ذکر میں مشغول کیا جائے، اس چیز نے آپ کی سوچوں کے دھاروں کا رخ بدل دیا۔

Marfat.com

مرشد کامل کی جستجو میں تیزی آ گئی۔ آپ کو پتہ چلا کہ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمتہ اللہ علیہ بڑے برگزیدہ ولی اللہ ہیں تو ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، وہ بڑے ضعیف ہو چکے تھے اور لوگوں کو بہت کم بیعت فرماتے تھے۔ اگر کوئی اس نیت سے آتا تو آپ اسے اپنے خلیفہ اول حضرت سید لعل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا کرتے تھے یا پھر اپنے صاجزادہ حضرت خواجہ سراج دین کے پاس جانے کو فرماتے تھے۔ آپ نے جب حضرت خواجہ دامانی سے بیعت کے لئے عرض کیا تو انہوں نے آپ کو اپنے خلیفہ اول کے پاس بھیج دیا۔ حسب ارشاد آپ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے اور مرشد کے کہنے کے مطابق سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ ابھی آپ اس راہ پر گامزن تھے کہ مرشدنا حضرت سید لعل شاہ دندانی ہمکسری رحمتہ اللہ علیہ کا جام حیات لبریز ہو گیا اور وہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عجیب حالت تھی، ایسے جیسے کوئی راستے میں انجانی راہوں پر چھوڑ کر چلا گیا ہو۔ آپ بحالت گریہ دندہ پہنچے تو انہیں سپرد خاک کر دیا جا چکا تھا۔ آخری زیارت بھی نہ کر سکے۔ آپ رنج والم کی تصویر بن کر رہ گئے۔ انہیں دنوں حضرت خواجہ سراج الدین رحمتہ اللہ علیہ حضرت لعل شاہ کی تعزیت کے لئے دندہ تشریف لائے تو حضرت قریشی صاحب کی حالت زار دیکھ کر جذبہ ترحم جوش میں آگیا، بڑی محبت و شفقت سے پیش آئے اور موسیٰ زئی آنے کو فرمایا۔ آپ کو یوں محسوس ہوا جیسے منزل روشن ہو گئی ہو۔ بغیر کسی تاخیر کے موسیٰ زئی حضرت خواجہ صاحب کی خدمت عالیہ میں پہنچ گئے اور دامن سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے حضرت قریشی صاحب کو ذکر و افکار کی تلقین فرمائی، یہاں تک کہ آپ نے سلوک کی تمام منازل طے کر لیں لیکن ہنوز خلافت سے سرفراز نہیں فرمائے گئے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضرت خواجہ سراج الدین بیمار ہوئے تو بغرض علاج دہلی تشریف لے گئے اور محلہ چتلی قبر کے قریب جہاں حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید، حضرت شاہ غلام علی دہلوی اور حضرت شاہ ابوسعید رحمتہ علیہم اجمعین

Marfat.com

کے مزارات مقدسہ ہیں قیام فرمایا۔ چند دنوں کے بعد آپ نے خط لکھ کر حضرت محمد فضل علی قریشی رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلا لیا اور خلعت خلافت سے نوازا۔ چند دن اپنے مرشد کی خدمت میں گزارنے کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے واپس تشریف لے آئے۔

لوگ آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے لگے اور راہ حق پر قدم بڑھانے لگے۔ فیض عام تھا جس کا جتنا ظرف ہوتا حاصل کر لیتا تھا۔ آپ کی نسبت کا اثر پوری جماعت پر منعکس ہوتا تھا کہ ایکا ایکی محبت الٰہی نے جوش مارا اور زیارت حرمین شریف کے لئے چل پڑے' لیکن مشیت ایزدی میں تھا کہ آپ ضلع مظفر گڑھ کے لوگوں میں ہدایت تقسیم کریں' فقیر پورہ سے آپ اپنے مرشد کی بارگاہ عالیہ میں اکثر حاضری دیتے رہتے تھے۔ ایک روز فقیر پورہ میں وعظ فرما رہے تھے کہ چہرہ مبارک نورانی چمک سے دمکنے لگا اور آنکھیں سرخ ہو گئیں' ایک ایک لفظ لوگوں کے دلوں میں اترنے لگا' وعظ کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ ہر سامع کے لبوں پر اللہ تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ آپ فرما رہے تھے۔

" اگر کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے صرف ایک خلق پر عمل کرے تو ساری کائنات کو اپنا گرویدہ و مطیع بنا لے۔ آپ خلق عظیم اور مکارم اخلاق کے مالک تھے دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے مسکین بنا کر رکھ' مسکینی کی حالت میں دنیا سے لے جا اور قیامت میں مسکینوں کے ساتھ میرا حشر فرما۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کے ہم امتی ہیں وہ تو مسکینی اختیار فرمائیں اور تم لوگ خان صاحب اور وڈیرہ بننے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہو۔ اور جب تم بڑے آدمی بن گئے تو غریب لوگ تمہاری جفاکاریوں کا شکار ہو گئے' یاد رکھو غرور و تکبر کرنے والے قیامت کے دن پاؤں کے نیچے چیونٹی کی طرح پامال ہوں گے۔ افسوس اے مسلمانو! تم رات دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر رہے ہو اور پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید بھی رکھتے ہو۔"

Marfat.com

روز افزوں لوگوں کی آمدورفت میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ نووارد لوگوں کو جھاڑیوں اور جھنڈوں سے گزر کر آنا پڑتا تھا چنانچہ عوام کی دقت کے پیش نظر آپ نے اس جگہ کو چھوڑ کر دریا کی چھوڑی ہوئی نشینی زمین پر سکونت اختیار کر لی۔ جنگل کی زمین خرید کر یہیں کاشت شروع کر دی' اس جگہ کا نام مسکین پورہ رکھا۔ یہ مقام شہر سلطان تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ نے ساری عمر یہیں گزار دی اور آپ کا خاندان بھی اس جگہ آباد ہے۔

مسکین پورہ درحقیقت خانقاہ تھی جہاں تزکیہ نفس کا سبق دیا جاتا تھا۔ تعلیم سلوک کا مدرسہ تھا۔ مریدین یہاں مجاہدہ و ریاضت میں مصروف رہتے اور دوسرے عقیدت مند اور حاجت مند حاضر ہو کر فیض سے بہرہ مند ہوتے اور مرادوں سے جھولیاں بھر کر لوٹتے۔ اکثر لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا جو دنیا طلب کرنے آتا اسے دین بھی ملتا تھا۔ دراصل اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضری اللہ تعالیٰ کے قرب کا باعث ہے۔ یہی اللہ والوں کی شان ہے کہ جو انہیں دیکھے اسے اللہ یاد آجائے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص کو نہ غلبہ ذکر و جذبہ ہو اور نہ ذوق و شوق لیکن شیخ کی محبت میں مستغرق ہو تو وہ لغزش سے ضرور محفوظ رہے گا۔

آپ اکثر مختلف واقعات و امثال و حکایات کے ذریعے مریدین اور دیگر حاضرین کی اصلاح احوال فرمایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔

"یا حضرت دل میں بہت زیادہ وسوسے آتے ہیں ۔"

یہ بات سن کر ارشاد فرمایا۔

"مبارک ہو ۔ دیکھو ایک قطرہ گھی زمین پر ڈالا جائے تو کتنی چیونٹیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح شیطان مردود جب کسی کے پاس نعمت دیکھتا ہے تو اسے خطرات میں ڈالتا ہے۔ دل میں وساوس ڈالتا ہے۔ اس لعین کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص ایسے حظ عظیم سے محروم ہو جائے۔"

Marfat.com

ایک دن بیٹھے قیامت کا ذکر چھڑ گیا ارشاد فرمایا۔

" ایک آدمی نے اپنے لڑکے سے پوچھا کیوں روتا ہے' بولا میرا سبق کچا ہے اور استاد مارے گا۔ بوڑھا یہ بات سن کر رونے لگا' قریب ہی ایک اور شخص موجود تھا پوچھا کیوں روتا ہے؟ بولا میری ساری عمر کا سبق کچا ہے' قیامت کے دن کیا جواب دوں گا"۔

ایک دن بہت سے لوگ بیٹھے تھے' ارشاد فرمایا کہ زرق حلال کمانے کے لئے چھوٹے سے چھوٹا کام کرنے کے لئے بھی شرم محسوس نہیں کرنی چاہیے یہ فرما کر تھوڑا توقف فرمایا اور پھر کہنے لگے کسی اللہ والے کی بارگاہ میں ایک عادت سے مجبور سائل نے سوال کیا کہ حضور میں غریب آدمی ہوں میرے پاس دنیا کی کوئی نعمت نہیں آپ عنایت فرمائیں۔ اللہ والے نے سنا تو سائل سے کہا۔

" میں تجھے ایک ہزار روپیہ دیتا ہوں۔ اس کے عوض تم اپنے دونوں کان کاٹ کر مجھے دے دو۔ سائل نے سنا تو بولا۔ جناب معاف کیجئے اگر آپ ایک لاکھ بھی دیں تو بھی کان کاٹ کر نہ دوں۔"

ان بزرگ نے فرمایا ۔

" اچھا اگر کان نہیں دیتے تو ناک کاٹ کر دے دو ۔"

اس نے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا" تو "چلو آنکھ ہی دے دو" اس بحر عرفان کے غواص نے کہا تو سائل گویا ہوا۔ ہرگز نہیں۔ الغرض آپ مختلف اعضاء کے نام لیتے تھے اور وہ انکار کرتا رہا اس پر اس ولی اللہ نے فرمایا۔

" اے اللہ کے ناشکر گزار بندے ! جب تم اتنے قیمتی آدمی ہو اور نایاب نعمتوں کے مالک ہو تو پھر کیوں کہتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ ان نعمتوں سے کام لو اور رزق حلال کماؤ۔"

بعض اوقات مختلف عوارض کے لوگ بھی آپ کے پاس آتے تھے اور اپنی

Marfat.com

تکلیف بیان کرتے۔ ایک شخص نے شدت گرمی کی وجہ سے سرخ پیشاب آنے کے متعلق عرض کیا تو ارشاد فرمایا۔ دودھ کی لسی بنا کر پیا کرو۔ لہٰذا وہ دنوں میں تندرست ہو گیا ایک اور شخص نے کمی بصارت کے متعلق کہا تو فرمایا۔ گیہوں کا آٹا بھون کر ناریل، مغز بادام، چلغوزہ، کشمش، پستہ یہ سب ہم وزن کوٹ کر ملا کر صبح خالی پیٹ تھوڑا سا لیا کرو انشاء اللہ بصارت کو تقویت ملے گی۔

آپ مختلف اولیاء اللہ کے مزارات پر تشریف لے جایا کرتے تھے اور وہاں مراقب ہوتے، ان میں حضرت شیخ نظام الدین اولیاء اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔

حضرت محمد فضل علی قریشی رحمتہ اللہ علیہ نے زندگی میں تین شادیاں کیں، پہلی شادی چچازاد بہن سلطان بی بی سے کالاباغ میں ہوئی، جن کے بطن سے تین لڑکے اور آٹھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اس حرم کے وفات کے بعد شہر جتوئی کے قریب بستی مدوانی میں آباد اپنے ہم سفر کنبہ کے قریشیوں میں ہی دوسرا عقد بانو بی بی سے کیا۔ یہ رشتہ میں آپ کے چچا زاد بھائی کی لڑکی تھی۔ اس سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں تولد ہوئیں۔ تیسری شادی آپ نے حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمتہ اللہ علیہ کی صاحبزادی آسیہ بی بی سے کی۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جب حضرت قریشی صاحب کا وصال ہوا تو یہ زوجہ محترمہ اپنے والد گرامی کے پاس لاڑکانہ تشریف لے گئیں اور والد کی موجودگی میں ہی وصال فرما گئیں۔

حضرت قریشی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے پتھر دل لوگ بھی جذب و مستی کی نعمت سے سرفراز ہو جاتے تھے۔ آپ حنفی مذہب اور مجددی مسلک پر بڑی سختی سے کاربند تھے۔ طریقہ تبلیغ نہایت حکیمانہ تھا، یہی تمنا تھی کہ حاضر خدمت ہونے والوں میں توجہ الی الاخرت پیدا ہو جائے اور پھر آہستہ آہستہ عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کے دل میں جاگزیں ہو جائے۔

آپ صبح و شام فیوض و برکات تقسیم فرما رہے تھے کہ ۱۳۵۴ ہجری میں جب

Marfat.com

آپ کی عمر چوراسی سال کی ہوئی تو وصال کا وقت آگیا اور مسکین پورہ آپ کی آخری آرام گاہ بنا۔ ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے لوگ دور و نزدیک سے اس تقریب میں شرکت کرتے اور فیض سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ آخرت کو سنوارنے کے لئے حال پر صالح اعمال کرنے چاہیں کیونکہ جس کا حال روشن نہیں اس کا مستقبل تاریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا ہر حال میں شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ جب نعمت کا شکر ادا نہ کیا جائے تو وہ ضائع ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

حضرت سید مہر علی شاہؒ

ریڈیو پر کوئی مٹھی آواز میں گا رہا تھا ۔

اج سک متراں دی ودھیری اے
کیوں ولڑی اداس گھنیری اے
اس صورت نوں میں جان آکھاں
جاناں کہ جان جہان آکھاں
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

عارفانہ کلام کانوں میں رس گھول رہا تھا اور ذہن کوہ مارگلا کے دامن میں واقعہ قصبہ گولڑہ شریف کی طرف محو پرواز تھا جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے عارف حضرت سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس ہے جو نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ لوگ محبتوں اور عقیدتوں کے نذرانے لے کر

Marfat.com

جاتے ہیں اور فیوض و برکات سے متمتع ہو کر لوٹتے ہیں۔ پریشانیاں اور مصائب سے بوجھل لوگ مزار اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور طمانیت و سکینہ کی دولت سے سبک ہو کر لوٹتے ہیں، الغرض فیض رسانی کا دریا موجزن ہے اور لوگ اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ ہجری مطابق ۱۸۵۹ء بروز سوموار گولڑہ شریف میں حضرت پیر نذر دین المعروف حاجی صاحب کے ہاں ہوئی۔ پوٹھوہاری زبان میں والد کو "اجی" کہتے ہیں اس لئے نام کی بہ نسبت اجی صاحب کے نام نامی سے مشہور ہوئے۔ حضرت اجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ پیدائشی ولی اللہ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب چوبیں واسطوں سے حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ اور پینتیس واسطوں سے سیدنا حضرت حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی زوجہ محترمہ بھی صالحات میں سے تھیں جن کا سلسلہ نسب بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے ملتا تھا۔

حضرت سید نذر دین عین عالم جوانی میں تھے کہ ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس سے گیلانی خاندان کے اس گھرانے کی شہرت دور و نزدیک ہو گئی۔ ان دنوں سکھوں کی عملداری تھی۔ جس مسجد میں آپ شب و روز عبادت وریاضت میں مشغول رہتے اس کے قریب ہی سکھ قلعہ دار کی ایک رشتہ دار لڑکی رہتی تھی۔ بدچلنی و آوارگی کی وجہ سے وہ امید سے ہو گئی تو حضرت اجی رحمتہ اللہ علیہ کے کسی مخالف نے جو سکھ قلعہ دار کا معتمد تھا اس نے آپ پر اتہام لگا دیا۔ قلعہ دار نے بغیر کسی ثبوت کے آپ کو گرفتار کراکر زندہ جلادینے کا حکم دیا۔ مسلمانوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی، کئی وفود اس سکھ قلعہ دار کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ سجادہ نشین حضرت پیر سید فضل دین جو آپ کے ماموں تھے خود آکر یقین دلائیں جب آپ کے ماموں کو یہ پیغام پہنچا تو جواب میں کہلا بھیجا۔

" نذر دین کو جلا ڈالو۔ اگر وہ گناہگار ہے تو ہمارے لئے اس کا جل جانا ہی بہتر

Marfat.com

ہے۔"

تاریخ سزا سے ایک دن قبل چند مواضعات کے مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ سکھ قلعہ دار کا مقابلہ کیا جائے۔ مگر حضرت فضل دین رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں روک دیا۔ سزا والے دن ہزاروں لوگ جمع ہو گئے' عورتوں نے اپنے زیوارت کا ڈھیر لگا دیا کہ ہمارے پیرزادے کے برابر تول کر لے لو۔ مگر سکھ نے ایک نہ سنی۔ حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق جو انہوں نے رات خواب میں آکر کہا تھا حضرت اجی رحمتہ اللہ علیہ نے چتا پر بیٹھنے سے قبل غسل کیا۔ نیا لباس پہنا اور دوگانہ نفل نماز پڑھی۔ سپاہیوں نے لکڑیوں پر تیل چھڑک کر آگ لگائی مگر آگ نہ لگتی تھی۔ وہ مخالف جس نے آپ پر الزام لگایا تھا کہنے لگا کہ سپاہی پیروں سے مل گئے ہیں۔ لہٰذا اس نے خود اٹھ کر حضرت کے کپڑوں پر تیل چھڑکا۔ لمبے گھونگریالے بالوں پر خوب تیل ڈالا اور ایک برتن میں خشک بنولے ڈال کر جلائے۔ جب شعلے بھڑک اٹھے تو برتن کو آپ کے تیل سے تر بالوں کے نیچے رکھ دیا شعلے لپکتے رہے۔ ان کی لپک سے بال ہلتے رہے مگر آگ نے چھوا تک نہیں اور از خود بجھ گئے۔ قلعہ دار نے آپ کی بے گناہی کا چشم دید مظاہرہ دیکھا تو گلے میں کپڑا ڈال کر دست بستہ معافی کا خواستگار ہوا اور حکم دیا کہ جھوٹے مخبر کو چتا میں جلا دیا جائے۔ مگر آپ نے چتا سے اترنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے اوپر الزام لگانے والے کو معاف کر دے۔

حضرت سید مہر علی شاہ ولی ابن ولی تھے۔ آپ کی ولادت سے قبل ہی ایک عمر رسیدہ مجذوب خانقاہ میں آکر رہائش پذیر ہو گیا تھا اور کہا کرتا تھا کہ وہ عنقریب تولد ہونے والے ولی اللہ کی زیارت کرنے آیا ہے۔ جب آپ اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے تو وہ مجذوب حرم سرا کی ڈیوڑھی میں گیا اور آپ کو باہر منگوا کر ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا اور چلا گیا۔

چار سال کی عمر میں پہنچنے سے قبل آپ نے عربی کا پہلا قاعدہ پڑھنا شروع

Marfat.com

کر دیا تھا۔ قرآن پاک پڑھنے کے لئے خانقاہ کے درس میں اور اردو فارسی کے لئے مدرسہ میں داخل کرا دیا گیا۔ عمر اتنی چھوٹی تھی کہ خادم اٹھا کر لے جاتا تھا۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ قرآن مجید کا روزانہ سبق حفظ کر کے سنا دیا کرتے تھے۔ مولوی غلام محی الدین سے آپ نے کافیہ تک تعلیم حاصل کی۔ دوران تعلیم بڑے دقیق سوال کرتے تھے کہ مولوی صاحب جواب دے نہ پاتے۔ ایک دن انہوں نے آپ کے والد ماجد اور حضرت پیر فضل دین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مہر علی کی تعلیم کا صحیح حق ادا کرنے سے قاصر ہوں۔ کسی عالم اور فاضل استاد کے پاس بغرض تعلیم بھیجنا چاہیے۔ چنانچہ آپ کو موضع بھوئی علاقہ حسن ابدال میں مولانا محمد شفیع قریشی کے درس میں داخل کرا دیا۔ دو اڑھائی سال کی مدت میں آپ نے رسائل منطق قطبی تک اور نحو اور اصول کے درمیان اسباق کی تعلیم حاصل کی۔

تعلیم سے فراغت کے بعد جب گھر آئے تو عیدالفطر کا موقعہ تھا۔ نماز عید سے فراغت کے بعد دل سے سوال کیا۔

"عید کی خوشیوں میں شامل ہونا چاہتے ہو یا دوست سے ملاقات کا خیال ہے۔"

دل نے دوست سے ملاقات کا مشورہ دیا تو موضع انگہ علاقہ نوشہرہ ضلع شاہ پور کے مشہور درس میں داخلہ کے لئے چل پڑے جہاں آپ کا بھوئی درس کا ہم مکتب فقیر نادر دین داخلہ لے چکا تھا۔ انگہ میں آپ کو جو خرچ گھر سے ماہوار ملتا تھا اپنے موروثی جود و ایثار کے وصف کی بناء پر نادار طلباء میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ عموماً" فاقہ سے رہتے تھے اور جب بھوک بہت ستانے لگتی تو طلباء کے جمع کردہ ٹکڑوں میں سے کچھ تناول فرما لیتے تھے۔ اس ایثار و مجاہدہ کو دیکھ کر وہاں کے لوگ اور طلباء آپ کے بے حد عقیدت مند ہو گئے۔ تقریباً اڑھائی سال انگہ میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب واپس تشریف لائے تو درس نظامی سے حرف فلسفہ، معقول، ریاضی، فقہ کی آخری کتب حدیث میں صحاح ستہ اور تفسیر میں بیضاوی وغیرہ

Marfat.com

باقی رہ گئی تھیں۔ ان کتب کی تعلیم کے لئے طلباء عموماً" ہندوستان کے مدارس کا رخ کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کانپور میں مولانا احمد حسن محدث کے پاس پہنچے۔ انہوں نے فرمایا۔

" میاں صاحبزادے آج سے آٹھویں روز میں حج پر روانہ ہونے والا ہوں۔ اس عرصہ میں اگر دو چار سبق پڑھ بھی لو گے تو کیا ہو گا۔"

چنانچہ آپ علی گڑھ میں جا کر مولانا لطیف اللہ کے درس میں داخل ہو گئے۔ اڑھائی برس تک تحصیل علم کرتے رہے' اپنی قابلیت' بلند اخلاق اور مثالی کردار کی وجہ سے آپ اساتذہ اور ہم مکتبوں میں یکساں مقبول و محترم سمجھے جاتے تھے۔

حضرت مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کو بچپن سے ہی دنیا کے ہنگاموں سے وحشت محسوس ہوتی تھی۔ ویرانوں میں سکون محسوس کرتے تھے۔ اکثر ایسا محسوس کرتے کہ رات کو جب والدین آرام فرما رہے ہوتے تو گھر سے باہر نکل جاتے اور پہاڑی نالہ کے کھڈوں' جھاڑیوں اور جنگل میں گھومتے رہتے۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ طبیعت میں حدت اس قدر زیادہ ہو گئی کہ سخت جاڑے کے موسم میں بھی سرد پانی سے غسل کرتے اور برف کے ٹکڑے جسم پر ملتے تھے۔ عشق الہٰی کا رنگ غالب تھا۔ خوش آوازی سے بے حد اثر پذیر ہوتے تھے۔

موضع انگہ میں جن دنوں آپ زیر تعلیم تھے تو آپ کے استاد مولانا سلطان محمود انگوی اپنے مرشد حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی چشتی نظامی فخری سلیمانی مدظلہ العالی کی خدمت میں سال میں کئی مرتبہ تشریف لے جاتے' سیال شریف انگہ سے بائیس کوس کے فاصلے پر دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر واقع ہے۔ راستے میں کئی جگہ درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ حضرت مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بھی ہمیشہ استاد کے ساتھ سیال شریف جاتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ چنانچہ جب آپ ہندوستان سے فارغ التحصیل

Marfat.com

ہوئے تو سیال شریف جا کر حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوئے۔ انہیں دنوں آپ کی شادی اپنے ننھیال میں سید چراغ علی شاہ کی دختر نیک اختر سے ہو گئی۔ آپ ہمہ تن تعلیم و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں وہ تمام اوصاف جمع فرما دیئے تھے جو ایک اعلیٰ ترین معلّم میں ہونے چاہئیں۔ حضرت سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کے علمی اور عرفانی کمالات کو مدنظر رکھتے ہوئے وصال سے کچھ عرصہ قبل تمام اشغال و وظائف کی اجازت اور بیعت و ارشاد کا منصب عطا فرما دیا تھا۔

آپ کو اپنے مرشد سے بے حد عقیدت و محبت تھی۔ حج بیت اللہ شریف کے دوران میں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ نے باطنی نعمت عطا کرنا چاہی۔ جب اصرار فرمایا تو آپ نے جواب دیا۔

"ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ آپ چونکہ بخوشی عطا فرما رہے لہٰذا اس عنایت کو بھی اپنے شیخ طریقت کی طرف سے سمجھتا ہوں۔"

چنانچہ انہوں نے سلسلہ طریقت چشتیہ صابریہ عنایت فرمایا۔ یہ تھی محبت جو آپ کو اپنے مرشد کامل سے تھی اور عطا ہونے والے ہر فیض کو اپنے مرشد کا ہی فیض سمجھتے تھے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ انعام و اکرام اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقبولین کے توسط سے ہی عطا فرماتے ہیں۔

۱۳۰۰ ہجری میں جب آپ کے مرشد نے وصال فرمایا تو آپ کی حالت دیدنی تھی۔ ابھی تک آپ درس و تدریس اور عبادت و ریاضت میں مصروف تھے۔ اب علوم رسمیہ کی تعلیم و تدریس کو خیرباد کہا اور جہاں گردی و صحرا نوردی اختیار کی۔ اپنے ایک طالب علم فیض عالم کے ہمراہ گولڑہ شریف سے آکر لاہور میں دریائے راوی کے کنارے جنگل میں قیام فرمایا۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام فرماتے' ہر وقت ذکر و عبادت و ریاضت و مجاہدہ میں مصروف و مشغول رہتے تھے' البتہ تیسرے چوتھے روز شہر جا کر کچھ وقت بسر کرتے' نماز جمعہ عموماً" سنہری مسجد میں ادا

Marfat.com

فرماتے۔ اس دوران میں کچھ لوگ شرف بیعت سے بھی مشرف ہوئے جو بسااوقات کھانا آپ کو جنگل میں پہنچا دیا کرتے تھے۔ جنگل میں کوئی مخصوص جگہ نہ تھی لہٰذا جدھر سے ذکر بالجہر کی آواز سنائی دیتی اس طرف فیض عالم یا مریدین چل پڑتے اور نعمت زیارت سے سرفراز ہوتے۔ آپ کئی شہروں میں تشریف لے گئے جہاں شہرت ہونے لگتی تو وہاں سے کہیں اور تشریف لے جاتے تھے۔

ایک دن آپ ملتان کے پاک دروازہ سے گزر رہے تھے کہ کسی غیبی قوت نے آپ کا رخ ایک خانقاہ شریف کی طرف پھیر دیا۔ آپ اندر تشریف لے گئے وہ حضرت جمال الدین موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ کا مزار اقدس تھا جو گیلانی النسب تھے۔ یہ اپنے ہی گھرانے کی کشش تھی جو کھینچ لائی تھی۔ مزار سے آواز آئی۔

"قرابت کا یہ طریق نہیں کہ نزدیک رہتے ہوئے بھی ملاقات نہ کی جائے"۔

چنانچہ بعدازاں جب آپ پاک پتن تشریف لے جاتے تو ملتان میں بھی حضرت موسیٰ پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ تشریف لے جا رہے تھے کہ ان دنوں ملتان میں ایک مجذوبہ نیم برہنہ حالت میں پھرا کرتی تھی۔ اس نے جب دور سے آپ کو دیکھا تو لوگوں سے کپڑے مانگ کر جسم کو ڈھانپنے لگی اور کہنے لگی۔

"مرد آرہا ہے۔"

گویا پہلے اسے کوئی مرد نظر نہ آتا تھا اور عام لوگ اس کی نظروں میں جانوروں کی طرح تھے۔ سچ ہے دنیا کا طالب مخنث، عقبیٰ کا طالب مونث اور مولا کریم کا طالب مذکر ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ عارف ہی عارف کو پہچان سکتا ہے۔

قیام ملتان کے دوران میں جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں کے ہجوم میں معمولات متاثر ہونے کا اندیشہ ہے تو مظفر گڑھ تشریف لے گئے اور بستی چمن میں ایک کنویں پر قیام فرمایا۔ اس کنویں کا مالک اہل و عیال کے ہمراہ وہاں مقیم تھا۔

Marfat.com

اس نے خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو وہ آپ کی چارپائی کو رسوں سے باندھ کر کنویں میں لٹکا دیتا تا کہ شدت گرمی سے محفوظ رہیں اور پھر وقت عصر باہر نکال لیتا تھا۔ وہ شخص ایک ہندو کا مقروض تھا جس میں کنواں گروی تھا۔ وہ قرض ادا نہ کر سکا تو اس نے اسے بے دخل کرنا چاہا۔ جب آپ کو صورتحال سے آگاہی ہوئی تو اسے لوہے کا ایک ٹکڑا لانے کو کہا۔ وہ لے آیا تو آپ نے اسے اپنی چادر مبارک میں لپیٹ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسے صبح کھول کر دیکھنا اور خود وہاں سے تشریف لے گئے۔ صبح جب اس نے چادر کھول کر دیکھی تو لوہے کے ٹکڑے کی جگہ سونا تھا جسے فروخت کر کے اس نے ہندو کا قرض چکا دیا اور کنواں واگزار کرا لیا۔

۱۳۰۷ ہجری کا واقعہ ہے۔ آپ کی نظر سے ہدایت اللہ کے دو اشعار گزرے جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و فرقت میں لکھے تھے۔ رقت طاری ہو گئی۔ فوراً" اٹھ کر ریلوے سٹیشن پہنچے۔ گھر میں کسی کو خبر نہ تھی۔ پتہ اس وقت چلا جب چند دنوں بعد خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ قصد بیت اللہ شریف اور مدینتہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

آپ نے مرزائیت کے خلاف قلمی و لسانی جہاد فرمایا اور تمام مسلمانوں کی طرف سے آپ کو متفقہ قائد تسلیم کیا گیا۔ آپ کی تصانیف پڑھ کر بے شمار لوگ میدان میں اتر آئے اور آج بحمداللہ عام لوگ بھی قادیانیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے دیگر افراط و تفریط کے شکار مذہبی اور سیاسی تحریکوں کے بارے میں بھی لوگوں کی رہنمائی فرمائی اور عامتہ الناس کو ان کے فریبوں اور گمراہیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اقدام کئے۔

ابتداء" آپ کی نشست پتھر کی ایک سل پر ہوا کرتی تھی اور نماز فجر و وظائف سے فراغت کے بعد آپ یہاں آکر بیٹھ جاتے تو علماء، مہمان اور حاجت مند حاضر خدمت ہوتے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے بہرور ہوتے۔ رات پتھر کی

Marfat.com

سیل پر مراقبہ و ذکر میں گزر جاتی۔ موسم سرما میں ساری رات ایک کمبل میں بسر ہو جاتی۔ اکثر درویشوں سے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

" تم لوگ مراقبہ و ذکر میں باربار پہلو بدلتے ہو۔ ہم دو زانوں بیٹھتے تھے تو عشاء سے تہجد اور فجر سے ظہر اسی حالت میں کرتے۔"

عرفان کی پیاسی روحیں دور دراز سے حاضر خدمت ہوتیں اور چشمہ فیضان الٰہی سے مستفید ہوتیں اور مشکل مقامات سے انہیں آسانی سے گزرنے میں مدد فرماتے۔

آپ کو بچپن سے ہی قوالی مرغوب تھی۔ ابتدائی تعلیم کے دوران میں آپ جنگل میں جا کر خود بھی پرسوز اشعار پڑھا کرتے تھے۔ سماع کے بارے میں آپ نے اپنے ایک خط میں ارشاد فرمایا۔

" صاحب ذوق کے لئے سماع مفید ہے۔ وہ اسے عشق کی بلندیوں تک پہنچا دیتا ہے۔ مگر صاحب لہو و لعب کے لئے مضر ہے۔"

۱۹۱۱ء میں جارج پنجم کی آمد پر دہلی دربار منعقد کیا گیا جس میں شمولیت کے لئے مذہبی رہنماؤں کو شمولیت کی دعوت دی گئی۔ آپ کو بھی دعوت نامہ ملا۔ لیکن آپ نے جانے سے انکار کر دیا۔ حکومت انگریز کو اس میں سیاسی و انتظامی خدشات نظر آئے۔ اپنے افسران کی معرفت شمولیت پر اصرار کیا اور سہولتوں کا وعدہ کیا گیا۔ مگر آپ نے صاف انکار فرما دیا۔ اس پر ٹائمز آف لندن نے لکھا کہ آپ سرحدی پٹھانوں اور قبائلیوں کے پیر ہیں اور انکار کی وجہ حکومت سے سرکشی کی بناء پر ہے۔ لہٰذا حکومت کو آپ پر نظر رکھنا چاہیے۔ سرحد اور پنجاب میں اس خبر سے سخت اضطرابی کیفیت رونما ہو گئی تو فوراً" اعلیٰ افسر کو بھیج کر حکومت نے کشیدگی کو رفع کیا اور اس واقعہ کے بعد جب آپ پاک پتن شریف حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر تشریف لے گئے تو دیوان صاحب نے اس امر کی تصدیق کی کہ واقعی بڑے ادب سے جھک کر بادشاہ کو نذرانہ پیش کرنے کا منظر

Marfat.com

ایک باعزت مسلمان کے لئے ناقابل برداشت تھا۔

حضرت سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے دراقدس پر والیان ریاست' امیر زادے اور صاحب تدبیر و حیثیت لوگ حاضر ہوا کرتے تھے اور آپ ان کی اصلاح فرمایا کرتے تھے۔ بزرگان دین اور اولیاء اللہ ان لوگوں کی اصلاح پر خصوصی توجہ دیتے ہیں' جانتے ہیں کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو سب سے پہلے امراء کو گناہوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

آپ کی شہرت و بزرگی کا ڈنکا دور و نزدیک بج رہا تھا لہٰذا بعض لوگوں کے اندر حسد و بغض و عناد اور رشک کے جذبوں نے جنم لیا اور آپ کی ذات ستودہ صفات کو اپنے راستے کا روڑہ خیال کرنے لگے۔ آپ پر بعض لوگوں نے قاتلانہ حملے بھی کرائے۔ ایک اجرتی قاتل خنجر لے کر آپ کی چارپائی کے نیچے چھپ گیا' عشاء کے بعد جب آپ چارپائی پر دراز ہوئے تو اس کو حملہ کی جرات نہ ہوئی۔ اتفاقاً" آپ کا ہاتھ اسے لگ گیا تو پسینہ پسینہ ہو کر بھاگ گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس پر مقدمہ قائم ہوا اور قید کی سزا ہو گئی۔ وہ کہا کرتا کہ اس مقدمہ میں وہ بالکل بے قصور ہے لیکن حضرت پر حملہ کرنے کے اقدام کا گنہگار ہوں۔ لہٰذا یہ سزا اسی قصور کی ہے۔ بعض لوگوں نے سالن میں زہر ملا کر پیش کیا اور بعض نے جادو سے مدد لی۔ لیکن آپ پر اللہ کے فضل سے کوئی حربہ کارگر ثابت نہ ہوا اور حاسدین و معاندین کو منہ کی کھانی پڑی۔

آپ اپنے متعلقین کی بے حد خیرخواہی فرمایا کرتے تھے۔ ہر شخص کو یہی محسوس ہوتا تھا کہ جیسے حضرت صاحب اسے ہی سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ مخالفین اور حاسدین سے بھی حسن سلوک سے پیش آتے تھے۔ دنیا کی طرف قطعاً" التفات نہ فرماتے تھے۔ جو لوگ نذر و نیاز پیش کرتے وہ سب تقسیم کر دی جاتی تھی۔ آپ قلیل الطعام تھے۔ نماز عشاء کے بعد چند ایک لقمے تناول فرماتے اور بظاہر سو جاتے مگر پاس انفاس میں شب بسر کر دیتے اور آخر شب رات کے وضو سے ہی

Marfat.com

نماز تہجد ادا فرماتے۔ عمر کے آخری چھتیس سال سے آپ نے بہت کم غذا کر دی تھی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اسے دائمی روزہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ کھانا صرف قوت یموت کے لئے ہوتا ہے جس سے زندگی برقرار رہے اور عبادت کی جا سکے۔ اس کے باوجود جسم مبارک مضبوط تھا۔ سفید لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آواز میں سوز و وقار تھا' ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ گولڑہ شریف سے ایک بارات موضع ڈھیری شاہاں گئی' رواج کے مطابق نیزہ بازی کا مظاہرہ کیا گیا۔ لڑکی والوں نے شرط عائد کر دی کہ جب تک گولڑہ شریف کے سوار میخ اکھاڑ کر باہر نہیں پھینکیں گے نکاح نہیں ہو گا۔ تین دن تک نیزہ بازی ہوتی رہی' میخ نہ اکھڑی۔ حضرت مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ تشریف لے گئے۔ میخ کا معائنہ کیا اور پھر نیزہ لے کر گھوڑا دوڑایا اور میخ کو اکھاڑ کر باہر پھینک دیا۔ لوگ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے میخ کے ساتھ عام گھریلو آٹا پیسنے والی چکی کا ایک پتھریلا پاٹ بھی نکل کر باہر آگرا جس کے سوارخ میں میخ کو پھنسایا گیا تھا۔

دائمی ذکر اور پاس انفاس کے شغل نے آپ کو خواب و طعام سے بے نیاز کردیا تھا۔ آخر عمر میں معدہ نے کام کرنا چھوڑ دیا اور ہچکی کا مرض شروع ہو گیا۔ بہتر سال کی عمر تک صحت بڑی اچھی تھی۔ بعدازاں ضعف بڑھنے لگا۔ ۱۹۳۲ء میں آپ پر عجیب و غریب کیفیات کا ظہور ہونے لگا۔ ۱۹۳۶ء میں یہ حالت ہو گئی کہ مسلسل استغراق کی حالت رہنے لگی۔ اس دور میں مجازیب اور اہل سکر کا آنا جانا کثرت سے ہو گیا۔ اکثر لوگ آپ کے حجرہ شریف میں جو عشق آباد کے نام سے مشہور ہو گیا تھا آتے پلنگ کی پائنتی کو بوسہ دیتے تھوڑی دیر خاموش دیکھتے رہتے اور پھر دعا مانگ کر رخصت ہو جاتے تھے۔

حضرت سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ پر تقریباً دو اڑھائی سال عالم استغراق و محویت طاری رہا۔ ۲۹ صفر المظفر ۱۳۵۶ ہجری بروز منگل مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ کو نبض کی یہ حالت تھی کہ دائیں ہاتھ کی رک رک کر چلتی تھی اور بائیں طرف کی

Marfat.com

حسب معمول جاری تھی۔ وقت عصر آپ کے اشارہ فرمانے پر تکیہ کے سہارے بٹھا دیا گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد لٹا دیا۔ آپ نے بسم اللہ شریف کے لفظ اللہ کو اس طرح کہا کہ سارے وجود میں بجلی کا سا کرنٹ دوڑ گیا اور جان جان آفرین کے سپرد کر دی دوسرے دن یکم ربیع الاول ۱۳۵۶ ہجری مطابق ۱۲ مئی ۱۹۳۷ء کو آپ کو مسجد کے جنوبی باغ میں سپرد خاک کر دیا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہماری ساری تگ و دو دین کی سربلندی، معرفت الٰہیہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہونی چاہیے۔ ہمیں اپنا رخ درست رکھنا چاہیے کیونکہ رخ کو فضیلت حاصل ہے، رخ سے نیت اور نیت سے عمل وجود میں آتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت سید جماعت علی شاہؒ

علی پور کے ہر فرد کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ گاؤں سے باہر کوئی مجذوب بیٹھا ہے۔ بچے' بوڑھے' جوان اس کے قریب سے گزرتے' غور سے اسے دیکھتے لیکن وہ کسی کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتا۔ اپنی دھن میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے لو لگائے بیٹھا رہتا۔ لیکن جب بھوک پیاس غلبہ کرتی تو وہ گاؤں میں آکر کسی ایک مکان کے سامنے چپ چاپ کھڑا ہو جاتا۔ نہ کسی سے سوال کرتا نہ کچھ کہتا۔ اہل خانہ اگر کچھ پوچھتے تو خاموش کھڑا رہتا۔ اگر پانی یا روٹی دیتے تو پکڑ لیتا اور پھر گاؤں سے باہر جا کر بیٹھ جاتا۔ اب وہ جب بھی کسی کے گھر کے سامنے جا کر کھڑا ہوتا تو اس کے مکین فوراً" سمجھ جاتے کہ اسے بھوک اور پیاس لگی ہے۔

شروع شروع میں بچے اس مجذوب کے قریب سے بھی نہیں گزرتے تھے۔ گاؤں کی طرف آتا دیکھتے تو خوف سے بھاگ جاتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ اس سے مانوس ہو گئے۔ اب اکثر و بیشتر وہ اس کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ ان میں سید

Marfat.com

جماعت علی شاہ بھی بسا اوقات ہوتے تھے۔ وہ مجذوب آپ کی طرف شفقت بھری نظروں سے دیکھتا تھا۔ آپ بھی ادب و احترام سے اس کے قریب کھڑے رہتے' ایک دن ہمجولیوں کے اصرار پر آپ بھی ان کے ساتھ کھیل کود میں مشغول ہوئے تو اشارے سے قریب بلایا' باقی بچے وہیں رک گئے کیونکہ اس سے قبل اس مجذوب نے ایسا نہیں کیا تھا۔ آپ اس کے پاس گئے تو وہ بڑی محبت و ملائمت سے گویا ہوا۔

"بیٹا تم ایسی فضول کھیلوں کے لئے نہیں ہو لہٰذا ان میں نہ پڑو۔"

آپ اس کے پاس ادب سے بیٹھ گئے۔ سچ ہے' ولی کو صرف ولی ہی پہچان سکتا ہے۔ اب وہ آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے' دوسرے بچے حیران ہوتے تھے کیونکہ وہ مجذوب کسی اور سے بات نہیں کرتا تھا۔ لیکن انہیں کیا علم تھا کہ ان کا ہمجولی آسمان ولایت اور معرفت الٰہیہ کا وہ درخشندہ ماہتاب ہے جس کی ضیاء سے بیشمار لوگ اندھیروں اور گمراہیوں سے نکل کر اللہ تعالٰی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تابندہ و روشن راستوں پر گامزن ہوں گے۔

حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کی بچپن سے ہی یہ عادت مبارکہ تھی کہ تنہائی کو بہت پسند فرماتے تھے۔ شب بیداری خاصاء طبیعت اور کم خوری کی طرف طبعی رجحان تھا۔ آپ بتاریخ ۲۱ ماہ ساون ۱۹۱۶ بکرمی مطابق ۱۸۶۰ عیسوی مطابق ۱۲۷۶ ہجری بروز جمعتہ المبارک وقت صبح حضرت سید علی شاہ کے ہاں علی پور سیداں میں متولد ہوئے۔ جب آپ آٹھ سال کے ہوئے تو مولوی عبدالرشید کے پاس تحصیل علم کے لئے بٹھا دیا جن سے آپ نے قرآن مجید پڑھنے کے علاوہ حدیث و فقہ و تصوف کی ضروری کتب پڑھیں۔ آپ اولیاء اللہ و سالکین کے احوال و آثار و ملفوظات بڑی توجہ اور انہماک سے پڑھتے۔ ان پر غور و پرداخت کرتے' وقت کے ہم آہنگ بزرگان دین کے حالات و واقعات نے آپ کے اندر رب ودود کی محبت اور عالم عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی راہیں

Marfat.com

ہموار کر دیں۔ وقت کو ضائع کرنا آپ کی نظر میں بہت بڑا المیہ تھا' لہذا جب آپ کو تعلیمی مشاغل سے فرصت ہوتی تو کھیتی باڑی کرنے یا کاروبار میں لگ جاتے تھے۔

جب آپ نے جوانی میں قدم رکھا تو بچپن کی عادات شریفہ میں پختگی کے علاوہ اور بھی بہت سے اوصاف حمیدہ نکھر کر سامنے آ گئے۔ آپ منکسرالمزاج' مؤدّب' حیادار' جواد' سادگی و اعتدال پسندی' غریق عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اخلاق کے بلند زینوں پر تشریف فرما تھے۔ اسی دوران میں کسی مرشد کامل کی تلاش کا جذبہ بھی سینے میں کروٹیں لینے لگا' جانتے تھے کہ مرشد کے بغیر سلوک و معرفت کی منازل طے کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کوئی شخص کسی اللہ والے کا ذکر کرتا تو آپ مضطرب ہو جاتے اور اس کے پاس پہنچ جاتے۔ بسااوقات کئی کئی میلوں کی مسافت پیدل طے کرتے۔ لیکن ان بزرگ سے مل کر کشش و مقناطیسیت پیدا نہ ہوتی اور محسوس ہوتا کہ منشاء و مقصود یہ نہیں ہے۔ اسی دور میں آپ کئی بار چورہ شریف سے بھی ہو آئے تھے۔ اکثر جلوت و خلوت میں آپ کے دل میں خیال وارد ہوتا تھا کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ خواجگان فقیر محمد چوراہی المعروف باواجی رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہونا افضل ہے۔ ایک دن یہ جذبہ نیک غالب آگیا۔ دل بیتاب ہو گیا کہ اب زیادہ انتظار نہیں کرنا چاہیے۔

ایک دن آپ نے سنا کہ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ لاہور چاہ میراں تشریف لے گئے ہیں۔ آپ کشاں کشاں وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ موضع پٹیالہ تشریف لے گئے ہیں۔ جب آپ وہاں گئے تو حضرت باواجی موضع دھونکل چلے گئے تھے۔ دل میں جوش عشق موجزن تھا۔ فورا" در محبوب پر پہنچے۔ باواجی کی زیارت سے قلب و روح منور ہوئے۔ حضرت خواجہ خواجگان فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور حلقہ ارادت میں شامل فرما کر آپ کی روحانی تربیت

Marfat.com

کا آغاز فرما دیا اور ارشاد فرمایا۔

"بیٹا بڑے دنوں سے منتظر تھے لیکن ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔"

آپ کو بعد میں پتہ چلا کہ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ اوراد و وظائف سے فراغت کے بعد بجانب مشرق منہ کر کے اکثر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ ایک روز کسی نے اس کا بھید دریافت کیا تو ارشاد فرمایا۔

"اس طرف ایک شہباز ہے جس کو پکڑنا چاہتا ہوں۔"

اور جس روز آپ بیعت ہوئے تھے تو حضرت باواجی نے اپنے حلقہ نشینوں سے فرمایا تھا کہ جس شہباز کا میں کہا کرتا تھا وہ جماعت علی شاہ ہے۔

جیسے جیسے روحانی تربیت ہوتی گئی آپ پر معارف الھیہ روشن ہوتے چلے گئے' بہت جلد اپنے اوصاف حمیدہ کی بدولت مخدومنا حضرت فقیر محمد رحمتہ اللہ علیہ کے منظور نظر ہو گئے۔ آپ پر ہمیشہ خاص الخاص توجہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت باواجی رحمتہ اللہ علیہ حضرت جماعت علی کو شاہ صاحب کہہ کر پکارا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔

"تم دیا اور تیل تو گھر سے ہی لے کر آئے ہو یہاں آکر نور علیٰ نور ہو گئے۔"

آپ اپنے مرشد کامل کی صحبت کیمیا اثر میں کافی عرصہ رہے۔ اس دوران میں آپ پر ان گنت انکشافات معرفت الھیہ ہوئے۔ ہر وقت مست و مخمور رہتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ طالب مولا کو کسی مرد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنی مراد کو پہنچنا چاہیے۔ جب مرشد نے دیکھا کہ اس قابل ہو گئے ہیں کہ بار خلافت کو خوش اسلوبی سے اٹھا سکتے ہیں تو خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا اور بہت پند و نصائح فرمائے۔

آپ پر عشق و معرفت کا ایسا رنگ چڑھ گیا تھا جو کبھی ماند یا پھیکا نہیں پڑتا بلکہ روز افزوں اس میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اب آپ بہت زیادہ استغراق و

Marfat.com

محویت میں رہنے لگے۔ کوئی سانس ایسا نہ تھا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر جمیل سے مشکبار نہ ہو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مرید جس قدر ادب اپنے شیخ کا کرے گا اسی قدر فیضیاب و بامراد ہو گا۔ انوارلاثانی میں تقریباً انتیس اداب مندرج ہیں جو مرشد کے لے مرید پر واجب ہیں اور آپ ان سب پر پورے اترتے تھے۔

علی پور سیداں میں دو مبارک ہستیاں ہوئی ہیں جن کے اسماء پاک ایک جیسے تھے لہٰذا ان میں تخصیص ضروری تھی۔ لہٰذا حضرت خواجہ خواجگان فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو لاثانی کا لقب عطا فرمایا چنانچہ آپ اسی نام سے مشہور زمانہ ہوئے۔

خوشحالی و فراوانی کے باوجود حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ فقر و دوریشی و سادگی کو بہت پسند فرماتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ درویش اگر نفس کی خواہش سے حلال چیز بھی استعمال کرے تو اس پر حرام ہے اور اسراف ایسی بری چیز ہے کہ حلال کو حرام بنا دیتی ہے۔ آپ نے تاحیات سادہ غذا کھائی' اگر بہت مرغن شوربا وغیرہ پیش کیا جاتا تو اس میں ٹھنڈا پانی ڈال لیتے اور پھر استعمال میں لاتے اور فرماتے کہ مجھے کشتی پر تو نہیں جانا۔ زیادہ تر ساگ' سبزی' چٹنی' خشک اور باسی روٹی کے ساتھ کھانا پسند فرماتے۔ آپ کی گفتگو حقیقت و روحانیت سے لبریز تھی۔ پند و نصائح کا سلسلہ شروع ہوتا تو عرفان کے سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتے۔ اگر کسی نے کوئی بات دریافت کرنا ہوتی تو پوچھنے پر ایسا جواب فرماتے کہ حاضرین کی روح تازہ ہو جاتی تھی۔ ایک مرتبہ چند سوالات کے جوابات میں فرمایا۔

- بندے پر لازم ہے کہ تمام دن وہ اہل و عیال کے لئے رزق حلال تلاش کرے اور رات میں ایک ایسی گھڑی وقف کرے جس میں ذکر و فکر میں اس قدر مشغول ہو جائے کہ دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کو کہہ دے کہ یااللہ اب میں تیرا تو میرا۔ اب نہ میں کسی کا اور نہ میرا کوئی یہی مراقبہ ہے۔

Marfat.com

- ہاتھوں سے کام کرو' پاؤں سے چلو پھرو' آنکھوں سے دیکھو مگر دل کو ذکر اللہ میں مشغول رکھو' وہ دنیا جو ذکر الٰہی اور فرائض شرعی کی انجام دہی سے رہ کر پیدا کی جائے نہایت مذموم ہے۔
- جو شخص تہجد چھوڑ دیتا ہے اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اس کا نام درویشوں کے دفتر سے خارج کر دیا جاتا ہے۔
- جس جگہ سے آداب شریعت اٹھ جائیں وہاں سے فقر کا اثر بھی معدوم ہو جاتا ہے اور زوال اپنا اثر جمالیتا ہے۔
- جو شخص اولیاء اللہ کے وصال کے دن ختم دلائے خواہ ایک ہی مسکین کو کھانا کھلائے اس کا مال کم نہ ہو گا۔
- جو زیادہ سو کر وقت ضائع کرتا ہے آخر خالی ہاتھ اٹھتا ہے۔

حضرت لاثانی رحمتہ اللہ علیہ بہت کم لوگوں کو بیعت فرماتے تھے۔ اس کے باوجود بیشمار لوگ حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ آپ نے دو نکاح فرمائے۔ پہلی شادی چک قریشیاں میں ایک معزز گھرانے میں ہوئی۔ جب زوجہ محترمہ رحلت فرما گئیں تو نکاح ثانی عمر رسیدہ عفیفہ سے کیا۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے جو صاحب اولاد ہو کر آپ کی زندگی میں ہی اللہ تعالٰی کو پیارے ہو گئے تھے۔ لیکن صابر اتنے تھے کہ ہمیشہ لبوں پر اللہ تعالٰی کا شکر ہی ہوتا تھا۔ لیکن جب کسی کی تکلیف کے متعلق سنتے تو آبدیدہ ہو جایا کرتے تھے۔ آپ بے حد سخی تھے' علی پور شریف کے غرباء و مساکین کی مدد رات کے وقت پوشیدہ طور پر فرمایا کرتے تھے تا کہ وہ احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ آپ حنفی المذہب تھے۔ تصوفانہ مسلک میں حضرت احمد فاروقی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے طریق پر عمل پیرا تھے اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روحانی رابطہ تھا۔

آپ کو حج بیت اللہ کی زیارت' گنبد خضرا کے دیدار کا بہت شوق تھا۔ ۱۳۲۳ ہجری میں آپ سفر حجاز پر روانہ ہوئے' جب سرزمین عرب پہنچے تو بے حد

Marfat.com

مودب ہو گئے۔ ہر وقت آپ پر خاص قسم کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ مناسک حج ادا فرمانے کے بعد جب سوئے دیار محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روانہ ہوئے تو ادب و آداب کی حالت دیدنی تھی۔ شہر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ابھی بارہ میل دور تھے کہ سواری چھوڑ کر پیدل سفر اختیار کیا' گنبد خضرا کے مقدس و منور میناروں سے آپ کی نگاہ ہٹتی ہی نہ تھی۔ جب روضہ مطہرہ پر پہنچے تو آنکھوں سے آنسو ساون بھادوں کی طرح رواں تھے۔ آپ کے ذہن میں یہ شعر گردش کر رہا تھا ۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

وہاں کی ہر چیز کو محبت' عقیدت' احترام اور عزت سے دیکھتے تھے۔

حج حرمین شریف سے واپس تشریف لائے تو بہت کم گفتگو فرماتے تھے۔ وہ کپڑے جو آپ نے وہاں استعمال کئے تھے گھر آکر اتار دیئے اور سنبھال کر بطور تبرک رکھ لئے کیونکہ یہ وہ کپڑے تھے جن پر وہاں کی مبارک مٹی کے ذرات موجود تھے اور مقدس و مطہر مقامات سے انہیں مس ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

آپ نے مختلف اولیاء اللہ کے مزارات مقدسہ کی زیارت کے لئے سفر بھی کئے۔ ہر سال حضرت احمد فاروقی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار مقدس پر سرہند تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آپ سے حضرت لاثانی کو بے حد عقیدت محبت تھی۔ پانی پت میں حضرت شرف الدین بو علی قلندر رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر بزرگوں کے روضوں پر بغرض زیارت تشریف لے گئے اور حضرت امام بدرالدین شہید رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ پر کافی دیر مراقب رہے۔ دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہم کے مزارات پر گئے۔ جن سے آپ کو خاصا انس تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی بزرگوں کے روضوں پر حاضری دی۔

Marfat.com

علاوہ ازیں اجمیر و کلیئر شریف بھی گئے۔

جب حضرت پیر جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ اناسی سال کی عمر کو پہنچے تو ۱۹۳۹ عیسوی کے آغاز میں ہی آپ قدرے علیل رہنے لگے۔ روزافزوں مائل بہ کمزوری ہونے لگے۔ لیکن اس کے باوجود تلقین و ارشاد کی محافل برپا ہوتی رہیں اور معمولات میں سرمو فرق نہ آیا۔ وظائف و اوراد میں بھی کمی نہ آئی' وصال سے ایک ماہ قبل ایک حکیم صاحب نے نسخہ تجویز کر دیا کہ استعمال فرمایا کریں۔ آپ نے اس نسخہ کی قیمت کے برابر پیسے راہ اللہ خیرات فرما دیا کرتے تھے ' رحلت سے تین روز قبل بروز پنج شنبہ (جمعرات) کو آپ صاحب فراش ہوئے دن کے پچھلے پہر میں معا" آپ فرمانے لگے۔

"ایک دو تین"

اور پھر خاموش ہو گئے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے آپ کو کسی چیز کے بارے میں اطلاع کر دی گئی تھی۔ وصال کے دن یعنی اتوار کو آپ طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر بعد کھیتوں کی طرف تشریف لے گئے اور واپس آکر مکان کے اندر داخل ہو گئے اور فرمایا کہ اب مجھے کوئی نہ بلائے اور خود ذکر بالجہر میں مشغول ہو گئے۔ دوپہر کے وقت کھانے کے لئے دریافت کیا گیا تو آپ نے جواب نہ دیا' ظہر کے وقت نماز ادا فرمائی اور پھر حالت استغراق میں چلے گئے۔ عشاء کے بعد اللہ کے نعرے لگاتے رہے اور نو بج کر پانچ منٹ پر واصل بحق ہو گئے۔ یہ یک شنبہ شعبان المعظم کی سولہ تاریخ اور سن ۱۳۵۸ ہجری مطابق یکم اکتوبر ۱۹۳۹ عیسوی تھا اور پھر ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سرزمین سیداں میں ہی اس بطل جلیل کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا فانی ہے۔ اس سے دوستی کا کیا فائدہ۔ دوست اسے بنانا چاہیے جو لافانی ہو اور وہ صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ ہر حال میں دل کو محو ذکر الٰہی رکھنا چاہیے۔

Marfat.com

حضرت محمد نبی بخش حلوائیؒ

رات کے پچھلے پہر کے روح پرور ماحول میں جب اللہ کے خاص بندے اس سے لو لگا کر بیٹھے ہوتے ہیں کوئی شخص باواز بلند یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اسم اللہ دے نال شروع جو ہے بخشش دا سائیں
کامل مہر محبت والا پالے آخر تائیں

ایہ کتاب تیرے تے جیہڑی نازل کیتی جاندی
حکمت تھیں بھرپور تمامی سوہنے علم جتاندی

کرو عبادت اس اللہ دی ہر ہر وقت مداحی
کیوں جے کوئی نہیں اللہ بن ہور معبود گرامی

چند دناں دی زندگی اتے کرن نہ ایڈا ماناں
کھٹ گھنن کجھ توشہ عقبیٰ اوڑک سب مرجاناں

Marfat.com

آواز میں سوز و درد اور کرب تھا۔ اشعار کی حقانیت نے دل کی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا، چشم تصور میں ایک سرخ و سپید نورانی چہرہ جس پر مہندی رنگی ریش مبارک سجی ہوئی تھی ابھرا یہ حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمتہ اللہ علیہ تھے جن کی پندرہ جلدوں پر محیط معرکتہ الارا پنجابی تفسیر نبوی ورق ورق میری آنکھوں میں گھومنے لگی جس کے یہ اشعار تھے۔

آپ کے سال پیدائش میں اختلاف ہے۔ لیکن مختلف آراء کے پیش نظر یہی درست لگتا ہے کہ ۱۲۶۶ ہجری ۱۸۵۰ عیسوی میں اندرون دہلی دروازہ عقب کوچہ نمد مالاں اکبر منڈی لاہور میں ایک متوسط ارائیں گھرانے میں تولد ہوئے۔ آپ کے والد گرامی میاں محمد وارث اور خاندان کے دیگر افراد لاہور شہر کے قریب جھگیاں اور پکی ٹھٹھی میں جہاں ان کی ارضی اور کنویں تھے سبزیاں اگاتے اور شہر لا کر فروخت کیا کرتے تھے۔ آپ کے برادر کلاں مہر قادر بخش کو ابتداء" سکول میں داخل کرایا گیا۔ لیکن وہ پرائمری تک بھی تعلیم مکمل نہ کر سکا اور باپ کے ساتھ مل کر کھیتی باڑی کرنے لگا۔ لیکن جوان ہو کر اس نے آٹے کی مل بنالی اور کاروبار شروع کر دیا۔

آپ کی زبان میں لکنت تھی۔ ایک دینی مدرسہ میں داخل کرا دیئے گئے۔ اوئل عمر سے ہی میلان طبع نماز اور روزہ کی طرف تھا۔ لہٰذا بڑی محبت اور ذوق شوق سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ فارغ اوقات کھیل کود میں ضائع کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ اسے رزق حلال کمانے یا کسی تعمیری کام میں صرف کیا جائے لہٰذا آپ کو اندرون دہلی دروازے ایک حلوائی کے پاس بٹھا دیا گیا جہاں آپ مٹھائی بناتے اور دودھ فروخت کرتے تھے۔ اب آپ کے صرف یہی دو مشاغل تھے لیکن کیفیت یہ تھی کہ دوکان پر بیٹھے بھی دل مسجد میں انکا رہتا تھا۔

دین کی محبت اور حصول علوم دینیہ کا ذوق روز افزوں دو چند ہوتا گیا۔

Marfat.com

قرآن پاک کے ساتھ اس کے معانی بھی ازبر کرنے لگے۔ بعدازاں آپ علم حدیث و تفسیر کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہ ذوق اور لگن آپ کو مشہور زمانہ علماء کرام کے دراقدس پر لے گئی۔ علم تفسیر و حدیث کے لئے لازم تھا کہ عربی زبان سے کماحقہ واقفیت ہو۔ چنانچہ آپ نے اس کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی۔ ان دنوں سامراجی قوتیں مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور مسلمانی سے دور لے جانے کے لئے مختلف حربے استعمال کر رہی تھی۔ آپ کو اس سے دلی کوفت ہوتی تھی اس لئے جتنی جلد ممکن ہو سکے اسلام کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد میدان عمل میں اترنا چاہتے تھے تاکہ مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا جا سکے اور انگریزوں کے پھیلائے ہوئے دائم تزویر سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ آپ نے دارالعلوم نعمانیہ بازار حکیماں مدرسہ غوثیہ اور مدرسہ تکیہ سادھواں کے اساتذہ کے سامنے زانوے ادب طے کیا۔ آپ نے فارسی زبان بھی پڑھنا شروع کر دی اور قلیل مدت میں اس میں مہارت حاصل کر لی۔

جن اساتذہ گرامی سے آپ نے استفادہ کیا ان میں مولانا محمد حسین خطیب شاہی مسجد، مولانا محمد ذاکر بگوی، غلام محمد بگوی، مولانا قادر بھیروی اور پیر سید عبدالغفار شاہ قابل ذکر ہیں۔ آپ کے آباؤاجداد کا تعلق کشمیر سے تھا۔ آپ نے مسجد سادھواں میں ۱۹۰۰ء میں مدرسہ غوثیہ کی داغ بیل ڈالی تھی۔

آپ کا محبوب ترین مشغلہ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پاک پڑھنا تھا۔ رات کے بیشتر حصہ میں نماز تہجد کے بعد نماز فجر اور نماز اشراق کے بعد اور دن کے اکثر بیشتر اوقات میں درود پاک کو حرزجاں بنائے رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی گیارہویں اور ختم خواجگان کے بہت پابند تھے۔ حضرت علی بن عثمان الجلابی الہجویری المعروف داتا گنج بخش اور حضرت شاہ ابوالمعالی رحمتہ اللہ علیہما کے مزار مقدسہ پر ہفتہ وار حاضری معمولات میں سے تھی۔

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلک اہلسنت والجماعت پر کاربند ہوں اور کسی سلسلہ طریقت سے منسلک ہوں۔ حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمتہ اللہ علیہ بھی روحانی تربیت کے لئے کسی کے دست حق پرست پر شرف بیعت سے سرفراز ہونا چاہتے تھے۔ ان دنوں حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری رحمتہ اللہ علیہ کی بڑی شہرت تھی۔ آپ ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہو گئے۔ حضرت مولانا قصوری رحمتہ اللہ علیہ قریہ قریہ گاؤں گاؤں جا کر انگریزوں کی پیدا کردہ بدمذہبی کے خلاف عملی جہاد کرتے اور لوگوں کو گمراہی کے دلدل سے نکالنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتے۔ حضرت مولانا حلوائی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے مرشد کے نقش قدم پر گامزن ہوتے ہوئے ساری عمر بدمذہبی اور عیسائی مشنریوں کے خلاف بڑی پامردی سے تبلیغی جہاد کیا اور ان کے کہیں قدم جمنے نہیں دیئے۔

۱۳۱۵ ہجری میں جب آپ کے مرشد کا وصال ہوا تو حضرت مولانا حلوائی رحمتہ اللہ علیہ زندگی میں بڑا خلا محسوس کرنے لگے۔ چنانچہ آپ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ ہو گئے اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھرنے لگے۔ جن کے متعلق ان کے مرشد حضرت بابا فقیر محمد چوراہی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ثانی جیسا فقیر نئیں۔ ان کا وصال ۱۶ شعبان العظم ۱۳۵۸ ہجری میں ہوا تھا۔

آپ نے ۱۳۵۲ ہجری میں مسجد حلوائی تعمیر کرائی جو کہ دو منزلہ ہے۔ پہلی منزل میں نماز ادا کی جاتی ہے اور دوسری منزل میں کتب خانہ ہے۔ جس میں بے شمار کتب تفاسیر و احادیث و فقہ ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔ آپ کے علم و عرفان سے لگ بھگ ایک ہزار افراد نے استفاد کیا اور شاگردی کا زریں طوق گلے میں ڈالا۔ ان میں مشہور حافظ محمد نواز نقشبندی' حافظ محمد عالم شیخ الحدیث سیالکوٹ' غلام حسین نوری بصیرپوری' مولانا غلام محمد خطیب ملتان' غلام محمد گوجروی'

Marfat.com

اقبال احمد فاروقی اور مولانا باغ علی نسیم ہیں۔ موخرالذکر کی ہمت و جذبہ کے تحت حضرت مولانا حلوائی رحمتہ اللہ علیہ کا فیض ہنوز جاری ہے۔ انشاء اللہ تاقیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔

آپ پنجاب کے دیہاتوں اور قصبات میں گھومتے رہتے' کشمیر کے پہاڑوں اور بہاولپور کے ریگستانوں تک تشریف لے جاتے اور دیہاتی عوام کو دین اسلام پر قائم و دائم رہنے' رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق کے چراغ سینوں میں روشن رکھنے اور معاندین اسلام کے دام ہمرنگ زمین سے دور رہنے کے لئے تبلیغ و تلقین فرماتے۔ دہلی دروازہ کے باہر مرزائیوں' آریہ سماجیوں اور عیسائی مشنریوں کی دین اسلام کے خلاف سرگرمیاں عروج پر تھیں' آپ نے ہر محاذ پر بڑی پامردی و جوانمردی سے ان اسلام دشمن قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ثابت کر دیا کہ باطل کی پھونکوں سے اسلام کا روشن و تابندہ چراغ بجھایا نہیں جاسکتا۔ جب آپ ریاست جموں میں تبلیغی دورے پر تشریف لے جاتے تو لوگوں کی آپ سے محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ پالکی میں بٹھا کر ہمالیہ کے بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں تک لے جاتے تھے۔

حضرت مولانا حلوائی رحمتہ اللہ علیہ بڑی سادہ' بناوٹ سے پاک اور عیب سے خالی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کی سادگی کو دیکھ کر کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ جو شخص لمبا کھلی آستینوں والا کرتہ جس کے بٹن کندھے کی طرف تھے زیب تن کئے' دھوتی پہنے جس کے کنارے پر دھاری اور سر پر لنگی باندھے بیٹھا ہے وقت کا تبحر عالم' غریق عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' توحید پرست مفسر' شاعر' مناظر اور ادیب ہے۔ آپ گفتگو فرماتے تو اس میں محبت کا فشار' خلوص کی چاشنی اور ادب کی پختگی' مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا درد اور دشمنان دین کے مقابل سنگلاخ چٹانوں کا سا حوصلہ و مستقل مزاجی تھی۔ درود پاک آپ کی نہ صرف روحانی غذا تھی بلکہ اسے حل المشکلات بھی کہتے تھے۔ ایک مرتبہ درویشوں نے غذا کی

Marfat.com

قلت کی شکایت کی تو فرمایا۔
" معلوم دیتا ہے تم درورد پاک کے پڑھنے میں خیانت سے کام لے رہے ہو۔" چنانچہ اپنی نگرانی میں درود پاک پڑھانے لگے جس سے آئندہ ضرورت سے زیادہ کھانا حاصل ہونے لگا۔

آپ کے شاگردوں سے دریافت کرنے کے باوجود اس امر کا پتہ نہیں چل سکا کہ آپ نے متاہلانہ زندگی کا کب آغاز کیا۔ لیکن اتنا ضرور پتہ چلا کہ آپ نے دو شادیاں کیں۔ ایک زوجہ کا تعلق پکی ٹھٹھی سے تھا۔ لیکن ان دونوں میں سے اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے عبدالطیف نامی بچے کو اپنا متبنی بنایا لیکن اس کی حیات مستعار نے وفا نہ کی اور آپ کی زندگی میں ہی عالم جوانی میں اس جہان رنگ و بو سے رخصت ہو گیا۔

آپ کے ہمعصر علماء کرام و بزرگان دین میں سے حضرت میاں شیر محمد شرق پوری، حضرت مولانا دیدار علی شاہ، مولانا تاج الدین قادری، حضرت میاں نبی بخش المعروف شیخ بڈھا، حضرت میاں شہاب الدین قادری، حضرت فاضل بریلوی، حضرت مولانا حافظ فتح محمد اچھروی رحمتہ اللہ علیہم قابل ذکر ہیں۔

آپ نے وصال سے بیس سال قبل تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ اپنی زندگی میں تیس کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے کچھ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں اور کچھ مسودات کی شکل میں موجود ہیں۔ جو چھپ چکی ہیں یا چھپائی کے مراحل طے کر رہی ہیں ان میں تفسیر نبوی، شفاء القلوب اور الامتیاز بین الحقیقت المجاز کافی مشہور ہیں۔ موخرالزکر کتاب آپ کی آخری تصنیف ہے جو سات سالوں میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ یہ تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے جس کا صرف پہلا حصہ منصہ شہود پر آیا ہے۔

۱۳۶۲ ہجری میں آپ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا تو آبائی مکان کو جو اکبری

Marfat.com

منڈی میں ہے چھوڑ کر مسجد کی بلائی منزل کے شمال میں واقع کمرہ میں سکونت اختیار کرلی۔ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۶۴ ہجری کو رات کے وقت آپ کا اسی کمرے میں وصال ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت ابوالبرکات سید احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ نے پڑھائی جس میں بیشمار لوگوں نے شرکت کی۔ اور پھر آپ کو مسجد میں ہی سپردخاک کر دیا گیا۔ آپ کے سرہانے کی جانب لوح پر رقم ہے "مزار پرانوار عالم ربانی و عارف حقانی حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی قادری نقشبندی مجددی موئف تفسیر نبوی" اور اس کے نیچے تاریخ وصال اور قطعہ تاریخ لکھا ہے۔

آپ کا عرس ہر سال ۱۴ ذیقعدہ کو منایا جاتا ہے جس میں آپ کے مریدین اور عقیدت مند حاضر ہوتے اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ بقول مریدین آپ کے بیس ہزار کے قریب مریدین ہیں جو پاکستان کے مختلف حصوں اور کشمیر کی وادیوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن سے ملاقات ہوئی ان کا کہنا ہے کہ جب اکبری منڈی جانے کا اتفاق ہوتا ہے تو احساس ہونے لگتا ہے کہ ابھی حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمتہ اللہ علیہ کسی گلی سے نکل کر سامنے تشریف لے آئے گے۔ ان کے پاکیزہ سانس اب بھی ان فضاؤں میں رسے بسے ہیں جہاں آپ پھرا کرتے یا نشست و برخاست رکھتے تھے۔ معرفت الہیہ' عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تبحر علمی کے تحت آپ مشائخ کرام' صوفیا عظام' علمائے اہلسنّت والجماعت اور دانشوروں میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ چوٹی کے علماء آپ کی دینی خدمات کے معترف تھے جن میں امام اہلسنّت احمد رضا بریلوی' حضرت مولانا اصغر علی روحی' سید الافاضل حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی' شمس العلماء مولانا عبد الحکیم کلانوری' حضرت مولانا محمد یار خلیق لاہوری وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ دین کی سر بلندی کے لئے جہد مسلسل' قلبی لگن اور عشق کی ضرورت ہے۔ جو عالم بدمذہبی و بے دینی و گمراہی کے خلاف اپنے علم کا ہتھیار استعمال نہیں کرتا اس سے پوچھ ہو گی' ہمیں درود

Marfat.com

پاک کثرت سے پڑھتے رہنا چاہیے۔ اس کی برکت سے مشکلات حل ہوتی ہیں' ہمیں اپنی زندگی میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ایسے چراغ روشن کر جانے چاہئیں جن کی روشنی میں آئندہ آنے والی نسلوں کو صراط مستقیم پر چلنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

Marfat.com

حضرت میاں خدا بخشؒ

مادر زاد ولی اللہ کی یہ پہچان ہے کہ بچپن سے ہی کم گو، سنجیدہ و متین، عابد و زاہد، متقی، و پرہیزگار اور ذکر و فکر میں مشغول و محو رہتا ہے۔ حضرت میاں خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ برگزیدہ اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ نے ماہ رمضان المبارک ۱۲۱۵ ہجری میں جالندھر شہر کے ایک متمول اور تقویٰ و شرافت و نجابت میں مشہور و معروف گھرانے میں جنم لیا۔ آپ کے والد بزرگوار نے جب دوسرے بچوں کی نسبت اپنے اس بیٹے کے جداگانہ انداز و اطوار دیکھے تو سوچنے پر مجبور ہو گئے۔ احباب سے مشورہ کیا۔ لیکن کسی کے پاس بچے کی عجیب و غریب عادات کا کوئی جواب نہ تھا۔ ایک دن بیٹھے تھے کہ القاء ہوا کہ خدا بخش مشائخ عظام اور بزرگان دین میں سے ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی ان کے چہرے پر دلنشین رونق رقص کرنے لگی۔ فورا" بارگاہ رب العزت میں دست دعا پھیلا دیئے۔

"اے خالق کون ومکاں! میرے اس بیٹے کو اپنے فضل و کرم سے عباد مخلصین

Marfat.com

اور اولیاء اللہ کی صف میں شامل فرما اور اسے اپنے عرفان و معرفت کے بلند درجات عطا فرما۔"

اور اس کے بعد اکثر و بیشتر یہی دعا کیا کرتے تھے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا۔ اور آنے والے وقت نے دیکھا کہ آپ ایک ایسے روحانی پیشوا تھے جن کے فیض سے بے شمار لوگ مستفید ہوئے اور مریدین میں حضرت فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ جیسے قطب عالم ہوئے۔

آپ اوائل عمر سے ہی قلیل الطعام' قلیل الکلام اور قلیل المنام تھے۔ سنجیدگی و متانت آپ کا خاصا' راست گوئی و حق نوائی آپ کی صفت' ریاضت و عبادت و مجاہدہ آپ کی شان' بارگاہ کبریت و صمدیت میں آہ و گریہ زاری اور عجز و انکساری آپ کا وصف اور مخلوق اللہ کی خدمت و امداد فرمانا آپ کا جذبہ تھا۔ اکثر غلبہ حال رہتا تھا۔ ہمیشہ اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کھیل کود اور وقت کے ضیاع سے احتراز و گریز کرتے تھے۔ اگر کبھی بچے اصرار کرتے تو ارشاد فرماتے تھے۔

" بیلیو ! میں کھیل کود کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ میرا منشاء حیات بہت ارفع اعلیٰ ہے۔"

لیکن بچوں کو آپ کی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آ بھی کیسے سکتی تھی جبکہ ان کے رخ مختلف سمت میں تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ ایک مرتبہ آپ کی آنکھیں دکھنے آگئیں۔ والد محترم طبیب کے پاس بغرض علاج لے گئے۔ اس نے دوا کے ساتھ مشورہ دیا کہ وضو نہ کریں ورنہ پانی لگنے سے تکلیف میں اضافہ ہو جائے گا۔ سنا تو آپ نے کہا۔

" آنکھیں خراب ہوتی ہیں تو بے شک ہو جائیں لیکن وضو سنت ہے اس کی ادائیگی یقیناً ہو گی۔"

طبیب نے سنا تو حیرت بدنداں آپ کی طرف دیکھنے لگا۔ ایسی شخصیت کا مالک انسان

Marfat.com

اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ خدائے عزوجل کو اپنے اس ولی کی یہ بات پسند آگئی۔ چنانچہ آپ نے ظہر کی نماز کی ادائیگی کے لئے جب وضو فرمایا تو طبیب کے خدشے کے برعکس پانی لگنے سے آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں۔ بیشک جن کو اللہ تعالیٰ پر یقین کامل ہوتا ہے ان کے بگڑے ہوئے کام بھی سنور جاتے ہیں۔ وہ اپنے ولیوں کی مدد فرماتا ہے۔

بچپن جوانی کے ایوانوں میں داخل ہوا تو آپ کے شب و روز عبادت الٰہی' تلاوت قرآن پاک' قیام و رکوع و سجود' حمد و مناجات' تسبیح و صلوٰۃ اور خشیت الٰہی سے گریہ و زاری میں ڈھل گئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا رہتے تھے۔ الحاح و زاری سے التجا کرتے۔

" اے رحیم و کریم رب ! مجھے اپنے کسی محبوب و مقبول اور انعام یافتہ بندے کا قرب و معیت نصیب فرما دے جو مجھے تجھ سے واصل کر دے۔"

چنانچہ عین عالم شباب میں حضرت غوث الاعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے خواب میں آکر بغداد شریف آنے کا حکم دیا۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آفتاب بغداد بہ نفس نفیس خود عالم رویاء میں ایسا فرمائیں گے۔ اب تاخیر کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ تعمیل ارشاد میں فورا" رخت سفر باندھا اور سوئے منزل کشاں کشاں چل پڑے۔

کئی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد بغداد شریف پہنچے اور سیدھے حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے اور نہایت رقت آمیز لہجے میں عرض گزار ہوئے ۔

" حضور ! غلام حاضر ہو گیا ہے "

آپ وہاں چالیس سال تک مزار پاک کا طواف فرماتے رہے اور رب کریم کی عبادت و ریاضت میں مصروف و مشغول رہے۔ اسی دوران میں غوث زمان

Marfat.com

حضرت احمد شرف الدین کلید بغداد رحمتہ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور پھر مرشد کامل کے ارشاد کے مطابق مجاہدہ و ریاضت میں شب و روز گزارنے لگے۔ سلوک و معرفت کی منازل طے ہونے لگیں۔ حجابات سمٹنے لگے' انگنت فیوض و برکات اور سعادات سے متمتع ہوئے۔ جب روحانی تربیت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی تو مرشد نے آپ کو سرتاج اولیاء کا مقام اور اپنے دور مسعود کا معروف کرخی ہونے کا شرف بخشا۔ اور طریقت کے چاروں سلاسل میں لوگوں کو بیعت کرنے کا اجازت نامہ مرحمت فرمایا۔

" بیٹا اب اپنے وطن مالوف واپس جا کر لوگوں کے سینوں میں رشد و ہدایت کے چراغ روشن کرو۔"

مرشد نے فرمایا۔ دل چاہتا تھا کہ پیر طریقت کی خدمت میں ہی زندگی بسر کردیں مگر چراغ سے چراغ روشن کرنے کی یہی صورت ہے کہ تکمیل کے بعد مرید کو فارغ کر دیا جائے۔ لہٰذا حسب الارشاد آپ واپس جالندھر تشریف لے آئے اور سید کبیر میں جلوہ افروز ہوئے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اولیاء عظام کے مزارت مقدس ہیں۔ اس جگہ آپ نے زیادہ دیر قیام نہیں فرمایا' یہاں سے نقل مکانی فرما کر جالندھر شہر سے دو میل دور نکودر جانے والی سڑک پر ایک جگہ ڈیرے ڈال دیئے اور بندگان خدا میں خیر و برکت اور انعام و اکرام تقسیم فرمانے لگے۔

آپ کے در اقدس پر متلاشیان حقیقت و معرفت' اسیران دشت بلائے دنیا اور طالبان جادہ مستقیم کا ہجوم ہونے لگا۔ جو بھی حاضر خدمت ہوتا تہی دست و تہی دامن نہ لوٹتا تھا۔ اگر کوئی حصول دنیا کی خواہش کی نیت لے کر آتا تو اسے دنیا کے ساتھ معرفت الٰہیہ میں سے بھی کچھ نہ کچھ حصہ عطا فرماتے۔ لیکن جو شخص خالصتا" آپ کی معیت و محبت کی خاطر در دولت پر حاضر ہوتا تو آپ کے قرب و دعا کی برکت سے اس کے اندر سے منفی صفات رفتہ رفتہ معدوم و غائب ہونے لگتیں اور ان کی جگہ مثبت صفات جلوہ گری کرنے لگتیں۔ حال منور و روشن ہونے

Marfat.com

لگتا اور تاریکیاں مٹنے لگتیں اور پھر ایک ایسا وقت بھی آتا جب اسے دوسروں کے قلوب و ارواح کے اندھیرے دور کرنے کا شرف حاصل ہو جاتا تھا۔ آپ کی نسبت سے اس جگہ کا نام جہاں آپ جلوہ افروز تھے "آباد پور" پڑ گیا جو آج تک مشہور ہے۔

سرتاج اولیاء حضرت میاں خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ نماز تہجد سے لے کر نماز عشاء تک محبتوں اور معرفتوں کے خزانے لٹاتے رہتے تھے۔ خدمت خلق کے لئے ہمہ وقت آمادہ و تیار رہتے تھے' فرمایا کرتے تھے۔

"نفس عبادت کو قبول کر لیتا ہے خدمت کو نہیں کیونکہ یہ اس پر انتہائی گراں گزرتی ہے۔"

اکثر حاضرین اور عقیدت مندوں سے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

"صاحبو! اشیاء کی محبت و چاہت انسان کو تکلیفوں اور مصیبتوں کے خونخوار درندوں کا شکار بنا دیتی ہے۔ اگر مشقت سے پاک زندگی بسر کرنا چاہتے ہو تو بزرگان دین سے میل جول اور محبت رکھا کرو۔"

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا تعلق اور واسطہ اللہ کے نیک بندوں اور مقربین کے ساتھ ہوتا ہے انجام بھی انہیں کے ساتھ ہو گا۔ ایک دن آپ تشریف فرما تھے کہ ایک محب نے عرض کیا

"یا شیخ! اللہ تعالیٰ کا محبوب کس طرح بن سکتا ہوں؟"

ارد گرد بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی ہمہ تن گوش ہو گئے۔ سوچ رہے تھے کہ آپ بڑی سخت ریاضت و مجاہدہ کی تلقین فرمائیں گے' آپ نے قدرے توقف کے بعد اپنی زبان درفشاں کو جنبش دی اور فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے حسن سلوک سے رہو اور اخلاق حسنہ کے جامع بنو' اللہ تبارک و تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ گے۔"

Marfat.com

حضرت میاں خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ جنگل سے خود لکڑیاں کاٹ کر لایا کرتے تھے اور انہیں فروخت کر کے روزی کماتے تھے۔ اس سے جو بھی میسر آتا اسے فرمان ربی کے مطابق غرباء و مساکین' اسیروں' مسافروں اور عزیز و اقرباء کے علاوہ عام مسلمانوں اور حاجت مندوں پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ ہمیشہ کھدر کا لباس زیب تن فرماتے تھے اور تلقین و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

" مرد کو بناؤ سنگار سے کوسوں دور رہنا چاہیے اور جو ایسا نہیں کرتا وہ غیر کو دعوت دیتا ہے۔"

دراصل مرد کو اس سے علاقہ بھی کیا ہے۔ اس حال پر بزرگان دین فرماتے ہیں کہ انسان سے ایک ایک سانس کا حساب لیا جائے گا۔ مرد کی مردانگی اس امر کی متقاضی ہے کہ اس کا ہر گام راہ حق پر بڑھے اور اس کا ہر سانس اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔ آپ کی خوارک بھی بڑی سادہ تھی اور تکلف سے سخت کراہت تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔

" محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم متکلفین میں سے نہ تھے اور تکلف کو ناپسند فرماتے تھے۔ تکلف کی حاجت اس لئے نہیں ہوتی کہ آنے والا کسی شے کی خاطر نہیں بلکہ شے والے کے لئے آیا ہوتا ہے۔"

دراصل جب سے انسان نے اپنی خواہشات کو معیار بنا لیا ہے' گمراہیوں کے اندھیروں میں اترتا چلا گیا ہے' معاشرے میں فساد پھیل گیا ہے اور یہ ہمارے اپنے ہاتھوں کے کرتوت ہیں۔ اس حال پر میرے مرشد حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ فضیلت رخ کو ہے۔ ابھی وقت ہے کہ ہم اپنی سمتیں درست کر لیں اور اپنے ہر عمل کی تصدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں تلاش کریں۔ اگر تصدیق ہو تو عمل کو جاری رکھا جائے اور اگر تصدیق نہ ہو تو اس عمل کو فی الفور ترک دینا چاہیے۔

Marfat.com

لوگوں کی بیمار پرسی کے لئے آپ بعض اوقات دس دس میل دور پیدل تشریف لے جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔

" دوستو! پیدل چلنے سے قوائے جسمانی و روحانی نشوونما پاتے ہیں۔"

اور وہاں تک پہنچنے کا جو کرایہ ہوتا تھا وہ فقراء میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ اگر ہم اپنے گرد و پیش میں نظر دوڑائیں تو یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہ ہو گا کہ جو لوگ زیادہ پیدل نہیں چلتے یا بہت کم چلتے ہیں وہ اکثر بیشتر کسی نہ کسی مرض کا شکار رہتے ہیں۔

سرتاج اولیاء شمس العارفین حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ طویل کلام کو نہایت سادہ۔ مختصر اور جامع الفاظ میں بیان فرما دیا کرتے تھے۔ ہمیشہ نرم آواز میں گفتگو کرتے تھے۔ اکثر خاموشی کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ کا نطق و خاموشی علم الہٰی سے تھا۔ ہمیں اپنی زبان کو ویسے بھی قابو میں رکھنا چاہیے۔ اسی سے محبتیں اور نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ اپنے غیر اور غیر اپنے بنتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک صحابی بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انسان امن و سلامتی کے ساتھ کس طرح رہ سکتا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو تین مرتبہ پکڑ کر ارشاد فرمایا

" اس کی حفاظت کرو۔"

تقسیم ہند کے وقت آپ جالندھر سے اوکاڑہ تشریف لے آئے اور مخلوق اللہ میں فیوض و برکات تقسیم فرمانے اور رشد و ہدایت سے ان کی تاریک زندگیوں میں چراغ روشن کرنے لگے۔ ایک دن تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ وہ بڑا اداس و مغموم تھا' دریافت فرمایا تو اس نے اپنے دائم المریض لڑکے کا ذکر کیا اور دعا کے لئے استدعا کی' اور ساتھ تشریف لے جانے کی درخواست بھی

Marfat.com

کی۔ آپ اس کے ساتھ چل دیئے' اطباء اس کے علاج سے عاجز آچکے تھے' وہ چارپائی پر دراز تھا' جوانی کی شوخیاں شرارتیں اور زور و قوت بجھ چکی تھی۔ آپ نے اسے دیکھا تو اس کے باپ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"تمہارا لڑکا بزرگان دین کا بے ادب و گستاخ ہے اور یہ مرض جو اسے لاحق ہے اسی بے ادبی کا ثمرہ ہے۔"

باپ نے دریافت کیا تو اس نے اس امر کا اعتراف کیا اور اظہار پشیمانی کرنے کے بعد توبہ کی۔ آپ نے اس لڑکے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعا کی جو مقبول ہوئی۔ لڑکا چند دنوں میں صحت یاب ہو گیا اور پھر وہ بزرگان دین کا بے حد مودب بن گیا۔ اکثر و بیشتر آپ کی خدمت میں حاضر رہنے لگا۔

جب آپ کی عمر مبارک سو سال سے متجاوز ہوئی تو آپ نے اناج کھانا چھوڑ دیا' اکثر لسی یا شربت کا استعمال کرتے تھے۔ آخر کار وہ وقت آگیا جس کا ذائقہ ہر انسان کو صرف ایک بار چکھنا ہوتا ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۶۹ ہجری کا زمانہ تھا۔ اس وقت آپ کی عمر ۱۵۴ سال تھی کی پیغام وصل آگیا اور اپنے رب کریم کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کے وصال کی خبر سنتے ہی لوگ دور و نزدیک سے اللہ کے اس دوست کی زیارت کے لئے جمع ہونے لگے اور پھر انہیں ساہیوال کے بخاری قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

اگر آپ وہاں جائیں تو سامنے قدرے دائیں جانب سبز رنگ کا گنبد نظر آتا ہے۔ یہی آپ کی آخری آرام گاہ ہے' جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔ آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جو کوئی لاعلاج مریض ہو یا مصائب و آلام میں گرفتار ہو وہ اگر چالیس شب مزار مبارک پر سرسوں کے تیل کا چراغ روشن کرے تو اللہ تعالیٰ اس ولی کے صدقے میں اس کی مراد پوری کر دیتا ہے اور اسے بیماری اور مصائب سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

Marfat.com

آپ کے ارشادات و ملفوظات زر و جواہر سے تولنے کے لائق ہیں چند ایک ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

○ سوائے پانچ اشیاء کے ساری دنیا فضول ہے۔

(الف) روٹی اس قدر جس سے زندگی قائم رہے۔

(ب) پانی اتنا جس سے پیاس رفع ہو سکے۔

(ج) کپڑا اتنا جس سے ستر پوشی ہو سکے۔

(د) گھر جس میں رہائش ہو سکے۔

(ر) علم اتنا جس پر عمل ہو سکے۔

○ محبت میں ادب کی چھ اقسام ہیں۔

(الف) اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ادب اور خشیت دوام۔

(ب) رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مطابقت سنت اور ظاہر علم شریعت کی پابندی۔

(ج) اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی حرمت و خدمت۔

(د) اہل بیت کے ساتھ خوش روی۔

(ر) مخلوق اللہ کے ساتھ خندہ پیشانی۔

(ک) جاہلوں کے لئے دعا۔

شمس العارفین' سرتاج اولیاء حضرت میاں خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں نیکیوں میں سبقت کرنی چاہیے' امن و سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کریں۔ اپنی خواہشات کو معیار نہ سمجھیں بلکہ اپنے عمل کی تصدیق قرآن و سنت سے کریں اور بزرگان دین کے ساتھ ادب سے پیش آئیں۔

Marfat.com

حضرت سید نور الحسنؒ

۲۷ جمادی الاخر ۱۳۰۶ ہجری کی شب تھی کہ حضرت سید نور الحسن اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے۔ آپ کے والد ماجد حضرت غلام علی شاہ کو بوجوہ گھریلو حالات گھر سے جانا پڑا اور نارمل تک تحصیل علم کے بعد احمد نگر میں ہیڈ ماسٹر ہو گئے۔ آپ کا روحانی تعلق حضرت اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ سے تھا جو اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ سکول سے ریٹائر ہونے کے بعد آبائی وطن کیلیانوالہ میں آگئے۔

حضرت سید نور الحسن رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت احمد نگر میں ہی ہوئی تھی جہاں آپ کو تحصیل علم کے لئے مدرسے میں داخل کرا دیا گیا' لیکن ایام طفولیت سے ہی آپ کا رخ نیکی و طہارت کی طرف تھا۔ چھوٹی عمر میں نماز' روزے کی پابندی کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی والدہ ماجدہ کے پیر و مرشد حضرت سید فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے' آپ بھی نزدیک ہی چند ہمجولیوں کے ہمراہ کھیل

Marfat.com

رہے تھے۔ قریب آکر عرض کیا۔

"سائیں جی میری طرف بھی دھیان کیجئے گا۔"

فضل شاہ صاحب نے سنا تو عالم وجد میں آگئے اور پھر آپ کو سینے سے لگایا تو آپ عالم حیرت میں مستغرق ہو گئے اور چند یوم تک یہی کیفیت رہی۔

کھلہانوالہ میں آنے کے بعد آپ کی پڑھائی بڑی متاثر ہوئی۔ باوجود کوشش اور محنت کے حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ مجبوراً" پڑھائی کو نامکمل چھوڑ کر بڑے بھائی سید حسین شاہ کے ساتھ کھیتی باڑی کا کام شروع کرنا پڑا۔ رفتہ رفتہ بچپن نے جوانی کا روپ دھار لیا۔ لیکن اس کے ہم آہنگ عبادت و ریاضت میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ آپ نے خوشنویسی کا کام بھی سیکھنا شروع کر دیا مگر جلد ہی اس سے طبیعت اکتا گئی۔

ٹھیکیداری شروع کی تو کچھ مدت بعد اسے بھی چھوڑ دیا اور پھر بھائی کے ساتھ کاشتکاری شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لحن داؤدی عطا کیا تھا۔ نعمت شریف پڑھتے تھے تو عجب سماں طاری ہو جاتا تھا۔

جن دنوں آپ چک نمبر۱۴ علی پور میں تھے وہاں ایک شخص پیری مریدی کرتا تھا۔ اس نے آپ کو اپنی بیٹی کا رشتہ دینا چاہا اور دو مربع زمین بھی۔ آپ نے اپنے دل پر نظر ڈالی۔ عورت اور دولت کے لالچ سے دل خالی تھا لہٰذا آپ نے اسے عملاً" رد فرماتے ہوئے اس علاقے کو خیرباد کہہ دیا اور اپنے بھائی سید حسین شاہ کے ہمراہ شرقپور شریف گئے اور حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے آپ کا نام پوچھا۔ بتایا تو فرمایا۔

"نور بنا دوں۔"

حضرت نورالحسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو بہت مرعوب ہوئے حالانکہ اس سے قبل کبھی ان کی ایسی حالت نہ ہوئی تھی۔ واپس گھر آکر بھائی نے والدہ

Marfat.com

سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو والدہ ماجدہ نے نورالحسن سے کہا۔

"جب اللہ کے اس نیک برگزیدہ بندے نے کہا تھا نور بنادوں تو خاموش کیوں رہے تھے۔"

عرض کیا۔

"آپ جو میری مرشد ہیں۔"

ماں نے کہا۔

"آج سے میں تماری مرشد نہیں ہوں۔"

جب سے آپ حضرت میاں شیر محمد شیر ربانی رحمتہ اللہ علیہ سے مل کر آئے تھے نصف شب کے بعد نیند نہیں آتی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے سینہ پھٹ جائے گا۔ چنانچہ اٹھ کر نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنا شروع کر دیتے۔ دوسرے دن آپ سائیں اللہ داد کے ساتھ کسی کام سے گئے اور ان کے کہنے کے مطابق پھر حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اس وقت مسجد لوہاراں میں تشریف فرما تھے۔ آپ ہمراہ پھل لے گئے تھے جو حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے طریقہ کے خلاف تھا۔ لیکن آپ نے اسے بخوشی قبول فرمایا اور حاضرین میں تقسیم فرما دیا۔ حسب ارشاد واپسی پر محمد شفیع کی مسجد میں حاضری دی۔ حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کا ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑ لیا اور سورۃ علق تلاوت فرمائی اور کہا۔

"کبھی کبھی آجایا کرو۔"

اور بیعت کر لیا۔

اس روز کے بعد حضرت نورالحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے شرقپور شریف آنا جانا شروع کر دیا اور حضرت میاں صاحب نے آپ کی تربیت فرمانا شروع کر دی۔ ایک مرتبہ کوٹلہ شریف جاتے ہوئے چک ۱۴ میں تشریف لائے تو حضرت نورالحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ اللہ کی رحمت حضرت میاں صاحب

Marfat.com

رحمتہ اللہ علیہ کی صورت میں گھر آگئی تھی۔ خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ وقت کے ہم آہنگ شیخ کی محبت غالب آتی گئی۔ ہجر و فرقت کوہ گراں معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک دن گھر بار کو خیرباد کہہ کر شرقپور میں حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عالیہ میں رہنا شروع کر دیا۔

آپ حق گوئی میں کسی کی رو رعایت نہ کرتے تھے اور برملا کہہ دیتے تھے۔ اگر کوئی محکمہ پولیس سے متعلقہ آدمی آتا تو یہی ہدایت فرماتے کہ ظلم سے بچو اور پرچہ میں بے گناہ آدمی کے اندراج سے پرہیز کرو اور صوم و صلوٰۃ کی پابندی کی تلقین فرماتے تھے۔ جو کوئی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اسے پند و نصائح فرماتے اور سنت خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لئے کہتے۔ جمعہ کی نماز میں جو خطبہ دیتے تھے۔ وہ رشد و ہدایت' معرفت الہیہ' عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' بزرگان دین کے حالات' قرآن و حدیث اور مسئلے مسائل پر محیط ہوتا تھا۔ غرضیکہ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا جس کے بارے میں آپ نے اظہار خیال نہ کیا ہو اور لوگوں کی رہنمائی نہ فرمائی ہو۔ آپ اپنے متعلقین کو اکثر فرمایا کرتے تھے کہ باوضو رہو' تھوڑا بولو' ذکر کرو' مرشد سے دلی روابط رکھو' لوگوں سے الگ رہو' کھاؤ تھوڑا' کسی پر اعتراض نہ کرو اور دل سے خطرات نکال کر اللہ کی طرف رجوع کرو۔

آپ کو اپنے مریدین کا بڑا خیال رہتا تھا۔ ان کے حال و احوال پر نگاہ رکھتے تھے تاکہ قدموں میں لغزش نہ آنے پائے۔ آپ کا ایک مرید جو کہ موضع جوکالیاں میں رہتا تھا نماز جمعہ کے لئے ایک دکان سے سائبان لایا کرتا تھا۔ وہاں ایک مجذوب رہتا تھا' وہ ان کی بھی خدمت کر دیا کرتا تھا۔ ایک دن خواب میں دیکھا کہ وہ مجذوب انہیں اپنے حلقہ میں شامل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگلے دن ہی حضرت نورالحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ آگئے اور مجذوب سے کہا۔

"سائیں صاحب یہ ہمارا بچہ ہے۔"

Marfat.com

چند دنوں کے بعد جب وہ مرید اس مجذوب سے ملا تو اسے مخاطب کر کے بولا۔

"تمہارے پیر و مرشد ہم سے زیادہ طاقتور ہیں۔"

بزرگان دین کے خواب بھی بڑے بامعنی اور مبنی بر حقیقت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں پر مختلف اشیاء کی ماہیت آشکارا کرتا رہتا ہے۔ ایک مرتبہ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ہے جس کا منہ کتے کی طرح ہے۔ ایک عورت لباس و زیوارت سے مرصع اور شکل و صورت لگڑوں کی طرح ہے۔ ایک بوتل میں خنزیر کا خون' ایک برتن میں پیشاب اور ایک میں خشک پاخانہ ہے۔ خواب میں ہی دریافت کرتے ہیں کہ یااللہ یہ کیا دیکھ رہا ہوں تو کہنے والے نے کہا کہ کتے کے منہ سے گانے بجانے والے کا منہ مراد ہے۔ بنی سنوری عورت سے مراد شادی کا کھانا ہے۔ خنزیر کے خون سے مراد شراب' پیشاب سے مراد بھنگ اور خشک پاخانہ سے مراد افیون ہے۔

مقبولان بارگاہ خداوندی پر کشف و کرامات کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ لیکن ان کے نزدیک یہ دلیل بزرگی نہیں۔ بعض اوقات کرامات صرف اس لئے رونما ہوتی ہیں کہ لوگ راہ سے بے راہ نہ ہوں۔ ایک دن آپ کا ایک مرید آپ کے نیاز حاصل کرنے کی غرض سے گھر سے چلا تو اچانک کوئی کام یاد آنے پر واپس لوٹ گیا۔ دوسرے دن آپ نے اسے ارشاد فرمایا۔

"کل ہم نے یاد کیا تھا اور اطلاع بھی دی لیکن پروانہ کی' اگر اتنا بھی ربط و مطابقت نہ ہو تو تعلق کا کیا فائدہ ہوا۔"

جب آپ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عمر پچیس سال تھی۔ اس وقت آپ کا معمول تھا کہ فرائض و سنن کے علاوہ نصف شب کو بیدار ہوتے' نماز تہجد ادا کرتے' تین ہزار مرتبہ درود خضری پڑھتے اور نماز فجر تک مراقب رہتے۔ کلمہ شہادت' سورہ قدر کے علاوہ یہ شعر بھی

Marfat.com

پڑھا کرتے تھے۔

سرم خاک رہ ہر چار سرور
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

نماز فجر کے بعد بیس پچیس ہزار مرتبہ نمازیوں کے ہمراہ دورد خضری پڑھتے، پھر دعا کرتے، پھر قرآن مجید اور نماز اشراق پڑھتے، پھر لوگوں سے ملاقات فرماتے اور فیوض و برکات تقسیم فرماتے۔

حضرت نورالحسن شاہ رحمتہ اللہ علیہ ہر وقت سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر رکھتے اور اس پر عمل کرتے۔ جود و سخا، کی صفات سے متصف تھے۔ آپ اکثر و بیشتر کسی نہ کسی مرض و عارضہ میں مبتلا رہتے تھے۔ عرصہ بیس سال سے جوڑوں کے درد کی شکایت تھی لیکن لبوں پر سدا اللہ کا شکر رہتا تھا۔ رفتہ رفتہ آپ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہو گئے۔ وجع المفاصل کا مرض متواتر اڑھائی سال رہا، لیکن ان سب کے باوجود روز مرہ کے معمولات میں فرق نہ آیا۔ چہرہ مبارک سے قطعاً" احساس نہ ہوتا تھا کہ آپ بیمار ہیں۔ چنانچہ اس مرد حق نے رشد و ہدایت کی بے شمار شمعیں روشن کرنے کے بعد ۳ ربیع الاول ۱۳۷۲ ہجری مطابق ۲۱ نومبر ۱۹۵۲ء کو جبکہ عمر ۶۳ سال اور ۱۱ ماہ تھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ نے پسماندگان میں دو لڑکے اور ایک لڑکی چھوڑی۔ ایک بچی کا بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔

۲۱ نومبر کو ہر سال آپ کا عرس ہوتا ہے۔ مریدین و معتقدین دور و نزدیک سے حاضر ہوتے اور اپنی مرادوں سے جھولیاں بھرتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو ہر حال میں صبر و شکر کا دامن چھوڑنا نہیں چاہیے اور نہ ہی عوارض و مصائب کو اپنے اور اللہ کے درمیان حائل ہونے دینا چاہیے۔ تقرب الی اللہ کے لئے جو معمولات ہوں ان پر سختی سے پابند رہنا چاہیے۔ اللہ اسی طرح ملتا ہے۔

Marfat.com

حضرت سید غوث بخشؒ

صدیوں سے دریائے ستلج کبھی طوفانی موجوں کی صورت اور کبھی وجدان و نغمگی کے ساتھ بہہ رہا ہے۔ اسی دریا کے کنارے ملتان کے علاقے میں ایک غیرمعروف سا قصبہ چھنب کلیار تھا' اس کے باسیوں کو کیا خبر تھی کہ ایک دن اس قصبے میں سلسلہ چشتیہ و سہروردیہ کا ایک عظیم روحانی پیشوا آئے گا اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے اسے نوازے گا اور ان کے آنے سے نہ صرف یہ قصبہ بلکہ دور و نزدیک کے علاقے بھی روحانیت سے جگمگا اٹھیں گے اور کفر و شرک کے اندھیروں میں رشد و ہدایت کی شمعیں ہر سو روشنی بکھیر دیں گی۔

یہ ۳۵۶ ہجری کا واقعہ ہے جب اس قصبہ کی قسمت جاگ اٹھی تھی۔ سادات بنی فاطمہؓ اور قبیلہ بنوہاشم کا ایک بطل جلیل حضرت ضیاء الدین رحمتہ اللہ علیہ عرب سے آکر وارد سندھ ہوئے اور پھر وہاں سے نقل مکانی فرما کر ملتان تشریف لائے اور بالاخر قصبہ چھنب کلیار میں **مستقلاً** رہائش پذیر ہو گئے جو بعد

Marfat.com

میں حضرت بودلہ پیر رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور و معروف ہوئے۔

حضرت سید غوث بخش رحمتہ اللہ علیہ حضرت ضیاء الدین المعروف بودلہ پیر رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ ۱۸۸۲ء میں بستی سیال سمہ سٹہ ریاست بہاولپور میں متولد ہوئے۔ فیض کا سلسلہ تو پشت در پشت سے چلا آرہا تھا لہٰذا بچپن سے ہی انداز ایسے تھے کہ چشم بینا رکھنے والے سمجھ جاتے تھے کہ ایک نہ ایک دن یہ بچہ اپنے وقت کی بہت بڑی شخصیت ہو گا اور اس کے قرب و معیت سے بیشمار لوگ مستفید و فیضیاب ہوں گے۔

جب آپ حصول علم کی عمر کو پہنچے تو والدین نے حضرت محکم الدین صحرانی کی درسگاہ میں داخل کرادیا جہاں آپ نے تفسیر و حدیث و فقہ اور دیگر علوم میں دستگاہ حاصل کی جس سے آپ کی شخصیت میں ایسا حسن و نکھار پیدا ہو گیا کہ لوگ از خود آپ کی جانب متوجہ ہو جاتے تھے اور چاہتے تھے کہ ان سے دین اسلام کی باتیں سنتے رہیں۔

دوران تحصیل علم آپ کو کئی بار عالم خواب میں حضرت معین الدین چشتی غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی اور اگر کوئی مشکل درپیش ہوتی تو وہ اسے حل بھی فرما دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے منت مانی کہ تعلیم سے فراغت کے بعد پاپیادہ حضرت غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دوں گا۔ چنانچہ جب آپ کو حضرت مولانا غلام رشید رحمتہ اللہ علیہ نے سند علم عطا فرمائی تو منت پوری کرنے کی غرض سے عازم اجمیر ہوئے۔

حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی محبت کے سامنے راستے کی سختیوں، مشکلات اور خطرات کی حیثیت پرکاہ کی بھی نہ تھی۔ رہوار محبت پر سوار ادب و محبت کا توشہ لے کر پیدل چلے جارہے تھے۔ جیسے جیسے فاصلہ سمٹ رہا تھا اور منزل قریب ہوتی جارہی تھی محبت کے جذبوں میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ راستے

Marfat.com

میں جنگل بھی آئے، ندیاں نالے بھی، میدان بھی اور ریتلہ علاقہ بھی، درندے بھی نظر پڑے اور زہریلے سانپ اور موذی حشرات الارض بھی دکھائی دیئے مگر کوئی چیز سدراہ نہ ہوئی۔ قدم بڑھتے ہی جارہے تھے۔ بالاخر سات ماہ کی طویل مسافت کے بعد ایک دن اپنے محبوب کے دربار عالیہ کی چوکھٹ پر پہنچے اور نذرانہ محبت و عقیدت پیش کیا۔ راستے کی سب تکلیفیں بھول گئے تھے۔ صاحب مزار نے بھی فیوض و برکات کا دروازہ کھول رکھا تھا لہٰذا خوب نوازا اور بے حد عطا فرمایا۔

اجمیر شریف میں کچھ عرصہ قیام فرمانے کے بعد آپ نے اپنے سفر کا رخ تونسہ شریف کی طرف کیا اور کشاں کشاں حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ علیہ کے آستانہ پر حاضر ہوئے جہاں ان دنوں مسند خلافت پر حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمتہ اللہ علیہ متمکن تھے، چنانچہ ان کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے، مرشد کامل نے بھی علوم باطنی و معرفت الٰہیہ سے مالامال کر دیا اور اپنے دست مبارک سے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا۔

الٰہی بحرمت و قربت و غربت درد منداں سلیمان
فقیر غوث بخش عاقبت محمود باگرداں

اور عطا فرمایا۔ تو آپ نے اسے محبت سے لیا۔ چوما، آنکھوں سے لگایا اور یوں سنبھال کر رکھ لیا جیسے دولت کونین مل گئی ہو۔ اور پھر مرشد کے حکم سے واپس سمہ سٹہ تشریف لے گئے۔ یہ سارا سفر پندرہ مہینوں پر محیط تھا۔ لیکن اس سفر کے دوران میں جو انعام و اکرام عطا ہوا تھا اس کے مقابلے میں اگر پندرہ سال بھی سفر کرنا پڑتا تو وہ بھی کم تھا۔

وطن واپسی کے بعد آپ نے موجودہ ضلع لودھراں کے مضافات میں چھنب کلیار سے متصل دربار عالیہ حضرت بودلہ پیر رحمتہ اللہ علیہ اپنے آبائی گھر میں رہائش اختیار کی اور درس و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لوگ دور و نزدیک سے

Marfat.com

آکر آپ سے استفادہ کرنے لگے جن میں روزافزوں اضافہ ہوتا گیا۔

حضرت غوث بخش رحمتہ اللہ علیہ اوائل عمر سے ہی بڑے عابد اور زاہد تھے۔ تہجد و اشراق و چاشت کے علاوہ کثرت سے نوافل بھی پڑھتے تھے' علاوہ ازیں مختلف اذکار و اشغال مثلاً محوالجہات' ذکر کلیت' ذکر قربت' ذکر روح' ذکر محیط' ذکر ھو' ذکر صرہ' ذکر ضماد' ذکر سرمدی' شغل غوثیہ' شغل عینیت' شغل کشف القبور والقرآن' شغل طاقچہ' شغل اسراری وغیرہ پر عبور حاصل تھا۔ تمام وظائف و اوراد سے فراغت کے بعد آپ کا زیادہ تر وقت حضور اکرم نور مجسّم رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے میں گزرتا تھا' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ صحیح بخاری شریف حفظ تھی اور مشکوۃ شریف کی شرح بھی لکھی۔ علاوہ ازیں قرآن پاک کو بڑے خوبصورت انداز میں اپنے ہاتھ سے لکھا۔ دینی کتب کا بڑا شوق تھا لہٰذا آپ کے کتب خانہ میں اسی ہزار کتابیں تھیں۔ الغرض آپ کے شب و روز عبادت و ریاضت ' وظائف و اوراد' افکار وا شغال اور درس و تبلیغ میں گزرتے تھے۔

آپ کے مریدین کا شمار نہ تھا۔ جس کسی کو مرید کرتے تو اسے تلقین فرماتے کہ وہ باقاعدگی سے ہر روز ۹۰ مرتبہ استغفار ۹۰ مرتبہ تیسرا کلمہ' ۷ مرتبہ سورۃ فاتحہ اور ایک ہزار مرتبہ دورد پاک پڑھا کرے۔

آپ بلند قامت تھے' رنگت سیب کی طرح سرخ تھی' گالوں سے ہر لحظ نور جھلکتا رہتا تھا۔ ریش مبارک گھنی اور سفید تھی۔ ناک بلند' جسم مضبوط اور چہرے سے جلال ٹپکتا تھا۔ آنکھیں موٹی تھیں جن میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خمار تھا۔ واقعہ معراج بڑی شان و شوکت سے مناتے تھے۔ رات سے ہی لوگ جمع ہونا شروع ہو جاتے تھے' شب بھر حضور علیہ الصلوۃ و التسلیمات کا ذکر خیر ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت ہو جاتا اور پھر حاضرین محفل' رحمتوں اور برکتوں کو دامنوں میں سمیٹے اپنے اپنے گھروں کو لوٹتے تھے۔ آپ کی زندگی ایک نمونہ تھی

Marfat.com

جسے دیکھ کر کئی غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور کفر و شرک کے اندھیروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی راستوں پر گامزن ہوئے۔

ہر جمعتہ المبارک کو حضرت سید غوث بخش رحمتہ اللہ علیہ درس دیا کرتے تھے' اس میں انگنت لوگ شرکت کرتے اور دینی و دنیاوی فوائد حاصل کرتے۔ جب آپ درس دے رہے ہوتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے علم و معرفت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو۔ درس جب ختم ہوتا تو لوگ حسرت لے کر رخصت ہوتے کہ اور سماعت فرماتے۔ اس سے بے شمار لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب رونما ہو گیا۔ ان کے نہ صرف عقائد کی درستگی ہوئی بلکہ شریعت پر چلتے ہوئے بلند درجات پر پہنچ گئے۔

ایک مرتبہ آپ وعظ فرما رہے تھے' حاضرین میں ایک چور اور ڈاکو بھی موجود تھا۔ اس پر جب آپ کی نظر پڑی تو اس کے دل کی کایا پلٹ گئی' بے اختیار زبان پر "اللہ ھو" کا ورد جاری ہو گیا۔ فوراً" گناہوں سے تائب ہوا۔ شرف بیعت سے سرفراز ہوا اور بعد میں وہ آپ کے خلفاء میں سے ہوا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"کوئی شخص بھی ظاہر و باطن میں اتباع شریعت کے بغیر بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہوا۔"

ایک دن تشریف فرما تھے تو حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

" صفائی قلب اور روحانی ترقی کے لئے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم لازمی ہے۔"

اور جب کبھی شریعت کے منافی کوئی کام دیکھتے تو ارشاد فرماتے۔

" تمام مسلمانوں کو غیر مشروع امور سے کوسوں دور رہنا چاہیے۔"

Marfat.com

راہ سلوک میں کرامت کا بھی ایک مقام ہے۔ وہ جو اس مقام پر آکر رک جاتا ہے اور اسی کو بزرگی سمجھتا ہے وہ اس سے بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ بلند درجہ ولی اللہ اس مقام سے بہت جلد گزر جاتے ہیں۔ وہ ازخود کسی کو کرامت نہیں دکھاتے۔ لیکن بعض اوقات خوارق عادت کا اظہار کرنا پڑتا ہے جس میں کوئی نہ کوئی حکمت مضمر ہوتی ہے۔ حضرت سید غوث بخش رحمتہ اللہ علیہ سے بھی متعدد کرامات کا ظہور ہوا۔ ایک دفعہ دریائے ستلج میں سخت طغیانی آئی۔ خدشہ تھا کہ مخلوق اللہ پریشان ہو گئی۔ لہٰذا ایک لکڑی اور ایک اینٹ لی اور پانچ میل دور دریا کی طرف حدبندی کر دی اور فرمایا۔

" آج کے بعد اس سے آگے بڑھنے کی جسارت نہ کرنا۔"

لہٰذا ایسا ہی ہوا کہ ستلج میں کتنا طوفان و سیلاب ہو وہ آپ کی باندھی ہوئی حد سے تجاوز نہیں کرتا۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حجاج کرام حج بیت اللہ سے واپس آکر عرض کرتے۔

" حضور ! ہم نے آپ کو بیت اللہ شریف میں دیکھا تھا۔ سلام کیا لیکن آپ نے توجہ نہ فرمائی۔"

حالانکہ آپ حج پر تشریف نہیں لے گئے ہوتے تھے۔ آپ ان لوگوں کی بات سن کر خاموش ہو رہتے تھے۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے جو وقت معینہ پر آئے گی۔ لہٰذا حضرت سید غوث بخش رحمتہ اللہ علیہ کا وقت وصال بھی آگیا۔ اس کا علم آپ کو پہلے سے تھا کہ یہ واقعہ کب رونما ہو گا۔ لہٰذا آٹھ روز قبل ہی ارشاد فرما دیا۔

" فقیر غوث بخش کی اب تیاری ہے۔ بروز جمعرات جنہوں نے ملنا ہے آکر مل لیں"

Marfat.com

یہ کہنے کے بعد وصیت فرمائی۔

"دفن کرتے وقت میرے سر پر دستار باندھ دینا' میں بارگاہ ایزدی میں ننگے سر حاضر نہیں ہونا چاہتا۔"

آپ کا وصال بعمر چونسٹھ سال ۱۹۵۶ء میں ہوا۔ وصیت کے مطابق آپ کے سر مبارک پر دستار باندھ دی گئی اور پھر بعد از نماز فجر احاطہ دربار حضرت بودلہ پیر رحمتہ اللہ علیہ میں سپرد خاک کر دیئے گئے جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔

حضرت سید غوث بخش رحمتہ اللہ علیہ کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ حال پر مسند خلافت پر حضرت پیر حافظ عبدالقادر جلوہ افرزو ہیں اور خیر و برکت بانٹ رہے ہیں۔ حضرت سید غوث بخش رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پوتے حضرت پیر سید حافظ محمد قاسم حسین کو دعا دی تھی کہ منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں میں پیدا کریں۔ لہٰذا وہ عرصہ تئیس سال سے اپنے دادا جان کی دعا کے طفیل منبر رسول سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کا ذکر کر رہے ہیں تاکہ لوگ بھی اس رنگ میں رنگ جائیں جو سب سے ارفع و اعلیٰ ہے جو انہیں وراثت میں ملا ہے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ حصول معرفت کے لئے کتنا ہی سفر کرنا اور سختیاں جھیلنا پڑیں اس سے انحراف نہیں کرنا چاہئے۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ وقت رب تعالیٰ کو راضی کرنے والے کاموں میں صرف کرنا چاہئے۔

Marfat.com

حضرت ابو الریاض حافظ محمد شفیق احمدؒ

حضرت بابا جنگو شاہ رحمتہ اللہ علیہ پہاڑ کے دامن میں اللہ سے لو لگائے بیٹھے تھے اور حافظ خیر محمد محبت و عقیدت سے خدمت میں حاضر تھے۔ یہ ان کا روزمرہ کا معمول تھا۔ بعض اوقات وہ پریشانی کا شکار ہو جایا کرتے تھے کیونکہ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔ اچانک بابا جنگو شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

"شاہلا! مٹی لا تمہیں کا کا بنادوں۔"

حافظ خیر محمد جلدی سے اٹھے۔ قریب ہی ایک گڑھے میں پانی کھڑا تھا۔ وہاں سے مٹی کا بڑا سا ڈھیلا لائے اور خدمت میں پیش کیا۔ بابا صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے مٹی کا بچہ بنایا اور حافظ صاحب کو دیا۔ جب وہ لے کر جانے لگے تو واپس بلایا اور کہا کہ نشانی تو لگائی نہیں لہٰذا مٹی کے بچے کے دائیں رخسار کے نیچے ایک مروڑی سی بنا دی اور کہا۔

Marfat.com

" اگر تمہارے ہاں پیدا ہونے والے بچے کے چہرے پر یہ نشانی ہوئی تو سمجھنا یہ بچہ ہم نے دیا ہے ۔"

خیر محمد کے ہاں جب بچہ تولد ہوا تو حضرت جنگو شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی لگائی ہوئی نشانی اس کے چہرے پر موجود تھی۔

حضرت ابوالریاض حافظ شفیق احمد رحمتہ اللہ علیہ کے آباؤاجداد پاڑ یا نواحی ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ ابھی آپ والدہ ماجدہ کی گود میں ہی تھے کہ وہ دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ حالات و واقعات آپ کو موتی بازار لاہور لے آئے۔ آپ نے بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ حکیم حاذق کا امتحان پاس کیا اور ڈپٹی رینج آفیسر ہو گئے۔

بچپن سے ہی آپ کا میلان طبع اللہ تعالیٰ ' اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگان دین کی طرف تھا۔ عبادت و ریاضت میں دلجمعی کے لئے آپ نے بیرون شیرانوالہ فاروق گنج میں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت حافظ خیر محمد نے جو سلسلہ قادریہ کے خود بڑے پائے کے بزرگ تھے جب بیٹے محمد شفیق احمد کا رجحان بزرگان دین کی طرف دیکھا تو اس پر خصوصی توجہ فرمانے لگے جس سے ظاہر کے ساتھ ساتھ ان کے باطن میں بھی نکھار آنے لگا اور پھر آپ اپنے باپ کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ آپ حضرت محمود قادری چنابی کی اولاد میں سے تھے جنہیں کسی ولی اللہ نے دعا دی تھی کہ گیارہ پشتیں حافظ قرآن اور اولیاء اللہ سے ہوں گے اور آپ اس خاندان کے آخر چشم و چراغ تھے۔

آپ اکثر و بیشتر بزرگان دین کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اور فیوض و برکات حاصل کرتے تھے۔ ایک دن گھوڑے پر سوار دورے پر جارہے تھے کہ لوگوں کا بہت بڑا مجمع نظر آیا۔ قریب جا کر دیکھا تو ایک شخص دائرے میں چکر لگا رہا تھا اور کچھ پڑھ رہا تھا۔ آپ بھی کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ جب وہ آدمی آپ کے پاس آیا تو بولا۔

Marfat.com

"اتنے شاندار گھوڑے پر سوار ہو اور خالی ہاتھ۔"

آپ نے سنا تو فوراً بازار گئے اور پیڑے لے آئے۔ اس شخص نے ایک پیڑا اٹھایا، آدھا خود کھایا اور بقیہ آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ بس پھر کیا تھا وجد میں آگئے۔ گھر والوں کو خبر ہوئی تو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مرد قلندر حضرت بابا لطف اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس لے گئے جو قطب زمانہ تھے۔ آج کل ان کا مزار حضرت شاہ ابوالمعالی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس کے پاس ہے آپ نے ان کے پاس آنا جانا شروع کر دیا۔ نتیجتاً سلوک کی بے شمار منازل اور راہ معرفت کی کٹھن گھاٹیاں طے کیں اور پھر رشد و ہدایت کے مقام پر فائز ہوئے۔

آپ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ حافظ احمد سعید رحمتہ اللہ علیہ کے، سلسلہ چشتیہ میں حضرت سید عباس علی شاہ گیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے اور سلسلہ سہروردیہ میں حضرت سید نور احمد شاہ ضیاء رحمتہ اللہ علیہ کے، مرید تھے۔ لیکن سلسلہ قادریہ گیارہ پشتوں سے آپ کے خاندان میں ہی چلا آرہا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت حافظ محمد شفیق احمد رحمتہ اللہ علیہ دہلی میں حافظ نابینا کے پاس تشریف لے گئے تو پتہ چلا کہ بیدم وارثی بھی تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ ان کی زیارت کے لئے زینت محل گئے۔ وہاں لوگوں کا ہجوم تھا، آپ ایک کونے میں لگے بیٹھے تھے کہ حضرت بیدم وارثی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک آدمی کو بھیج کر بلا لیا اور قریب بٹھایا۔ سب لوگ حیران تھے، فرمایا ان کے بیٹھنے کی وہ جگہ نہیں تھی اور پھر حاضرین سے باتیں کرنے لگے۔ دس منٹ کے بعد محفل برخاست کر دی اور درخواست کی کہ مجھے اپنے گلے لگا لیں۔ آپ نے انکار فرمایا اور کہا کہ کسی اور کی امانت ہوں، اس پر بیدم وارثی نے پوچھا کہ وہ کون ہستی ہے؟ آپ نے حضرت بابا لطف رحمتہ اللہ علیہ اللہ کا نام لیا۔ واپس آنے کے بعد آپ نے واقعہ بتایا تو حضرت بابا صاحب نے فرمایا تم نے اپنے مرشد کی عزت رکھ لی ہے۔

آپ کا ہر لمحہ یادالٰہی میں بسر ہوتا تھا۔ روزانہ ایک مرتبہ قرآن پاک ختم

Marfat.com

کرتے تھے۔ کئی لوگوں نے آپ سے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ آپ قلیل الطعام، قلیل الکلام اور قلیل المنام تھے۔ ساری رات عبادت و ریاضیت میں گزارتے تھے۔ آپ کے مرید باصفا اور ممتاز خلیفہ حضرت خواجہ محمد حفیظ بٹ مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ وہ اکثر اوقات پندرہ پندرہ دن آپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر رہے۔ اس دوران میں انہوں نے حضرت صاحب کو سوائے دوپہر کے قیلولہ کے شب بیدار ہی دیکھا۔

آپ روزانہ تین گھنٹے عام خلق الٰہی سے ملاقات کے لئے واقف رکھتے تھے۔ صبح آٹھ بجے سے حاجت مندوں کا تانتا بندھ جاتا تھا۔ دوپہر کو تھوڑی دیر آرام فرمانے کے بعد نماز عشاء تک ذکر و عبادت میں مشغول رہتے۔ نماز کے بعد رات گیارہ بجے تک مریدین کی باطنی تربیت و اصلاح فرماتے تھے۔ علم سلوک کا درس دیتے اور پھر مصروف عبادت ہو جاتے تھے۔

آپ نہایت متواضع، منکسر المزاج، فیاض، حلیم اور پیکر اخلاق تھے۔ طبیعت میں شگفتگی بھی تھی۔ راہ خدا میں ہر چیز قربان و نثار کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار و آمادہ رہتے تھے۔ کبھی کوئی سائل دراقدس سے بے نیل و مرام نہیں لوٹا تھا۔ عشق الٰہی کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ کا اسم پاک سنتے ہی لرزہ براندم ہو جاتے تھے۔

چراغ رشد و ہدایت روشن ہو تو اس کی نورانی کرنوں کو پھیلنے کے روکا نہیں جا سکتا۔ قطب الاقطاب حضرت ابوالریاض حافظ محمد شفیق احمد رحمتہ اللہ علیہ کے بے شمار مرید تھے۔ بیعت کرتے وقت مریدین کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ سابقہ معاصی سے تائب ہوں، آئندہ گناہوں سے دامن بچانے کی سعی کریں، شرک، جھوٹ، زنا، فسق و فجور، خیانت اور ظلم و فساد سے بچیں۔ نفسانی خواہشات اور حیوانی جذبات سے مغلوب نہ ہوں۔ فرائض کی پابندی کریں، تلاوت کلام پاک، درودپاک و ذکر میں مشغولیت اور توبہ و استغفار کو معمول بنائیں۔ مصائب و آلام اور راحت و خوشی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

تاجدار عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ پر دل و جان سے عمل کریں۔ والدین کے فرمانبردار رہیں۔ عزیز و اقرباء اور ہمسایوں کے حقوق سے غافل نہ ہوں۔ حتیٰ الامکان کسی انسان خصوصا" مسلمان کو کسی نوع کی تکلیف و ایذا پہنچانے سے گریزاں رہیں۔ عجز و انکسار، حلم و خوش خلقی اور صبر و شکر کو شعار بنائیں جب بھی دین متین کی خاطر تن، من، دھن اور اولاد و اقربا قربان کرنا پڑیں تو دریغ نہ کریں اور رزق حلال سے روزانہ کچھ نہ کچھ راہ خدا میں صدقہ و خیرات کریں۔

ایک مرتبہ کسی مرید نے دوران گفتگو عرض کیا۔

" حضور عام لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کیمیا گر ہیں ؟ "

آپ نے ارشاد فرمایا ۔

" اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو یہ توفیق بخشی ہے کہ جب چاہیں کسی شے سے سونا بنا لیں مگر انہیں حب دنیا نہیں ہوتی۔"

مرید کو مرشد کی بات کا یقین تھا لیکن اس کے چہرے سے عین الیقین کی دولت سے مالامال ہونے کی تمنا کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے اسے کہا کہ وہ دہکتے ہوئے کوئلوں پر تانبے کا پیسہ رکھ دے۔ مرید نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ اسی وقت بارگاہ صمدیت میں سربسجود ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد سجدے سے سر اٹھا کر فرمایا۔

" بسم اللہ پڑھ کر پیسہ نکالو۔"

جب نکالا تو وہ سونے کی طرح چمک رہا تھا۔ مرید ورطہ حیرت میں ڈوب گیا آپ نے مرید سے کہا کہ وہ بازار میں جا کر اسے فروخت کر آئے کیونکہ اس کے پیسوں کا حقدار بھی آتا ہو گا۔ ان دنوں سونا چھپن روپے تولہ تھا۔ اٹھائیس روپے ملے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک مفلوک الحال شخص آیا۔ عرض کیا۔

Marfat.com

"یا حضرت مفلس ہوں' بچیاں جوان ہیں' آمدن کا کوئی وسیلہ نہیں۔"

آپ نے وہ اٹھائیس روپے اسے دلوا دیئے اور فرمایا۔

"یہ روپے لے جا کر کوئی کاروبار کرو تاحیات ختم نہیں ہوں گے۔"

جب وہ شخص چلا گیا تو آپ نے مرید کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں تم جیسے انسانوں کو پارس بناتا ہوں تاکہ جو بھی ان کے ساتھ لگ جائے سونا بن جائے"۔

ایک دن آپ اللہ کی مخلوق کی خدمت میں مصروف تھے کہ آپ کے ایک معتقد کے ہمراہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے اسے دیکھا تو فوراً" ان کی طرف توجہ دی اور جلدی سے فارغ کر دیا۔ جب وہ دونوں آستانہ عالیہ سے باہر چلے گئے تو اس نو وارد نے آپ کے معتقد سے کہا "وہ اسے یہاں کیوں لایا تھا۔" کیونکہ وہ اولیاء کرام کو نہیں مانتا تھا۔ معتقد نے کہا کہ اگر ہم عام دنیا والوں سے مل سکتے ہیں تو اللہ کے نیک بندوں سے ملنے میں کیا قباحت ہے۔ یہ تو باعث سعادت و برکت ہے۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

گجرات میں گھنا نامی ایک شخص فقیروں کو دل و جان سے چاہتا تھا۔ ایک دن کسی جعلی پیر کے ہتھے چڑھ گیا اور خلوص و محبت سے اس پر ساری زمین و جائیداد قربان کر دی۔ جب وہ پیر مر گیا تو گھنا اس کی قبر پر بیٹھ گیا۔ ایک دن خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے ایک کاغذ تمہارے سرہانے کے نیچے رکھ دیا ہے اس پر لکھے ہوئے پتہ پر چلے جاؤ۔ جب وہ اٹھا تو سرہانے کے نیچے واقعی کاغذ پڑا تھا' اس پر حضرت حافظ محمد شفیق احمد رحمتہ اللہ علیہ کا پتہ درج تھا۔ وہ فوراً" آپ کی ملاقات کے لئے چل پڑا۔ دوسری طرف حضرت حافظ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بھی بحالت خواب محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ گھنا آرہا ہے اس کی تربیت کرو۔ یہ سب اس کے خلوص اور حسن عقیدت کی وجہ سے تھا۔

Marfat.com

دوسرے دن گھنا آپہنچا۔ آپ نے اس کی خوب خاطر و مدارات کی اور حسب الارشاد اس کی تربیت کی اور جب رخصت فرمایا تو کہا جب کسی پر دم کرنے لگو تو میرا تصور کر لیا کرو۔ ایک دن گھنا رات کے وقت ذکر الٰہی میں مشغول تھا کہ تھوڑے فاصلے پر سے ایک بارات گزری۔ اچانک دلہن کے پیٹ میں شدید درد اٹھا' دولہا والوں کو خطرہ لاحق ہوا کہ اگر دلہن کو کچھ ہو گیا تو اس کے گھر والے کہیں گے کہ دیرینہ عداوت کی وجہ سے لڑکی کو مار دیا ہے حالانکہ عداوت بھول کر انہوں نے آپس میں رشتہ داری قائم کی تھی۔ وہ فوراً" گھنا کے پاس آئے جس کے ذکر کی آواز دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے دم کیا۔ دلہن فوراً" تندرست ہو گئی۔ دوسرے دن وہ بہت سا نذرانہ لے کر آئے۔ دنوں میں گھنا مشہور ہو گیا۔ اب لوگ اسے سائیں گھنا کہنے لگے۔ جب نذرانے کا بہت سا اناج جمع ہو گیا تو مرشد کے حکم سے صدقہ و خیرات کر دیا۔ گھنا ہر تین ماہ کے بعد ملاقات کے لئے آیا کرتا تھا۔ ایک سال کے بعد وہ وصال پا گیا۔

۱۹۵۵ء کے آخر میں قطب الاقطاب حضرت ابوالریاض حافظ محمد شفیق احمد رحمتہ اللہ علیہ کو ہلکاہلکا بخار رہنے لگا۔ مرض نے جب طول کھینچا تو مریدین کو تشویش لاحق ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔

"دوستو خدا کی رضا میں راضی رہنے والے کو ہی انعام و کرام سے نوازا جاتا ہے۔ تشویش کو دل میں جگہ نہ دو۔"

بخار کے عارضہ میں ایک سال بیت گیا۔ دسمبر ۱۹۵۶ء کی اکتیس تاریخ کو آپ کے چہرے اقدس پر عجب نور تھا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے بہت بڑی نعمت سے سرفراز ہونے والے ہوں۔ رات عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ یکم جنوری ۱۹۵۷ء کو صبح چار بجے محبوب حقیقی کی طرف سے بلاوا آگیا اور آپ نے اپنی جان اس کے حوالے کر دی۔ عین اس وقت جب آپ کا وصال ہوا تو جتنے مرید تھے انہیں خواب میں اشارہ ہوا کہ تم جس ہستی سے فیض یاب ہوا کرتے تھے آج وہ اس

Marfat.com

جہاں رنگ و بو سے رخصت ہو گئی ہے۔ مریدین خواب دیکھ کر فورا" بیدار ہو گئے۔ ان کے دل مضطرب و بے چین تھے۔ جو آسکتے فورا" آستانہ مرشد کی طرف چل پڑے۔ جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ خواب سچا تھا۔

حضرت ابوالریاض حافظ محمد شفیق احمد رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک قبرستان میانی صاحب میں ہے جہاں ہر سال اکتیس دسمبر کو بڑی عقیدت و محبت سے عرس مبارک منایا جاتا ہے۔ دور و نزدیک سے لوگ اور مریدین اس میں شریک ہوتے ہیں اور دین و دنیا کی نعمتوں سے مالامال ہو کر لوٹتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں اللہ تباوک وتعالٰی سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ اس کا پاک نام جھوٹی قسمیں اٹھانے اور ذاتی مفادات کے لئے استعمال نہیں کرنا چاہیے۔ اگر ہم حقیقی معنوں میں اللہ تعالٰی کی ذات سے ڈریں تو انگنت گناہوں سے بچ سکتے ہیں۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جہاں ایک ہو وہاں دوسرا اللہ ہوتا ہے۔ جہاں دو ہوں تو تیسرا وہاں اللہ ہوتا ہے۔ اگر یہ ایمان راسخ ہو جائے کہ اللہ تعالٰی موجود ہے اور دیکھ رہا تو غلط کام ہو ہی نہیں سکتا۔

Marfat.com

حضرت فضل شاہ نور والےؒ

میری روح عرصہ دراز سے تشنہ تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی تشنگی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔ اسے کس چیز کی پیاس تھی یہ میرے فہم و ادراک سے ماورا تھا۔ دنیائے دنی کے لوبی لوگوں کی طرح میں روح کی تشنگی کو دنیا کی آسائشوں اور جسمانی لذائذ کے حوالے سے تسکین بہم پہنچانا چاہتا تھا۔ لیکن مجھے کیا علم تھا کہ روح اور جسم کی پیاسوں میں بعدالمشرقین ہے۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق میری پیاسی روح عالم بے قراری میں بے نام جزیروں میں بھٹکتی رہی۔ میرے قلب و ذہن کے دروازے پر دستک دیتی رہی۔ لیکن بے ثمر مصروفیات' لذائذ دنیا اور طغیان و عصیاں سے اتنی فرصت ہی کہاں تھی کہ روح مضطرب کی طرف دھیان دیتا اور اس کی پیاس کا مداوا تلاش کرتا۔

ایک دن سر راہ کسی اجنبی کو اپنے ساتھی سے یہ کہتے سنا کہ جسم کے عوارض کے لئے پرہیز اور بیمار روح کے لئے پرہیزگاری سے بہتر کوئی علاج نہیں۔

Marfat.com

یہ آواز کانوں میں پڑنے کی دیر تھی کہ میری تمام سوچوں کا محور یہی فقرہ بن گیا۔ اس میں عجیب مقناطیسیت تھی کہ روح کے اندر سرور و کیف کی لہر دوڑ گئی۔ تیز تیز گام لیتا اس راہ گیر کے قریب پہنچا اور معذرت خواہانہ انداز میں اسے روک کر وہی فقرہ دوہرانے کے لئے کہا۔

" جسم کی بیماری کے لئے پرہیز اور روح کے عوارض کے لئے پرہیزگاری ضروری ہے۔"

" یہ قول کن بزرگوں کا ہے ؟ " میں نے دریافت کیا۔

" حضرت فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا۔"

" کہاں ہوتے ہیں ؟ " میں نے بیتابانہ پوچھا۔ میری روح اس فقرے کے جادو سے مسحور تھی۔

" یہ تو میں بھی نہیں جانتا۔ میں نے بھی کسی سے سنا تھا۔"

اس اجنبی راہ گیر نے کہا اور آگے بڑھ گیا اور میری روح پر پھر افسردگی و ملال کے بادل چھا گئے۔

وقت لمبے لمبے ڈگ بھرتا ماضی کے اتھاہ سمندر میں غرق ہوتا رہا۔ ایک دن اپنے دوست محترم حضرت عبداللہ مضطر گجراتی کے رحمت خانہ پر بغرض ملاقات گیا۔ گھر سے پتہ چلا کہ انفنٹری روڈ پر نور والوں کے ڈیرہ پر گئے ہیں۔ وہاں گیا۔ برلب سڑک ایک چھوٹی سی چار دیواری کے باہر دروازے کے قریب نور والوں کا ڈیرہ کا بورڈ آویزاں تھا' یہ ۱۹۶۰ کی ایک صبح کا واقعہ ہے۔ سامنے بائیں کونے میں ایک گھاس پھوس کا کمرہ تھا۔ ڈرتے ڈرتے دروازے کے اندر قدم رکھا تو سارے بدن میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ بڑھتے ہوئے قدم وہیں رک گئے اور ذہن میں طرح طرح کے خیالات کا ہجوم ہونے لگا۔ اسی اثنا میں ایک نحیف و نزار شخص عنابی رنگ کا لمبا سا چوغہ زیب تن کئے میرے قریب آیا اور مٹی کے کوزے میں ٹھنڈا پانی پیش

Marfat.com

کیا اور بولا۔

"حضور تشریف رکھتے ہیں۔"

پانی پیا تو قدرے سکون محسوس ہوا۔ اس شخص کا شکریہ ادا کیا اور گھاس پھوس کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے۔ دل و دماغ پر پھر انجانے خوف کے ہتھوڑے برسنے لگے' شاید میرے گناہ اس پاک جگہ پر آنے سے درماندہ و پریشان تھے۔ بوجھل قدموں سے بمشکل کمرے کے دروازے تک پہنچا جو سطح زمین سے تقریباً ایک گز گہرا تھا۔ اندر بہت سے لوگ ادب کے ساتھ بیٹھے ایک نورانی چہرے والے بزرگ کی باتیں بڑے انہماک کے ساتھ سن رہے تھے۔ میں چند لمحے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑا رہا لیکن اندر جانے کا حوصلہ نہیں پڑا۔ نفس امّارہ نے مجھے اس قرارگاہ روح سے پوری قوت کے ساتھ کھیل تماشے کی دنیا کی طرف دھکیل دیا تھا۔ منزل پر پہنچ کر میں واپس لوٹ گیا۔ نور والوں کا ڈیرہ کے اندر روح پرسکون و مطمئن تھی۔ جب وہاں سے نکلا تو وہ چلا چلا کر العطش العطش پکارنے لگی' لیکن میں نے اس کی پکار سنی ان سنی کر دی اور دنیا کے جھمیلوں میں کھو گیا۔ مگر جب کبھی تنہائی و فرصت کے چند لمحات میسر آتے تو پیاسی روح کی طرف متوجہ ہوتا اور جب مجھے اس کی زبان سمجھ میں نہ آتی تو بیساختہ میرے ہونٹوں پر مچل جاتا۔

"اے میری مضطرب و بیکل روح! آخر بتا تو سہی کہ میں تیری پیاس کہاں اور کیسے بجھاؤں؟"

نور والوں کے ڈیرہ سے نکلنے کے بعد میرے اندر اس قدر تبدیلی ضرور آئی تھی کہ بسلسلہ روزگار مجھے جب مختلف شہروں میں جانا پڑتا تو دریافت کرتا کہ یہاں کسی ولی اللہ کا مزار پاک ہے۔ اگر پتہ چل جاتا تو وہاں حاضری دیتا۔ اس جگہ پہنچ کر میری کیفیت بالکل ایسی ہوتی جیسے کوئی مسافر تپتے صحراؤں میں سفر کرتے ہوئے

Marfat.com

اچانک نخلستان میں پہنچ گیا ہو۔ جہاں ٹھنڈا پانی بھی ہوتا ہے اور سایہ بھی۔ اور جب وہاں سے باہر آتا تو پھر وہی تپتے صحرا ہوتے اور میں۔

بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دینے سے اتنا احساس ہو گیا تھا کہ میری پیاسی روح کو کسی صاحب حال بزرگ کے قدموں کی تلاش ہے جو میری زندگی کے دھارے کا رخ بدل دے۔ لہٰذا ہر مزار پر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا۔

"اے بارالٰہ! اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مجھے اپنے کسی ولی سے ملادے۔"

اس طرح کئی سال بیت گئے۔ اب میں کسی ولی کامل کی تلاش میں سرگرداں رہتا تھا۔ لیکن جہاں جاتا اسے اپنی خواہشات کی آنکھ سے دیکھتا۔ اسی دوران میں مجھے گردہ کی تکلیف ہوئی۔ اس کا تذکرہ اپنے دوست اصغر نثار قریشی سے کیا۔ کہنے لگا۔

"فکر کی بات نہیں۔ اپنے مرشد کے پاس لے چلوں گا وہ جسمانی و روحانی سب علاج کرتے ہیں۔"

لہٰذا اس کے ساتھ چلنے کا فوراً" پروگرام بنا لیا۔ وہ مجھے نور والوں کے ڈیرہ پر لے گیا۔ یہ ۱۹۷۱ء کے ابتدائی مہینوں کا ذکر ہے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں میں گیارہ سال پہلے آیا تھا لیکن نفس و شیطان نے باہمی گٹھ جوڑ سے مجھے یہاں سے ہوا و ہوس اور حرص و آز کی دنیا میں دھکیل دیا تھا۔ شاید انہیں ادراک ہو گیا تھا کہ اگر میں یہاں رک گیا تو پھر اس چوکھٹ پر ان کو ذبح کر دیا جائے گا۔ بیماری میرے لئے رحمت ثابت ہوئی تھی جو مجھے گھسیٹ کر اس منزل پر لے آئی تھی جہاں روح کو سکینہ و اطمینان میسر آیا۔

اصغر نثار قریشی کے مرشد بڑی محبت اور شفقت سے ملے جیسے برسوں سے مجھے جانتے ہوں۔ میرا تعارف اور آنے کا مقصد بتایا تو انہوں نے نعرہ مستانہ بلند

Marfat.com

کیا۔

" نور والے " اور پھر فرمایا۔

" بڑا طویل سفر طے کر کے یہاں آئے ہیں۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"
اور بابا جلال کو چائے لانے کو کہا۔ میں اور قریشی صاحب چائے پینے لگے اور وہ بزرگ تھوڑی دیر کے لئے اٹھ کر کمرے سے باہر نکل گے۔

" آپ کے ان مرشد کا اسم گرامی کیا ہے ؟ "
میں نے پوچھا تو قریشی صاحب جواب دیا۔

" حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ "

میرے کان اس نام سے آشنا تھے لیکن سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا۔ مکرر پوچھنے پر جب اس نے حضرت فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کا اسم گرامی لیا تو میری نگاہوں کے سامنے گیارہ سال پہلے والے اجنبی شخص کا چہرہ گھوم گیا جس کو روک کر میں نے اس فقرے کے بارے میں دریافت کیا تھا جس سے میری روح کو سکون ملا تھا۔ یہ نام سن کر میری آنکھیں نم آلود ہو گئیں۔ یہ خوشی کے آنسو تھے۔

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ سے ملنے کے بعد جب میں نور والوں کے ڈیرہ سے باہر نکلا تو ذہنی و روحانی طور پر میں وہیں رہ گیا تھا۔ اب میں نے وہاں آجا جانا شروع کر دیا اور پھر نومبر ۱۹۷۱ء میں ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گیا۔

رات انتہائی تاریک تھی لیکن میرے قلب و روح کو مرشد کے خیال نے بقعہ نور بنا رکھا تھا۔ ذہن میں مخدومنا کی پاک زندگی کے حالات و واقعات ترتیب کے ساتھ نظروں کے سامنے ابھرنے لگے۔

انیسویں صدی کا آخری عشرہ تھا۔ شملہ کے پہاڑوں کے دامنوں، گھاٹیوں اور جنگلوں کے قریب آباد لوگوں نے ایک چودہ سالہ درمیانے قد کے خوبصورت

Marfat.com

لڑکے کو دیکھا جو جذب و مستی کے عالم میں ادھر ادھر گھوم پھر رہا تھا۔ وہ اس سے قبل بھی کئی مستوں اور مجذوبوں کو یہاں گھومتے پھرتے دیکھ چکے تھے۔ چند سال گزر گئے' ایک دن شام کا وقت تھا لیکن گھنے درختوں کی وجہ سے سرشام ہی جنگل میں اندھیرا پھیل گیا تھا۔ معاً" فضا میں ایک پرسوز و جاں گداز آواز ابھری۔ کوئی حضرت بلھے شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے اشعار پڑھ رہا تھا ۔

اتھے دنیا وچ انھیرا اے
ایہہ تلکن بازی وہیڑا اے

وڑ اندر ویکھو کیہڑا ہے
کیوں خفتن باہر ڈھوڈیندی اے
موہنہ آئی بات نہ رہندی اے

اس درد بھری آواز نے جس میں بے پناہ کشش تھی قرب و جوار کے لوگوں کے دلوں میں ہلچل مچادی۔ وہ اپنے مکانوں اور جھونپڑیوں سے نکل کر جنگل کی طرف دیکھنے لگے جس طرف سے آواز آرہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد آواز آنا بند ہو گئی۔ دوسرے دن صبح دم جب پھر وہی آواز فضا میں ابھری تو کئی لوگوں کے قدم بے اختیار آواز کے تعاقب میں اٹھنے لگے۔ ایک غار کے دہانے پر اگے ہوئے بہت بڑے درخت کے نیچے وہی مست نوجوان بیٹھا تھا جسے وہ پہلے بھی کئی بار دیکھ چکے تھے۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز آنکھیں موندے عالم مستی میں شعر پڑھ رہا تھا۔ اس نے اچانک شعر پڑھنا بند کر دیئے اور پھر اس پر گریہ کا عالم طاری ہو گیا۔

اسی طرح چند ماہ گزر گئے۔ ایک دفعہ رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی کہ اسے جالندھر جانے کا خیال آیا اور پھر اٹھ کر چل دیا۔ صبح جب لوگ اپنے مصائب و مشکلات کی گٹھڑیاں اٹھائے اس کے پاس گئے تو وہ اپنی جگہ پر موجود نہیں تھا۔ انتظار طویل ہوتا گیا۔ وہ دیوانہ وار اس کو تلاش کرنے لگے لیکن اس کا کہیں

Marfat.com

پتہ نہ ملا۔

اس شخص کا اسم گرامی فضل الدین تھا۔ آپ کے آباؤاجداد بکیریاں ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ والد محترم حضرت نبی بخش رحمتہ اللہ علیہ درویشانہ صفات سے متصف تھے۔ جو رزق حلال کماتے وہ غریب پروری اور مہمان نوازی پر خرچ فرما دیا کرتے تھے۔ اسی طرح والدہ ماجدہ حضرت عمر بی بی بھی ولیوں کی صفات کی حامل تھیں۔ بچپن سے ہی دسترخوان پر محلے کے بچوں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتیں اور غرباء و مساکین کا بے حد خیال رکھتی تھیں۔

والد بزرگوار حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ وہ ان پر خاص لطف و کرم کی نظر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ کے والد کو اشارہ غیبی سے جالندھر جانے کے لئے کہا گیا۔ لہٰذا ہوشیارپور سے جالندھر جا کر آباد ہو گئے۔

حضرت فضل الدین کی ولادت جالندھر میں انیسویں صدی کے آخری ربع میں ہوئی۔ بچپن سے ہی بے حد خاموش طبع تھے۔ پیشانی مبارک میں خاص قسم کی چمک دمک تھی جس نے آپ کی شخصیت کو بے حد جاذب نظر بنا دیا تھا۔ نشست و برخاست، معاملہ فہمی، آداب و اخلاق، مہمان نوازی، خدا ترسی، رجوع الی اللہ اور عزلت نشینی دیکھ کر صد سالہ بوڑھے آپ کو بابا جی کہا کرتے تھے اور اس امر کا اظہار کیا کرتے تھے کہ یہ بچہ معمولی نہیں۔

آپ زیادہ تر وقت مسجد میں گزارتے۔ جب کبھی ہم عمر بچے کھیل کود کے لئے ساتھ چلنے کو کہتے تو فرماتے۔

" میں اس کام کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ میری بات اور میل جول خالصتاً" اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔"

ایک مرتبہ والد ماجد آپ کو اپنے مرشد حضرت شاہ محمد غوث رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ہوشیار پور لے گئے۔ انہوں نے فضل الدین کو گود میں اٹھا لیا اور ارشار

Marfat.com

فرمایا۔

" یہ میرا بیٹا فیضی شاہ ہے ۔"

لہٰذا اس دن سے آپ فیضی شاہ اور پھر فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔

آپ اکثر غلبہ جذبات و بے قراری میں شہر سے دور نکل جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب عشق الٰہی کی مستی فراواں ہوئی تو بے اختیار ہونٹوں سے نکلا۔

" بار الٰہ ! زندان خانہ مل جائے یا مست ہو جاؤں ۔"

دعا بارگاہ صمدیت میں قبول ہوئی۔ اس دن کے بعد جذب و مستی میں طغیانی آتی گئی۔ تیرہ سال کے ہوئے تو ویرانوں' بیابانوں اور جنگلوں کی طرف نکل جاتے جہاں کئی کئی دن بغیر کھائے پیئے بسر کر دیتے۔ چودہ سال کی عمر میں ایک دن آپ نے تسبیح لوٹا اور چھتری لی اور گھر سے نکل گئے۔ بارہ سال شملہ کے پہاڑوں کے جنگلات میں گزارنے کے بعد واپس جالندھر روانہ ہوئے تو کوئی غیر مرئی قوت اور جذبہ آپ کو کشاں کشاں لئے جا رہا تھا۔

ایک دن جالندھر سے دو میل کے فاصلے پر نکودر جانے والی سڑک پر نکل گئے۔ سڑک سے ہٹ کر ایک خاموش و تنہا مقام پر ایک باغیچی نظر پڑی۔ اس طرف گئے اور باغیچی کے دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔ عصر کا وقت تھا' گھاس پھوس کی جھونپڑی کے سامنے درختوں کے سائے میں چٹائی پر ایک نورانی چہرے والے بزرگ بیٹھے تھے۔ عمر سو سال سے متجاوز نظر آتی تھی۔ انہوں نے فضل شاہ کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا' نظروں میں ایسی کشش تھی کہ آپ بے اختیار ان کے سامنے جا کر باادب کھڑے ہو گئے۔

" بیٹا ہم بڑے دنوں سے تمہارے منتظر تھے ۔"

ان الفاظ کا ان بزرگ کے منہ سے نکلنا تھا کہ آپ پر گریہ کا عالم طاری ہو گیا۔

Marfat.com

بالکل ایسے جیسے یکدم سامنے منزل پا کر آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ ان بزرگ کا نام میاں خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ انہوں نے اٹھ کر آپ کو سینے سے لگایا تو بہت سے حجابات نظروں کے سامنے سے اٹھ گے۔ پھر شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور ارشاد فرمایا۔

" بیٹا اب تم ہمارے پاس رہو گے۔"

حضرت فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی یہ صفت تھی کہ زیادہ تر چپ رہتے۔ میاں خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مریدین جب آپ کی خاموشی کے بارے میں دریافت کرتے تو حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے۔

" یہ بچہ اپنے وقت پر بولے گا اور پھر اس کا بولنا سند کا درجہ رکھے گا۔"

چودہ سال کے عرصے میں آپ نے مرشد کی رہنمائی میں تمام منازل اور مقامات طے کر لئے' خرقہ خلافت کے علاوہ آپ کو قول' علم' عمل اور اخلاص کے چاروں انعامات بھی حاصل ہوئے اور تزکیہ عطا کرنے کا شرف بھی ملا۔ اس کے بعد جو لوگ حضرت فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ سے میل جول رکھتے ان کا قول پاک ہو جاتا' لغو گوئی سے کراہت ہونے لگتی اور پھر خالص محبت کے صدقے میں وہ اپنے اعمال کی صحت و درستی کو اپنے محبوب مرشد کے اعمال کی روشنی میں دیکھنے لگتے۔ اس طرح چراغ سے چراغ روشن ہونے لگے۔

حضرت فضل شاہ رحمتہ اللہ علیہ پر ہر وقت گونہ مستی کی کیفیت رہتی تھی اور وہ ہمہ وقت قرب الٰہی اور رضائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مصروف و مشغول رہتے۔ چالیس سال سے متجاوز ہوئے تو والدہ محترمہ نے شادی پر اصرار فرمایا۔ حتی الامکان پرہیز کا پہلو اختیار کیا لیکن جب والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ وہ آپ کی شادی ایک یتیم لڑکی سے کر رہی ہیں تو بوجہ خوف خدا رضامند ہو گئے۔ تیس سالہ ازدواجی زندگی میں آپ کے ہاں پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں پیدا ہوئیں

Marfat.com

جن میں سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا بچپن میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے تھے۔

جب پاکستان معرض وجود میں آیا تو محبین نے وہاں سے چلنے کو کہا تو آپ نے فرمایا۔

"ابھی حکم نہیں ہے۔ اب تو بزرگان دین کا کام شروع ہوا ہے۔"

چنانچہ وہیں رہے اور اس افراتفری کے عالم میں بدحال و پریشان لوگوں کو حوصلہ بخشتے، امداد فرماتے اور پھر جالندھر ہی میں مہاجرین کے کیمپ میں منتقل ہو گئے جہاں ہر وقت لنگر جاری رکھتے اور بھوکوں، پیاسوں کی خدمت کرتے۔

پاکستان کے وجود میں آنے سے قبل آپ ماموں کانجن کے قریب بستی نور پور اور دوسرے چکوک میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں نومبر کے آخر میں ہجرت فرما کر ماموں کانجن میں ورود مسعود فرمایا اور گم کردہ راہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا سیدھا راستہ دکھانے اور رشد و ہدایت کے چراغ روشن فرمانے لگے۔ لاہور میں بھی آنا جانا رہتا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں انفنٹری روڈ لاہور پر ایک کچی جھونپڑی میں منتقل ہو گئے اور طالبان حق کی رہنمائی اور طالبان دنیا کو لہو و لعب سے بچانے کے لئے راستہ دکھانے لگے۔ نماز تہجد سے لے کر نماز عشاء تک عبادت و ریاضت اور خدمت خلق میں مصروف رہتے۔ ایک دن ایک شخص نے دریافت کیا۔

"حضور اکثر بزرگ دنیا کو پلید خیال کرتے اور اس سے دور رہتے ہیں۔"

آپ نے فرمایا۔

"اصل بات یہ ہے کو جو راہ سلوک پر چلنے والا مبتدی ہو اسے لوگوں سے دور رہنا چاہیے تاکہ اس کی تکمیل ہو سکے۔ لیکن منتہی کو لوگوں کے مابین رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو اسے انعام و اکرام عطا کئے ہیں وہ مخلوق میں تقسیم کر سکے کیونکہ

Marfat.com

جو تقسیم نہیں کرتا اس پر عطا کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔"

آپ کے پاس ہمیشہ کپڑوں کے دو جوڑے ہوتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے دوسرا جوڑا اس لئے ہے کہ اگر کوئی ضرورت مند ہو فورا" اسے دیا جا سکے۔ لباس کے حوالے سے فرمایا کرتے تھے کہ جس لباس کے پہننے میں غرض و غایت اور خواہش نام کو نہ ہو وہ لباس پاک ہے۔ محب اپنی پسند رکھے یہ شرط محبت ہی نہیں ہے۔

ایک دن مریدین کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک اجنبی آیا اور سخت لہجے میں بولا۔

" آپ بڑے بزرگ بنے ہوئے ہیں بتایئے میری مٹھی میں کیا ہے ؟"

اور اپنی مٹھی آپ کے سامنے کر دی۔ آپ نے خادم کو اس کے لئے چائے لانے کو کہا اور خندہ پیشانی سے اسے اپنے پاس بیٹھنے کو کہا۔ مجھے چائے کی حاجت نہیں آپ بتائیں میری مٹھی میں کیا ہے؟

اجنبی نے پھر اصرار کیا۔ آپ نے اسے پانی پینے کو پیش کیا۔ پانی اس شخص نے پی لیا تو اطمینان ہوا کہ آنے والے کی تواضع تو ہو گئی اور پھر شفقت سے فرمایا۔

" بزرگوں کا امتحان نہیں لینا چاہیے۔ اگر وہ امتحان میں پورے اتر آئیں تو امتحان لینے والے پر اس کا حق عائد ہو جاتا ہے اور جب وہ اس حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو مصائب و آلام اس کے گلے پڑ جاتے ہیں۔"

لیکن وہ شخص بضد رہا تو آپ نے بتایا کہ اس کی مٹھی میں انگریزوں کے دور کی پرانی دونی ہے۔ وہی تھی۔ لہٰذا بڑا شرمندہ ہوا۔ اب آپ نے فرمایا کہ اس پر یہ حق عائد ہوتا ہے کہ وہ ہر روز راہ خدا میں ایک دونی خیرات کیا کرے۔ ایسا نہیں کرے گا تو نقصان اٹھائے گا۔ جب وہ شخص اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے اس کے حق میں دعائے خیر کی کہ اللہ تعالیٰ اسے حق کی ادائیگی کی توفیق دے۔

ایک دن جھونپڑی میں تشریف فرما تھے کہ پانچ سات افراد زیارت کے لئے

Marfat.com

آئے۔ خادم کو چائے لانے کے لئے کہا۔ تھوڑی دیر گزر گئی تو باہر تشریف لے گئے
اور چائے نہ لانے کی وجہ پوچھی۔ خادم نے عرض کیا۔
"حضور چائے کی پتی چینی اور دودھ کچھ بھی نہیں ہے۔" فرمایا۔
"تیری نظر ان اشیاء پر پڑی ہے جو نہیں ہیں وہ چیزیں کیوں نظر نہیں آئیں جو موجود ہیں۔"

خادم حیران ہوا تو فرمایا۔
"تیرے پاس پانی' آگ اور برتن ہیں۔ تم برتن میں پانی ڈال کر آگ پر رکھو جس علیم مطلق نے مہمان بھیجے ہیں تو وہ ان کے لئے چائے کا بھی بندوبست فرما دے گا۔"

یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے۔ چند منٹ ہی گزرے تھے کہ سڑک کی جانب کے دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں دودھ کی دو بڑی بالٹیاں تھیں۔ آکر عرض کی کہ میں نے بھینس خریدی تھی اور نیت کی تھی کہ پہلی بار کا دودھ کسی بزرگ کی نظر کروں گا۔ اسے قبول فرمائیں۔ آپ نے دودھ لے کر خادم کے حوالے کر دیا اور دعائے خیر دی۔ تھوڑی دیر بعد گلی کی جانب کے دروازے سے ایک مرید اندر آیا۔ اس نے سر پر گٹھری اٹھا رکھی تھی۔ عرض کیا۔
"حضور باوضو ہو کر دیسی چینی بنائی ہے ولایتی کو مات کرتی ہے۔ قبول فرمائیں۔"
یہ کہہ کر اس نے چینی کے ہمراہ دس روپے بھی نذر کئے ان سے چائے کی پتی آگئی۔

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ہر طرح کے لوگ آیا کرتے تھے اور فیوض و برکات سے جھولیاں بھرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ مت دیکھو کہ کوئی تمہارے ساتھ کیا کرتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ تمہیں اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ تمہیں تمہارے اور اسے اس کے اعمال کی جزا مل گئی۔

Marfat.com

آپ کسی سے نہ تو کچھ مانگتے تھے اور نہ ہی توقع رکھتے تھے۔ نہ آپ کے پاس جائیداد تھی اور نہ امراء کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ساری عمر توکل میں بسر ہوئی۔ اگر کبھی کوئی محبت میں اپنی خوشی سے کچھ لے آتا تو فورا" حاضرین میں تقسیم فرما کر فارغ ہو جاتے۔ ابتداء میں حاضر خدمت ہونے والے کی تواضع بڑے محدود پیمانے پر ہوتی تھی' بسا اوقات آپ کو خود صرف چائے باقر خانی یا رس پر بسر اوقات کرنا پڑتی تھی۔ لیکن جب دست غیب کے ذریعے فتوحات نصیب ہوئیں تو لنگر عروج پر آگیا۔ روزانہ سینکڑوں لوگ کھانا کھانے لگے۔

ایمن آباد کا مرزا سلطان بیگ بڑا باتونی تھا۔ اس کی عادت تھی کہ اکثر پیروں فقیروں کی زیارت کو جاتا اور مزارت پر حاضری دیا کرتا تھا۔ ایک دن "نور والوں کا ڈیرہ" کے سامنے سے گزر رہا تھا تو حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کا سن کر اندر آ گیا۔ شرف ملاقات حاصل ہوا اور حسب عادت بولنا شروع کر دیا۔ آپ خاموش رہے۔ اس کے بعد جب کبھی آتا مسلسل بولتا رہتا۔ ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا۔

" زیادہ بولا نہیں کرتے "

اس نے کہا۔

" حضور میں تو بولنے سے باز نہیں رہ سکتا اگر آپ چپ کرا سکتے ہیں کرالیں۔"

آپ نے غور سے مرزا سلطان بیگ کی طرف دیکھا اور فرمایا۔

" یہ بات ہے تو بارہ سالوں کے لئے چپ ہو جاؤ۔"

اسی وقت اس کی قوت گویائی سلب ہو گئی۔ اس دن سے اس کا نام چپ شاہ پڑ گیا۔

۱۹۷۶ء میں وہ حج بیت اللہ شریف کو گیا۔ معلم کہتا "کہو اللھم لبیک" وہ کہنے کے لئے منہ کھولتا لیکن بول نہ سکتا۔ اس وقت اسے چپ ہوئے دس سال ہو گئے

Marfat.com

تھے۔ نومبر ۱۹۷۸ء کو جب بارہ سال ہوئے تو ایک دن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر بیٹھا تھا کہ ایک درویش اس کے بائیں جانب آکر بیٹھ گیا اور کہا۔

"بولتے کیوں نہیں ؟"

وہ چپ رہا۔ درویش نے پھر پوچھا اور کہا۔

"پڑھو بسم اللہ"

وہ پھر خاموش رہا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ پھر درویش نے اسے دل میں اس کے پیچھے ایک مرتبہ بسم اللہ اور ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنے کو کہا۔ درویش قدرے بلند آواز سے پڑھتا رہا اور مرزا سلطان بیگ دل میں دوہراتا رہا۔ جب پڑھ چکا تو اس کی زبان کھل گئی۔

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ امی تھے' آپ کے ارشاد کے مطابق امی وہ نہیں ہوتا جو ناخواندہ ہو بلکہ وہ ہے جس نے علم کسب نہ پڑھا ہوا ہو لیکن بحر علم الٰہی کا شناور و غواص ہو اور جو پاک ہو وہی امی ہوتا ہے۔ جیسا کہ مجھے بتایا گیا یہ ۱۹۶۸ء کی بات ہے کہ ایک دن قرآن پاک کی تفاسیر میں اختلاف کا ذکر چھڑ گیا۔ فرمایا اکثر مفسرین کرام نے روایات کے سہارے تفسیر قرآن کی ہے۔ اگر سیاق و سباق اور دعویٰ و ثبوت کے قرآنی مقامات کو مدنظر رکھ کر تفسیر کی جائے تو اختلاف رونما نہ ہو۔ یہ سن کر حاضرین محفل نے استدعا کی کہ حضور پھر آپ ہی مہربانی فرمائیں۔ آپ نے التجا قبول فرمائی اور تفسیر پاک لکھانے کی عظیم ذمہ داری اپنے ذمے لے لی۔

وصال سے تقریباً دس بارہ سال قبل آپ نے قرآن پاک کی تفسیر لکھانا شروع کی جو اپنی نوعیت کی واحد تفسیر ہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس میں ہماری زیر زبر اور پیش تک کچھ بھی نہیں۔ اکثر آیات کی پوری پوری تفسیر آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ بالفاظ دیگر یہ الہامی تفسیر ہے۔ بعض اوقات قوال حاضر ہوتے

Marfat.com

تھے' قوالی کے دوران جو شعر اللہ تعالٰی اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یا شان یا شریعت کے منافی ہوتے تو فوراً" اصلاح فرما دیا کرتے تھے کہ یوں پڑھو۔

ہر روز متعدد خطوط وصول ہوتے تھے جن کے ذریعے مصائب و آلام کے شکار لوگ اپنے دکھوں' اور غموں کا مداوا چاہتے تھے۔ آپ سب کو جوابات لکھواتے۔ فرمان کے مطابق ایک ایک حرف سے معرفت و حکمت و دانائی کے سرچشمے پھوٹتے تھے۔ لوگوں کی مشکلات آسان ہو جاتیں۔ بعض اوقات لوگ اپنے خواب لکھ کر بھیجتے تو آپ تعبیر لکھ بھیجتے۔ فرمایا کرتے تھے۔

" خواب ہر انسان کو آتا ہے بے حقیقت کا خواب بے حقیقت اور باحقیقت کا خواب باحقیقت ہوتا ہے۔ خیر والے کو خیر کا خواب آتا ہے اور شر والے کو شر کا خواب آتا ہے۔ خواب کی حقیقت آگہی ہے برے کو بری اور اچھے کو اچھی آگہی ہوتی ہے۔"

آپ علم لدنی میں ثانی نہ رکھتے تھے۔ بڑے بڑے علماء اور اہل علم آپ کے سامنے طفل مکتب تھے۔

ہر لحہ نشست و برخاست میں مخدومنا حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے دہن مبارک سے رموز و اسرار الٰہیہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موتیوں کی برسات ہوتی رہتی تھی۔ جب کسی موضوع پر بیان دیتے یوں محسوس ہوتا کہ علم و عرفان کے بے پایاں سمندر موجزن ہو گئے ہوں۔ بات ہر لحاظ سے جامع اور مکمل ہوتی تھی۔ اکثر و بیشتر حکمتوں کے دریا کوزے میں بند کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے محبت کا ذکر چھیڑ دیا تو زبان گوہر افشان سے ارشاد فرمایا۔

" محبت کا پہلا درجہ یہ ہے کہ زبان قول سے جھک جاتی ہے۔ محبوب کے قول پر محب اپنا قول قربان کر دیتا ہے اور محبت کا آخری درجہ یہ ہے کہ دل جھک جاتا

Marfat.com

ہے۔ محبوب کی ہر بات اور عمل درست تسلیم کیا جاتا ہے یہی محبت تامہ ہے۔"

جب محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر پاک آتا تو آپ پر عجب کیفیت طاری ہو جاتی تھی ارشاد فرماتے۔

" صاحبو! رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم سے صراط مستقیم بنتا ہے۔ اور جو اس پر چلتا ہے وہ متقی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہی نہیں ہے۔"

ایک دن کسی نے شریعت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا۔

" شریعت شاہراہ کو کہتے ہیں۔ جو فرمان ربی اور اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر اللہ عزوجل اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا نام شریعت ہے۔ جو شریعت کو قبول نہ کرے وہ بے راہ ہے۔ شریعت پر حضور اکرم صلی اللہ علیم وسلم کے فرمان کے مطابق عمل کرنا طریقت ہے۔ طریقت سے جو علم عطا ہو وہ حقیقت ہے۔ اس کے بعد مقام معرفت ہے جہاں عرفان الٰہی حاصل ہوتا ہے۔"

آپ کی ایک ایک بات انمول تھی ایک دفعہ مریدین حالہ کئے بیٹھے تھے آپ فرما رہے تھے۔

" صاحبو! سن لو وہ علم جو خوف الٰہی سے دور کرے اور وہ نماز جو شوکت نفس کو ابھارے اس کا حاصل تکبر ہے اور تکبر تباہی تک پہنچنے کی برق رفتار سواری ہے۔ متکبر کی چار نشانیاں ہیں۔ ان میں سے پہلی یہ ہے کہ وہ اخلاقی اقدار سے دور ہوتا ہے۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ شخص ہمیشہ خواہشات کا غلام اور پیروکار ہوتا ہے۔ تیسری نشانی یہ ہے کہ اس کے کردار میں یکسانیت نہیں ہوتی اور آخری نشانی یہ ہے کہ ناشکری کی بدولت اس سے سجدہ کرنے کی توفیق حیات دنیا میں ہی سلب کرلی جاتی ہے۔"

Marfat.com

اس طرح آپ اپنے قول اور عمل سے اپنے حلقہ بگوشوں کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن تقسیم لنگر کی جگہ کے قریب درخت کے پاس کھڑے تھے۔ جلال و جمال کا حسین امتزاج آپ کے چہرے مبارک سے عیاں تھا۔ معاً" باآواز بلند بولے۔

"جو جڑتا ہے جڑ جائے جو ٹوٹتا ہے ٹوٹ جائے تم حق پر رہو۔"

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے ہر قول و فعل میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکارم اخلاق سے نوازا تھا۔ بڑے متحمل مزاج، مشفق و مہربان، خلیق و ملنسار، صاحب عزم و حوصلہ، پیکر صبر و رضا، عابد و زاہد اور متوکل و شاکر تھے۔ ہمیشہ ناداروں، ناتوانوں، یتیموں، بیواؤں اور غرباء مساکین کی دستگیری فرماتے تھے۔ در سے کبھی کوئی تہی دست نہیں لوٹتا تھا۔ السلام علیکم کہنے میں سبقت فرماتے تھے۔ روحانی و جسمانی امراض کے بے مثل طبیب تھے۔ لاعلاج سے لاعلاج مریضوں کو یہاں سے شفا نصیب ہوتی تھی۔ علاج اس شرط کے ساتھ فرماتے تھے کہ آئندہ یہ مرض کبھی لاحق نہیں ہو گا۔ عرق النساء، کینسر، گنٹھیا، امراض قلب، ناسور، مراق، ذیابیطس، خون کا دباؤ اور گلٹیوں وغیرہ کے مریضوں کے بالکل تندرست ہونے کا میں عینی شاہد ہوں۔

آپ کے ملفوظات گنج گراں مایہ ہیں۔ ایک ایک ارشاد میں حکمتوں کے جواہر پنہاں ہیں۔ عرفان و معرفت کے سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہیں۔ عشق و محبت کے رموز و اسرار پنہاں ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے سرچشمے پھوٹتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

○ مخالفت کی مطابقت مروت ہے اور مطابق کی مطابقت احسان کا بدلہ احسان ہے۔

○ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے فی سبیل اللہ معاملہ کرنا مقام ولایت ہے۔ جو لوگ

Marfat.com

قرآن پاک کے مطابق ہو جاتے ہیں۔ ان کی حقیقت دین ہے۔ جو لوگ قرآن پاک کو اپنے مطابق بنا لیتے ہیں ان کی حقیقت دنیا ہے۔

حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ نے وصال سے چھ ماہ قبل فرمانا شروع کر دیا تھا کہ رخصت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جس کسی نے جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لے۔ ۲۱ جون ۱۹۷۸ء کو آپ بھگندر کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ انتہائی تکلیف کے باوجود صبر و شکر کے زندہ و جاوید پیکر تھے۔ بیماری کے ابتدائی ایام میں لنگر خود تقسیم فرماتے۔ جب مرض بڑھ گیا تو یہ خدمت اپنے بڑے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق المعروف رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ انجام دینے لگے۔

آپ کے وصال کا وقت جیسے جیسے قریب آتا جاتا تھا خالق حقیقی سے ملاقات کا شوق فراواں ہوتا جاتا تھا۔ چالیس یوم علیل رہنے کے بعد ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۹۶ ہجری مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۷۸ء کو یہ مرد قلندر اپنے رب کریم کے پاس چلا گیا۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس ولی کامل کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے اور پھر ۳۱ جولائی ۱۹۷۸ء کو آپ کو نور والوں کے ڈیرہ میں ہی سپردخاک کر دیا گیا۔ آپ کا مزار پاک مرجع خلائق ہے۔ محبین' مریدین' معتقدین اور مصائب و آلام کا شکار لوگ حاضر ہوتے ہیں اور مرادوں سے جھولیاں بھرتے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں ہمیشہ حق پر قائم رہنا چاہیے خواہ کوئی ٹوٹ جائے یا جڑا رہے۔ شاہراہ شریعت پر سدا گامزن رہنا چاہیے۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ گمراہ ہے۔ ہمیں دوسروں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے جو چیز موجود نہ ہو اس کا خیال کر کے مایوسی جنم لیتی ہے یہ گناہ ہے۔ اس لئے جو چیز موجود ہو اس پر نگاہ ہونی چاہیے اور اللہ پر توکل کرنا چاہیے جو کارساز حقیقی ہے۔

Marfat.com

حضرت سید احمد ابوالبرکات ؒ

ایک چھریرے بدن' سانولے رنگ' نورانی داڑھی' بادہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مخمور و مست آنکھوں والے بزرگ کمرے میں زمین پر تشریف فرما تھے جن کے چاروں طرف الماریوں میں مختلف علوم و فنون کی کتب سجی ہوئی تھیں۔ ایک کونہ میں بغرض آرام پلنگ پڑا تھا۔ اس کے نیچے کپڑوں کے دو ٹرنک پڑے تھے۔ تیل 'سرکہ' نمک مرچ' پیاز' اور اچار کا مرتبان بھی رکھا تھا۔ ایک طرف دیسی قسم کا غسل خانہ تھا جہاں وضو اور غسل فرماتے تھے۔ سامنے اور دائیں بائیں چھوٹی میزیں پڑی تھیں جن پر کتابیں کھلی پڑی تھیں۔ بہت سے خطوط اور رسائل بھی پڑے تھے۔ مختصراً" یہ کمرہ نشست گاہ بھی تھا اور کتب خانہ بھی۔ درس و تدریس اور رفقاء کا مرکز بھی اور اہلسنّت و الجماعت کی دینی و ملی اور قومی تحریکوں کا منبع بھی۔ آٹھ دس لوگ نہایت مؤدب انداز میں بیٹھے تھے۔ علم و عرفان کے موتی لٹائے جا رہے تھے۔ یہاں حاجت مند آکر مسئلے مسائل بھی پیش کرتے' دعا کے

Marfat.com

لئے بھی کہتے اور روح کی بالیدگی بھی حاصل کرتے۔ میں بھی ایک طرف بیٹھا دیکھ اور سن رہا تھا۔ یہ بڑی پرانی بات ہے میرے ماموں محمد حفیظ قریشی ان کے مرید ہیں انہوں نے کئی بار مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کہا تھا لیکن ان کی زیارت کا شرف بڑے عرصے کے بعد ہوا۔ مجھ سے بھی آنے کی وجہ دریافت کی گئی۔ مدعا بیان کیا تو آپ نے کاغذ پر ایک آیت مبارکہ لکھ کر دی اور فرمایا اس کا ورد رکھیں انشاء اللہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔

اس ملاقات کو کئی برس گزر گئے ایک دن اخبار میں آپ کے وصال کی خبر پڑھی تو کئی سال پہلے کی ملاقات کا نقشہ نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ لوگوں کا ہجوم تھا کہ ملک کے کونے کونے سے اس ولی کامل، مفسر، محدث، فقیہی، معلم، مفتی، فلسفی، طبیب اور علم فلکیات کے ماہر کی آخری زیارت کے لئے چلے آ رہے تھے۔ ان میں علماء، مشائخ، فقہاء، محدث، مفسر، سیاستدان، عقیدت مند، صحافی، اولیاء اللہ اور مریدین سب شامل تھے۔ جو اپنی اپنی محبتوں اور عقیدتوں کے نذرانے پیش کرنے کے لئے اس کے حضور آئے تھے جس کی زندگی کا سفر ۱۸۹۶ عیسوی میں شروع ہوا اور ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء کو اختتام پذیر ہوا۔ جب اس عظیم شخصیت کو حزب الاحناف کے احاطہ کے اندر سپرد خاک کیا جارہا تھا تو ایک بزرگ مجذوب نے نعرہ مستانہ لگایا اور کہا۔

"سید ابوالبرکات روحانی طور پر ناظم لاہور ہیں۔"

اس بزرگ ہستی کا نام نامی اسم گرامی سید احمد کنیت ابوالبرکات اور لقب سراج اہل تقویٰ تھا۔ آپ کے آباؤاجداد میں حضرت سید اسماعیل قادری مشہدی پہلے بزرگ تھے جو مشہد سے بلگرام وہاں سے فرخ آباد اور پھر ریاست الور میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہ خاندان ابتداء سے ہی زہد و تقویٰ و بزرگی اور علوم دینیہ میں ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ حضرت ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت مولانا ابو محمد سید دیدار علی شاہ مشہدی، رضوی نقشبندی، قادری، محدث الوری قدس

Marfat.com

سرہ ۱۸۵۶ عیسوی کو اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے جو اپنے عم بزرگوار حضرت مولانا سید نثار علی رضوی مشہدی کی دعا و برکت کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے آپ کی والدہ ماجدہ کو بشارت دی تھی کہ تیرے ہاں جو بچہ پیدا ہو گا وہ دین اسلام کا چراغ ہو گا' اس کا نام دیدار علی رکھنا۔

بچپن سے ہی ان کی تعلیم و تربیت ایسے ہاتھوں میں ہوئی جو نہ صرف اکابر علماء میں سے تھے بلکہ فقیہ و باکمال ولی بھی تھے۔ جب آپ فارغ التحصیل ہوئے تو شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت کے رنگ میں رنگ ہوئے تھے۔ آپ مختلف شہروں میں تبلیغ دین اسلام کے لئے گھومتے پھرتے رہے اور ۱۹۲۰ء عیسوی میں مستقل سکونت کے لئے لاہور تشریف لے آئے۔ جہاں ۱۹۲۴ء عیسوی میں مرکزی انجمن حزب الاحناف ہند لاہور کے نام سے ایک انجمن کی تشکیل دی اور اسی انجمن کے نام پر دارالعلوم کا باقاعدہ اعلان کر دیا گیا۔

حضرت سید احمد ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کے قائم کردہ مدرسہ قوت الاسلام میں حاصل کی اور ان سے صرف و نحو اصول منطق اور فلسفہ اور بعدازاں حضرت مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے مدرسہ اہلسنّت مراد آباد میں داخلہ لے لیا جہاں درس نظامی کی آخری موقوف علیہ کتب پڑھیں۔ یہاں آپ نے مناظرہ' توقیت' فلکیات' اور فلسفہ میں بھی مہارت حاصل کی۔ فن طب بھی حاصل کیا۔ اپنے والد بزرگوار سے دورہ حدیث دوبارہ پڑھا اور حدیث کی خصوصی سند اور تمام سلاسل اولیاء کے معمولات و وظائف کی اجازت و خلافت حاصل کی۔ جامعہ نعیمیہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد کچھ عرصہ بریلی میں مقیم رہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے زیر تربیت رہے۔ دوسرے علماء کے ہمراہ فتویٰ نویسی پر مامور ہوئے جس کی نگرانی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ خود فرماتے تھے۔ آپ نے حضرت ابوالبرت رحمتہ اللہ علیہ کو تمام علوم محاسیہ اسلامیہ قرآن و حدیث و فقہ' سلاسل اولیاء کے اذکار و

Marfat.com

اعمال کی خصوصی سند اپنے دست مبارک سے رقم فرما کر عطا کی۔ اور سلسلہ قادریہ کی اجازت و خلافت سے نوازا۔

گھر اور گھر سے باہر کے ماحول میں، بے حد یکسانیت تھی۔ جس میں آپ نے پرورش پائی۔ ہر جگہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنائی دیتی تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ اخلاق حمیدہ کا پیکر تھے۔ تقویٰ و طہارت' خشیت الٰہی اور ایثار و قربانی آپ کا طرہ امتیاز تھے۔ ہمیشہ راضی برضا رہتے تھے۔ نیکیوں میں سبقت کے خوگر تھے۔ قناعت پسندی طبیعت ثانیہ تھی۔ اتباع سنت و احکام شرعیہ کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت راستہ ہے۔ اس پر جو چلتا نہیں وہ منزل پر کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اگر کوئی نصف شب کو بھی کسی مسئلہ کے متعلق پوچھنے آتا تو خندہ پیشانی سے بتاتے اور قطعاً ناگواری محسوس نہ کرتے۔ فرمایا کرتے تھے کوئی علم دین سیکھے تو سہی اس کے لئے ہر لمحہ اور ہر گھڑی وقف ہے۔ جن دنوں سامراجی قوتیں اور ہندوؤں کی سازشیں مسلمانان ہند کے خلاف عروج پر تھیں۔ آپ کی حق گوئی اور استقامت میں سرمو فرق نہ آیا۔ ایک دفعہ تو آپ پر خنجر سے حملہ بھی ہوا۔ زخم بھی کھایا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو صحت عطا فرمائی اور آپ پھر حق کو حق اور ناحق کو ناحق کہتے رہے۔ علامہ اقبالؒ نے ٹھیک کہا تھا۔ مصرع

"اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی"

قرض حسنہ دنیا اور تواضع و مہمان نوازی آپ کا خاصا تھا۔ بڑے بڑے سفید پوشوں کی سفید پوشی آپ کی اعانت و مدد کی بدولت قائم تھی۔ اکثر قرضہ واپس نہیں آتا تھا مگر کبھی تقاضا نہیں کرتے تھے۔ اگر مقروض دوبارہ قرضہ مانگتا تو پھر عطا فرمادیتے تھے۔

۱۹۲۳ء عیسوی کے آخر میں آپ لاہور تشریف لے آئے اور تبلیغ و تدریس

Marfat.com

میں مشغول ہو گئے۔ حزب الاحناف کی داغ بیل رکھی گئی تو اس میں آپ کو مدرس مقرر کیا گیا۔ دنوں میں آپ کے فضل و کمال اور علم کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ طالبان علم دینیہ ہندوستان کے مختلف کونوں سے سمٹ کر عازم لاہور ہوئے اور آپ سے استفادہ کیا۔ آپ ترمذی' نسائی' ابن ماجہ کے علاوہ فقہ' اصول اور تفسیر پڑھاتے تھے۔ آپ نے ستاون سال صحاح ستہ کا درس دیا جس سے ہزارہا تشنگان علم حدیث نے پیاس بجھائی۔

آپ نے شیخ المشائخ حضرت سید علی حسین شاہ اشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف کے دست حق پرست پر بیعت کی جو حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد امجاد سے حسنی حسینی سید تھے۔ اس طرح آپ سلسلہ عالیہ قادریہ' جلالیہ' اشرفیہ' نظامیہ' چشتیہ' سراجیہ میں شامل ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلہ قادریہ کی خلافت عطا فرمائی تھی اور والد بزرگوار نے سلسلہ نقشبندیہ' مجددیہ کی خلافت و اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

آپ کا معمول تھا کہ نماز تہجد کے بعد تلاوت قرآن میں مشغول ہو جاتے حتیٰ کہ نماز فجر کے لئے مسجد میں تشریف لے جاتے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد درس قرآن دیتے اور حدیث پڑھاتے۔ ظہر کے بعد رفقاء کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا' عصر کے بعد عموماً" برادر معظم حضرت مولانا ابوالحسنات رحمتہ اللہ علیہ کے گھر تشریف لے جاتے۔ مغرب کے بعد دعائے سیفی' دلائل الخیرات اور دیگر وظائف پڑھتے' بعد میں نمک اور پانی پر دم فرما کر لوگوں کو مختلف امراض سے شفایابی کے لئے عنایت کرتے۔ عشاء کے بعد وعظ و نصیحت اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیتے۔ الغرض زندگی کا ایک ایک لمحہ عبادت و ریاضت' تبلیغ حق اور مصالح ملت کے لئے گزرتا تھا اور جب جہاد کشمیر کا مرحلہ آیا تو اس میں مقدور بھر حصہ لیا اور مجاہدین کشمیر کی امداد اور اعانت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

آپ اشاعت دین کے لئے مختلف شہروں کا دورہ کرتے اور تبلیغی اجلاس

Marfat.com

منعقد کرتے تھے۔ آخری دورہ ہندوستان ۱۹۴۵ء عیسوی میں کیا جو آگرہ تک تھا۔ جگہ جگہ جا کر آپ نے خطاب فرمایا اور لوگوں کو دینی شعار اپنانے پر زور دیا۔ اس سفر کے دوران آپ نے حضرت سلیم چشتی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ اس وقت وہاں قوال ایسے اشعار پڑھ رہے تھے جس سے بے علموں کو غیرضروری بحث و اعتراض کا موقعہ فراہم ہوتا تھا۔ آپ نے اس شعر کی اصلاح فرما دی اور وہ شعر زمین کی سطح سے اٹھ کر آسمان کی بلندیوں پر پہنچ گیا۔ وہ شعر یہ تھا۔

پوجا ہے ہم نے تجھ کو محراب بے خودی میں
سو حسن آگئے ہیں آداب بندگی میں

آپ کے والد گرامی جب لاہور تشریف لے آئے تھے تو اپنی جگہ آگرہ کی مسجد میں اپنے اسی ہونہار صاحب علم و فضل اور ولی بیٹے کو خطیب و مفتی مقرر کیا تھا۔ جس نے آئندہ زندگی میں ایسے چراغ روشن کرنے تھے جن کی ضوفشانی میں کئی گم کردہ رہروان جادۂ مستقیم نے منزل کے نشان پانے تھے۔ آپ کے خطبات میں درد ‘ محبت اور عشق کا عنصر غالب ہوتا تھا۔ سننے والوں کے قلوب و اذہان نبی مکرم‘ نور مجسم‘ ہادی برحق‘ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت سے لبریز ہو جاتے اور پابندی شریعت کا جذبہ سینے میں موجزن ہو جاتا تھا۔ آپ کو بذات خود حضور اقدس و اکمل و اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت تھی۔ موضوع سخن جو بھی ہوتا اس کا محور و مرکز رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق و محبت ہی ہوتا تھا۔ جب وہ شافع یوم نشور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام لیتے نہایت اداب و احترام اور عقیدت و محبت سے لیتے تھے کیونکہ یہ وہ مقام تھا جہاں جنید و بایزید رحمہم اللہ کے سانس رک جاتے تھے اور جن کا نام لینے سے قبل اگر منہ کو ہزار بار مشک و گلاب سے دھویا جائے تو بھی کم ہے۔ آپ کی آنکھیں محبت کے پانیوں

Marfat.com

سے لبریز ہو جاتی تھیں۔ لبوں پر درد کے نغمے بکھر جاتے۔ سر ادب سے قدرے خم ہو جاتا۔ ایک ایک لفظ ایک ایک جملہ عشق و محبت کے کوثر و سلسبیل سے تر ہوتا۔ ایک ایک نکتہ میں علم و عرفان کے سمندر موجزن ہوتے۔ آپ کی تقریر عام فہم، شستہ، سنجیدہ و متین مگر آیات و احادیث و مسائل اور اقوال و ارشادات بزرگان دین سے لبریز ہوتی۔ جب بھی آپ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سماعت فرماتے تو آپ پر عجیب کیف و سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

آپ کو ۱۹۳۶ء عیسوی میں اپنے پیر طریقت حضرت سید علی حسین شاہ استاد گرامی حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور دیگر اکابر علماء کے ہمراہ حج بیت اللہ شریف کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ پیر و مرشد سے محبت و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ ہر سٹیشن پر اتر کر ان کے ڈبہ میں تشریف لے جاتے تھے۔ زیارت سے روح کو بھی تازہ کرتے اور خدمت بھی بجالاتے تھے۔ دوران سفر ایک دفعہ جہاز سخت طوفان میں گھر گیا۔ جہاز کا کپتان آپ کے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کیلئے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔

"جہاز کے اوپر جا کر تین دفعہ پکارو بدر پھٹ"

جہاز کے کپتان نے حسب الارشاد کہا تو طوفان رک گیا اور فضا ساز گار ہو گئی۔

حضرت سید ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ ملی و دینی فرائض کی ادائیگی کے لئے ہر وقت سینہ سپر رہتے تھے۔ جب بھی کبھی معاندین ملت حنیف اور دشمنان دین اسلام نے کوئی سازش و شرارت کی تو آپ فوراً" آگے بڑھے۔ مسلمانوں کو حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ نتیجتاً" دشمنوں کو سدا منہ کی کھانی پڑی۔ جب خلافت کی تحریک چلی تو آپ نے اس کے رہنماؤں کے سیاسی طرز عمل کا بھرپور جائزہ لیا اور لوگوں کو اس کے مضمرات سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ قومیں وطن سے نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و محبت سے بنتی ہیں۔

فرمایا کرتے تھے جغرافیائی حدود قومیت کی بنیاد نہیں بلکہ قومیت کی بنیاد

Marfat.com

اسلام اور صرف اسلام ہے۔ شاردا ایکٹ نافذ کرنے کی سازش کی گئی تو شریعت کے منافی قوانین کی مخالفت کے لئے فورا" میدان میں اتر آئے۔ مسجد شہید گنج کا مسئلہ پیدا ہوا تو اس کی واگزاری کے لئے سرگرمی سے حصہ لیا۔ لیکن ہنوز اس کے در و دیوار اذان و اقامت کی آواز سننے کے لئے ترستے ہیں۔ اگر آج انہیں قوت گویائی مل جائے تو اس کی داد فریاد سن کر دل پاش پاش ہو جائیں اور اس کی ویرانی جب روز محشر انصاف طلب کرے گی تو اس کا جواب کس کے پاس ہے۔ جب پاکستان تحریک شروع ہوئی تو آپ نے اس میں بھرپور حصہ لیا۔ دو قومی نظریہ کی حمایت کی' بنارس سنی کانفرنس میں شریک ہوئے جس میں قرارداد پاکستان کی تائید و توثیق کی گئی اور اسلامی حکومت کے قیام کے لئے جب ریزولیشن پر دو ہزار علماء نے دستخط کئے تو ان میں آپ بھی شامل تھے۔

آپ کے مریدین و معتقدین و تلامذہ کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ ان میں بے شمار ایسے ہیں جو شہرت کے آسمان پر جگمگا رہے ہیں اور ان کی دینی و ملی خدمات کو ہر جگہ سراہا جارہا ہے اور یہ پودے حضرت ابوالبرکات رحمتہ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے ہیں۔ یہ حضرت نہ صرف علوم ظاہری سے مالامال ہیں بلکہ روحانی طور پر بلند درجہ رکھتے ہیں۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ آپ کے ارشادات زر و جواہر سے تولنے کے لائق ہیں۔ فرمایا کرتے تھے۔

- عالم دین پر واجب ہے کہ وہ لوگوں کی دینی رہنمائی کرے۔ اس دور میں وہ لوگ بہت غنیمت ہیں جو دین کی بات پوچھتے ہیں۔
- معاملات میں دیانت و امانت کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ شہید فی سبیل اللہ بھی اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو گا جب تک اس کے حصہ جو قرض ہے وہ ادا نہ کر دیا جائے۔
- اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اگر بخش دے تو یہ اس کا فضل و کرم ہے

Marfat.com

اگر نہ بخشے تو یہ اس کا عدل ہے۔

- وہ لوگ کس قدر ظالم اور بدنصیب ہیں جو حیلوں بہانوں سے درود و سلام کی محافل کو روکنے کی کوشش کرتے ہیں۔
- تصوف ظاہر و باطن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کا دوسرا نام ہے۔ جس کا ظاہر و باطن شریعت کے خلاف ہو وہ ولی نہیں ہو سکتا۔
- ماں باپ اولاد کی جنت یا دوزخ ہوتے ہیں' والدین کی خدمت اور فرمانبرداری سے جنت اور ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی سے دوزخ ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا والدین کی رضامندی سے وابستہ ہے۔ والدین کی خدمت بڑے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

وصال سے قبل آپ کو پیشاب میں خرابی کی تکلیف ہو گئی۔ اس وجہ سے بخار اور دیگر عوارض لاحق ہو گئے۔ نقاہت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ ۱۵ ستمبر بروز جمعہ سے اس میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا۔ غذا بھی برائے نام رہ گئی تھی اور پھر اللہ کا یہ ولی ۲۴ ستمبر ۱۹۷۸ء بوقت چار بج کر دس منٹ پر داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ اللہ تعالیٰ اس عاشق رسول پر ہزاروں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ اس چند روزہ حیات مستعار میں جس قدر نیکیاں کی جائیں کم ہیں۔ ہمیں اپنے لیل و نہار کا موازنہ اللہ کے نیک بندوں کی زندگی سے کرنا چاہیے اور اپنا رخ درست کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ ہر گزرنے والا لمحہ انسان کو موت کی طرف لے جا رہا ہے۔ ہر منزل کے لئے زاد راہ ہوتا ہے اور آخرت کی منزل کے لئے صالح اعمال' عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم' مکارم اخلاق' پابندی شریعت' اولیاء اللہ کی محبت زاد راہ ہے۔ اگر ہمارا دامن ان سے خالی ہے تو اس کے لئے ہمیں ابھی قدم اٹھانا چاہیے کیونکہ سانس کی ڈوری کب ٹوٹ جائے کوئی نہیں جانتا۔

Marfat.com

حضرت ابوضیاء محمد علی قادری شطاری رحؒ

اگر آپ باغبانپورہ اڈا تانگہ والا سے اندر تلاب والی مسجد کے مشرق میں جائیں تو وہاں ایک مزار ہے۔ یہ حضرت مولانا مولوی محمد عبداللہ مسافر صحرائی رحمتہ اللہ علیہ کا ہے جو اپنے وقت کے مشہور و معروف ولی اللہ تھے۔ اور آج بھی لوگ ان سے فیض حاصل کر رہے ہیں۔

۱۳۳۸ ہجری کی بات ہے کہ آپ تشریف فرما تھے۔ اردگرد محبین کا ہجوم تھا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دلنواز و دلکشا ہو رہا تھا۔ عجیب کیف طاری تھا کہ اسی اثناء میں مولوی محمد عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ جو کہ حضرت مسافر صحرائی رحمتہ اللہ علیہ کے مرید و محب تھے حاضر خدمت ہوئے اور بعد ادب و احترام عرض کی۔

" یا حضرت ! میری کوئی اولاد نہیں' دعا فرمائیں "۔

سماعت فرمایا تو تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر ارشاد فرمایا۔

" اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں ایک لڑکا عطا فرمائے گا وہ ہمارا بچہ ہو گا۔ اسے اللہ تبارک وتعالیٰ دین اسلام کا وافر علم و حکمت عطا فرمائے گا جس سے بیشمار لوگ فیض یاب ہوں گے۔"

مولوی محمد عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ کو یقین کامل تھا کہ مرشد کی دعا و برکت

Marfat.com

سے اللہ تعالیٰ ضرور فرزند ارجمند عطا فرمائے گا۔ اس واقعہ کو چھ سال بیت گئے کہ ان کے ہاں ۶ جون ۱۹۲۶ء (یکم ذوالحجہ ۱۳۴۴ ہجری) کو نواں پنڈ ریاست کپور تھلہ انڈیا میں ایک بچے نے جنم لیا۔ باپ نے اس کا نام محمد علی رکھا۔

آپ بچپن سے ہی بڑے ذہین و فطین تھے۔ جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو آپ کی دادی محترمہ نے اپنے پوتے کو نماز یاد کرائی۔ قرآن پاک ناظرہ پڑھایا اور کچھ سورتیں بھی ازبر کرائیں۔ جب محمد علی چھ سال کے ہوئے تو باقاعدہ تعلیم دین حاصل کرنے کے لئے سہارنپور میں غیرمقلدوں کے مدرسہ میں داخل کروایا۔ لیکن جلد ہی یہاں سے اٹھوا لیا اور امرتسر میں کسی مدرسہ میں داخل کرا دیا۔ حتیٰ کہ بچے کو کئی مدرسوں میں داخلہ کرایا گیا اور اٹھا لیا گیا کیونکہ ان کی پڑھائی معیاری نہ تھی۔ بالاخر جامعہ دیوبند میں داخلہ ہوا یہاں آپ نے دل جمی کے ساتھ پڑھا اور ساڑھے دس سال میں تعلیم مکمل کر کے شیخ الحدیث کی سند حاصل کی۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ سال تھی اس چھوٹی عمر میں شیخ الحدیث کی سند حاصل کرنا بہت بڑا اعزاز تھا۔ ناظم جامعہ حسین احمد مدنی نے آپ کو ابوضیاء کا لقب عطا فرمایا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے جامعہ دیوبند میں ہی آخری درجہ کے طلباء کو دورۂ حدیث کی کتب پڑھانا شروع کر دیں۔ یہ سلسلہ سال' چھ ماہ تک محدود رہا۔ لہٰذا ۱۹۴۲ء میں آپ لاہور تشریف لے آئے اور بحیثیت استاذ بچوں کو پڑھانے لگے۔ لیکن جلد ہی محکمہ ریلوے میں ملازم ہو گے۔ جہاں بارہ سال تک بحیثیت ڈپو کلرک کے کام کیا۔ اسی دوران میں ۴ مئی ۱۹۴۷ء کو کوٹلی پیر عبدالرحمٰن میں ہی ارائیں خاندان میں آپ کی شادی ہو گئی کیونکہ آپ کے آباؤاجداد کا پیشہ زراعت اور ذات ارائیں تھی۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۱ سال تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو صاجزادہ محمد ضیاء رسول اور صاجزادی ناصرہ سلطانہ عطا فرمائی۔

حضرت ابوضیاء محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب بواسطہ حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ملتا ہے۔ سلسلہ نسب کے اثرات اپنا رنگ ضرور دکھاتے ہیں۔ طبیعت میں گمنام سا اضطراب و بے قراری محسوس کرتے تھے۔

Marfat.com

احساس ہوتا تھا کہ کسی چیز کی ہنوز کمی ہے۔ جامعہ دیوبند کی تعلیم نے آپ کے افکار و خیالات پر کوئی خاص اثر نہ کیا جو غیر مسلک کا نکتہ نظر سمجھنے اور بزرگان دین کے مزارات و محافل میں جانے کی راہ میں رکاوٹ ہوتا۔ آپ کے والد محترم حضرت مولوی محمد عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ حضرت مسافر صحرائی رحمتہ اللہ علیہ کے دامن سے وابستہ ہونے سے قبل غیر مقلدوں سے اتفاق رکھتے تھے۔ نگاہ پیر نے ان کے خیالات کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔ یہ حضرت مولانا مولوی محمد عبداللہ مسافر صحرائی رحمتہ اللہ علیہ کی زندہ کرامت تھی کہ باوجودیکہ حضرت مولانا ابوضیاء محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے دیوبندی اور غیر مسلک اساتذہ سے تعلیم پائی مگر مسلک اہلسنت پر ہی قائم رہے۔

وقت محو پرواز رہا' حالات و مطالعہ کتب نے آپ کے خیالات میں پختگی پیدا کی۔ انہیں دنوں آپ کی ملاقات مناظر اہلسنت حضرت مفتی نظام الدین رحمتہ اللہ علیہ سے ہوئی۔ ان کی علمیت و شخصیت سے بہت متاثر ہوئے لہٰذا ان سے گہرے مراسم ہو گئے۔ بارہ سال ان کے قرب و معیت میں رہے اور دینی مسائل سمجھتے رہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ اہلسنت کے بہت بڑے مبلغ و مناظر بنے۔

علمیت کا یہ عالم تھا کہ شاذ ہی کبھی کسی کتاب کو دیکھنے کی ضرورت پیش آتی تھی' سب ازبر تھا۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ عربی و فارسی میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سینتالیس ہزار احادیث مبارکہ مع اسناد و روایات یاد تھیں۔ اکثر تفاسیر و فقہ کی کتب کی عبارتیں بھی ازبر تھیں۔ ایک دفعہ کیا ہوا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب فتاویٰ درمختار کے اولین سو صفحات دیمک کھا گئی۔ ان کو آپ نے زبانی لکھ کر کتاب مکمل کر دی۔

حضرت ابو ضیاء محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے اگرچہ علم میں بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا لیکن ابھی تک کسی ولی اللہ کے دست حق پر بیعت کے لئے دل میں تڑپ تھی۔ تلاش میں رہتے تھے۔ لیکن اس طرف دھیان ہی نہیں گیا کہ ان کے اپنے گھر میں اللہ کا ولی موجود ہے اور وہ آپ کے والد گرامی حضرت مولوی ابوالمعارف محمد عبدالحق قادری شطاری فاروقی مجددی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ لہٰذا آپ نے انہیں

Marfat.com

کے دست اقدس پر سلسلہ قادریہ شطاریہ میں بیعت کر لی اور راہ سلوک کی منازل طے کرنے لگے۔ یہ زندگی کا حسین ترین موڑ تھا اور یہی وہ راہ ہے جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور معرفت الٰہیہ تک لے جاتی ہے۔

حضرت ابوضیاء محمد علی قادری شطاری رحمتہ اللہ علیہ دین اسلام کی روشنی پھیلانے میں شب و روز مصروف تھے۔ بہترین خطیب تھے' عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کے دلوں کو گرما دیتے تھے۔ دور و نزدیک سے لوگ آپ کا وعظ سننے کے لئے آتے تھے۔ کئی مساجد میں خطابت فرماتے رہے۔ بدعقیدہ لوگوں سے مناظرہ بھی کرتے تھے۔ اپنی حیات میں ۳۸۲ مناظرے کئے اور ہر مناظرہ میں بہ توفیق ایزدی کامیاب رہے۔

آپ نے زیارت حرمین شریف کے لئے درخواست دی تو اسی اثناء میں آپ کے والد محترم اور پیر طریقت حضرت مولوی محمد عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ سخت علیل ہو گئے لہٰذا دعا کی باری تعالیٰ درخواست منظور نہ ہو۔ اگر خدانخواستہ والد گرامی اور مرشد کو کچھ ہو گیا تو تاحیات پچھتاوا رہے گا۔ لہٰذا درخواست مسترد ہو گئی۔

آپ کے والد گرامی ۵ ذوالحجہ ۱۳۷۳ ہجری کو واصل بحق ہوئے۔ آپ کو ایک وقت دو صدمات سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک والد کی جدائی اور دوسرا مرشد طریقت کی فرقت۔ اگلے سال آپ نے پھر حج کے لئے درخواست دی تو وہ منظور ہو گئی لہٰذا فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے تشریف لے گئے۔

حج سے واپسی کے بعد آپ کے پاس ارادت مندوں کا ہجوم ہونے لگا۔ سلسلہ بیعت بھی جاری تھا اور رشد و ہدایت اور مریدین کے اصلاح احوال کی محفلیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ آپ اکثر روزے سے رہتے تھے۔ قلیل الطعام تھے۔ ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی و رضا کے لئے وقف تھا۔ چہرے سے نور برستا تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس مومن مسلمان کو چالیس دن تک کوئی تکلیف نہ آئے وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہے لہٰذا اسے استغفار کرنی چاہیے۔

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کو چالیس دن تک سر درد تک نہ ہوا تو گڑگڑا کر

Marfat.com

دعائیں مانگنے لگے چنانچہ۔ اسی دن بوقت عشاء سانپ نے آپ کو کاٹ لیا جس کا اثر کئی روز تک رہا۔

رحمت اللہ ٹھیکیدار بڑا امیر کبیر شخص تھا کسی وجہ سے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی' بہت علاج معالجہ کرایا مگر بصارت لوٹ کر نہ آئی۔ ایک دن آپ کے دراقدس پر حاضر ہوا اور بینائی کے لئے درخواست کی اور تین دن متواتر آپ کی خدمت میں عرض کرتا رہا۔ بالاخر آپ نے فرمایا جا کر اپریشن کراؤ بینائی لوٹ آئے گی۔ وہ خوشی خوشی گیا اور ڈاکٹر سے اپریشن کرنے کو کہا۔ اس نے سمجھایا کہ پہلے کئی بار اپریشن کر چکے ہیں بینائی واپس نہیں آئے گی۔ لیکن وہ بضد رہا۔ مجبورا" ڈاکٹر کو اپریشن کرنا پڑا تو بینائی لوٹ آئی۔ ڈاکٹر بھی دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

حضرت ابو ضیاء محمد علی قادری شطاری رحمتہ اللہ علیہ کا حلقہ مریدین بڑا وسیع تھا۔ آپ صبح و شام خیر و برکت تقسیم فرما رہے تھے کہ وقت معین آگیا اور پھر آپ نے اپنا خلیفہ و جانشین مرید خاص حضرت قاری محمد یٰسین قادری ضیائی مدظلہ العالی کو مقرر کر دیا۔ ان امور سے فراغت کے بعد آپ نے ۲۵ ذیقعدہ ۱۴۱۰ ہجری (۱۹ جون ۱۹۹۰ء) کو جان جان آفرین کے سپرد کر دی اور کوٹلی پیر عبدالرحمٰن میں ہی سپردخاک ہوئے۔

آپ کا عرس ہر سال ۲۵ ذیقعدہ کو آپ کے نائب و جانشین کی زیرنگرانی بعد از نماز ظہر شروع ہوتا ہے جس میں مریدین و عقیدت مند حاضر ہوتے ہیں اور مختصر سی تقریب کے بعد قریب مغرب تقسیم لنگر کے بعد اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ آپ کے خلیفہ قاری محمد یٰسین قادری ضیائی شطاری مدظلہ العالی اس وقت جامعہ نظامیہ رضویہ میں مدرس ہیں اور دین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ دین اسلام کی خدمت جزوقتی نہیں بلکہ ہمہ وقتی ہے۔ ہمیں ہر لحظہ دین اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں رہنا چاہیے اور اپنی زندگی کے لیل و نہار کو اس طرح ترتیب دینا چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ وقت دین کے کاموں میں صرف ہو۔ یاد رکھیں اسی حال کا مستقبل بننے والا ہے۔

Marfat.com

حضرت رضا حسین بلالی جمالی فاضلیؒ

نور والوں کے ڈیرہ میں عورتوں اور مردوں کا اژدھام تھا' ماحول میں مکمل خاموشی تھی' لوگوں کے چہرے اداس' آنکھیں اشکبار اور ہونٹوں پر چپ کی مہر لگی تھی۔ فضا میں اگر کسی چیز سے ارتعاش پیدا ہو رہا تھا تو وہ کدال کی آواز تھی جس سے حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے بائیں جانب ایک قبر کھودی جاری تھی۔ درخت کے نیچے چارپائی پر ایک بے جان جسم پڑا تھا جس کے چہرے سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ زندگی کے جھمیلوں سے تھک کر بغرض آرام خواب کے مزے لے رہا ہے۔ روئے مبارک سے نور مترشح اور اطمینان و سکون ہویدا تھا۔ اس ہستی کو تھوڑی دیر بعد سپردخاک کیا جانا تھا جہاں وہ اگرچہ تاقیامت سوتا رہے گا لیکن در فیض کھلا رہے گا۔

یہ واقعہ ۲۵ جولائی ۱۹۹۲ء کا ہے۔ شدید گرمی کا موسم تھا لیکن گرمی کا احساس کسے تھا۔ ایک ولی اللہ داغ مفارقت دے گیا تھا۔ یہ لمحات اس کے آخری

Marfat.com

دیدار کے تھے اور جب یہ چہرہ خاک کے پردے میں چھپ گیا تو پھر اس کی زیارت کیسے ممکن ہو گی۔ یہی وجہ تھی کہ زیارت کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ لوگ آتے تھوڑی دیر چارپائی کے پاس رکتے، حسرت، محبت اور ادب سے دیکھتے، آنکھیں نم آلود ہو جاتیں، ہونٹ ہلتے کچھ کہنا چاہتے مگر ان سے کوئی آواز نہ نکلتی اور وہ جذبات جن کا وہ اظہار کرنا چاہتے تھے سینے کے اندر ہی دفن ہو کر رہ جاتے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد کدال کے چلنے کی آواز بند ہو گئی، زمین کی ہموار سطح میں قبر کا صندوق تیار ہو چکا تھا۔ اب وہاں پر موجود لوگوں کی حالت دیدنی تھی۔ اضطراب کی لہریں دو چند ہو چکی تھیں۔ محبین نے چارپائی کو اٹھایا اور قبر کے کنارے پر لے جا کر رکھ دیا۔ اب لوگوں کے ضبط کے بندھ ٹوٹ چکے تھے۔ آنکھوں میں تھمے ہوئے آنسو بصورت سیل رخساروں پر بہنے لگے۔ مہر لب ہونٹوں سے پیاروں کے بچھڑنے پر جو الفاظ نکلتے ہیں وہ نکلے اور پھر اس جسم کو لحد میں اتار دیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے منوں مٹی اس کے اوپر ڈال دی گئی۔ اب حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے پہلو میں ایک اور قبر سطح زمین پر ابھر آئی تھی جو اس کے ولی بیٹے اور پہلے سجادہ نشین کی تھی۔ جس نے اپنے باپ کے وصال کے بعد چودہ سال تک محبتیں، راحتیں، سکھ اور فیض بانٹا تھا اور باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس کے پہلو میں آسودہ خواب ہو گیا تھا۔

رمضان المبارک کا مہینہ اور سن ۱۹۳۵ء تھا۔ ہر سو اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمتیں اور بخششیں برس رہی تھیں کہ حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ اس جہان رنگ و بو میں تشریف لائے۔ لیکن عام بچوں کی طرح ماں کے دودھ کو منہ تک نہ لگایا۔ جب اس کا ذکر آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنے شوہر نامدار حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ سے کیا تو انہوں نے بیٹے کو گود میں اٹھایا اور اس کی طرف دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ بیٹا کس مقام و مرتبہ کا ہے۔ لہٰذا اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا۔

Marfat.com

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب روزہ افطار ہو تو اس وقت دودھ پلانا پی لے گا۔"

چنانچہ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ نے جیسے فرمایا تھا ویسے ہی ہوا۔ تین دن تک یہ کیفیت رہی کہ رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ سحری کے وقت اور پھر روزہ افطاری کے وقت دودھ پیتے تھے۔

حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کی تربیت سایہ قطبیت میں ہونے لگی۔ دنیاوی تعلیم میٹرک تک حاصل کی۔ ہومیوپیتھی میں سند یافتہ تھے اور علم حکمت اپنے مایہ ناز باپ سے سیکھا تھا۔ طبیعت میں ابتدا سے ہی درویشانہ رنگ تھا۔ بڑے متقی پرہیزگار اور عالی ظرف تھے۔ ہمیشہ دوسروں کو سکھ پہنچانے کا رخ ہوتا۔ بالکل اپنے باپ کے انقش قدم پر چل رہے تھے۔ آپ کا خطابی نام عبد لرزاق تھا۔ ہر وقت گوش برآواز رہتے' جونہی باپ کی آواز فضا میں ابھرتی "عبد لرزاق صاحب" تو آپ فوراً" "جی حضور" کہہ کر حاضر خدمت ہو جاتے اور جو حکم فرماتے اس کی تعمیل بجا لاتے۔

سلوک کی منازل طے کرنے کے لئے آپ کو رحیم یار خان کے ایک دور افتادہ چک نمبر ۱۹۹ میں بھیج دیا گیا۔ جہاں ۱۹۵۶ء تا ۱۹۵۷ء دو سال بسر کئے۔ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ بھی وہاں ہر مہینے دس یوم کے لئے تشریف لے جاتے تھے لہٰذا اس جگہ کا نام ہی "درس" دور و نزدیک مشہور ہو گیا۔

وقت گزرتا رہا ۱۴ جولائی ۱۹۵۸ء کو جب آپ تیئس یا چوبیس سال کے ہوئے تو شادی کے بندھن میں پرو دیئے گئے۔ لیکن بیوی کی زندگی نے وفا نہ کی اور وہ بہت جلد اپنے محبوب حقیقی کے پاس تشریف لے گئیں۔ دوسری شادی ۱۵ اگست ۱۹۶۰ء میں حضرت سردار محمد سالار کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی جو نہایت سادہ مزاج' نیک طینت' خوش خصال اور عبادت گزار تھیں۔ خاوند کا ہر حکم سر آنکھوں پر بجا

Marfat.com

لاتیں۔ ان کے بطن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے چھ صاجزادیاں اور دو صاجزادے عطا فرمائے۔ پانچ بیٹیوں کے بعد سولہ فروری ۱۹۷۳ء میں بیٹے فضل ودود نے جنم لیا' اس دن حضرت قطب علم رحمتہ اللہ علیہ بے حد مسرور و خنداں تھے۔ حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ساری زندگی اپنے والد بزرگوار کو کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔ جب وہ عالم مسرت و شادمانی میں "نور والے" کہہ کر اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھاتے تو نور کی ایک لکیر سی بن جاتی تھی اور پھر ارشاد فرمایا۔

" بزرگان دین کی صف میں بادشاہ آگیا ہے۔ آنے والے وقت میں لوگ اسے فضل شاہ کے نام سے ہی پکاریں گے"۔

لہٰذا اکثر حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ اپنے پوتے فضل ودود کو "میرا بادشاہ پتر" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

سن ۱۹۶۱ء اور ماہ دسمبر کی سولہ تاریخ تھی' حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ بغرض عرس مبارک ماموں کانجن تشریف لے گئے ہوئے تھے' سردی اپنے شباب پر تھی' تہجد کا وقت تھا' ہر طرف نور و رحمت نے چادر تان رکھی تھی۔ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ بارگاہ خداوندی میں سربسجود تھے' بیٹا رضا حسین بھی عبادت میں مصروف تھا' نماز تہجد کے بعد حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

" حکم آگیا ہے کہ تم حضرت مولوی محمود یٰسین کے مرید ہو جاؤ لیکن فیض ہم سے حاصل ہو گا۔"

ارشاد عالیہ سننے کی دیر تھی کہ اسی وقت سوئے گوجرانوالہ چل پڑے اور اسی دن حضرت مولوی محمود یٰسین مدظلہ العالی کے دست حق پرست پر بیعت ہو گئے۔ آپ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے بچپن کے ساتھی تھے۔ حال پر نقشبندیہ

Marfat.com

سلسلہ کے بہت بڑے ولی اللہ ہیں اور لوگوں میں فیوض و برکات تقسیم فرما رہے ہیں۔

بیعت کے بعد آپ کی زندگی میں عظیم انقلاب رونما ہو گیا۔ روحانی پرواز میں تیزی آگئی۔ ایک دن حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ مسجد میں بیان دے رہے تھے کہ صاحبزادہ حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ پر ہلکی سی غنودگی طاری ہو گئی۔ اسی دوران میں آقائے نامدار' راحت انس و جان' نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ ایسی دولت تھی جس کا کوئی ثانی اور نعم البدل نہیں۔ اور وہ لوگ کس قدر عظیم اور قابل صد احترام ہیں جنہیں زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو۔ ایک مرتبہ آپ کسی کام سے ایبٹ آباد تشریف لے گئے' رات کو آرام فرما رہے تھے کہ نصیبہ پھر جاگ اٹھا۔ عالم رویاء میں پھر سرور کونین محبوب رب دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شادکام ہوئے۔ تیسری مرتبہ اس سعادت عظمیٰ سے آپ گوجرانوالہ میں بہرہ ور ہوئے' اس دن حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے بیٹھے تھے کہ ہادی برحق رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام العاشقین حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا۔

" میں دنیا میں سورج کی روشنی کی طرح رہتا ہوں۔ لیکن مجھے دیکھتا وہ ہے جسے دکھانے والا دکھائے۔"

حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا ذکر حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ سے کیا تو انہوں نے فرمایا۔

" ہم دکھانے والے ہیں۔"

پھر حاضرین محفل کو مخاطب کر کے فرمایا۔

Marfat.com

"سب رضا حسین کی آنکھوں کو بوسہ دیں۔"

چنانچہ سب نے باری باری آپ کی آنکھوں کو چوما۔ اس دن سے آپ بلالی جمالی کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

بخاری قبرستان ساہیوال میں قطب الاقطاب حضرت میاں خدابخش رحمتہ اللہ علیہ کا مزار پاک ہے جو مرجع خلائق ہے۔ یہ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے مرشد کامل تھے۔ اپنے وصال سے چند سال قبل اپنے مرشد کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے' صاحبزادہ رضا حسین بلالی جمالی اور دوسرے مریدین بھی ہمراہ تھے۔ وہاں بیٹھے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ معاً" باواز بلند ارشاد فرمایا۔

"حضرت میاں صاحب ابھی تشریف لائے تھے۔ فرما گئے ہیں کہ اپنا خلیفہ مقرر کر دو۔"

چنانچہ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ نے مرشد کے مزار پاک سے ایک ہار اٹھایا اور صاحبزادہ حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔

یہ واقعہ اس بات پر شاہد تھا کہ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کا سفر آخرت قریب ہے۔ مریدین کے لئے یہ خیال و تصور بڑا جانگسل تھا۔ جب حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ اس جہان رنگ و بو سے تشریف لے جائیں گے۔

دسمبر ۱۹۷۷ء تک حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ نے لوگوں کو شرف بیعت سے نوازا۔ بعدازاں آپ نے صاحبزادہ رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کو فرمایا۔

"آج کے بعد مرید آپ کریں گے اور شہادت ہماری ہو گی۔"

اور اپنی زندگی میں تین افراد کو حضرت صاحبزادہ رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کا مرید کرایا۔

[illegible] المعظم ۱۳۹۶ ہجری مطابق ۳۰ جولائی ۱۹۷۸ء کو حضرت فضل شاہ

Marfat.com

قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے جوار رحمتہ میں تشریف لے گئے۔ جنہیں نور والوں کے ڈیرہ میں ہی سپرد خاک کر دیا گیا ان کی جگہ کلاہ خلافت و سجادہ نشینی حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کے سراقدس پر رکھا گیا۔

آپ حتی الامکان اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلنے لگے' دوسروں کا بوجھ اور ذمہ داری خود سنبھال لیتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالغفور صاحب کی دختر نیک اختر کی شادی پر سارا انتظام و انصرام خود سنبھال لیا۔ فراغت کے بعد جب واپسی کا ارادہ فرمایا تو کوئی سواری دستیاب نہ تھی۔ کئی میل تک پیدل چلنا پڑا لیکن طبیعت میں ملال تک پیدا نہیں ہوا۔ سارا راستہ بچی کے لئے دعا خیر کرتے رہے۔ آپ دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت خیال فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد یوسف اختر صدیقی کو ایک مرتبہ گوشت کی ضرورت تھی۔ انہوں نے ذکر کیا تو آپ نے خود لے کر ان کے گھر پہنچا دیا۔ الغرض جو بھی حاجت مند اور پریشان حال آپ کے دراقدس پر حاضر ہوتا تھا تہی دامن نہ لوٹتا تھا۔ دعا بھی کرتے ضرورت ہوتی تو دوا بھی دیتے اور مالی امداد بھی فرماتے۔ متواضع اتنے تھے کہ جو بھی حاضر خدمت ہوتا اس کی تواضع فرماتے۔ لنگر کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ہفتہ بھر قرض لے کر لنگر چلاتے رہے لہٰذا حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر کھڑے ہو کر عرض کیا۔

"حضور اگر یہی صورت رہی تو لنگر کا سلسلہ کس طرح جاری رہے گا۔"

لہٰذا اس دن کے بعد فتوح کا دروازہ کھل گیا۔ پھر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ لنگر کا انتظام کرنے میں کوئی مشکل پیش آئی ہو۔

بروایت حضرت غلام صابر انسپکٹر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن فیصل آباد ماموں کانجن میں عرس کے انتظامات کے لئے حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس اخراجات کے لئے کچھ موجود نہیں تھا۔ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر کھڑے ہو کر دعا کی۔ جب گھر تشریف لے گئے تو دروازے پر کسی نے

Marfat.com

دستک دی۔ دروازہ کھولا۔ ایک شخص کھڑا تھا اس نے آپ کو ایک لفافہ دیا اور چلا گیا۔ جب لفافہ کھولا تو اس میں چھ ہزار روپے کا ڈرافٹ تھا جو عرس کے اخراجات کے لئے بالکل پورا تھا۔

ایک مرتبہ پتوکی کا رہائشی فلک شیر حاضر ہوا اور اپنی کوئی مشکل بیان کی' آپ نے اسے یا ودود پڑھنے کے لئے فرمایا۔ اس شخص نے سوچا کبھی تھوڑا اور کبھی زیادہ پڑھتا ہوں کیوں نہ تعداد مقرر کر لوں۔ لہٰذا اس نے ہر روز پانچ سو مرتبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ ایک دن وہ حاضر خدمت ہوا۔ اس وقت آپ حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پاک کے قریب کھڑے تھے' فلک شیر کو دیکھتے ہی گویا ہوئے۔

"بے حساب کے ساتھ معاملہ کرتے وقت بے حساب رہنا چاہیے' گنتی کرنے سے معاملہ حل نہیں ہو گا۔"

راہ سلوک میں جیسے جیسے مدارج میں بلندی آتی جاتی ہے نئے نئے مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔ وصال سے تین سال قبل حضرت رضا حسین بلالی جمالی فاضلی رحمتہ اللہ علیہ پر مجذوبیت کی حالت طاری ہو گئی۔ ایک اصطلاح کے مطابق مجذوبیت کے ایک بلند مقام کا نام سن مہا سن ہے۔ جو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے وہ پھر عالم صحو میں لوٹ کر نہیں آتا تاوقتیکہ پشت پر کوئی عظیم روحانی شخصیت موجود نہ ہو۔ اس مقام پر بے شمار حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ نظروں سے کوئی چیز نہاں نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ اگر سات دیواروں کے پیچھے بھی کوئی چیز موجود ہو تو نظر آجاتی ہے۔ اس دور مجذوبیت میں آپ کو سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور کئی دوسرے بزرگوں کی زیارت ہوئی۔ ابھی آپ کو دور مجذوبیت میں داخل ہوئے زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ آپ کی بیٹی حضرت مبشرہ فردوس کو حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور فرمایا۔

"بیٹی جو وقت ہم نے جنگلوں میں گزارا تھا وہ رضا حسین اسی گھر میں اور بچوں کے

Marfat.com

ساتھ رہ کر گزار دیں گے۔"

عالم مجذوبیت نو مہینوں پر پھیلا ہوا تھا۔ جب آپ عالم صحو میں آئے تو ان سے سن مہا سن کی کیفیات کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا۔

" اس دوران میں ایسے مشاہدات ہوئے جنہیں الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا"۔

حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کو وصال سے چند ماہ قبل پتہ چل گیا تھا کہ عنقریب سفر آخرت پر روانہ ہونا ہے۔ لہٰذا حضرت خواجہ محمد یوسف کو جنہیں آپ حضرت میاں خدا بخش رحمتہ اللہ علیہ کے عرس کے لئے ہفتہ عشرہ پہلے بتایا کرتے تھے تاکید کرنا شروع کر دی تھی کہ اس مرتبہ آپ نے حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پاک پر ساہیوال ضرور جانا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب حیران ہوئے کہ اس دفعہ خلاف معمول کیوں تاکید کی جارہی ہے۔ اس تاکید کا عقدہ اس وقت کھلا جب حضرت میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے عرس سے قبل ہی آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آپ ہر جمعتہ المبارک کو بعد از نماز فجر ختم خواجگان کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ وصال سے چند روز قبل طبیعت خراب ہو گئی' سلامت علی ولد محمد یوسف کہتے ہیں کہ وصال سے پہلے جو جمعہ آیا تو اس میں حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ نے شرکت نہیں کی۔ ختم خواجگان کے بعد عموماً" سب احباب کو جانے کی اجازت دے دیا کرتے تھے لیکن مجھے اجازت نہ ملی' میں آپ کے پاؤں دبانے لگا تو مجھے دعائیں دینے لگے۔

" سلامت تم سلامت رہو"۔

دوپہر بارہ بجے کے قریب حاجی منور حسین' حاجی محمد سلیمان اور رحمت خان وغیرہ کو بلا بھیجا' عصر کے بعد میں نے پھر جانے کے لئے عرض کیا تو فرمایا۔

" تم آج نہیں کل جاؤ گے"۔

Marfat.com

بعدازاں سب لوگ اٹھ کر شیرانوالہ گیٹ حاجی منور حسین کے کارخانے میں چلے گئے۔ وہاں شربت پیا۔ بعدازاں فرمایا "سانس لینے میں دقت ہو رہی ہے۔" چنانچہ دوستوں کے مشورے سے سروس ہسپتال چلے گئے' دوست بھی ساتھ تھے۔ ہسپتال پہنچ کر گاڑی سے خود نیچے اترے اور بیڈ تک چل کر گئے۔ اس وقت میں سراقدس کی طرف اور رحمت خان پاؤں کی جانب کھڑا تھے۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر آیا اس نے کہا۔

" آپ اس بیڈ کو چھوڑ کر دوسرے بیڈ پر آجائیں ۔"

سنا تو فرمایا ۔

" اب اس بیڈ کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں ۔"

" مریض کے پاس صرف ایک آدمی رہے باقی باہر چلے جائیں۔ "

ڈاکٹر نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میں حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کے پاس رہا۔ اسی دوران میں دوسرا ڈاکٹر اندر آیا۔ اس وقت میں حضرت رضا حسین رحمتہ اللہ علیہ کو سیدھا کر کے لٹا رہا تھا۔ جب ڈاکٹر نے چیک کیا تو آپ کی روح جسم عنصری سے پرواز کر چکی تھی اور بیڈ کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا تھا۔

آپ اکثر دوپہر کے کھانے کے بعد آرام فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ کی تصویر پر نظر پڑی جو سامنے ہی رکھی تھی تو اپنی زوجہ محترمہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

" اگر میرا وقت پہلے آگیا تو مجھے ابا جی کی بائیں جانب دفن کرنا اور اگر تمہارا وقت پہلے آیا تو تمہیں ان کے قدموں میں دفناؤں گا۔"

حضرت رضا حسین بلالی جمالی فاضلی رحمتہ اللہ علیہ کا جب وصال ہوا تو اس وقت عمر ستاون یا اٹھاون سال تھی۔ ان کے مرشد حضرت مولوی محمود یٰسین مدظلہ العالی کو حضرت قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ نے روحانی طور پر فرمایا "رضا حسین کو

Marfat.com

میری بائیں جانب دفن کیا جائے۔" اور روحانی طور پر ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور پھر اس روشن ستارے کو جو ۲۳ محرم الحرام ۱۴۱۲ ہجری (۲۴ جولائی ۱۹۹۲ء) کو غروب ہوا تھا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۹۲ء کو بوقت ۱۱ بجے قبر کے پیٹ میں اتار دیا اور اس کی جگہ ایک اور ستارہ جلوہ گر ہوا جسے حضرت فضل شاہ قطب عالم رحمتہ اللہ علیہ "بادشاہ پتر" کہا کرتے تھے۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے سے ہی انجام بخیر ہے۔ خدمت خلق کو بے حد فوقیت دینی چاہئے۔ رب کریم کو راضی کرنے کا یہ آسان ترین راستہ ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

تحفۂ القادریہ
سر الاسرار
خزینۂ نعت
جہانِ اولیاء

انیس الطالبین
حدائقِ بخشش
قرآن حکیم کا تصورِ ولایت
تفریح الخاطر فی مناقب الشیخ عبد القادر
تذکرہ مجددینِ اسلام
معجزاتِ رسولِ کریم ﷺ

فیوضِ غوثِ یزدانی
ترجمہ الفتح الربانی

تذکرۃ الاولیاء

سیرت و خطباتِ غوثِ اعظم
شانِ حبیب المنعم من روایات المسلم
مولانا نورانی کی بارہ تقریریں
ختمِ نبوت زندہ باد
امامِ اعظم کے عقائد
مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان
نزہۃ الخاطر الفاتر فی مناقب سیدنا الشیخ عبد القادر جیلانی
جہانِ انبیاء علیہم السلام
امام احمد رضا اور عشقِ مصطفیٰ ﷺ
کیا آپ جانتے ہیں
فتوح الغیب

قادری رضوی کتب خانہ
گنج بخش روڈ لاہور

چشمۂ علم و حکمت
سیرت غوث اعظم
جہانِ انبیاء
خطباتِ الٰہیہ
راہنمائے نقابت
مکاشفۃ القلوب
شانِ رسول
خطباتِ مجددیہ
خطباتِ نورانی
نورانی حکایات
شانِ حبیب الباری
رسائل مجدد الف ثانی
غنیۃ الطالبین

Marfat.com

ابھری۔

" مقصد حیات تو یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب اور عشقِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو۔"

جب آپ شام میں تھے تو ایک دن امام العاشقین حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضہ اقدس پر تشریف لے گئے۔ زمین سے لے کر آسمان تک نور کی چادر تنی ہوئی تھی۔ طمانیت و سکینہ نے گھیرے میں لے لیا۔ آپ ان کے سرہانے کی جانب آرام فرمانے لگے کہ نصیب جاگ اٹھے۔ عالم رویاء میں رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ساتھ ایک ضعیف العمر شخص تھا۔ حضرت علی بن عثمانؒ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو فوراً قدموں میں گر پڑے اور قدم بوسی سے جنت کی فضاؤں کا لطف اٹھایا اور پھر بصد ادب و احترام عرض کی۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ کون ہیں ؟"

" یہ تیرا اور تیرے دیار والوں کا امام ابوحنیفہ ہے ۔"

راحت انس و جان نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو حضرت علی بن عثمان رحمتہ اللہ علیہ کی آنکھ کھل گئی۔ امام العاشقین حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پر حاضری کا یہ انعام تھا کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے سرفراز ہو گئے تھے۔

اس خواب نے آپ پر روشن کر دیا تھا کہ اگرچہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اس وقت دنیا میں موجود نہیں لیکن احکام شرعی کے لئے ان کا وجود باقی ہے اور ان کے حاصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا اس خواب کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے لئے آپ کے دل میں پہلے سے بھی کہیں زیادہ احترام و محبت پیدا ہو گئی اور فقی مسائل میں ان کی پیروی کو لازم قرار دیا۔

جن علماء، فضلاء و صلحاء و مشائخ کے سامنے آپ نے زانوئے تلمذ طے کیا

Marfat.com